قانون اسلام — وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — معاملات

فتاویٰ عثمانی

جلد ۲۳

یعنی

زبان اُردو میں شرع اسلام کا ایک جامع ذخیرہ جو علماء حنفیہ کی جملہ مستند کتب کا مجموعہ ہے۔ اور ایک نئی طرز پر ترتیب دیا گیا ہے
اور جس میں احادیث و دلائل وغیرہ بھی جگہ جگہ درج کئے گئے ہیں

کتاب المیراث

مصنّفہ
مولوی محمد منوّر الدین
خلف فاضل اجل۔ عالم بے بدل حاجی الحرمین الشریفین عالیجناب شمس العلما مولوی سید محمد ضیاء الدین
خانصاحب "خان بہادر" "ایل ایل ڈی" (ایڈنبرگ) اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب۔ رئیس اعظم دہلی مرحوم و مغفور

سنہ ۱۹۳۴ عیسوی مطابق سنہ ۱۳۵۳ ہجری ۴ اودریس الم۔ مطابع برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی

فہرست مضامین

۹ باب نہم ۔ محروم و محجوب

۱۰ باب دہم ۔ متفرق

ضمیمہ جات

فہرست مضامین بلحاظ حروف ہجی

نقشہ جات

به ترتیب ابواب

ہدایات و علامات و اختصارات

۱- کتاب کے متعلق اِن ہدایات کو غور سے دیکھ لو۔

۱- کل رشتے حسب قاعدہ میّت کے تعلق سے بنائے گئے ہیں۔ مثلاً "بیٹے کی بیٹی" سے مطلب ہے میّت کے بیٹے کی بیٹی۔ "دادی کو پوتے کا" سے مطلب ہے میّت کی دادی کو پوتے کا۔ "جبکہ نہ اپنی اولاد ہو نہ بیٹے کی" سے مطلب ہے جب کہ میّت کی نہ اپنی اولاد ہو نہ بیٹے کی۔

۲- موجود نہ ہونا سے مطلب ہے زندہ نہ ہونا۔ مثلاً جبکہ بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا وارث ہوگا۔ مطلب ہے کہ جب بیٹا زندہ نہ ہو تو پوتا وارث ہوگا۔

۳- بڑے خطوط وحدانی ایسے [ ] اور چھوٹے خطوط وحدانی ایسے ( )۔ اکثر عبارت کو واضح کرنے کے واسطے دیئے گئے ہیں۔ جو عبارت مصنّف کی طرف سے ہو وہ بڑے خطوط وحدانی میں ہے۔ اور جو چھوٹے میں ہے وہ اصلی ترجمہ کی عبارت ہے مطلب واضح کرنے کے واسطے خطوط وحدانی میں بند کر دی گئی ہے۔

۴- درجہ کے معنے پشت کے لئے گئے ہیں جیسے میّت سے ایک درجہ اوپر یا نیچے سے مطلب ہے میّت سے ایک پشت اوپر یا نیچے۔ عصبات و ذوی الارحام کے ساتھ درجہ کا لفظ قسم کو ظاہر کرتا ہے جیسے عصبات درجہ دوم یعنی عصبات قسم دوم۔

۵- پھر اور پھر سے مطلب ہے کہ ایک کی عدم موجودگی میں دوسرا وارث ہوگا۔ مثلاً اوّل بیٹا پھر پوتا۔ پھر پڑپوتا۔

۶- وغیرہ۔ یہ لفظ بعض جگہ سلسلہ توریث کے آخیر واقع ہوا ہے مثلاً باپ دادا وغیرہ مطلب یہ ہے کہ پہلے باپ وارث ہوگا۔ اس کی عدم موجودگی میں دادا۔ پھر پردادا۔ بلحاظ ترتیب توریث لامحدود۔

۷- اوپر تک جیسے باپ کا باپ اوپر تک سے مطلب ہے باپ پھر دادا۔ پھر پردادا وغیرہ کا سلسلہ اوپر تک لامحدود۔

۸- قریب کے درجہ میں ہونا سے مطلب ہے میّت سے درجہ میں قریب واقع ہونا۔ ۹- ورثا اور ورثہ دونوں طرح بر وارث کی جمع لکھی گئی ہے۔

۱۰- ذوی فرض و ذوی رحم کی بجائے اکثر ذوی الفروض و ذوی الارحام لکھا ہے کہ زیادہ رائج ہے۔ ۱۱- کسی فقرہ کے آخر میں = ہے تو وہ مصنّف کی طرف سے ہے۔

۱۲- تقسیم بہ ورثا میں ہمیشہ پورے مال یا پورے ترکہ سے مطلب وہ باقیماندہ ترکہ ہے جو بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض میّت اجرائے وصیت باقی رہا ہے۔

۲- نقشوں کے متعلق ان ہدایات کو غور سے دیکھ لو۔

۱- نقشوں میں ہمیشہ ذوی الفروض سیاہ دکھائے گئے ہیں۔ اور عصبات اور ذوی الارحام سفید ہی دکھائے گئے ہیں ہاں حسب ضرورت عصبات سُرخ اور ذوی الارحام سبز دکھائے گئے ہیں۔ شجرہ ورثہ میں سیاہ ذوی الفروض ہیں اور سُرخ عصبات اور سبز ذوی الارحام اور ترتیب توریث بذریعہ نمبر و زنجیر دکھائی گئی ہے اور تیر کا رُخ ترتیب توریث ظاہر کرتا ہے۔ ذوی الارحام میں ترتیب توریث بذریعہ اعداد شمار یا کہیں بذریعہ زنجیر بھی دی گئی ہے۔

۲- ہمیشہ ایک ایک رشتہ دار دکھایا گیا ہے۔ مگر حسب ضرورت اُن کو متعدد مانا جا سکتا ہے۔

۳- اختصار کی غرض سے ہر ماں باپ کی دو اولادیں دکھائی گئی ہیں یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی حسب ضرورت انکو جتنا چاہو شمار کر لو۔

۴- اختصار کی غرض سے حقیقی و علاتی و اخیافی اولادیں ایک ہی ادیب کے تحت میں دکھائی گئی ہیں۔ اگرچہ حقیقی بھائی بہن ایک ماں باپ سے ہوتے ہیں۔ اور علاتی ایک باپ اور دو ماؤں سے۔ اور اخیافی ایک ماں اور دو باپوں سے۔

۵- نقشوں میں کثر جگہ ورثہ کے نام دانستہ نہیں دیئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ سہولت اسی میں ہے کہ پڑھنے والا خود بلحاظ شجرہ انکے نام معلوم کرے اگر تمام نام دکھائے جاتے تو شجرہ ورثہ کے پڑھنے میں پیچیدگی ہو جاتی۔

۳- اِن علامات کو یاد رکھو۔

۱- م = میّت۔ ⊜ ○ لکیر دار دائرے مرد کو اور خالی عورت کو ظاہر کرتے ہیں۔ X = محروم۔ بڑے دائرے کے قریب اگر چھوٹا دائرہ ہو تو بیوی کو ظاہر کرتا ہے۔ دو دائرے نقطہ دار لکیر سے جڑے ہوئے ہوں تو وہ خاوند اور

بیوی کو ظاہر کرتے ہیں۔ چاہے اُن میں فاصلہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

۴-(۱)- ایسے نشانات اگر ماں باپ کے آگے لگائے گئے ہوں۔ تو اُن سے مطلب اُن ماں باپ کے ماں باپ ہوگا۔ اور اگر اور کسی رشتہ دار کے آگے لگائے گئے ہوں تو مطلب ان کے بیٹا بیٹی ہوگا۔ جیسے ماں ↓ = ماں کی ماں + ماں ↑ = ماں کا باپ + ماں ↓↑ = ماں کی ماں کا باپ یعنی نانی کا باپ۔ اگر یہ نشان X اس طرح واقع ہو تو اسکے معنی بیٹا اور بیٹی یعنی اولاد کے ہیں جیسے بیٹی X = بیٹی کے بیٹا بیٹی یا بیٹی کی اولاد۔ ۳- دیکھو دفعہ ۱۲-۳ کو بعض دفعہ اس طرح لکھا ہے ۱۲-۳ یعنی دفعہ کا نمبر پہلے اور پھر سند کا نمبر۔

تدوین کے زمانہ میں یہ کتب مصنف کے زیرِ مطالعہ تھیں

سراجی اور شریفیہ کے جملہ مسائل اس کتاب میں موجود ہیں **سراجی** کے مصنف سراج الدین ابن عبد الرشید السجاوندی تھے۔ اس کو فرائض سجاوندی بھی کہتے ہیں۔ مذہب حنفی میں یہ کتاب فرائض میں نہایت مستند خیال کی جاتی ہے۔ اسکی غالباً چالیس شروح لکھی جا چکی ہیں جیسا کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ذکر کیا ہے **شریفیہ** کے مصنف سید شریف علی بن محمد الجرجانی تھے۔ یہ سراجی کی نہایت عمدہ اور مبسوط شرح ہے۔ ان کے علاوہ **شرح سراجی** از ابوالبقاء نسخہ قلمی **شرح خلاصۃ الفرائض** مصنف عبدالملک بن عبدالوہاب المکی۔ **در مختار** مصنف محمد علاء الدین شیخ علی الحصکفی تنویر الابصار کی نہایت عمدہ شرح ہے۔ **ردالمحتار** مصنف محمد امین شامی۔ در مختار کی نہایت مبسوط شرح ہے۔ **حاشیہ طحطاوی علی درالمختار** **فتاوی عالمگیری**۔ **فرائض عثمانی** (مولانا برہان الدین کی تصنیف ہے) وغیرہ وغیرہ کتب سے بھی مدد لی گئی۔ پھر **سراجیہ کا انگریزی ترجمہ**۔ **قانون محمدی** بیلی صاحب السراجیہ المرکبا مزے سنہ ۱۸۹۰ء۔ **ٹیگور لا لکچرز**۔ **محمدن لا**۔ بدرالدین طیب جی جج ہائی کورٹ مدراس وغیرہ وغیرہ کتب سے مسائل کی مطابقت کی گئی۔

ان کتب سے بھی بعض بعض موقعوں پر امداد لی گئی ــ **فتاوی قاضیخان** مصنف امام فخر الدین حسن بن منصور المشہور بہ قاضی خان ــ **فتاوی ظہیریہ** مصنف ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد البخاری۔ **فتاوی تاتارخانیہ** ــ **فتاوی ابراہیم شاہی** مصنف شہاب الدین احمد ابراہیم شاہ والی جونپور کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ **فتاوی عمادی** مصنف ابوالفتح محمد بن ابوبکر عبدالجلیل المرغینانی السمرقندی **بحر الرائق** ــ **الاشباہ والنظائر**۔ ہر دو زین العابدین المصری کی تصنیف۔ اول کنز کی نہایت عمدہ شرح ہے ــ **نہر الفائق** مصنف سراج الدین برادر زین العابدین ــ **رمز الحقائق** مصنف بدرالدین محمد ابن احمد ــ **وقایہ** مصنف برہان الشریعت محمود ــ **شرح وقایہ** (وقایہ کی شرح) مصنف عبداللہ ابن مسعود ــ **مختصر الوقایہ یا النقایہ**۔ **اصول الشاشی** ــ **خزانۃ المفتین** مصنف امام حسین ابن محمد السمانی۔ **نور الانوار فی شرح المنار**۔ **قمر الاقمار لنور الانوار** ــ **تفسیر بیضاوی**۔ **زواہر الجواہر** مصنف شیخ صالح جو صاحب در مختار کا بیٹا تھا۔ یہ اشباہ والنظائر کا حاشیہ ہے ــ **روح الشروح** ــ **کشف المنار** ــ **اشعۃ اللمعات فی ترجمۃ المشکوۃ** از شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ــ **تقریب التہذیب** **تصحیح جلالین** ــ **تجرید الصحابہ للحافظ شمس الدین ذہبی** ــ **الدر المنثور للسیوطی** ــ **تخریج احادیث الہدایہ للحافظ ابن حجر العسقلانی** ــ **توضیح فی اصول الفقہ** ــ **الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر جلالین للدقائق الخفیہ** من مولانا سلیمان الجمل ــ **جوہرۃ النیرہ** ــ **مختصر المازنی** **المختصر** مصنف خلیل بن اسحاق اس کا ترجمہ زبان فرانسیسی میں بھی ہو چکا ہے **فرائض المقدسی** مصنف ابوالفضل عبدالملک بن ابراہیم ہمدانی المقدسی علماء شافعی کی مستند کتاب ہے ــ **شنشوری** ــ **عذب الفائض** ــ **منہاج** ــ **ضوء السراج** سراجی کی شرح ہے مصنف محمود بن ابوبکر بن ابوالعلاء البخاری ــ **کشف الظنون** ــ **رحیق المختوم**۔

فرائض اہل سنت بطریق مذہب حنفی

(و شافعی و مالکی و حنبلی وغیرہ)

بہ ترتیب توریث

باب ۱

باب اوّل

ابتدائی

(باب ۱) فصل اوّل ۔ میراث و فرائض کی حقیقت (باب ۱)

خلاصہ ۔ علم میراث وہ قواعد ہیں جنسے اُن حقوق کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو کسی شخص کے مرنے کے بعد اسکے نسبی یا سببی رشتہ داروں کو اُسکے ترکہ سے مل سکتی ہے ۔ اس علم کے ماخذ قرآن شریف اور احادیث نبوی اور اتفاق رائے مجتہدین اُمّت محمدیہ ہیں ۔ چونکہ یہ علم آیات قرآنی میں مشرّح بیان کیا گیا ہے اسواسطے احادیث میں اُسکی بڑی فضیلت آئی ہے ۔ زمانہ جاہلیت میں تقسیم میراث کے کچھ عجیب طریقے تھے ۔ ورثہ میں سے عورتوں اور لڑکیوں اور بچوں کو کچھ نہیں ملتا تھا ۔ صرف اُن لڑکوں کو ملتا تھا جو جنگ کے قابل ہوتے اور "طلبگار جولان وتاورد" ہوتے تھے ۔ بعض دفعہ آپس میں عہد و معاہدہ ہی ہو جاتا تھا ۔ اور اسطرح میراث ایک غیر شخص کو چلی جاتی تھی ۔ یا ایک طریق یہ بھی تھا کہ کوئی شخص کسی کو متبنّیٰ کر لیتا تھا تو میراث کا وہی مالک سمجھا جاتا تھا ۔ شروع اسلام میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے تو وہ بھی ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے تھے ۔ پھر شوال ۳ھ میں آیات مواریث (لن تنالوا ۔ سورہ نسا) نازل ہوئیں جنسے نیا طریق توریث جاری ہوا ۔ جو اب تک جاری ہے ۔

۱ ۔ علم میراث (یا علم فرائض) و دیگر اصطلاحات ضروری ۔

۱ ۔ علم فرائض یا علم میراث وہ علم ہے جس کے ذریعہ کسی میت کا متروکہ اُس کے ورثا میں صحیح طور پر تقسیم ہو سکے ۔

۲ ۔ علم میراث کو علم فرائض اس وجہ سے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خود حصّے مقرر فرمائے ہیں ۔

۱ ۔ فرض کے معنی لغت میں تقدیر اور قطع اور بیان کے ہیں ۔ چنانچہ جو حصّے ہیں وہ مقدّر ہیں اور مقطوع (یعنی کسرات میں بنے ہوئے) اور صریح اور ظاہر ہیں ۔

۳ ۔ علم فرائض کے ارکان ۔ اور موضوع ۔ اور غایت ۔

۱ ۔ ارکان ۔ اس کے تین ارکان ہیں ۔ وارث ۔ مورث ۔ موروث ۔ ۲ ۔ موضوع ۔ اس کے موضوع ترکات کو صحیح مصارف میں لانا ۔ ۳ ۔ غایت ۔ اس علم کی غایت اہل استحقاق کو ان کے حقوق دلوانے ۔

۴ ۔ وارث وہ شخص ہے جو کسی کے مرنیکے بعد (نہ اسکی زیست میں) اسکے مال کا مالک بنے ۔ اور یہ مرنے والا شخص مورث کہلاتا ہے ۔ ۱ ۔ مناسخہ کی صورت میں کئی مورث ہوتے ہیں ۔ لیکن جو شخص سب سے پہلے مرے وہ مورث اعلیٰ ہے ۔

سندات ۱ علم الفرائض ۔ فرائض ایک علم ہے فقہ اور حساب کے اُن قواعد کا جن سے ہر وارث کا حصّہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے ۔ درمختار ۱/۸۶ (ہیَ علمٌ ... مِنَ التّرکۃ)

۲ فرائض کی وجہ تسمیہ ۔ یہ علم [یعنی علم میراث] علم فرائض اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ اس میں ورثا کے حصّے مقررہ ۔ بے کم و کاست ۔ بیان کئے گئے ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہوئے ہیں ۔ پس یہ معنی لغوی اور شرعی دونوں میں شامل ہیں ۔ فتاویٰ عالمگیری ۔

علم میراث کا نام علم فرائض اس وجہ سے قرار دیا گیا کہ خدائے پاک نے میراث پانے والوں کے حصے خود کلام مجید میں قرار دیے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ حصہ داران ذوی الفروض کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ حالانکہ کلام پاک میں اور احکام مثلاً نماز زکوۃ وغیرہ مجملاً حکم کئے گئے ہیں اور ایسی تفصیل سے بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ — شریفیہ۔ نیز دیکھو سند ۳ فرائض کے لغوی معنی ضمیمہ ایں دیکھو۔

۳ علم میراث و علم فرائض کی وجہ تسمیہ ۔ علم فرائض کو علم میراث بھی کہتے ہیں۔ اور مواریث جمع ہے میراث کی یعنی وہ حق جو منتقل ہو میت سے دوسرے کی طرف۔ تو میراث کا نام فرائض اس لئے رکھا گیا کہ خدا تعالیٰ نے میراث کے حصص کو خود بذات پاک مقرر فرمایا۔ یعنی ہر وارث کا حصہ آپ مقرر فرما دیا۔ اور اس کا مقرر کرنا کسی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل پر مفوض نہیں کیا اور ہر وارث کا حصہ کیا نصف اور کیا چوتھائی کیا آٹھواں کیا دو تہائی کیا چھٹا سب ذکر فرمایا۔ بمقابلہ باقی احکام صلوۃ و زکوۃ و حج وغیرہ کے کہ ان میں نصوص مجمل ہیں اور ان کی تشریح سنت نبویہ میں کی گئی ہے — مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔

ارث لغت میں بمعنی بقا ہیں۔ اور شرع میں ایک شخص کے مال کا انتقال بجانب دوسرے کے بطریق خلافت ارث کہلاتا ہے — عالمگیری۔

۴ وارث و مورث ۔ فرائض کی اصطلاح میں وارث وہ ہوتا ہے جو اس شخص کے فنا ہونیکے بعد جس سے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے باقی رہتا ہے۔ چنانچہ اس معنو میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ۔ یعنے ہم باقی رہنے والے ہیں مخلوقات کے فنا ہونیکے بعد۔ لیکن نسب اور سبب کی قید خداوند کریم کے واسطے نہیں ہے۔ اور وہ ان قیود سے مبرا ہے۔ ورثا جمع ہے وارث کی — طحطاوی۔

۵ کسی کی زیست میں دوسرا شخص اسکے مال کا مالک نہیں ہو سکتا۔ دفعہ ۷ سند ا

۲۔ فرائض باقی فقہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۔ فرائض نصف علم دین ہے۔ اس کا سیکھنا نصف علم دین کا ثواب حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث ذیل سے ظاہر ہے:

حدیث ۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَاِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ۔ بروایت فقہا

حدیث ۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ۔ رواہ الدارمی الدارقطنی

۲۔ نصف علم دین ہونے کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

(۱) فرائض کے کل مسائل کا مجموعی ثواب۔ باقی فقہ کے جملہ مسائل کے ثواب کے برابر ہے۔ (۲) خدا تعالیٰ نے ورثہ کے حصص کی خود تشریح فرما دی۔ بمقابلہ باقی فقہ کے کہ مجملاً ذکر فرمایا۔ (۳) یہ علم ممات سے متعلق ہے۔ اور باقی حصہ فقہ حیات سے۔ (۴) جو مال میراث کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ بلا اختیار و کوشش کے ہوتا ہے۔ بمقابلہ اس مال کے جو اور ذریعہ سے حاصل ہو۔

سندات

۱ حدیث۔ اخراج کیا بیہقی نے اور حاکم نے ابو ہریرہ سے۔ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکھو فرائض کو اور سکھاؤ اس کو۔ کیونکہ یہ نصف علم ہے۔ اور یہی علم ہے کہ سب سے پہلے بھلایا جاویگا۔ اوّل ہی اوّل جس علم کے متعلق میری امت میں جھگڑا ہوگا وہ یہی علم ہے — الد والمنثور للسیوطی اور سیوطی نے جامع صغیر میں دو طریق پر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ متن میں رکھا گیا ہے۔

۲ علم فرائض نصف علم کیوں ہے (۱) نصف علم یا تو اس وجہ سے ہے کہ یہ خاص ہے انسان کی دو حالتوں حیات و ممات میں سے ممات سے۔ برخلاف اور علوم

ملہ ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے سیکھو فرائض کو اور سکھاؤ اس کو لوگوں کو کیونکہ وہ نصف علم ہے۔ ملہ سیکھو علم کو اور سکھاؤ اس کو لوگوں کو اور سیکھو فرائض کو اور سکھاؤ اس کو لوگوں کو۔ (یہ حدیث دارمی اور دار قطنی کی روایت سے ہے) ملہ ابو ہریرۃ الکبیرہ میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور رکھا ہے اوّل علم یرفع من الامۃ

دینیہ کے کہ وہ خاص ہیں انسان کی حیات سے۔ (۲) یا اس وجہ سے کہ حصول ملکیت کے دو سببوں میں سے (یعنی لازمی و اختیاری) میں سے ایک سبب خاص ہے یعنی لازمی ہے۔ برخلاف اختیاری کے کہ جیسے کسی چیز کا خریدنا یا ہبہ یا وصیت کا قبول کرنا کہ اختیاری ہوتا ہے۔ [مگر یہ لازمی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ترکہ لینے سے انکار کرے تو قاضی کو لازم ہے کہ جبراً اس کو دے اور اس کا حصّہ اس کے گھر میں ڈلوا دے]۔ (۳) یا اس وجہ سے فرمایا کہ معلمین و متعلمین کو ترغیب ہو کہ اس علم کو ضروری سمجھ کر حاصل کریں ——— شریفیہ ۳ (انما جعل .... امورا تہمۃ)

۳ نصف علم کیوں ہے (مزید تشریح) ـ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ نصف علم اس وجہ سے کہا کہ علم دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جس سے اسباب ارث کا حال معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جس سے دیگر واجبات کا حال معلوم ہوتا ہے تو علم فرائض نصف علم دین ہوا۔ یا ثواب و تعلیم میں نصف ہے۔ یعنی فرائض کے ایک مسئلہ کی تعلیم میں انسان سو نیکیوں کا مستحق ہوتا ہے اور باقی فقہ کی ایک مسئلہ کی تعلیم میں دس نیکیوں کا۔ تو اس حساب سے اگر کل فرائض کے دس ہی مسائل سمجھ لئے جائیں اور کل فقہ کے سو مسائل تو دونوں کا ثواب ہموزن ہوگا۔ گویا اس طرح علم فرائض کا ثواب باقی علم دین کے ثواب کے برابر ہوا۔ یا صرف علم فرائض کی شرح ایسی مبسوط ہو سکتی ہے جیسی کہ باقی فقہ کی شرح۔ [تو گویا فرائض نصف علم دین ہوا] ـــ از کشف الظنون۔

۴ نصف علم کیوں ہے اور خیال ـ چونکہ خدا تعالیٰ نے کل حصص کی تقسیم خود فرمائی ہے اس وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کا نام نصف علم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے صرف نص سے نہ غیر نص سے۔ غیر فرائض کبھی نص سے ثابت ہوتا ہے کبھی قیاس سے ــــ در مختار ۸۶۱۔ (ولذا سماہ .... بالقیاس الاخریٰ) :: دفعہ ا سند ۳۳

۵ فرائض نصف علم دین ہو یا نہ ہو اس کا سیکھنا ضروری ہے ـ علماء کے ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ نہ ہم کو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ نصف علم ہے اور نہ ہم کو معلوم ہی ہے کہ یہ نصف علم ہے ہم کو تو صرف اتباع لازم ہے۔ اس گروہ کو بقول صاحب ضوء السراج اہل السلامۃ کہتے ہیں ـــ ضوء السراج۔

۶ فرائض کا ایک مسئلہ بلحاظ ثواب باقی فقہ کے دس مسئلوں کے برابر ہے۔ دیکھو سند ۳۳

۳ ـ علم فرائض کے حصول کے ذرائع ـ قیاس کو دخل نہیں۔

۱ ـ علم فرائض کے حصول کے تین ذرائع ہیں۔

۱ ـ آیات قرآنی ـ (دیکھو دفعہ ۴)

۲ ـ احادیث ـ (دیکھو دفعہ ۵) چنانچہ نانی کی توریث حضرت مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے۔

۳ ـ اجماع اُمت (یعنی اُمت محمدیہ کے علماء کی مجموعی رائے) چنانچہ دادی کی توریث حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے ثابت ہے۔ اور اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہے

۲ ـ قیاس کو اس علم کے مسائل کے سلجھانے میں کچھ دخل نہیں ـ

۱ ـ صرف کلام مجید کی مستند تفاسیر اور احادیث صحاح ستّہ کی مستند شروح اور اجماع اُمت کے فیصلہ جات قابل تسلیم ہیں۔ قیاس دوڑا کر نیا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں۔

سند ۳ **۱** علم فرائض کہاں سے جمع کیا گیا ہے ـ اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں ـ کتاب اللہ ـ اور حدیث (چنانچہ نانی کی توریث حضرت مغیرہؓ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے) ـ اور اجماع اُمت (چنانچہ دادی کی توریث عمر فاروق کے اجتہاد سے ثابت ہے ـ اور اسی پر اجماع صحابہ کرام کا ہو گیا ہے) ـ اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں ـــــ طحطاوی۔

۲ فرائض صرف نص سے ثابت ہیں نہ مثل غیر فرائض کے غیر نص سے بھی ـ دفعہ ۲ سند ۴ ؛ دفعہ ۱ سند ۱۰۱

۳ حدیث (یا سنت) - حدیث وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو - اور سنت وہ ہے جو آپ سے قولاً یا فعلاً مروی ہو ــــ چنانچہ کشف المنار میں لکھا ہے کہ صرف لفظ سنت سے سنت نبوی مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ اہل شرع کے نزدیک صرف لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کرام کا - کذا فی الطحطاوی ؛

۴ بعض اشخاص کی توریث سنت سے ثابت ہے - دیکھو سند ۱ ــــ یا جن کی توریث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ دادیوں کو چھٹا حصہ دو ــــ درمختار ۸۶۱ (أو السنة ...... السدس) -

۵ اجماع امت (۱) حضرت امام مالک کے نزدیک علماء مدینہ طیبہ کا کسی امر پر متفق ہونا اجماع ہے - (۲) بعض علماء کے نزدیک اجماع کے معنی اجماع صحابہؓ ہے - (۳) بعض نے اجماع سے مطلب اجماع عترت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں - (۴) اجماع سے مطلب اتفاق رائے مجتہدین امت محمدیہ ہے جو کسی حکم شرعی پر ہو - اور کسی بھی زمانہ میں ہوں - مگر مجتہدین اہل حل و عقد سے ہوں - ان کے علاوہ دوسروں کے اتفاق رائے کا اعتبار نہیں ؛ اور اسی طرح شرائع سابقہ کے جو مجتہدین ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں ــــ طحطاوی -

علماء حنفیہ کے نزدیک اجماع امت سے مطلب علماء کی اتفاق رائے ہے کسی امر واحد پر لیکن اس زمانہ کے علماء کا جس زمانہ میں کہ وہ واقع ہو - اور کوئی شرط نہیں ہے (مثلاً یہ شرط نہیں ہے کہ فلاں زمانہ کے عالم ہوں اور فلاں فلاں مقام کے ہوں) ــــ قمر الاقمار لنور الانوار -

۶ بعض اشخاص کی توریث اجماع امت سے ثابت ہے - دیکھو سند ۱ - یا جن کی توریث اجماع امت سے ثابت ہو - چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا ــــ درمختار ۸۶۱ (او الاجماع ---- کالابن) ؛ نانی کی توریث کے متعلق دیکھو دفعہ ۲۴۱ - سند ۳ -

۷ قیاس کیا ہے - بکسر اول بمعنی اندازہ - یا اندازہ کرنا دو چیزوں سے - یا فکر اور سوچ سے ایک خیال کو دوسرے خیال کے مطابق کرنا ؛ منطقیوں کی اصطلاح میں ایک نتیجہ جو دو قولوں کے مقابلہ سے پیدا ہو ؛ اس کو اصطلاح منطق میں شکل بھی کہتے ہیں ــــ صراح و غیاث اللغات -

۸ قیاس سے ہی کیا فرائض جمع کیا گیا - دیکھو سند ۱ ؛

۴ - آیات قرآنی متعلق تقسیم ترکہ (و ترجمہ)

(ذوی الارحام کی توریث) (لن تنالوا سورہ نساء ع ۱)

۱ ــــ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے اور (ایسا ہی) ماں باپ اور رشتہ داروں کے

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا حَضَرَ

ترکہ میں عورتوں کا بھی حصہ ہے تھوڑا ہو یا بہت (اور یہ) حصہ (ہمارا) ٹھیرایا ہوا (ہے) اور جب تقسیم

الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

(ترکہ) کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آموجود ہوں تو اس میں سے ان کو بھی کچھ دیا کرو اور (ان کی خواہش کے قدر دینے نہ بن پڑے تو) ان کو نرمی سے سمجھا دو -

(بیٹا بیٹی کی توریث) (لن تنالوا سورہ نساء ع ۲) (ماں باپ کی توریث) (باپ عصبہ ہے)

۲ ــــ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

(مسلمانوں) تمہاری اولاد (کے حصوں کے بارے) میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ

زیادہ ہوں تو ترکے میں ان کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اس کو آدھا اور میت کے ماں باپ کو

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ

(یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث

أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

(صرف) ماں باپ ہوں تو اُس کی ماں کا حصّہ ایک تہائی (باقی باپ کا) پھر اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنیں) ہوں تو ماں کا چھٹا حصّہ

يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ

(مگر یہ حصے) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیے جائیں) تم اپنے باپ (دادوں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ

(خاوند کی توریث)

نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ

نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں کون سا تم سے زیادہ قریب ہے (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار داد اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اللہ بلا شبہہ (سب کچھ) جانتا (اور) مصلحتوں (سے واقف ہے)

أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا

واقف ہے اور جو (ترکہ) تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں اگر ان کے اولاد نہیں تھی ان کے ترکہ میں تمہارا آدھا اور اگر ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی (مگر) اُن کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے)

(بیوی کی توریث)

تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

قرض کے بعد اور تم کچھ (ترکہ) چھوڑ مرو اور تمہارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا (حصّہ) چوتھائی اور اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے

إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ

بی بیوں کا آٹھواں (حصّہ اور یہ حصے بھی) تمہاری وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیے جائیں) اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو

(بھائی بہن اخیافی کی توریث)

بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ

اور اُس کے باپ بیٹا (یعنی اصل و فروع) نہ ہو اور (دوسری ماں سے) اُس کے بھائی یا بہن ہو تو اُن میں سے ہر ایک کا

امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا

چھٹا (حصّہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں (برابر کے) سب شریک (یہ حصے بھی)

أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ

میت کی وصیت (کی تعمیل) اور ادائے قرض کے بعد (دیے جائیں) بشرطیکہ میت نے (کسی کو) نقصان نہ پہونچانا چاہا ہو

(مقر بالنسب کی توریث)

غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝

(یہ) فرمان الٰہی ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا (اور لوگوں کی نافرمانیوں پر) برداشت کرتا ہے۔

(والمحصنت سورہ نساء ۵ع)

(مولی الموالاۃ کی توریث)

۳ — وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ

اور جو (ترکہ) ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو ہم نے ہر ایک (مرنے والے کی میراث) کے حق دار ٹھیرا دیے ہیں اور جن لوگوں کے ساتھ

أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

تمہارا عہد و پیمان ہے تو (بطور خود) کچھ حصّہ اُن کو بھی دے دو ہر چیز اللہ کے پیش نظر ہے

(لا یحب اللہ سورہ نساء ۲۴ع)

(بہن اور بھائی حقیقی کی توریث)

۴ — يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَ

(اے پیغمبر لوگ) تم سے (کلالہ کے بارے میں) فتویٰ طلب کرتے ہیں (تو ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو

لَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ

(اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اُس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اُس کے ترکہ کا آدھا اور بہن (مر جائے اور اس) کے اولاد نہ ہو تو اُس (کے سارے مال)

(بھائی بہن حقیقی کی توریث)

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَ

کا وارث یہ (بھائی) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو اُن کو اُس کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہوں (کچھ) مرد اور

نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَ

(کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصے کی قدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بہکنے کے خیال سے اللہ (اپنے حکم) تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(ذوی الارحام کی توریث) ۵ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (واعلموا سورۂ انفال ع ۱۰)

اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر ذوی الارحام کی نسبت) ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں۔ بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (لہٰذا اس نے جملہ میراث کی مصلحتوں کو بھی)

شانِ نزول و تفسیر

۱ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ الخ دیکھو دفعہ ۔ سند ۱ و ۲۔

۲ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ الخ ——— اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے میں صحابہ اور تابعین کا بڑا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ہی اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یوصیکم اللہ الخ سے منسوخ ہے۔ اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ منسوخ نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے بوجہ ثقاہت راویوں کے منسوخ نہ ہونے کی روایت کو لیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ آیت یوصیکم اللہ میں جن قرابت داروں کے حصے دکھائے گئے ہیں۔ اُن کے باوجود ایسے قرابت دار بھی ہیں جن کا حصہ مقرر نہیں ہے تو اُن کا اس آیت میں ذکر ہے کہ تقسیم مال کے وقت اُن کو کھانا کھلایا جائے یا جو کچھ دیدیا جائے اور زیادہ نہ دینے کا عذر نرم لفظوں میں کر دیا جائے۔

۳ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ الخ صحاح ستہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت جابرؓ سے ان آیات کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابرؓ بیمار تھے۔ آنحضرت آپ کی عیادت کے واسطے تشریف لیگئے اور حضرت ابوبکر صدیق ہمراہ تھے۔ کہ یکایک حضرت جابرؓ کو غش آگیا۔ آنحضرت نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ اور بچا ہوا پانی اُنکے منہ پر چھڑکا تو فوراً ہوش آگیا۔ تو حضرت جابرؓ نے آنحضرت سے اپنے مال کی تقسیم کے متعلق دریافت کیا۔ پھر اوس بن ثابت برادر سعد بن ربیع کا حصہ (دیکھو دفعہ ...... سند) جس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جسمیں سب کے حصے مقرر فرما دیئے۔

۴ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا الخ ——— اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ مگر ہم بخاری کی روایت کو ترجیح دیکر لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جن دو شخصوں میں بھائی چارہ ہو تو انہیں سے اگر ایک دوسرے کو مرتے وقت وصیت کرے گا تو اسکے موافق عمل ہوگا۔ اور بھائی چارہ کے ذریعہ جو طریق وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں قرار دیا تھا۔ وہ منسوخ رہے گا۔ اور فاٰتوھم نصیبھم سے مراد وصیت کا ادا کرنا ہوگا۔ ایک اور شان نزول بھی بیان کی گئی ہے جو امام بخاری کے خلاف ہے۔

۵ یَسْتَفْتُوْنَکَ الخ ——— صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت اُنہی کے متعلق اُتری تھی وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار تھا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کو تشریف لائے۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں اپنی بہنوں کو تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں۔ تو اسپر یہ آیت نازل ہوئی تھی: کَلٰلَۃً کی تفسیر امام بخاری نے اس طرح کی ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکے وارثوں میں باپ ہو نہ بیٹا۔ اسی کے موافق حضرت ابو بکر صدیق نے فیصلہ بھی کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل فرائض سے جو مال بچ جائے وہ بطور عصبہ اُس شخص کو دیا جائے جو میت سے قریبی رشتہ رکھتا ہو۔ تو یہ تو ظاہر ہی ہے کہ باپ بہ نسبت بھائی بہن کے زیادہ قریب ہے اسواسطے صحابہؓ کا اتفاق ہے کہ باپ کی موجودگی میں بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔ حضرت جابرؓ کے باپ بھی اس آیت کے نازل ہوتے وقت زندہ نہیں تھے احد کی لڑائی میں شہید ہو چکے تھے۔ اور یہ آیت حجۃ الوداع کے راستہ میں نازل ہوئی تھی۔ تو اب آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور وارثوں میں نہ باپ ہو نہ بیٹا تو حقیقی بہن کو نصف ملے گا۔ اور دو بہن کا چھٹا حصہ۔ اسی طرح جب بہن مر جائے اور وارثوں میں باپ ہو نہ بیٹا تو بھائی سارے ترکہ کا وارث ہوگا۔ اور بہن کی اولاد میں اگر لڑکا ہو تو بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر لڑکی ہو تو اُسکے حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا۔ وہ بھائی کو ملے گا۔ اگر کلالہ کی دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو انکو دو تہائی مال ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن دونوں ہوں تو مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔ اگر کلالہ کی لڑکی و بہن ہوں تو دونوں نصف نصف مال لینگی چنانچہ معاذ بن جبل کا وہ فیصلہ جو انھوں نے آنحضرت کے زمانہ میں کیا تھا۔ اس باب میں مشہور ہے۔

کلالہ کا مسئلہ صحابہ میں مشکل مشہور تھا۔ اسلئے کہ میراث کے باب میں یہ آخری آیت اور اسکی سب صورتیں تفصیل سے صحابہ میں پھیلنے نہ پائی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہان فانی سے تشریف لیگئے حضرت عمرؓ نے اسکی تفصیل میں ایک کتاب لکھی تھی۔ لیکن اپنی وفات سے پہلے اسکو ضائع کرا دیا۔

۶ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الخ ــــ جب تک مہاجرین کے رشتہ دار مکہ سے مدینہ نہ آئے تھے تو مہاجرین کے دینی بھائی انصار و مہاجرین کے وارث قرار دیئے گئے تھے۔ پھر جب وہ آگئے تو آیت اُولوا الارحام الخ نازل ہوئی کہ رشتہ داروں میں وراثت قائم ہو گئی۔ مگر اسکے بعد بھی جب کوئی مسلمان لاوارث مرگیا تو مسلمان بھائی اُس کے مال کے وارث قرار دیئے گئے۔ اور بیت المال میں وہ مال داخل ہو کر مسلمانوں کی ضرورتوں میں صرف ہوا۔ چنانچہ مقدام بن معدیکرب کی روایت میں اس کا ذکر ہے۔ انہی وجوہ سے علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں اور شاہ ولی اللہ نے فوز الکبیر میں آیت اُولوا الارحام سے پہلے کسی آیت کو منسوخ نہیں ٹھہرایا۔

۵ ــ احادیث متعلق میراث (و ترجمہ)۔

بعض احادیث کتاب میں اپنے موقع پر لکھی گئی ہیں۔

۱۔ عصبہ کی میراث۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہا آپنے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے مستحقین کو ان کے (میراث کے) حصّے دو پھر جو کچھ باقی رہے تو وہ سب سے اعلیٰ مرد کو دیدے۔

۲۔ مسلمان اور کافر میں توارث۔ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ورثہ پہنچتا ہے مسلمان سے کافر کو۔ اور نہ کافر سے مسلمان کو۔

۳۔ بیٹی پوتی اور بہن کی میراث۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ بِنْتٍ وَبِنْتِ ابْنٍ وَاُخْتٍ فَقَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفَ وَلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسَ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْاُخْتِ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیٹی اور پوتی اور بہن کے مسئلہ کے متعلق۔ کہ فیصلہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو نصف دیکر اور پوتی کو چھٹا حصہ دو تاکہ دو تہائی پورا ہو جائے۔ اور جو کچھ باقی رہا وہ بہن کو ملیگا۔

۴۔ مختلف مذہب والوں میں میراث۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مختلف ملت والوں میں آپس میں توارث نہ ہوگا۔

۵۔ دادا کی میراث۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ ابْنِيْ مَاتَ فَمَا لِيْ مِنْ مِيْرَاثِهٖ فَقَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَكَ سُدُسٌ اٰخَرُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخَرَ طُعْمَةٌ۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے پوتے کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو مجھے کیا میراث پہنچے گی۔ آپنے فرمایا تجھکو چھٹا حصہ ملیگا۔ جب وہ واپس چلا تو آپنے بلایا۔ اور فرمایا کہ تجھکو ایک چھٹا اور بھی ملیگا۔ پھر جب واپس چلا تو پھر بلایا اور فرمایا کہ یہ دوسرا چھٹا لقمہ ہے۔

۶۔ دادی کی میراث۔ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ اِذَا لَمْ يَكُنْ دُوْنَهَا اُمٌّ۔

ابن بریدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا جب کہ اس کے ساتھ ماں نہ تھی۔

۷۔ ذوی الارحام کی میراث۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں وارث ہے جبکہ کوئی اور وارث نہ ہو۔

۸۔ ذوی الارحام کی میراث۔ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ كَتَبَ مَعِيْ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے کہا کہ لکھا میری موجودگی میں حضرت عمرؓ نے ابی عبیدہ کو ایک رقعہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ اَللهُ وَرَسُوْلُهُ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ ٭

وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول والی ہے اس کا جس کا کوئی والی نہیں اور ماموں وارث ہے اس کا جس کا کوئی وارث نہیں۔

٩۔ حمل کی میراث عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُوْدُ وُرِّثَ ٭

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ اگر بچہ کی پیدائش کے وقت آواز نکلی تو وہ مستحق وراثت ہے۔

١٠۔ مانع میراث عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِلْقَاتِلِ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْءٌ ٭

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ انہوں نے اپنے دادا سے سنا کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قاتل کو میراث میں سے کچھ نہیں ملیگا۔

١١۔ عصبہ کی میراث عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ۔ مَا اَحْرَزَ

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا کہ سنا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے۔ جو چیز

الْوَالِدُ اَوِ الْوَلَدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهٖ مَنْ كَانَ ٭

والد اور ولد کے حصہ میں آئے وہ عصبہ کی ہے۔

١٢۔ عصبہ سببی کی میراث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ولاء (ترکہ)

لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ ٭

یعنی ایک رشتہ ہے نسبی رشتہ کی طرح جو نہ بیچ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ۔

١٣۔ زید فرائض کے فاضل عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْرَضُهُمْ

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ فرائض میں

زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ ٭

سب سے زیادہ علم ہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

سندات

١۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے ٭ ٢۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے ٭

٣۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ٭ ٤۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور چار اور نے سوائے ترمذی کے (وَاَخرجَهٗ الحاکم بلفظ اسامہ۔ وَرَوَی النسائی حدیث اسامۃ بھذا اللفظ) ٭ ٥۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور چار اور نے اور صحیح بتایا اس کو ترمذی نے۔ اور بتایا گیا ہے کہ یہ حسن بصری کی روایت سے ہے جو انہوں نے عمران سے سنی تھی۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں انہوں نے عمران سے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا

٦۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور نسائی نے۔ اور صحیح بتایا اس کو ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے۔ اور ابن عدی نے اس کو قوی بیان کیا ٭

٧۔ اخراج کیا اس کا احمد نے اور چار اور نے سوائے ترمذی کے اور حسن بتایا ہے اس کو زرعۃ الرازی نے۔ اور حاکم اور ابن حبان نے اس کو صحیح بتایا ہے ٭

٨۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور چار اور نے سوائے ابو داؤد کے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح بتایا ہے ٭

٩۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور صحیح بتایا ہے اس کو ابن حبان نے ٭ ١٠۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارقطنی نے۔ اور قوی بیان کیا ہے اس کو ابن عبد البر نے۔ اور معلول بتایا ہے اس کو نسائی نے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے حضرت عمر پر ٭

١١۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ اور صحیح بتایا ہے اس کو ابن المدینی اور ابن عبد البر نے ٭

١٢۔ روایت کیا اس کو حاکم نے طریق شافعی بر محمد بن الحسن سے اور ان کو ابو یوسف سے پہنچی۔ صحیح بتایا اس کو ابن حبان نے اور معلول بتایا اس کو بیہقی نے ٭ ١٣۔ اخراج کیا اس کا احمد نے اور چار اور نے سوائے ابو داؤد کے۔ صحیح کہا ہے اس کو ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے۔ اور مرسل قرار دیا ٭

۶ ۔ پہلے طریقِ میراث کیا تھا۔ اور موجودہ کب سے جاری ہے۔

۱ ۔ زمانہ جاہلیت[1] میں تقسیم میراث تین وجوہ پر مبنی تھی۔

۱۔ تعلق نسبی۔ یعنی میت کے آبا و اجداد اور بیٹوں کو ورثہ ملتا تھا۔ مگر صرف اُن ہی کو جو بالغ اور لڑائی میں جانے کے قابل ہوں۔ نہ اُن کو جو نابالغ اور کمزور ہوں۔ عورتوں میں سے کسی عورت کو ورثہ نہیں ملتا تھا کیونکہ وہ لڑائی کے مطلب ہی کی نہیں۔

۲۔ عہد و معاہدہ۔ یعنی دو شخصوں کا باہمی اقرار کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہونگے اور اگر کسی قسم کا تاوان لازم آئے گا تو ایک دوسرے کی طرف سے اُسکی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔

۳۔ تبنیّ۔ یعنی کوئی شخص کسی غیر کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لیتا تھا۔ تو ان باپ بیٹوں میں مرنے کے بعد توارث ہوتا تھا۔

۲ ۔ اس کے بعد ابتدائے اسلام میں تین مذکورہ وجوہ کے علاوہ ایک وجہ اور بھی ہوتی تھی۔ یعنی

۴۔ مواخات۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں آپس میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے۔ تو اس طرح وہ ایک دوسرے کے مرنے کے بعد آپس میں وارث ہوتے تھے۔ (یہ بھی ایک طرح کا عہد و معاہدہ ہے۔)

۳ ۔ پھر شوال ۳ھ میں آیت مواریث نازل ہوئی کہ جس سے جاہلیت کا طریق توریث موقوف ہوا اور اسلامی طریق توریث جاری ہوا۔ (دیکھو دفعہ ۴) اور ابتک جاری ہے۔

۱۔ حضرت اوس بن ثابت انصاری کی بیوی اور بیٹیاں۔ اور حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اور بیٹیاں حسب طریق جاہلیت ورثہ سے محروم کی گئی تھیں جس پر آیت مواریث نازل ہوئی جس میں خدا تعالیٰ نے کل حصے مشرح بیان فرما دئے۔

سندات و تشریح ۱ زمانہ جاہلیت و طریق توریث۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو زمانہ گذرا ہے وہ زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں نہایت ظالمانہ اور قبیح رسومات تھیں اور جاہلانہ خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ مثلاً کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اس کو زندہ جا کر گاڑ آتے تھے۔ غلاموں سے ایسا برتاؤ کرتے تھے جیسے مویشیوں سے کرتے ہیں۔ بتوں کی پرستش دھڑا دھڑ ہوتی تھی وہ تیرتھ تھا کہ بت پرستوں کا گویا۔ جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا۔ قبیلہ قبیلہ کا بت ایک جدا تھا۔ کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا۔ تقسیم میراث عجیب طریق پر ہوتی تھی۔ اگر کوئی شخص مر جاتا تھا تو اس کا ورثہ اس کی اولاد اور اباؤ اجداد کو دیا جاتا تھا۔ مگر صرف اُن ہی لوگوں کو جو میدان جنگ میں جانے کے قابل ہوں۔ بیچارے بچے اور عورتیں اور لڑکیاں سب محروم کی جاتی تھیں۔ بعض دفعہ دو شخصوں کا آپس میں معاہدہ ہو جاتا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک رہیں گے حتّٰی کہ تاوان بھی ایک دوسرے کا ادا کریگا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی کے لڑکے کو اپنا لڑکا بنا لیتا تھا اور اس طرح کل ترکہ اس لڑکے کے حصہ میں آجاتا تھا۔

ابتدائے اسلام میں بھی یہی طریقے جاری تھے۔ مگر ان کے علاوہ جیسا کہ تفسیر کبیر سے پایا جاتا ہے دو طریقے اور ایزاد کئے گئے تھے۔ ایک مواخات اور دوسرا ہجرت۔ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دو شخصوں میں آپس میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے کہ ایک کا دوسرا بعد موت کے وارث ہو جائے اور اسی طرح مہاجرین میں بھی ایسا کرا دیتے اور وہ طریقہ ہجرت کہلاتا تھا۔ یہ دونوں طریق بھی عہد معاہدہ ہی تھے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] زمانہ جاہلیت وہ زمانہ ہے جو اسلام سے پہلے تھا۔ [2] مطابق ۶۲۴ء۔ گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ سنہ عیسوی کے حساب سے تیرہ سو برس سے یہ قانون زیر عمل ہے۔
[2] ابن حبان نے کتاب الفرائض میں اور ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت کی ہے اس کا خلاصہ یہی اسی میں ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (ترجمہ لازم کیا گیا ہے تم پر کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کچھ ترکہ چھوڑے۔ تو اپنے والدین اور قرابت داروں کے واسطے منصفانہ وصیت کر جائے۔) چنانچہ اس آیت کی رو سے لوگ مرتے وقت بذریعہ وصیت بھی کچھ حصہ مقرر کر جاتے تھے ـــــ (از کتب مختلفہ)

اسلام میں سب سے پہلی تقسیم میراث۔ حکمت الٰہی ملاحظہ فرمائیے کس طرح رفتہ رفتہ اور بتدریج میراث کے متعلق احکامات نازل ہوئے کیونکہ جہالت کے طریق کو ایک دفعہ ہی بدل دینا قرین مصلحت ہی نہ تھا۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور جن دو شخصوں کو وہ وصی بنا گئے تھے انہوں نے حسب قاعدہ جاہلیت ان کا مال ان کے چچا زاد بھائیوں خالد اور عرفطہ[1] کو دیدیا۔ اوران کی بیوی (اُمّ کحہ) اور بیٹیوں کو محروم رکھا بیدولی ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور معاملہ عرض کیا۔ آپ نے حضرت اوس کی بیوی اور بیٹیوں کو بہت تسلی دی اور فرمایا کہ اپنے گھر میں صبر سے بیٹھ جاؤ۔ دیکھو خدا تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز منتظر رہتے تھے کہ دیکھئے کیا حکم نازل ہو کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ۔ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ۔ (آخر آیت تک) اس سے اتنا معلوم ہوا کہ ترکہ مردوں ہی کے واسطے نہیں ہو بلکہ عورتوں کا بھی اس میں حق ہے۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو لوگوں کو شوق پیدا ہوا کہ دیکھئے عورتوں کا کیا حصہ مقرر ہوتا ہے۔ اور گمان غالب یہی ہوتا تھا کہ مردوں اور عورتوں کا برابر کا حصہ مقرر ہوگا کیونکہ آیت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ترکہ میں سے مردوں کا بھی حق ہے اور عورتوں کا بھی۔ اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے اوس بن ثابت کے وصی سے کہلا بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے عورتوں کا بھی حصہ ترکہ میں سے مقرر فرمایا ہے مگر ابھی تک کوئی خاص حصہ کے متعلق حکم نہیں آیا۔ ابھی مال کو بجنسہٖ حفاظت سے رکھو عنقریب کوئی حکم نازل ہوگا۔ اسی اثنا میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضؓ قبیلہ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳ھ ہجری میں اُحد کی لڑائی میں بارہ زخم کھا کر شہید ہوئے۔ اُن کی موت پر اُن کے بھائی نے حسب رواج جاہلیت کل مال پر قبضہ کر لیا۔ بیوی اور بیٹیاں محروم رہ گئیں۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد کرنے آئیں۔ اور کل ماجرا عرض کیا تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ صبر سے گھر بیٹھو اللہ تعالیٰ عنقریب اسکا فیصلہ فرماوینگے۔ کچھ عرصہ صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت شریفہ میں حاضر ہوئیں۔ اُن کا حاضر ہونا تھا کہ وحی کا نازل ہونا چنانچہ یہ آیت شریف (شوال ۳ھ میں) نازل ہوئی۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ الخ ـــ تو اس کی تعمیل میں آپ نے سعد بن ربیع کے بھائی سے کہلا بھیجا کہ اس مال میں سے ⅔ لڑکیوں کو دیدو اور ⅛ ان کی والدہ کو۔ پھر جو کچھ رہے وہ تمہارا ہے۔ اسلام میں سب سے پہلی میراث یہی تقسیم ہوئی تھی[2]۔ اسی طرح آپ نے اوس بن ثابت کے ترکہ کی بھی تقسیم اسی کے مطابق کر دی ـــــ از تفاسیر مختلفہ

۷۔ استحقاق میراث اور اسکی شرائط اور وقت

۱۔ استحقاق میراث کیواسطے وارث اور مورث میں تعلقات ذیل میں سے کوئی ہونا ضروری ہے

۱۔ تعلّق نسبی۔ یعنی قرابت کا تعلّق۔ (اگرچہ مقر کے اقرار سے ثابت ہو جیسے مقر لہ بالنسب کو میراث ملتی ہے۔ (دیکھو دفعہ ۷۲)

۲۔ تعلّق سببی۔ یعنی نکاح صحیح۔ (نہ نکاح فاسد[3] نہ باطل) کا تعلق۔

۳۔ تعلّق اعتاق۔ یعنی آزاد کرنے کا تعلّق۔ (کہ وارث کو مورث نے آزاد کیا ہو)۔ (دیکھو دفعہ ۴۸۔۵۰)۔

۴۔ تعلّق موالات۔ یعنی وارث اور مورث کے درمیان عقد موالات ہوا ہو۔ (دیکھو دفعہ ۶۸)

[1] بعض جگہ سوید و عرفطہ آیا ہے۔ [2] سب سے پہلے عول کا مسئلہ پیش آیا تھا دیکھو دفعہ ۱۴۰۔ [3] نکاح فاسد وہ ہے جسمیں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو۔ اور نکاح باطل جیسے متعہ اور نکاح موقت۔ کذا مرقی کتاب النکاح۔ دیکھو کتاب النکاح والرضاع۔

۲- شرائط حسب ذیل ہوں-

۱- مورث کی موت واقع ہونا۔ (حقیقی ہو یا تقدیری جیسے قاضی مفقود مورث کے متعلق فتویٰ دے کہ وہ مرگیا ہے)

ا- مرتد وقت ارتداد سے مرا ہوا مانا گیا ہے۔ (دیکھو دفعہ ۱۱۳-۳)

۲- وارث کا زندہ موجود ہونا- (حقیقی ہو یا تقدیری جیسے حمل کا وارث ہونا)

ا- بچہ مرا ہوا پیدا ہونے پر بھی وارث ہوگا۔ بشرطیکہ کسی نے حمل کو صدمہ پہنچا کر گرایا ہو- (دفعہ ۱۱۰ سند ۶)

ب- اگر بچہ حمل میں ہے تو ماں کو اختیار نہیں ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے اسکی میراث طلب کرے- (دیکھو باب ہشتم فصل دوم کا خلاصہ

ج- بعض صورتوں میں مورث کے مرنے اور وارث کے زندہ موجود ہونے کا پتہ نہیں لگ سکتا- اسواسطے باہم توارث نہیں ہوتا- (دیکھو دفعہ ۱۲۵ سند ۳ و ۴)

۳- وقت اس وقت آپہنچتا ہے-

۱- کہ جب مورث کی جان پورے طور پر نکل چکے- نہ اس سے پہلے، اس کے بعد میعاد کی کوئی حد نہیں۔

ا- اگر مورث مفقود ہو تو جب قاضی اسکے متعلق حکم دیدے کہ وہ مرگیا ہے- اس وقت استحقاق میراث قائم ہوسکتا ہے نہ اس سے پہلے- دیکھو دفعہ ۱۱۴

ہدایات ۱ تقسیم وراثت کا وقت- شرح وہبانیہ میں مذکور ہوا کہ تقسیم وراثت کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک تقسیم اس وقت کی جاسکتی ہے جب کہ میت کی روح کا آخر جزو اس کے جسم میں باقی ہو- لیکن مشائخ بلخ کے نزدیک جب مورث کی جان بالکل نکل چکے اس وقت تقسیم کی جاسکتی ہے- کیونکہ جب تک وہ زندہ ہے تو اپنے مال کا مالک ہے- تو اگر اس کی جگہ وارث کو مالک کردیا جائے تو ایک وقت میں ایک پوری چیز دو شخصوں کی پوری پوری ملکیت ہو جائے گی- اور یہہ خلاف عقل ہے- کذا فی الطحاوی (دیکھو دفعہ ۱- دیکھو سند ۳)

۲ استحقاق میراث تین امور میں سے ایک پر ہے- استحقاق میراث تین وجہوں میں سے ایک سے قائم ہوسکتا ہے (۱) یا تعلق نسبی ہو یعنی قرابت (۲) یا سببی ہو یعنی زوجیت (۳) یا ولاء- اور ولاء دو قسم کے ہوتے ہیں- ایک ولاء عتاقہ اور ایک ولاء موالات- اور ان دونوں قسموں میں اوپر والا نیچے والے کا وارث ہو اکرتا ہے- اور نیچے کے درجہ والا اوپر کے درجہ والے کا وارث نہیں ہوا کرتا- الا اگر ولاء موالات میں یہہ آپس میں شرط کر لی ہو جیسا کہ اگر اوپر کے درجہ والے نے کہدیا ہو کہ اگر میں مرجاؤں تو تو میرے ورثہ کا مستحق ہے تو اس صورت میں اوپر کے درجہ والے کا نیچے کے درجہ والا وارث ہوسکتا ہے- عالمگیری [دیکھو دفعہ ۴۷ و ۴۹ و ۱۶۸

تین امور میں سے ایک پر میراث کی بنیاد ہے- اوّل قرابت- دوم نکاح صحیح (تو نکاح فاسد اور باطل سے ورثہ کا استحقاق نہیں ہے- (اجماعاً) سوم ولاء ہے (خواہ ولاء عتق کی ہو یا موالات کی) درمختار ۱/۸۶۱-۲- (باب ثلاثة ...... و ولاء)

۳ زندہ کو زندہ سے ورثہ نہیں ملتا- کیا زندہ کو زندہ سے یا مرے ہوئے سے ورثہ ملتا ہے- تو دوسری بات معتبر ہے- یعنی زندہ کو مُردے سے ورثہ ملتا ہے] درمختار ۱/۸۶۱ (هل يرث ...... معتمد) دیکھو سند ۔ کیا زندہ کو زندہ سے میراث ملتی ہے یا مرے ہوئے سے تو دوسری بات یعنی مرے ہوئے سے ملتی ہے صحیح ہے- شرح وہبانیہ (هل يرث الحي ..... الثاني)

حاشیہ متعلق صفحہ ۲۶ سطر ۵ مطلب یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ تہائی مال کی وصیت کی گئی تھی- اور بعد اخراجات تجہیز تکفین کے صرف تین ہزار روپیہ بچا تو موصی لہ کو ایکہزار ملیگا اور باقی دو ہزار ورثا کا ہی- اب اگر فرض کیا کہ اس بقائے میں سے ڈیڑھ ہزار روپیہ کم ہوگیا تو موصی لہ کا حق بھی کم کیا جائیگا تو اب اسکو ۵۰۰ ملینگے اور ایکہزار ورثا میں تقسیم ہونگے اور اگر ترکہ بڑھ گیا تو بڑھے ہوئے ترکہ کی تہائی موصی لہ کو ملے گی- اور اگر وصیت معیّن ہو مثلاً کسی مکان کے دینے کی وصیت تھی- تو اگر ترکہ کی مالیت کا تہائی وہ مکان ہو- تو ترکہ بڑھ جانے پر اور کچھ نہیں ملے گا- م

سلہ ولاء عتق اور ولاء موالات کے متعلق دیکھو دفعہ ۴۹ و دفعہ ۶۹

(باب ١) فصل دوم۔ میت کا مال اور اس کی تقسیم (باب ١)

خلاصہ: اگر کوئی شخص مر جائے تو علمائے حنفیہ کے نزدیک اس کا متروکہ اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے۔ اول اس ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے اس میں سے اس کے قرضداروں کو دیا جاتا ہے۔ پھر جو کچھ باقی رہے اس کی تہائی سے اس کی وصیت ادا کی جاتی ہے (چاہے میت نے کل مال کسی کو دینے کی وصیت کی ہو مگر وصیت میں صرف تہائی دیا جاتا ہے)۔ اس کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ ورثہ کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اگر ورثہ میں سے کوئی نہ ہو تو مولی الموالات کو کل ترکہ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو مقرلہ کو۔ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو موصی لہ اس موقع پر کل ترکہ کا مالک ہوگا۔ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو جملہ ضرورت مند مسلمان اس ترکہ کے مالک ہونگے۔ اور وہ ترکہ اس غرض سے بیت المال میں رکھا جائیگا۔ پھر اگر بیت المال بھی نہ ہو تو جس طرح ضرورت مند مسلمانوں کو مل سکے وہ طریق اختیار کرنا چاہئے۔ متروکہ کو اکثر جگہ فقہ کی کتابوں میں مال لکھا ہے۔ ہم نے بھی اکثر جگہ لفظ مال اختیار کیا ہے۔

٨۔ ترکہ و اشیاء ترکہ اور ورثاء کا قبضہ۔

١۔ ترکہ یا متروکہ وہ مال و متاع ہے جو کوئی شخص چھوڑ مرے اور اس کی اپنی جائز ملکیت ہو (اس نے خود حاصل کی ہو یا اس کو آباؤ اجداد سے ملی ہو) **چنانچہ متروکہ میں جملہ مملوکات شرعی اور حقوق شامل ہیں جیسے زمین۔ مکان۔ روپیہ۔ زیور وغیرہ۔** (اسی واسطے کہا گیا ہے کہ شراب یا اور ناجائز چیزیں ترکہ میں شامل نہیں ہیں)۔

١۔ میت کی ملکیت چاہے بڑی ہو اور چاہے چھوٹی سب ترکہ ہے۔ چنانچہ اگر اس نے صرف ایک قرآن شریف ہی چھوڑا تو وہ ہی متروکہ ہے۔

٢۔ ذاتی جائداد و جدی جائداد سب متروکہ ہے۔ (دیکھو سند ٢)

٣۔ مناسخہ کی صورت میں (دیکھو دفعہ ١٢٨) جبکہ متروکہ تقسیم ہونے سے پہلے کوئی وارث مر جاتا ہے تو اس وارث کا وہ حصہ جو اسوقت اس کے قبضہ میں نہیں ہے اس کے متروکہ میں شمار ہوگا۔

٤۔ جہاد کے موقع پر مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اگر کوئی مر جائے تو اس کا حصہ اس کا متروکہ شمار ہوگا اور اس کے ورثہ کو مل جائیگا۔ (دیکھو کتاب الجہاد)

٥۔ مبیع محبوس بالثمن۔ عبد جانی۔ عبد ماذون۔ وار مستاجرہ وغیرہ کب ترکہ میں شمار ہونگے۔ دیکھو دفعہ ٩ سند ٣۔

٦۔ اعیان ترکہ میں سے اگر کچھ بچے تو وہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا۔

٧۔ مرتد کی زمانہ ارتداد کی کمائی ترکہ نہیں ہے۔ (ہاں مرتدہ کی ہے)۔

٨۔ غلام۔ یعنی اگر کوئی شخص غلام چھوڑ مرا ہے تو وہ بھی متروکہ میں شمار ہوگا۔ (دیکھو دفعہ ٥ سند ٢ کا حاشیہ)

٩۔ ولا۔ یعنی اگر کسی شخص نے میت کو آزاد کیا تھا اور وہ کچھ چھوڑ مرا تو وہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا۔ (دیکھو دفعہ ٤٨)

١٠۔ کسی کا غلام اگر کچھ مال چھوڑ مرا ہے تو علماء شافعی کے نزدیک صرف ایک موقع پر وہ بھی ترکہ ہے۔ (دیکھو ضمیمہ ٢ مسئلہ ١٣)

١١۔ دیت یعنی اگر میت مقتول خطا ہو تو اس کی قصاص کی مالیت بھی ترکہ میں داخل ہے۔ نزد امام ابوحنیفہ۔ برخلاف حضرت امام مالک زوجین کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

۱۲ ـ مستعار لی ہوئی چیز یا چوری سے حاصل کی ہوئی چیز یا غصب کی ہوئی چیز اگر کوئی شخص چھوڑ مرے تو وہ شرعاً ترکہ میں شمار نہیں ہو گی۔ (دیکھو کتاب العاریت)

۱۳ ـ وقف کی ہوئی چیز اور ہبہ بھی ترکہ ہے یا نہیں۔ دیکھو کتاب الوقف و کتاب الہبہ۔

۱۴ ـ کیا شئے مرہون بھی ترکہ ہے۔ دیکھو کتاب الرہن۔

۲ـ اگر ترکہ پر قرضہ نہیں ہے تو ورثا اپنے اپنے حصّہ پر خود ہی قبضہ کر سکتے ہیں اور اس کو فروخت کر سکتے ہیں۔

۳ـ اگر ترکہ پر قرضہ ہے تو اس کی بیع کا اختیار صرف حاکم کو ہے۔

سندات

۱ ترکہ (ت کے زبر اور ر کے زیر سے) بروزن فعِلہ ترک سے مشتق ہے جس کے معنی متروک کے ہیں۔ جیسے طلبہ بمعنی مطلوب ترکہ کے معنی متروک کے ہیں۔ علم فرائض کی اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جو کسی کی ذاتی ملکیت ہو۔ شریفیہ ۸۲ (الترکۃ ...... مطلوب)۔ یا اس کو کہتے ہیں جو میت اپنی مملوکات شرعی جیسے زمین مکان روپیہ زیور وغیرہ کی شکل میں چھوڑ ہے ــــ شریفیہ۔ میراث وہ اشیاء جو کسی شخص کے مرنے کے بعد باقی رہیں۔ اور اسی طرح ترکہ بمعنی چھوڑی ہوئی چیز و مال میت کے ہیں ــــ منتخب اللغات۔ ارث کے معنی بقا کے ہیں۔ اور شرع میں اس کے معنی ایک شخص کا مال دوسرے کی طرف منتقل کیا جانا بطریق خلافت ــــ فتاوی عالمگیری۔

۲ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث میں پائی۔ تو وہ ورثہ میں تقسیم نہ کی جائیگی۔ بلکہ اس کا سرکہ بنا دیا جائیگا پھر تقسیم ہو گی لیکن بعض کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں تقسیم نہ کیا جانا ٹھیک ہے۔ اور فقہ کی اکثر کتب میں یہی ہے کہ تلف کر دیجائے ــ عالمگیری۔ کتاب المکروہات و ممنوعات

۳ قرآن شریف ترکہ ـ استحقاق میراث ہر چیز میں ہے۔ اگرچہ متروکہ صرف ایک قرآن شریف ہی ہو۔ اسی پر فتوی ہے۔ قول ضعیف یہ ہے کہ قرآن شریف میں میراث جاری نہ ہو گی۔ چنانچہ میت کے دو بیٹوں میں سے پڑھنے والے کو ملے گا ــ کذافی الصیرفیہ ــــ درمختار ۸۶۱ (ویستحق الارث ...... صیرفیہ)۔

۴ جدی جائداد اور ذاتی جائداد کی توریث ـ سراجی یا اس کی شرح شریفیہ یا ہدایہ میں کہیں یہ نہیں پایا جاتا کہ جدّی اور ذاتی جائداد میں فرق ہے۔ لہذا تقسیم ورثہ میں ہر قسم کی جائداد چاہے وہ جدّی ہو یا ذاتی ـ متروکہ میں شامل ہے۔ دوسرے یہ حدیث کہ جس نے چھوڑا مال یا کوئی حق تو وہ اس کے ورثا کے واسطے ہے۔ دلالت اس امر پر دال ہے کہ میت کا اپنا متروکہ اور وہ متروکہ جو جدّی ہو اور تقسیم نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ اس جائداد میں صرف اس کا حق ہی ہو تب بھی وہ حصہ جس پر اسکا حق ہے متروکہ کا جزو ہے۔

۵ دیت ترکہ ہے ـ جان لو کہ مقتول خطا کی دیت مثل مقتول کے اور مالیت کے ہے (یعنی مقتول کے ترکہ کا ایک جزو وہ بھی ہے) تو اس صورت میں اس کے قرضہ اس سے ادا کئے جائیں گے اور جاری کی جائینگی وصیتیں اس کی۔ اور سب وارث اس میں سے میراث پاوینگے۔ اور امام مالک نے کہا کہ زوجین کو دیت میں سے میراث نہیں ملے گی کیونکہ موت کی وجہ سے تعلق زوجیت جاتا رہتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ دیت موت ہی پر واجب ہوتی ہے۔ علماء حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم ضبابی کی بیوی کے واسطے ان کے خاوند کی دیت میں سے ورثہ دیا جانے کا حکم دیا تھا۔ [ذہری نے کہا کہ حضرت اشیم قتل کئے گئے تھے غلطی سے]۔ اسی طرح ہمارے نزدیک زوجین کا حق دیت میں سے اس حدیث کے موجب ہے کہ جس نے چھوڑا مال یا کوئی حق تو وہ اس کے ورثا کے واسطے ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ قصاص ایک حق ہے کہ مقتول کی جان کا بدلہ ہے تو جملہ ورثا اپنے حصص کے تناسب سے اس میں سے لیں گے۔ اور کہا ابن ابی لیلے نے کہ زوجین کا حق قصاص میں سے نہیں ہے کیونکہ جو عقد (خاوند اور بیوی کے درمیان) سبب استحقاق تھا وہ نہیں رہا۔ جیسا کہ قصاص میں سے موصی لہ کا بھی کچھ حق نہیں ہے۔ اس قول کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ زوجین میں ورثہ کا استحقاق قبولیت سے تعلق نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ ورثہ لینا قبول کریں تب تو ملجاے ورنہ نہ ملے) بلکہ قرابت سے تعلق رکھتا ہے۔ بخلاف وصیت کے موصی لہ کا حق منحصر ہے۔ اس کی قبولیت پر اور اس کے رد کرنے پر رد ہو جاتا ہے (یعنی چاہے وہ وصیت کو قبول کرے اور چاہے رد کرے)۔ اسی طرح ذکر کیا امام سرخسی نے کتاب الدیات کی شرح میں ــــ شریفیہ ۱۵ و ۱۷ (اعلم ان مرتبۃ المقتول ...... کتاب الدیات)

۶ اعیان ترکہ ہی ترکہ میں شامل ہے ـ سب وارثوں کا حق ـ ترکہ کی مالیت و ترکہ کے اعیان دونوں سے متعلق ہے۔ اسی طرح موصی لہ کا حق ہے۔ دیکھو دفعہ ۳ سند ۱۲

۷ اعیان ترکہ میں سے جو بچے وہ بھی ترکہ میں شامل ہے ـ دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۲۔ **۸** غلام آزاد کا متروکہ ولا کہلاتا ہے ـ دیکھو دفعہ ۴۹

۹ اگر بیوی کو سال بھر کا نفقہ پیشگی دیکر خاوند مرگیا تو امام محمدؒ کے وہ متروکہ میں شمار ہوگا۔ دیکھو کتاب الطلاق باب النفقہ۔

۱۰ متروکہ کی حالت قرضہ ادا کرنے سے پہلے۔ جس متروکہ میں سے ابھی قرضہ ادا نہیں کیا گیا وہ شئے مرہون کی طرح ہے۔ لہذا ورثا کا اس پر کچھ تصرف نہیں۔ بشرطیکہ ترکہ قرضہ سے کم ہے یا اس کے برابر ہے۔ ہاں اگر ترکہ زیادہ ہے تو اس کے متعلق دو خیال ہیں ایک تو یہ ہے کہ قرضہ کی مقدار سے جس قدر زیادتی ہے اس زیادتی پر ورثا کا تصرف ہوسکتا ہے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ اس صورت میں بھی تصرف بالکل نہیں ہوسکتا۔ اور باقی ماندہ بھی شئے مرہون کے حکم میں ہے۔ حاشیہ شریفیہ۔

۱۱ ترکہ مستغرقہ کی بیع۔ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا اختیار ورثا کو نہیں ہے۔ بلکہ حاکم کو ہے۔ کیونکہ وارث اس ترکہ کے مالک نہیں ہیں۔ کذا فی الطحطاوی۔

۹۔ مصارف ترکہ علی الترتیب۔ (دیکھو نقشہ ۱)

۱۔ ترکہ سے جو حقوق متعلق ہیں وہ علی الترتیب یہ ہیں۔ (ان کو حقوق اربعہ بھی کہتے ہیں)

(بعض علماء نے اعیان ترکہ بھی شامل کر کے پانچ حقوق قائم کئے ہیں)

(۱)۔ اعیان ترکہ۔ یعنی وہ حقوق جو مال سے اس کے ترکہ ہونے سے پہلے متعلق ہوئے تھے۔ یہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

۱۔ علماء شافعی کے نزدیک۔ اگر میت کے ذمہ ادائیگی زکوٰۃ ہے۔ تو وہ تجہیز و تکفین سے پہلے ادا کی جائیگی۔ لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک اگر میت نے ادائے زکوٰۃ کی وصیت کی تھی تو تہائی مال سے زیادہ سے نہیں دیجا سکتی دیکھو دفعہ ۱۹ اسند ۱۰ ورنہ مرنے کے بعد خود ادائے زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے۔

۱۔ اخراجات تجہیز و تکفین۔ (یعنی میت کے متعلق اخراجات مرنے کے وقت سے دفن کے وقت تک۔ اور اس کے بعد بھی)

۲۔ ادائے قرض میّت۔ (اُس مال سے جو اخراجات تجہیز و تکفین سے بچے۔ ادائیگی قرض پوری ہو یا نہ ہو)

۳۔ اجرائے وصیّت۔ (اس مال کے تہائی سے جو اخراجات تجہیز و تکفین اور ادائے قرض میّت سے بچے)

۴۔ حقوق ورثہ۔ (تینوں مذکورہ اخراجات کے بعد باقیماندہ مال ورثہ میں تقسیم ہوگا)

۲۔ ترکہ سے جو حقوق متعلق ہیں وہ بعض کتب میں اس طرح پانچ لکھے ہیں۔ (مگر ترتیب وہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی)

۱۔ ترکہ میں سے میت کا حق یعنی تجہیز و تکفین۔ ۲۔ ترکہ میں سے میت کے قرض خواہوں کا حق یعنی ادائے قرضہ۔ ۳۔ ترکہ میں سے ادائے قرضہ متعلق بعین۔ یعنی ادائیگی قرضہ جو کسی خاص چیز سے متعلق تھا۔ ۴۔ ترکہ میں سے میت کے اختیار سے ادائیگی۔ یعنی وصیت۔ ۵۔ ترکہ میں سے میت کے بلا اختیار ادائیگی۔ یعنی تقسیم ورثہ۔

سندات ۱ ترکہ سے علی الترتیب چار حقوق متعلق ہیں۔ (حقوق اربعہ)۔ فرمایا ہمارے علماء نے خدا اُن پر رحم کرے (یعنی علماء حنفیہ نے) کہ میت کے ترکہ سے چار حقوق علی الترتیب متعلق ہیں۔ اوّل ابتدا کی جاوے میت کے کفن و دفن کے ساتھ بغیر افراط و تفریط کے۔ پھر میت کے قرض ادا کئے جائیں اُس مال سے جو تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے۔ پھر جاری کی جائیں وصیتیں اُس مال کے تہائی سے جو ادائے قرض کے بعد باقی رہے۔ پھر اب جو کچھ باقی رہا ہے وہ وارثوں پر تقسیم کیا جائے جن کے حصے کتاب اللہ اور سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہیں۔ سراجی (وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا...... اِجمَاعِ الاُمَّۃِ)۔

نقشہ ۱ ـ ترکہ کے جملہ مصارف علی الترتیب

ترکہ کے مصارف کی تقسیم اسطرح ہے

۱ ـ اخراجات تجہیز وتکفین
سب سے مقدم ہیں
تفصیل کے واسطے دیکھو دفعہ ۹

۲ ـ ادائے قرض
اخراجات تجہیز وتکفین سے جو کچھ بچے اس سے کیا جائیگا
تفصیل کے واسطے دیکھو دفعہ ۱۰

۳ ـ اجرائے وصیت
اخراجات تجہیز وتکفین وادائے قرض سے جو کچھ بچا ہے اس کی تہائی میں سے کیا جائیگا
تفصیل کے واسطے دیکھو دفعہ ۱۱

۴ ـ تقسیم ورثاء وغیرہ وبیت المال
پہلے تین اخراجات سے جو کچھ بچے اسمیں سے کیا جائیگا
تفصیل کے واسطے دیکھو دفعہ ۱۲ تا ۱۴ ونقشہ جات ۲، ۳، ۴، ۵، ۹

حل ـ ترکہ میں سے سب سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین کی جائیگی ـ اس کے بعد جو کچھ باقی رہے گا اس میں سے قرضے ادا کئے جائیں گے ـ پھر جو کچھ باقی رہیگا اس کی تہائی میں سے وصیت ادا کی جائیگی ـ گو وصیت کل مال دینے کی ہو پھر جو کچھ باقی رہیگا وہ ورثاء میں تقسیم ہوگا ـ یا ورثاء نہونگے تو بیت المال کو دیا جائے گا۔

ف اگر ورثاء میں سے کوئی نہو تو اجرائے وصیت کے بعد بقایا بیت المال کے سپرد کیا جاتا ہے گو ہم نے بیت المال کو پانچواں مصرف نہیں بنایا ـ اس وجہ سے کہ بیت المال اس زمانہ میں معدوم ہے ـ اور نیز اس وجہ سے کہ فقہائے ترکہ کے چار ہی مصارف مقرر کئے ہیں ـ اور اسی میں بیت المال بھی شامل ہے۔

پہلے ابتدا اس طرح کی جائے کہ میت کا کفن و دفن مع اس کی ضروریات کے بطور معروف کیا جائے۔ فتاوی عالمگیری ✦

۲ کیا ترکہ سے متعلق پانچ حقوق ہیں جو حقوق ترکہ سے متعلق ہیں وہ پانچ قسم کے ہیں۔ اوّل وہ حق جو میت کا ہے۔ دوم وہ جو میت پر ہے۔ سوم نہ یہ نہ وہ ✦ چنانچہ۔ پہلا حق تجہیز ہے [یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن تک] اور دوسرا جو میت پر ہے اور جس کی ادائیگی اس کے ذمہ ہے وہ مطلق قرضہ ہے اور جس کی ادائیگی اس کے ذمہ نہیں ہے وہ متعلق بہ عین ہے تیسرا۔ یا تو اختیاری ہے [یعنی مرنے والے کے اختیار میں ہے] وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے [یعنی جس میں اختیار کو دخل نہیں] وہ میراث ہے [جو شرعاً ثابت ہے] ——— درمختار ۸۹۱ (الحقوق ...... و ہو المیراث) ✦ یہ سب حقوق پانچ ہوئے۔

۳ سب سے پہلے عین ترکہ ادا کیا جائے (تشریح) یاد رہے کہ ترکہ [کے اخراجات] کا تجہیز و تکفین سے ابتدا کرنا مطلق نہیں ہے [یعنی تجہیز و تکفین سے ترکہ کا صرف شروع نہیں ہوتا ہے] جیسا کہ کتاب کی عبارت سے ظاہر ہے۔ بلکہ جو حق کسی غیر کا متعلق ہو عین ترکہ سے وہ مقدم ہے تجہیز و تکفین پر ✦ مثلاً مرتہن کا قرضہ جو کسی خاص چیز سے متعلق ہو۔ اور میت کی ملکیت (یعنی ترکہ) سوائے اس کے کچھ اور نہ ہو۔ تو اس صورت میں ادا کیا جائے گا سب سے پہلے مرتہن کا قرضہ ✦ اسی طرح غلام کی جنایت کا بدلہ پہلے دیا جائیگا جبکہ اس نے اپنے مالک کی حیواۃ میں جنایت کی ہو اور اب میت نے سوائے اس غلام کے اور کوئی چیز نہیں چھوڑی ہو ✦ اسی طرح مبیع محبوس بالثمن کا حال ہے جبکہ خریدار قیمت ادا نہ کر سکا اور مر گیا ✦ اسی طرح عبد ماذون کی صورت ہے جبکہ اس پر بہت قرضداریاں ہوں اور پھر مالک مر جائے اور مالک کے پاس سوائے اس غلام کے کچھ اور نہ ہو ✦ اسی طرح دار مستاجرہ کی صورت ہے جبکہ مستاجر نے اجرت پیشگی دی ہو اور پھر اجرت لینے والا مر گیا تو وہ دار مرہون ہو گیا اجرت میں ✦ اسی طرح ذکر کیا ہے امام رضی الدین نے نظم الفرائض میں ✦ پس یہ حقوق مذکورہ تجہیز و تکفین پر اس وجہ سے مقدم ہوئے کہ وہ مال سے اس وقت متعلق تھے جبکہ وہ مال ترکہ نہ تھا ——— شریفیہ ۴ و ۶ (اِعْلَمْ اَنَّ الْاِبْتِدَاءَ بِالْكَفَنِ ...... قَبْلَ صَيْرُوْرَةِ تَرِكَةٍ)۔

تشریح — مرتہن کا قرضہ — مثلاً ایک چیز میت کی کسی شخص کے پاس رہن ہے اور سوائے اس چیز کے میت نے کچھ اور نہیں چھوڑا۔ تو قرضہ مرتہن کا یعنی زر رہن جو شئے مرہون سے متعلق ہے۔ تجہیز و تکفین سے پہلے ادا کیا جائے۔ اگر زر رہن ادا کرنے کے بعد کچھ باقی رہا تو تجہیز و تکفین ہوگی ——— دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۷ ✦

عبد جانی — یعنی جس غلام سے جنایت ہوئی ہو۔ مثلاً غلام نے اپنے مالک کی حیات میں کسی کو قتل کر ڈالا اور مالک کے پاس مرنے کے بعد سوائے اس غلام کے اور کچھ نہیں۔ تو مقتول کا وارث مقتول کی دیت کا حقدار ہے کہ غلام کو فروخت کر کے دیت دی جائے۔ اور یہ تجہیز و تکفین سے پہلے ہوگا۔ اگر کچھ باقی بچا تو اس سے تجہیز و تکفین کی جائیگی

مبیع محبوس بالثمن — مثلاً کسی نے غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا چار سو روپیہ کو اور غلام کی قیمت ابھی ادا نہیں کی گئی تھی کہ زید مر گیا۔ اور غلام بائع کے پاس ہی تھا۔ زید کے پاس سوائے اس غلام کے اور کچھ نہ نکلا تو زید کی تجہیز و تکفین سے پہلے غلام کی قیمت ادا کی جائیگی ۔ اگر تین سو روپیہ قیمت کے دیئے تو سو روپیہ مواخذہ رہے ✦

عبد ماذون — یعنی وہ غلام جس نے باجازت مالک تجارت کی ہو۔ زید کے غلام نے اس کی زندگی میں تجارت کی۔ زید مر گیا تو غلام قرضدار تھا اور زید کے پاس سوائے اس مال کے اور کچھ نہ تھا تو تجہیز و تکفین سے پہلے یہ قرضہ ادا کرنا ہوگا ✦

دار مستاجرہ — مکان دار نے زید کو مکان کرایہ پر دیا اور زید نے کرایہ پیشگی دیا۔ مالک مکان مر گیا تو ٹھیکہ فسخ ہو گیا۔ اور مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی۔ اور مالک مکان نے سوائے اس مکان کے اور کچھ نہ چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کے کفن و دفن پر ✦

پہلے ابتدا اس طرح کی جائیگی کہ میت کا کفن و دفن مع اس کی ضرورتوں کے بطریق معروف کیا جائے۔ (کذا فی المحیط)۔ لیکن اس سے ایسا حق مستثنیٰ ہے جو کسی عین سے متعلق ہو جیسے مال مرہون یا ایسا غلام جس نے جنایت کی ہو۔ لہذا میت کی تجہیز سے اس مال میں مرتہن اور ولی جنایت کا حق مقدم ہے۔ (خزانۃ المفتیین) ——— فتاوی عالمگیری ✦ نیز دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۱۴ ✦

۴ اعیان ترکہ تجہیز و تکفین پر کیوں مقدم ہے — دیکھو سند ۲۳ ✦

۵ شافعی کے نزدیک ادا۔ زکوٰۃ تجہیز و تکفین پر مقدم ہے — اگر کوئی شخص مر جائے اور اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی۔ تو پہلے اس کے ترکہ میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے پھر تجہیز و تکفین ہو ——— دیکھو ضمیمہ ۲ ✦ دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۱۹ ✦

۶ سب سے پہلے تجہیز و تکفین ہوگی — دیکھو سند ۱ ✦

۷ تجہیز و تکفین کے بعد ادائے قرضہ ہے — پھر شروع کیا جائے [ترکہ کا صرف] اس کا قرضہ ادا کرنے سے اس کے باقی مال سے جو بعد تجہیز و تکفین کے بچے۔ اور یہ حقوق اربعہ میں سے دوسرا حق ہے ——— شریفیہ ۶ (ثُمَّ يُبْدَأُ ... مِنَ الْاَرْبَعَةِ) — دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۸ ✦

۸ ادائے قرضہ تجہیز و تکفین کے بعد کیوں ہے۔ ادا کرنا قرضہ کا مؤخر ہوا میت کے کفن سے اس واسطے کہ کفن تو میت کا لباس ہے بعد اس کی موت کے پس اعتبار کیا جائیگا لباس اُس کا بمنزلہ لباس حیات کے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ لباس مقدم کیا جاتا تھا اس کی حیات میں اُس کے قرضہ پر اس واسطے کہ نہیں فروخت کئے جاتے تھے وہ کپڑے جو مدیون کے بدن پر تھے باوجود اس کے کمائی پر قادر[۵ل] ہونے کے۔ شریفیہ ۹ (وَاِنَّمَا کَانَ قَضَاءُ الدَّیْنِ ...... مُقَدَّمًا عَلَی الکُتُبِ)

۹ اداے قرضہ پہلے ہے ادائے وصیت سے (دلائل)۔ قرضہ کا ادا کرنا مقدم ہے وصیت ادا کرنے پر۔ اگرچہ ترتیب آیت قرآنی میں [آیات قرآنی کے واسطے دیکھو دفعہ ۴] وصیت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے حضرت علی سے کہ آپؓ نے فرمایا کہ دیکھا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے شروع کیا اداے قرضہ وصیت سے پہلے + آیت شریف میں جو وصیت کا ذکر مقدم ہوا قرضہ پر اس میں یہ نکتہ ہے کہ وصیت بغیر کسی معاوضہ کے حاصل ہونے میں تو ایسی ہی ہے جیسے میراث مگر (جب میت نے وصیت کر ہی دی) تو اس کا ادا کرنا ورثہ پر شاق ضرور گذرتا ہے۔ لہذا اُن کا خیال وصیت کی کمی کی طرف ہوا کرتا ہے [یعنی یہ خیال ہوتا ہے کہ وصیت ہو تو کم ہی ہو] بخلاف قرضہ کے کہ ورثہ اُس کی ادائگی کے واسطے تیار رہتے ہیں [کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تو ادا کرنا ضروری ہے] ۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مقدم کیا وصیت کے ذکر کو قرضہ پر تا کہ وصیت کی ادائگی میں آمادہ رہیں۔ اور نیز اس امر سے آگاہ کرنے کو کہ وصیت بھی قرضہ کی طرح ہے وجوب ادا میں اور اس کی ادائگی میں بھی ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اسی وجہ سے وصیت اور دین کے درمیان کلمہ مساوات یعنی اَوْ لایا گیا + ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر [فرض کرو] کہ وصیت از روے احسان کی گئی ہے اور ترکہ [اتنا کم ہے] کہ دونوں کو پورا نہیں پڑتا۔ تو اس صورت میں قرضہ کا وصیت سے پہلے ادا کرنا ظاہر ہی ہے کیونکہ قرضہ کا ادا کرنا میت کے واسطے فرض تھا کہ اُس پر اس کی ادائیگی کے واسطے اُس کی زندگی میں جبر کیا جاتا تھا۔ اور وصیت مذکور نفل ہے۔ تو اس میں تو شک نہیں کہ فرض زیادہ ضروری ہے بمقابلہ نفل کے + اب [فرض کرو] کہ وصیت اللہ تعالیٰ کے فرضوں میں سے کسی فرض کے ادا کرنے کے واسطے کی گئی مثلاً اگر سوائے زکوٰۃ کے نماز یا روزہ یا حج و نذر و کفارہ کے ادائیگی کے واسطے (جو میت کے ذمہ تھا سواے قرضہ کے) کی گئی۔ تو یہاں بھی قرضہ کی ادائیگی اس وصیت پر مقدم ہوگی۔ اگرچہ یہ دونوں [یعنی نماز وغیرہ اور قرضہ کی ادائیگی] فرض کے درجہ میں برابر ہیں۔ لیکن قرضہ کی ادائیگی کو تقدیم اس وجہ سے ہے کہ اس پر قرضہ کی ادائیگی کے واسطے جبر کیا جاتا تھا اور نہیں جبر کیا جاتا تھا اُس پر ان فروض میں سے کسی اور فرض کی ادائیگی پر۔ تو اس صورت میں بھی قرضہ کی ادائیگی پہلے رہی + اب [فرض کرو] کہ وصیت اداے زکوٰۃ کے واسطے ہے جو جبراً حبس کیا جانے میں قرضہ کے مانند ہے۔ تب بھی قرضہ ہی پہلے ادا کیا جائیگا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مدیون کے مال میں سے کوئی چیز اس چیز کی ہمجنس[۵۲] جیسی قرض لی تھی قاضی کے ہاتھ لگے تو مدیون کی بغیر مرضی ضبط کر کے داین کو دے سکتا ہے۔ اور یہ قاعدہ زکوٰۃ میں نہیں ہے اگرچہ ہمجنس چیز ہی قاضی کے ہاتھ لگے۔ تو وہ ضبط نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جب کسی شے میں حق اللہ اور حق العباد جمع ہوں اور ترکہ دونوں کے واسطے کم ہو۔ تو حق العباد کو ترجیح دیجائیگی بوجہ محتاج ہونے بندوں کے اور مستغنی اور کریم ہونے اللہ تعالیٰ کے۔ شریفیہ ۹ (مُقَدَّمًا عَلَی الوَصِیَّۃِ...... وَکَرِیْم)

۱۰ بندوں کا قرضہ مقدم ہے یا خدا تعالیٰ کا قرضہ۔ اگر ترکہ دونوں کو کفایت نہ کرتا ہو تو حق العباد کو ترجیح دیجائیگی۔ دیکھو سند ۹ +

۱۱ ۔ پہلے قرضہ ادا ہوگا یا زکوٰۃ۔ اداے قرض مقدم ہوگا۔ دیکھو سند ۹ +

۱۲ ۔ وصیت پہلے ادا ہو یا قرضہ۔ ترمذی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و حاکم و ابی الدرداء و دارقطنی و بیہقی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہی ہے یہ آیت مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِہَا اَوْ دَیْنٍ۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دین ادا کرتے تھے وصیت سے پہلے۔ الدر المنثور لجلال الدین السیوطی۔ دیکھو سند ۹۔ دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۲۹ +

۱۳ ۔ وصیت معینہ قرضہ پر مقدم ہے؟ ۔ دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۲۹ +

۱۴ ۔ اداے قرض کے بعد ادائے وصیت ہے۔ پھر جاری کی جائیں وصیتیں۔ یہ حقوق اربعہ میں سے تیسرا حق ہے + اجراے وصیت کی جائے اُس تہائی مال سے جو باقی رہا ہے قرضہ دینے کے بعد۔ نہ کہ اصل مال کی تہائی سے کیونکہ جو کچھ صرف ہوا تکفین میں اور ادائیگی قرضہ میں وہ میت کی ضرورت میں صرف ہو چکا۔ تو اب جو مال باقی رہا اس کا تہائی کام میں لایا جائیگا۔ کیونکہ اگر [کل مال کی تہائی سے وصیت پوری کی جاتی] تو اکثر ایسا ہوتا کہ کل مال کی تہائی باقی مال کی

[۵ل] یعنی قرضہ ادا کرنے کے واسطے اس کے بدن کے کپڑے فروخت نہیں کئے جا سکتے تھے باوجودیکہ وہ کما کر اور کپڑے بنا سکتا تھا + [۵۲] دیکھو دفعہ ۸ سند ۵ ضمناً +

[۵۲] اگرچہ بعض نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ مگر صحیح وہی ہے جو ہم نے متن میں لکھا ہے مثلاً یہ کہ دینار لئے تھے تو دینار ہی ضبط کر سکتا ہے نہ مال و اسباب۔ م +

تہائی کو جذب کر لیتی۔ تو اس طرح وصیت پہلے پوری کرنے سے ورثا کی محرومیت کا باعث ہوتا ـــ شریفیہ ۷ و ۸ (ثم تنفذ وصایا ..... بالوصیۃ)

۱۵ تقسیم بہ ورثا حقوق اربعہ میں سے چوتھا حق ہے ـــ یہ چوتھا حق ہے حقوق اربعہ میں سے اور وہ یہ ہے کہ وہ مال جو باقی رہے کفن و دفن اور قرضہ ادا کرنے اور وصیت دینے کے بعد وہ تقسیم کیا جائے میت کے ورثا کے درمیان۔ یعنی اُن لوگوں کے درمیان جن کی توریث ثابت ہوئی ہے کتاب اللہ سے اور آیات قرآنیہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ اور سنت سے جس کا ذکر احادیث میں کیا گیا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ دو تم جدات کو چھٹا حصہ۔ نیز اجماع اُمت سے جیسے دادا اور پوتا اور پوتی وغیرہ کہ جن کی توریث اجماع سے معلوم ہوئی ـــ شریفیہ ۹ (ہذا رابع الاربعۃ ..... بالاجماع) ـــ دیکھو نقشہ ۱ ۰

پھر چوتھی مرتبہ میں بلکہ پانچویں مرتبہ میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جائے میت کے ورثا میں۔ یعنی ان لوگوں میں جن کی ارث کلام مجید سے ثابت ہے۔ در مختار ۸۶۱ (ثم رابعا ..... بالکتاب)ـ پانچویں مرتبہ میں تقسیم ورثا جب ہے جبکہ اعیان ترکہ مرتبہ اول شمار کیا جائے ـــ م

۱۰ ۔ ترکہ کے تین ابتدائی مصارف کی تفصیل ۔

ترکہ کے چوتھے مصرف کے واسطے دیکھو دفعہ ۱۱

(۱) ۔ بعض امور تجہیز و تکفین سے پہلے ۔

۱۔ جو ادائیگی تجہیز و تکفین سے پہلے کی جانی ضرور ہے اُس کا حال دفعہ ۹ سند ۳ میں بھی دیکھو ۰

۲ ـــ عین ترکہ میں سے کفن و قرضہ نہیں دیا جائیگا۔ ہاں میراث دی جاسکتی ہے ۰

۱ ـــ اخراجات تجہیز و تکفین وغیرہ (۔ تجہیز و تکفین کا مفصل حال کتاب الجنائز میں ملے گا۔)

۱ تجہیز و تکفین کس کے ذمہ ہے۔ ۱ ـــ کفن و دفن میت کے متروکہ میں سے کیا جائے ۰ ب ـــ اگر متروکہ کچھ نہیں ہو تو کفن دفن اُس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ اس کا نفقہ تھا ۰ ج ـــ اگر نفقہ دینے والے کے پاس بھی کچھ نہیں ہو تو بیت المال سے کفن و دفن ہوگا۔ اور اگر میت عورت ہے تو خاوند کو استطاعت ہونے کی صورت میں کفن و دفن اس کے ذمہ ہوگا ۰

۲۔ کفن کے اخراجات میں یہ معیار مد نظر رکھنا چاہیئے ۰ ۱۔ مرد کو تین کپڑوں سے کفن دینا اور عورت کو پانچ سے دینا چاہیئے ۰ ب ۔ کوئی شخص حیات میں جس قیمت کا لباس پہنتا تھا اس سے کم نہ کیا جائے ۰ ج اگر کوئی شخص عیدین میں قیمتی لباس پہنتا تھا۔ اور ملنے جلنے میں اس سے کم قیمت تو جو ملنے جلنے کے وقت پہنتا تھا وہ معتبر ہے۔ دیکھو سندات ۰

۳۔ تجہیز و تکفین میں کون سے اخراجات شامل ہیں ۰ میت کو غسل دینے کی اجرت [illegible] کفن و دفن شامل ہیں۔ اور فقراء کو کھانا دینے کے اخراجات بھی اگر سب ورثہ بالغ ہوں ۰

۴۔ اگر کفن خراب ہو جائے یا سٹر جائے یا گل جائے ۰ تو جتنی مرتبہ ضرورت ہو متروکہ میں سے یہ اخراجات ہونگے۔ جبتک کہ میت سٹر جائے ۰

۵۔ تجہیز و تکفین کے اخراجات میں قرض خواہوں کی تحریک پر بشرطیکہ دین مستغرق ہو کمی کی جائیگی۔ مرد کو دو کپڑوں سے اور عورت کو تین کپڑوں سے کفن دیا جاسکتا ہے

۲ ـــ ادائے قرض میت ۔ (تفصیل کے واسطے دیکھو کتاب البیع باب الدین) ۔ (قرضہ کو تناسباً تقسیم کرنا۔ دیکھو دفعہ ۱۰۲)

۱ ـــ قرضہ تین قسم کے ہیں ۰ ۱۔ قوی یعنی حق متعلق بہ عین ترکہ (جو تجہیز و تکفین سے پہلے ادا کیا جاتا ہے) ۰ ب۔ وسطاً وہ قرضہ جو حالت صحت میں کیا گیا۔ یا حالت مرض میں کیا گیا تو معائنہ سے ثابت ہوا ۰ ج ضعیف جو حالت مرض میں کیا گیا۔ اور میت کے اقرار سے ثابت ہوا ۰

۲۔ انسانی قرضہ جو سب سے پہلے ادا کیا جاتا ہو ۰ اگر تجہیز و تکفین کے بعد معلوم ہوا کہ قرضہ بہت ہے اور ترکہ تھوڑا تو اگر ایک قرض خواہ ہے تو اس کو یہ دیدیا جائے۔ اگرچہ کم ہی ہو ـــ اگر متعدد قرض خواہ ہیں تو دیکھنا چاہیئے کہ قرضہ حالت صحت کا ہے یا مرض کا۔ یا دونوں حالتوں کا۔ تو صرف زمانہ صحت کا قرضہ قرض خواہوں پر تناسباً تقسیم کردو۔ (لیکن حالت مرض کا وہ قرضہ جس کا عینی ثبوت ہے مثل قرضہ حالت صحت کے شمار ہوگا)

۳- مرتد کا قرضہ :- پہلے زمانہ اسلام کی کمائی سے ادا ہوگا پھر ضرورتاً زمانہ ارتداد کی کمائی سے۔ (نزد ابو یوسف)۔ دیکھو دفعہ ۱۱۵ سند ۱۳ :
۴- کون سا قرضہ قرضہ کہلا سکتا ہے۔ کس قدر قرضہ قابل ادائیگی ہے اور کس قدر نہیں۔ وغیرہ کا مفصل حال کتاب البیع باب الدین میں دیکھو :

۴۷ — اجرائے وصیت۔ (تفصیل کے واسطے دیکھو کتاب الوصیت)

۱- وصیت یا تو مطلقہ ہوگی یا معیّنہ۔ مطلقہ یہ ہو کہ ترکہ کے کسی حصہ مثلاً تہائی چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو۔ اور معیّنہ یہ ہے کہ کسی معیّن چیز مثلاً باغ یا مکان وغیرہ کے متعلق وصیت کی گئی ہو :
۲- وصیّت مطلقہ ورثا کی موجودگی میں مال کی تہائی سے جاری ہوگی نہ زیادہ سے اور وصیت معیّنہ اگر قیمتاً مال کی تہائی سے زیادہ ہے تو تہائی سے جاری ہوگی ورنہ مُعیّنہ ہی جاری ہوگی :

سندات **۱** جو امور تکفین سے پہلے ادا کئے جاتے ہیں۔ ابتدا کی جائے میّت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس بالثمن ہے۔ اور اجارہ کا گھر :- اور یہ تکفین پر اس وجہ سے مقدم ہے کہ وہ مال سے اس وقت متعلق تھے جبکہ وہ مال ترکہ ہی نہ تھا۔ درمختار ۸۶۱ (یبداء من ترکۃ المیّت ...... قبل صیرورتہ ترکۃ)۔ دیکھو دفعہ ۹ سند ۱۲

۲ میراث ترکہ و عین ترکہ سے دیجاتی ہے۔ اور کفن و قرضہ صرف ترکہ میں سے۔ سب وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت و ترکہ کے اعیان دونوں سے متعلق ہے۔ اور اسی طرح موصیٰ لہ کا حق ہے۔ لہٰذا کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ خود خرید کر اس کی قیمت باقی ورثہ کو دیدے۔ ہاں ان کی رضامندی سے جائز ہے۔ (دیکھو دفعہ ۱۳۵)۔ اور تکفین اور ادائے دین خاص مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے۔ تو ورثہ کو لازم ہے کہ اپنے مال میں سے دین ادا کریں۔ اور اشیاء ترکہ کو لے لیں — طحطاوی۔

۳ متروکہ اوّل کفن میں صرف کیا جائے بلا کمی بیشی۔ پہلے ابتدا کی جائے (ترکہ کے صرف کی) میت کے کفن و دفن کے ساتھ بلا افراط و تفریط کے۔ شریفیہ ۲۴

۴ تجہیز و تکفین وغیرہ۔ تجہیز کے معنی سامان کرنے کے ہیں اور تکفین بمعنی کفن دینا۔ تو تجہیز و تکفین میں میت کو غسل دینے کی اُجرت اور قبر کھودنے اور دفن کرنے کی اُجرت داخل ہے — ضوء السراج۔

۵ لباس کفن۔ بعض اکابر متاخرین لکھتے ہیں کہ کفن سنت میں مرد کے لئے تین کپڑے ہیں قمیص (جو مونڈھے سے قدموں تک ہوتا ہے نہ اس میں جیب ہوتی ہے نہ آستین) جس کو کفنی کہتے ہیں۔ ازار جو ایک چادر ہوتی ہے بطور تہ بند کے۔ اور لفافہ جس کو پوٹ کی چادر کہتے ہیں۔ اور عورت کے لئے پانچ کپڑے ہوتے ہیں۔ تین تو وہی جو مردوں کے واسطے بیان ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک خمار ہوتا ہے جس کو اوڑھنی کہتے ہیں جو سر کے بالوں پر باندھی جاتی ہے۔ اور کچھ حصہ سینے پر ڈالا جاتا ہے۔ اور سینہ بند جس سے عورت کا سینہ باندھ دیتے ہیں — ضوء السراج :- کفن میں مرد کے واسطے مسنون ایک ازار ہے۔ ایک قمیص ایک پوٹ کی چادر ...... اور عورت کے واسطے ایک قمیص۔ ایک ازار۔ ایک اوڑھنی۔ ایک سینہ بند جس سے اس کا سینہ باندھا جاتا ہے۔ درمختار ۱۲۹ (وَیُسَنُّ .... ثدیہا)۔

۶ کفن میں کمی بیشی کا معیار۔ کفن میں کمی بیشی کرنا یا تو (کفن کے حصوں کی) گنتی میں کر سکتے ہیں مثلاً مرد کو تین کپڑوں سے زیادہ اور عورت کو پانچ کپڑوں سے زیادہ داخل فضول خرچی ہے اور ان سے کم دینا داخل خست ہے :- یا کمی بیشی باعتبار قیمت کے ہو مثلاً ایک شخص اپنی زندگی میں دس (درہم یا دینار) کا لباس پہنتا تھا تو اگر اس قیمت سے کم یا زیادہ کفن دیا جائیگا تو وہ نسبتاً داخل تنگی یا فضول خرچی ہے :- (اب یہ دیکھنا ہے کہ اس شخص کا کن موقعوں پر لباس کو استعمال کرنا معتبر خیال کیا جائے جیسا کہ) ایک شخص ایک لباس تو جمعہ و عیدین میں پہنتا تھا۔ اور دوسرا اپنے ملنے جلنے والوں میں اور تیسرا اپنے گھر میں تو اس کو دوسری قسم کے لباس میں کفن دینا چاہیئے کیونکہ پہلی قسم کا تو فضول خرچی میں شمار ہوگا اور تیسری قسم کا کمی میں۔ پس متوسط سب سے بہتر ہے۔ لیکن بعض فقہاء مشائخ کا یہ قول ہے کہ کفن دیا جائے کسی شخص کو اس لباس میں جو وہ پہنتا تھا جمعہ میں اور عیدین میں اور عورت کو اس لباس میں جو وہ اپنے والدین سے ملنے کی حالت میں پہنتی تھی :- حسن بصری رح کا قول ہے کہ کفن میں اعتبار کیا جائے اس لباس کا جو کوئی شخص اکثر پہنا کرتا ہو — اور اسی قول کو فقیہ ابو جعفر نے

ختیار کیا ہے ــ شریفیہ ۴ (ذالک اَمّا ...... اَلفقیہ اَبُوجَعفر)۔

۷ - مقروض میّت کا کفن۔ بعض قدما مشائخ کا یہ قول ہو کہ جبکہ میّت پر دین مستغرق ہو تو قرض خواہوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ورثا کو روک دیں کہ میت کو اس مقررہ لباس میں کفن نہ دیں جس کا ذکر ہوا [یعنی کفن سنت میں] بلکہ اس صورت میں کفن کفایہ دیا جائیگا جو مرد کے واسطے دو کپڑے ہیں نئے ہوں یا دُھلے ہوئے اور عورت کے واسطے تین ٭ بعض قدما نے خصّاف کی راے سے استدلال کیا اس طرح۔ کہ اگر مدیون کے پاس اچھے کپڑے ہوں اور ممکن ہو کہ اس سے کم درجہ کا کفن دیا جاسکتا ہو۔ تو قاضی کو اختیار ہے کہ ان کو فروخت کرے اور مدیون کا قرضہ ادا کرے اور باقی ماندہ سے ایسا کپڑا جو میت کو کفایت کرے ــ شریفیہ ۴ (وَقالَ اَیضًا ..... ثَوبًا یَکفِیہ)۔

۸ - فقیر میّت کا کفن کس کے ذمہ ہے۔ اگر میت کوئی ترکہ نہ چھوڑے تو اس کا کفن دینا اس کے ذمہ ہے جس پر اس کی زندگی میں اس کا نفقہ تھا۔ ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ عورت کا کفن اس کے خاوند کے ذمہ ہے [گو وہ عورت غریب ہو یا امیر]۔ برخلاف امام محمدؒ کے جن کا مقولہ ہو کہ مرتے ہی زوجیت جاتی رہتی ہو ٭ صدر الشہید اور قاضی خاں نے لکھا ہے کہ فتویٰ ابو یوسفؒ کے قول پر ہے ٭ اور جس حال میں کہ وہ شخص ہی نہ ہو جس کے ذمہ مرنے والے کا نفقہ تھا۔ یا وہ فقیر ہو تو کفن بیت المال سے دیا جائے[۱۱] ــ شریفیہ ۴ (اِذَا لَم تکُن لِلمَیّت ...... بَیتُ المَال)۔

خانیہ اور ظہیریہ میں لکھا کہ کفن عورت کا اس کے خاوند کے ذمہ ہو اگرچہ عورت مالدار ہی ہو۔ اور اس پر فتویٰ ہو ٭ محیط میں لکھا ہے کہ خاوند کے ذمہ کفن جب ہے بلکہ عورت مالدار نہ ہو۔ اور اس پر فتویٰ ہے ٭ پھر شرح مجمع میں یوں لکھا ہے کہ جب عورت مرجاے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو خاوند خوش حال کے ذمہ اس کا کفن ہو۔ یعنی اگر وہ تنگ حال ہو تو اس کے ذمہ کفن نہ ہوگا ٭ اور خاوند کے خوش حال نہ ہونے کی صورت میں جو کفن اس کے ذمہ کہا گیا ہے تو اس وجہ سے ہے کہ حیوٰۃ میں اس کی پوشش خاوند کے ذمہ تھی تو اب بھی وہی کرے ٭ پھر خاوند کے ذمہ ضروری اخراجات تجہیز و تکفین کے ہونگے جیسے کفن سنت یا کفایہ جس میں اجرت غسل قبرستان تک لیجانا اور دفن کرنا بھی شامل ہے۔ اور زائد چیزیں جو بدعت ہیں وہ شامل نہیں ہیں ٭ ےع

۹ - کفن کفایہ۔ دیکھو سند ۷ ٭

۱۰ خصاف کی رائے میّت مدیون کے کفن دینے کے متعلق۔ دیکھو سند ۷

۱۱ - تنگدست کا کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ اس کا نفقہ تھا۔ دیکھو سند ۸

۱۲ - عورت کا کفن اس کے خاوند کے ذمہ ہے (عورت امیر ہو یا غریب) دیکھو سند ۸

۱۳ - اگر کفن ضایع ہو جاے۔ اگر کفن ضایع ہو جاے۔ تو میت کو اس کے کل ترکہ میں سے بار بار دیا جائیگا جب تک میت کا بدن سڑ نہ جاے۔ [یعنی اگر کفن کئی بار ضایع ہو جاے۔ تو بار بار کفن دینے کا خرچ ترکہ میں سے کیا جائیگا]۔ درمختار ۸۶۱ (وَلو ہلک کفنہ ..... مِن کُلّ مَالِہ)۔

اس کی توضیح اس طرح ہو کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت قبر میں ماموں ہو تو ورثا کو دوبارہ کفن دینا ضرور نہیں۔ ہاں اگر میّت قبر سے باہر ہے تو پہلے کی طرح پھر کفن دینا چاہیے بشرطیکہ بدن میّت کا سڑا نہ ہو اگر سڑ گیا ہو تو اس کے ترکہ سے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے۔ اسی طرح کیا جائیگا اگر چند بار کفن چرایا گیا ادائے دین اور قسمت میراث سے پہلے ٭ اور اگر ورثہ میں میراث تقسیم ہو گئی اور ایسی صورت پیش آئی تو ورثہ سے کفن کا خرچ بہ تناسب ان کے حصص کے واپس لیا جائیگا[۱۲] مال کی حد تک ــ طحطاوی۔

۱۴ - تجہیز و تکفین میں قبر کھودنا اور جنازہ کو قبر تک لے جانے کی مزدوری شامل ہو۔ دونوں مقرر کردہ وصی میں سے ایک نے جنازہ کو قبر تک اُٹھانے کے واسطے دو مزدور کئے۔ اور دوسرا وصی بھی موجود ہے۔ مگر خاموش ہے یا ورثا میں سے کسی نے ایسا کیا اور ہر دو وصی خاموش موجود ہیں۔ تو یہ جائز ہے۔ اور یہ ہی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہے ــ فتاوی عالمگیری ــ دیکھو سند ۸ ٭

۱۵ - ترکہ میں سے کھانا تقسیم کرنا۔ اگر اہل مصیبت نے فقیروں کے واسطے کھانا تیار کیا۔ تو مضائقہ نہیں۔ مگر سب وارث بالغ ہوں۔ اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو ترکہ میں سے فقراء کو کھا دینا جائز نہیں ــ فتاوی عالمگیری (کتاب المکروہات والممنوعات)۔

۱۶ - اقسام قرضہ اور ان کی ادائیگی۔ انسانی قرضہ کی تین قسمیں ہیں۔ قوی۔ وسط۔ ضعیف۔ قوی وہ قرضہ ہے جو میت کے تجہیز و تکفین سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کو حق متعلق بہ عین ترکہ کہتے ہیں۔ وسط وہ قرضہ ہے جو میّت نے حالت صحت میں کیا ہو یا اگر حالت مرض میں کیا ہو تو معائنہ سے ثابت ہوا ہو ٭ ضعیف وہ

قرضہ ہے جو میت نے مرض میں کیا ہو اور صرف میت کے اقرار سے ثابت ہو۔ بعض کتب فقہ — قرضہ میت کی تین حالتیں ہیں۔ یا تو سب قرضہ اس کے صحت کے زمانہ کے ہونگے۔ یا بعض قرضہ صحت کے زمانہ کے اور بعض مرض کے زمانہ کے ہونگے ۔ تو سب قرضے اگر حالت صحت کے ہونگے یا حالت مرض کے تو وہ سب بلحاظ ادائیگی ایک ہی قسم کے شمار ہونگے یا حالت مرض کے تو وہ سب بلحاظ ادائیگی ایک ہی قسم کے شمار ہونگے۔ کسی قرضہ کو کسی پر ترجیح نہیں دیجائیگی۔ اگر حالت صحت اور حالت مرض کے قرضے ملے جلے ہوں۔ تو قرضہ ہائے صحت کی ادائیگی سب سے پہلے کی جائیگی اور وہ قرضہ ہائے مرض جو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوں یا معائنہ سے ثابت ہوں (مثلاً قاضی نے خود دیکھا) تو وہ بھی قرضہ ہائے صحت کے مشابہ ہیں۔ ہاں جو قرضہ ہائے مرض صرف یا اقرار مریض ثابت ہوں اُن ادائیگی ان کے بعد عمل میں آئیگی۔ [مطلب یہ ہے کہ اگر مال بچا تو یہ قرضہ ادا ہونگے] —— عالمگیری۔

۱۷ قرضہ کہتے کس کو ہیں۔ ابن کمال نے کہا ہے کہ دین کی اصلیت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ کسی شخص کو مال دینا واجب کر لیا گیا ہو کسی ذمہ داری پر یا کسی چیز کے بدلہ۔ لہذا خراج بھی دین ہے۔ کہ حفظ امن کا جو اس سے منافع حاصل کیا جاتا ہے وہ اس کا بدل ہے۔ اور زکوۃ میں یہ بات نہیں کیونکہ اس میں مال کا دیدینا ہے بغیر کسی بدل کے۔ طحطاوی۔ از درمختار ۴۷۲

۱۸ ۔ انسانی قرضہ اور ترکہ میں سے ادائیگی۔ قرضہ اگر بندوں کا ہے تو بعد تجہیز و تکفین میت کے جو کچھ باقی رہا اگر قرضہ کی ادائیگی کے واسطے کافی ہو فبہا۔ اگر کافی نہ ہو اور قرضدار ایک ہو تو [یہ بقایا] اُس کو دے دیا جائے۔ اور جو کچھ میت کے ذمہ باقی رہے (وہ قرض خواہ کے اختیار ہے) چاہے وہ اس کو معاف کر دے چاہے دار الجزا پر چھوڑے۔ اگر قرض خواہ متعدد ہوں تو در صورتیکہ کل قرضہ (میت کے) زمانہ صحت کا ہو یعنی جو قرضہ کہ گواہوں سے ثابت ہو سکے یا زمانہ صحت میں (میت کے) اقرار کرنے سے ثابت ہوا ہو۔ یا کل قرضہ (میت کی) حالت مرض کا ہو۔ یعنی حالت مرض میں اقرار کرنے سے ثابت ہوا ہو۔ تو یہ بقایا [یعنی جو تجہیز و تکفین کے بعد ہے] اُن قرض داروں پر اُن کے قرض کے تناسب سے تقسیم کیا جائیگا۔ اگر دونوں قسم کے قرضے جمع ہوں۔ (یعنی زمانہ صحت کے اور زمانہ مرض کے) تو زمانہ صحت کا قرضہ مقدم کیا جائیگا۔ بوجہ اُس کے زیادہ قابل اطمینان ہونے کے۔ (اس کی دلیل یہ ہے) کہ تم کو معلوم نہیں کہ مرض موت میں تہائی سے زیادہ پر احسان کرنا (یعنی تہائی سے زیادہ پر وصیت کرنا) منع کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ (حالت مرض میں) اُس بیان میں کچھ ضعف ہے۔ (یہ بھی یاد رہے کہ) اگر میت نے اقرار کیا حالت مرض میں ایسے قرضہ کا جس کا ثبوت ظاہر موجود ہو۔ مثلاً کسی مال کا بدلہ دینا ہے جو اُس کے قبضہ میں ہے۔ یا جس کو اُس نے تلف کر دیا ہے۔ تو یہ قرضہ حالت صحت کی قسم کا قرضہ گنا جائیگا۔ کیونکہ اس کا واجب ہونا بغیر اقرار میت کے ثابت ہے۔ تو یہ بھی اس کے حکم کے مساوی ہوا۔ [یعنی یہ قرضہ بھی مقدم کیا جائیگا] — شریفیہ۔ (و تفصیل المقام ۔ ۔ ۔ ۔ ساواہ فی الحکم) دیکھو دفعہ ۹ سند ۹۔

۱۹ خدائی قرضہ اور ترکہ میں سے ادائیگی۔ اگر قرضہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے۔ یعنی فروض الٰہیہ میں سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ تو اگر میت اُس کے متعلق وصیت کرے تو ہمارے نزدیک (یعنی علماء حنفیہ کے نزدیک) واجب ہے اُس وصیت کا جاری کرنا اس مال کے تہائی میں سے جو بندوں کے قرضہ دینے کے بعد بچے۔ اور اگر وہ ایسی وصیت نہ کرے تو واجب نہیں۔ (ہاں مستحسن ہے جیسا کہ حاشیہ عبد النبی سے ظاہر ہے) پھر ہم کہتے ہیں کہ مثلاً جب اُس سے نماز فوت ہو گئی۔ اور اُس نے وصیت کی کہ اُس کے بدلہ میں کھانا دیا جائے۔ تو ورثا کو لازم ہے کہ تہائی مال میں سے ہر نماز کے بدلہ نصف صاع گیہوں خیرات کریں۔ اور ایسا ہی نماز وتر کے واسطے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔ کیونکہ اُن سے مروی ہے کہ نماز وتر فرض ہے۔ اگر فوت ہو گیا اُس سے روزہ رمضان کا بوجہ مرض یا سفر کے اور صحت کے بعد اُن کی قضا دے سکتا تھا یا وہ کہیں مقیم ہوا اور قضا نہ دی یہاں تک کہ مر گیا۔ اور اُس نے وصیت کی (مساکین کو) کھانا دینے کے واسطے تو ورثا کو لازم ہے کہ ثلث مال میں سے نصف صاع کے حساب سے فی یوم خیرات کریں۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ جس وقت سوال کیا گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرا وہ شخص کہ نہیں طاقت رکھتا تھا روزہ رکھنے کی تو اُس کے ذمہ کوئی جزا نہیں ہے۔ اور اگر اُس کو طاقت تھی اور نہیں روزہ رکھا تو لازم ہے کہ اُس کی طرف سے قضا دیجائے یعنی (مساکین کو) کھانا دینا بشرطیکہ اُس نے وصیت کی ہو۔ اور حدیث ابن عمرؓ موقوفاً و مرفوعاً اس کی دلیل ہے۔ یعنی نہ رکھے کوئی شخص روزہ کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی شخص کسی کی طرف سے۔ لہذا ضروری ہے کہ اُس کے بدلہ کھانا دینا۔ کیونکہ فدیہ شیخ فانی کے حق میں روزہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ تو اسی طرح سے اُس شخص کے حق میں بھی ہونا چاہئے۔ کیونکہ ادا صوم سے نا امید اور مایوس ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر قرضہ زکوٰۃ کا ہے اور میت نے اس کی ادائیگی کے واسطے وصیت کی۔ تب بھی اُس کا ادا کرنا اُس کے

تہائی مال سے ضروری ہے [علماء شافعی کے نزدیک تجہیز و تکفین پر ادائے زکوٰۃ مقدم ہے — کذا فی الشنشوری]۔
میّت کے ذمہ حج ہے اور وصیت کی اُس نے تو وہ بھی تہائی مال سے ادا کیا جائیگا۔ اور اگر حج کرے اُس کی طرف سے اُس کا وارث بغیر اُس کی وصیت کے تو اُمید ہے اللہ تعالیٰ سے اُس کے قبول کرنے ہیں [بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں بھی میّت سے مطالبہ نہیں کیا جائیگا] دیکھو فتاوی عثمانی کتاب الحج والزیارۃ دفعہ ۱۲۷ سے ۱۳۸ تک — شریفیہ ۷ (ان کان الدین ..... یمن اللہ تعالیٰ قبولہ)

اگر کوئی شخص مر گیا اور زکوٰۃ اُس پر واجب تھی اور اُس نے وصیت کی کہ میرے مال سے ادا کر دینا۔ تو اس کے ورثا پر لازم ہے کہ تہائی مال میں سے اس کی زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ علماء حنفیہ کے نزدیک ہے۔ مگر شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ میّت نے وصیت ادائیگی کی کی ہو یا نہ کی ہو کل مال میں سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جائیگی۔ ضوء السراج۔

۲۰ کیا زکوٰۃ قرضہ ہے؟ دیکھو سند ۱۷۔　**۲۱** خراج قرضہ میں شمار ہوگا۔ دیکھو سند ۱۷۔

۲۲ ترکہ مستغرقہ کی بیع — دیکھو دفعہ ۸ سند ۱۱۔　**۲۳** متروکہ کی حالت قرضہ ادا کرنے سے پہلے۔ دیکھو دفعہ ۸ سند ۱۰۔

۲۴ مرتد کی حالت ارتداد کی کمائی سے قرضہ کی ادائیگی (صاحبین کے نزدیک) دیکھو دفعہ ۱۱۵ سند ۱۳۔

۲۵ وصیت وارث کے واسطے نہیں کی جاتی۔ دیکھو دفعہ ۱۲۵ سند ۱۔　**۲۶** حالت مرض کا کونسا قرضہ ترکہ میں سے دیا جائیگا۔ دیکھو دفعہ ۱۰ سند ۱۶۔

۲۷ اگر ادائے قرضہ اور ادائے زکوٰۃ میّت کے ذمہ ہو۔ تو قرضہ ادا کرنا چاہئے۔ زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ بھی ادا کرنی ضروری ہے۔ دیکھو سند ۱۹ — و کتاب الزکوٰۃ

۲۸ ادائیگی وصیت اس بقایا میں سے ہوگی جو تجہیز و تکفین اور قرضہ کی ادائیگی سے بچے۔ دیکھو دفعہ ۹ سند ۱۲۔

۲۹ ادائے قرضہ کے بعد وصیت معین جاری ہوگی یا مطلق۔ اور مقتضی عبارت کتاب کا یہ ہو کہ تقدیم وصیت کی بقدر تہائی کے ہے اس مال میں سے جو قرضہ ادا کرنے کے بعد باقی رہے۔ گو وہ وصیت مطلق ہو یا معین۔ یہی صحیح ہے۔ لیکن شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کہا کہ اگر وصیّت معینہ ہو تو میراث پر مقدم ہے اور اگر وصیت مطلقہ ہے۔ مثلاً وصیۃ تہائی مال کے واسطے یا چوتھائی مال کے واسطے ہو تو اس طرح یہ وصیت میراث کے معنوں میں ہوگی۔ کیونکہ مقدار ترکہ میں شامل ہے۔ اور موصی لہ ورثا کے ساتھ شریک ہوگا۔ اور اُس سے مقدم نہ ہوگا۔ اور موصی لہ کا حق مقدار ترکہ میں شامل ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ اگر وصیت کے بعد مال بڑھ جاوے تو دونوں (یعنی وارثوں اور موصی لہ) کے حصہ تناسباً بڑھا دئے جاتے ہیں۔ اور اگر مال گھٹ جائے تو دونوں کے حصّے تناسباً کم کر دئے جاتے ہیں مثلاً اگر وصیت کے وقت مال ہزار تھا اور پھر دو ہزار ہو گیا تو اس حالت میں موصی لہ کو دو ہزار کا تہائی ملے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ہزار کا تہائی ملے گا — شریفیہ ۹ (ذ مقتضی ...... ثلث الالف) پھر ادائے دین کے بعد میت کی وصیت جاری کی جائے اگر مطلقہ ہو۔ بنا بر قول صحیح بر خلاف اس قول کے جس کو اختیار شرح مختیار میں مختار کہا ہے۔ اور وہ جاری کی جائیگی اس مال کی تہائی سے جو بعد تجہیز و تکفین اور ادائے قرضہ کے بچے — درمختار ۸۶۱ (ثم تقدم وصیتہ ..... بعد تجہیز و دیونہ)۔
پھر بعد تجہیز و تکفین میّت کے اور قرضے ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال ترکہ باقی رہے اس کی تہائی سے وصیتیں جاری کی جائینگی۔ اگر وصیتیں اس تہائی سے زائد ہوں۔ اور وارث سب کے سب اجازت دیں تو تہائی سے زائد سے بھی جاری کی جاسکیں گی۔ پھر بعد اجراے وصایا جو کچھ مال ترکہ باقی بچے وہ ورثا میں ان کے مقررہ حصّوں کے لحاظ سے تقسیم ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر میّت نے کسی خاص چیز کے متعلق وصیت کی ہو۔ اور وہ وصیّت شایع ہو۔ یعنی تہائی یا چوتھائی وغیرہ مال کے متعلق ہو۔ تو اس صورت میں وصیت میراث پر مقدم نہیں ہوگی۔ بلکہ موصی لہ ورثا کا شریک ہوگا۔ چنانچہ جس صورت میں کہ میت کا ترکہ اتفاقاً بڑھ جاوے تو موصی لہ کا حصہ بھی بڑھ جائیگا۔ اور اگر کم ہو جاوے تو اس کا حصّہ بھی کم ہو جائیگا — فتاوی عالمگیری

۳۰ کیا وصیت ہمیشہ تہائی مال سے جاری ہوگی۔ اگر وصیتیں تہائی سے زیادہ ہوں اور ورثہ اجازت دیں تو تہائی سے زائد سے نافذ کی جائینگی۔ اور بقایا ورثہ کو تقسیم کر دیا جائیگا۔ دیکھو سند ۲۹ — دفعہ ۹ سند ۱۴۔ دیکھو وصیّت مطلق۔
تاتارخانیہ میں ہو کہ وصیتیں نافذ کی جائیں تہائی مال سے۔ اور فرائض حسامیہ میں ہے کہ پھر نافذ کی جائیں وصیتیں اس مال کی تہائی سے جو کفن و دفن اور ادائے قرضہ سے بچے۔ ہاں اگر ورثہ اجازت دیدیں (تو کل مال سے ہو سکتا ہے) — شرح بسیط۔

۳۱ موصی لہ کو وصیت کا مال پورا کب ملے گا۔ دیکھو دفعہ ۵۷ سند ۱۔

باب ۱ — فصل سوم - تقسیم ترکہ بہ ورثا و بیت المال — باب ۱

خلاصہ — ترکہ کی تقسیم ورثا میں ترکہ کا چوتھا مصرف ہے (دیکھو نقشہ ۱) - اگر تجہیز و تکفین و ادائے قرض و وصیت سے بچے تو ورثا کو ملتا ہے ورنہ یہ محروم رہینگے ۔ مستحقین میراث کی ترتیب ایسی عمدہ طرز پر ہے کہ یورپین مصنفین نے بھی اسکی بہت تعریف کی ہے - پہلا دور ذوی الفروض کا ہے جنھیں سے صرف انکو میراث ملتی ہے جو از روئے نسب بہت ہی قریب ہیں - پھر جو کچھ بچتا ہے وہ عصبات کے دور میں سے سب سے قریب والے کو ملجاتا ہے ذوی الارحام کا دور تو صرف اسوقت چلتا ہے جب نہ کوئی ذی فرض ہو نہ عصبہ - ذیل کے دو دفعات اور نقشوں سے یہ ترتیب خوب سمجھ میں آجائیگی ✤

۱۱ - ورثا کی ترتیب کس طریق پر قائم کی گئی ہے - (دیکھو نقشہ ۲ و ۳)

۱ - جملہ ورثہ کے چار درجہ یا طبقے قائم کئے گئے ہیں - طبقہ اوّل میں میت کے فروع ہیں - طبقہ دوم میں میت کے اصول - طبقہ سوم میں میت کے ماں باپ کے فروع - اور طبقہ چہارم میں میت کے دادا دادی نانا نانی کے فروع ✤ (دیکھو شجرہ ورثہ)

۲ - پھر ہر طبقہ کے ورثا بلحاظ میت سے قرب و بعد کے تین حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں - یعنے ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام ✤ چنانچہ ذوی الفروض وہ ورثہ ہیں جنکے حصّے کلام اللہ میں مقرر کئے گئے ہیں (اور انھی کو سب سے پہلے حصہ ملتا ہے) اور عصبات وہ ہیں جنکو ذوی الفروض سے بچا ہوا حصہ ملتا ہے - اور ذوی الارحام وہ بعید رشتہ دار ہیں جنکو ذوی الفروض[1] و عصبات کی عدم موجودگی میں میراث پہنچتی ہے ✤

۳ - چاروں طبقوں میں ورثا حسب ذیل ہیں ✤ (دیکھو شجرہ ورثہ)

طبقہ	قسم	ورثا	رنگ
طبقہ اوّل (یعنے فروع) میں	ذوی الفروض	خاوند - بیوی - بیٹی - پوتی - وغیرہ	(سیاہ)
	عصبات	بیٹا - پوتا - پڑپوتا - وغیرہ	(سرخ)
	ذوی الارحام	بیٹی کی اولاد - پوتی کی اولاد - وغیرہ	(سبز)
طبقہ دوم (یعنے اصول) میں	ذوی الفروض	ماں - باپ - دادا - دادی - نانی - وغیرہ	(سیاہ)
	عصبات	باپ - دادا - پردادا - وغیرہ	(سرخ)
	ذوی الارحام	نانا - نانی کا باپ و دادی کا باپ - وغیرہ	(سبز)
طبقہ سوم (یعنی ماں باپ کے فروع) میں	ذوی الفروض	بہن ح - بہن ع - بھائی بہن اخ ✤	(سیاہ)
	عصبات	بھائی ح - بھائی ع - انکی اولاد ذکور نیچے تک لامحدود	(سرخ)
	ذوی الارحام	بھائی بہنوں کی اولاد (سوائے بھائی ح و بھائی ع کی اولاد ذکور کے لامحدود) لامحدود	(سبز)

[1] صرف ایک استثنائی صورت ہے یعنی یہ کہ خاوند یا بیوی کی موجودگی میں بقیہ ذوی الارحام کو دیا جاتا ہے [2] پھر پردادا پردادی - پرنانا پرنانی کے فروع وغیرہ بھی اسمیں شامل ہیں (دیکھو دفعہ ۱۹)

شجرۂ ترتیب ورثاء

درجہ اوّل میں اولاد۔ درجہ دوم میں ماں باپ۔ اور اُنکے ماں باپ۔ درجہ سوم میں بھائی بہن اور اُنکی اولاد۔ درجہ چہارم میں چچا پھوپی۔ ماموں۔ خالہ اور اُنکی اولاد

طبقہ چہارم (یعنی دادا دادی۔ نانا نانی کے فروع)

ذوی الفروض	ایک بھی نہیں۔		(سیاہ)
عصبات	چچا ح چچا ع۔ انکی اولاد ذکور نیچے تک لا محدود۔		(سرخ)
ذوی الارحام	چچا پھوپی۔ ماموں خالہ کی اولادیں (سوائے چچا ح و چچا ع کی اولاد ذکور کے لا محدود) (سبز)		

(×)

سندات ۱ ورثاء کے طبقے اور ان کی ترتیب۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲ و دفعہ ۵۰ سند ۵

۲ وارث تین قسم کے ہوتے ہیں:۔ وارث تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ذوی الفروض عصبات و ذوی الارحام۔ اور مستحقین ترکہ دس قسم کے ہوتے ہیں قتاوی عالمگیری

۳ ذوالفروض کی ترتیب چاروں طبقوں میں۔ ذوی الفروض کی ترتیب نقشہ دفعہ ۴۲ میں ملے گی۔ مگر ذوی الفروض میں کوئی ترتیب تقسیم میراث کے واسطے قائم نہیں کی گئی ہے ہم نے عصبات اور ذوی الارحام کی ترتیب کی مطابقت کی وجہ سے ان کو بھی طبقوں میں قائم کر دیا ہے۔ م

۴ عصبات کی ترتیب چاروں طبقوں میں۔ دیکھو دفعہ ۳۹ و سندات ۵ ذوی الارحام کی ترتیب چاروں طبقوں میں۔ دیکھو دفعہ ۵۷ و سندات

۱۳۔ ترکہ کا چوتھا مصرف یعنی تقسیم ترکہ بہ ورثاء وغیرہ۔

(دیکھو نقشہ ۴، ۵، ۶)

ا۔ تین ابتدائی مصارف سے جو کچھ بچے وہ طریق ذیل پر تقسیم کیا جاتا ہے:۔

۱۔ ذوی الفروض (یعنی وہ ورثاء جن کے حصے قرآن شریف میں مقرر ہیں) کو ان کے مقررہ حصے دیئے جائیں گے (دیکھو دفعہ ۱۴ تا ۳۶)

ا۔ اگر پورا ترکہ ذوالفروض میں تقسیم ہو گیا اور کچھ باقی نہ بچا تو تقسیم پوری ہو گئی۔ مثلاً مستحقین دو بہن ح اور دو بہن اخیافی ہوں تو ۲/۳ + ۱/۳ ملیگا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض کی تقسیم کے بعد کچھ باقی بچا تو وہ عصبات نسبی کو ملے گا۔

ج۔ اگر ذوی الفروض کوئی نہ ہو تو کل ترکہ عصبات نسبی کو ملے گا۔

۲۔ عصبات نسبی (یعنی وہ ورثاء جن کو ذوی الفروض کی تقسیم کے بعد باقی مال ملتا ہے۔ اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال) دیکھو دفعہ ۳۷

ا۔ اگر ذوی الفروض بھی ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال عصبات نسبی کو ملے گا۔ مگر اس ترتیب سے (۱) بیٹے کو۔ اگر وہ نہ ہو تو پوتے کو۔ اگر وہ نہ ہو تو پڑپوتے کو اسی طرح سے لا محدود درجہ تک اگر کوئی نہ ہو تو (۲) باپ کو۔ اگر وہ نہ ہو تو دادا کو۔ اگر وہ نہ ہو تو پڑدادا کو۔ اسی طرح اوپر تک لا محدود درجہ تک اگر کوئی نہ ہو تو (۳) بھائی حقیقی کو۔ اگر وہ نہ ہو تو بھائی ع کو۔ اگر وہ نہ ہو تو بھائی ح کے بیٹے کو۔ اگر وہ نہ ہو تو بھائی ع کے بیٹے کو اسی طرح نیچے تک لا محدود درجہ تک اگر کوئی نہ ہو تو (۴) چچا ح کو۔ اگر وہ نہ ہو تو چچا ع کو۔ اگر وہ نہ ہو تو چچا ح کے بیٹے کو۔ اگر وہ نہ ہو تو چچا ع کے بیٹے کو۔ اسی طرح نیچے تک درجہ لا محدود تک۔ کوئی نہ ہو تو پھر عصبات سببی کو ملے گا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال عصبات نسبی کو اسی ترتیب سے ملے گا جیسا کہ باقی ماندہ مال ملا ہے۔

۳۔ عصبات سببی (یعنی مولی العتاقہ جو عصبات نسبی کی عدم موجودگی میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے) دیکھو دفعہ ۴۸ تا ۵۰۔

ا۔ اگر ذوی الفروض ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال عصبات سببی کو ملے گا بشرطیکہ عصبات نسبی نہ ہوں۔ مگر اس ترتیب سے (۱) مولی العتاقہ یعنی آزاد کرنے والے کو ملے گا۔ اگر وہ نہ ہو تو (۲) اس کے عصبات ذکور کو بہ ترتیب عصبات یکے بعد دیگرے ملے گا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں۔ تو کل مال عصبات سببی کو ملے گا بشرطیکہ عصبات نسبی نہ ہوں۔ مگر اسی ترتیب سے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ رد۔ (یعنی تقسیم واپسی۔ یہ صرف ذوی الفروض پر کی جاتی ہے)۔ دیکھو دفعہ ۵۱ تا ۵۴۔

ا۔ اگر ذوی الفروض ہوں۔ تو ان کا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ پھر انہی کو تناسباً ملے گا بشرطیکہ نہ عصبات نسبی ہوں نہ سببی۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال اُن ہی کو ملے گا۔ بشرطیکہ نہ عصبات نسبی ہوں نہ سببی ورنہ ذوی الارحام (ورنہ اس خاص صورت میں یہ بقایا ذوی الارحام کو ملجائے گا۔ اگرچہ ذوی الارحام عام تقسیم میں رد کے بعد ہیں۔)

ج۔ اگر ذوی الفروض اور خاوند یا بیوی ہوں۔ تو ان سب کا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ علاوہ خاوند یا بیوی کے دیگر ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے گا بشرطیکہ نہ عصبات نسبی ہوں نہ سببی (اور اگر ذوی الارحام ہونگے تو وہ محروم ہونگے)۔

۵۔ ذوی الارحام (یعنی وہ ورثا جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہوں)۔ دیکھو دفعہ ۵۵ تا ۶۵۔

ا۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں اور نہ عصبات نسبی نہ سببی۔ تو ذوی الارحام کو ورثہ پہنچتا ہے اور عصبات کی طرح کل مال ان کو ملجاتا ہے۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال ذوی الارحام کو ملے گا۔

۶۔ مولی الموالات (یعنی وہ مجہول النسب شخص جو ورثہ لینے کے واسطے آپس میں معاقدہ کریں)۔ دیکھو دفعہ ۶۸ تا ۷۱۔

ا۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں نہ عصبات نسبی نہ سببی نہ ذوی الارحام۔ تو کل مال مولی الموالات کو ملجاتا ہے۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ اور عصبات نسبی و سببی و ذوی الارحام نہ ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال مولی الموالات کو ملے گا۔

۷۔ مقرلہ بالنسب علی الغیر (یعنی وہ مجہول النسب شخص جو میت کے اقرار سے رشتہ دار قرار پایا ہو)۔ (دیکھو دفعہ ۷۳-۷۴)

ا۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں نہ عصبات نسبی نہ سببی نہ ذوی الارحام نہ مولی الموالات۔ تو کل ترکہ مقرلہ بالنسب کو ملجائے گا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ اور عصبات نسبی و سببی ذوی الارحام و مولی الموالات نہ ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال مقرلہ کو ملیگا۔

۸۔ موصی لہ بمازاد علی الثلث۔ (یعنی وہ شخص جس کے لئے میت نے تہائی مال سے زیادہ دینے کی وصیت کی ہو)۔ (دیکھو دفعہ ۷۴، ۷۵)

ا۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں نہ عصبات نسبی نہ سببی نہ ذوی الارحام نہ مولی الموالات نہ مقرلہ۔ تو کل مال مقررہ موصی لہ بمازاد علی الثلث کو ملیگا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ اور عصبات نسبی و سببی ذوی الارحام و مولی الموالات و مقرلہ نہ ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال موصی لہ کو ملیگا۔

۹۔ بیت المال۔ (یعنی بادشاہ اسلام کا خزانہ جس میں لاوارث کا متروکہ اور خراج وغیرہ جمع ہوتا ہے۔ اور اس میں سے اہل استحقاق کو ملتا ہے)۔ دیکھو دفعہ ۷۶

ا۔ اگر مذکورہ بالا اقسام کے حق داروں میں سے کوئی نہ ہو۔ تو کل مال بیت المال کے سپرد ہوگا۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں۔ تو ان سے بچا ہوا مال مذکورہ بالا اقسام کے حق داروں کی عدم موجودگی میں بیت المال کے سپرد ہوگا۔ مگر موجودہ زمانہ کے فتوے کے بموجب بصورت عدم موجودگی بیت المال واپس خاوند یا بیوی کو دیا جائے گا۔

ج۔ اگر بیت المال موجود نہ ہو اور نہ خاوند یا بیوی۔ دیکھو دفعہ ۷۹ سند ۲۔

سندات

۱۔ تقسیم بہ ورثا حقوق اربعہ میں سے چوتھا حق ہے۔ دیکھو دفعہ ۹ سند ۵۔

۲۔ ترکہ کی تقسیم ورثا میں اصحاب فرائض سے شروع ہوتی ہے۔ پھر شروع کی جائے تقسیم (باقی ترکہ کی جو تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد بچے) اصحاب فرائض سے۔ جن کے حصے کتاب اللہ میں مقرر کئے گئے ہیں۔ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ یا اجماع امت کے ذریعہ مقرر کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ سرخسی نے ذکر کیا ہے۔ شریفیہ ۹

۳۔ اسلامی طریق توریث۔ ترکہ کے مستحق دس قسم کے لوگ علی الترتیب ہیں۔ پہلے اصحاب فرائض۔ پھر عصبہ نسبی۔ پھر عصبہ سببی یعنی مولاے عتاقہ۔ پھر عصبہ مولاے عتاقہ۔ پھر رد علی ذوی الفروض (یعنی ذوی الفروض نسبی کو بقدر ان کے حقوق کے باقی ماندہ دوبارہ ان کو دیا جائے)۔ پھر ذوی الارحام۔ پھر مولی الموالات۔ پھر مقرلہ (یعنی جس شخص کے واسطے مقر نے نسب کا اقرار کیا۔ مگر اس اقرار سے اُس کا نسب ثابت نہیں ہوا۔ تو جب یہ مقر اپنے اقرار پر قائم رہا یہاں تک کہ مر گیا تو مقرلہ اس موقع پر وارث ہوگا)۔ پھر موصی لہ بجمیع المال (یعنی جس کے واسطے میت نے تمام مال کی وصیت کی ہو)۔ پھر بیت المال ـــــ فتاوی عالمگیری۔

(متعلق دفعہ ۱۲)

نقشہ ۴۔ اسلامی طریق توریث

(سوائے اس صورت کے کہ صرف خاوند یا بیوی وارث ہوں)

تین ابتدائی مصارف سے جو ترکہ بچے (دیکھو دفعہ ۹) وہ بہ ہمہ قسم کے وارثوں میں ذیل کے گیارہ طریق پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو وارث قلمزن کئے گئے ہیں وہ معدوم سمجھنے چاہئیں۔ باقیوں کو ورثہ ملے گا۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض	ذوی الفروض
	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی	عصبات نسبی
			عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی	عصبات سببی
					رد	رد	رد	رد	رد	رد
						ذوی الارحام	ذوی الارحام	ذوی الارحام	ذوی الارحام	ذوی الارحام
							مولی الموالات	مولی الموالات	مولی الموالات	مولی الموالات
								مقر لہ بالنسب	مقر لہ بالنسب	مقر لہ بالنسب
									موصی لہ بجمیع المال	موصی لہ بجمیع المال
										بیت المال

علماء شافعی کے نزدیک بجائے رد کے بقایا بیت المال کو پہنچتا ہے اگر بیت المال منتظم ہو۔ اور اگر غیر منتظم ہے تو حنفی طریق کے مطابق عمل ہوگا۔

علماء شافعی کے نزدیک انکو ورثہ نہیں ملتا۔

حل

۱۔ صورت ۱ میں صرف ذوی الفروض ہیں اور ترکہ ان پر پورا تقسیم ہو گیا جیسے اگر مسئلہ میں صرف خاوند اور بہن ح ہوں۔

۲۔ صورت ۲ میں ذوی الفروض سے اگر کچھ بچے تو عصبہ نسبی کو ملتا ہے جیسے اگر مسئلہ میں نانی اور بیٹا ہوں تو نانی کو حصہ دے کر باقی بیٹے کو ملیگا۔

۳۔ صورت ۳ میں صرف عصبہ نسبی ہے جیسے مسئلہ میں بیٹا ہی ہو تو کل وہی لے گا۔

۴۔ صورت ۴ میں ذوی الفروض سے بچا ہوا حصہ عصبہ سببی کو مل جاتا ہے جیسے مسئلہ میں ماں ہو اور مولی۔ تو ماں کا حصہ دے کر باقی مولے لیگا۔

۵۔ صورت ۵ میں صرف عصبہ سببی ہی ہے جیسے صرف مولی ہے تو کل وہی لے گا۔

۶۔ صورت ۶ میں ذوی الفروض سے بچا ہوا مال پھر ان ہی پر رد کیا جاتا ہے جیسے مسئلہ میں دو بیٹیاں ہوں تو انکے مقررہ حصے دیکر بقایا پھر ان ہی پر رد کیا جائے گا۔ علماء شافعی کے نزدیک بچا ہوا مال بیت المال کو جائے گا۔

یاد رہے کہ ابن مسعود کے نزدیک عصبہ نسبی کے بعد ذوی الارحام پھر عصبہ سببی اور پھر رد ہے۔ باقی صورتیں آسان ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں۔

(متعلق دفعہ ۱۲)

نقشہ ۵ - اسلامی طریق توریث (جبکہ صرف خاوند یا بیوی وارث ہوں) دیکھو نقشہ ۴۔

ترکہ کے تین ابتدائی مصارف سے جو کچھ بچے (دیکھو دفعہ ۹) وہ خاوند یا بیوی کو بقدر ان کے حصہ کے دیدو اور بقایا ذیل کے نقشہ کے بموجب ورثا یا متعلقین کو یکے بعد دیگرے دیدو۔ جو قلمزن کئے گئے ہیں وہ معدوم سمجھنے چاہئیں باقی مستحقین میراث ہیں۔

۱. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی (۱)
۲. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی (۲)
۳. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام (۳)
۴. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات (۴)
۵. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ (۵)
۶. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ (۶)
۷. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ — بیت المال (۷)
۸. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ — بیت المال — اولاد رضاعی و سوتیلی اولاد (۸)
۹. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ — بیت المال — اولاد رضاعی و سوتیلی اولاد — معتق کی بیٹیاں (۹)
۱۰. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ — بیت المال — اولاد رضاعی و سوتیلی اولاد — معتق کی بیٹیاں — معتق کے ذوی الارحام (۱۰)
۱۱. خاوند یا بیوی — عصبات نسبی — عصبات سببی — ذوی الارحام — مولی الموالات — مقرلہ — موصی لہ — بیت المال — اولاد رضاعی و سوتیلی اولاد — معتق کی بیٹیاں — معتق کے ذوی الارحام — رد

حل

صورت ایک میں خاوند یا بیوی کو انکا حصہ دیکر بقایا عصبات نسبی کو ملیگا۔ بصورت ۳ میں خاوند یا بیوی کو انکا حصہ دیکر بقایا ذوی الارحام کو ملیگا۔ دیکھو دفعہ ۵۲۔ اسیطرح اور صورتیں سمجھو۔ یاد رہے۔ اولاد رضاعی اور سوتیلی اولاد اور معتق کی بیٹیاں اور معتق کی ذوی الارحام کی توریث فرائض کی کتابوں سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں دیگر مستحقین کی عدم موجودگی میں ان کو ترجیح ہے اور زمانہ گزشتہ میں اکثر اس پر عمل رہا ہے۔
معتق کی بیٹیوں سے یہاں مطلب ہے اولاد اناث کیا ہے کہ اولاد ذکور عصبات سببی سے ہیں اور معتق کے ذوی الارحام بترتیب ذوی الارحام اس بقایا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۲ امسئلہ ۲۴ و ۲۵۔

کیونکہ وہ آگے اپنے اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو کر حصہ لینگی

۴ — اصحاب فرائض سب سے مقدم ہیں۔ اصحاب فرائض کا عصبات پر مقدم کرنا اس حدیث شریف کی رو سے ہو کہ اوّل اہل فرائض کو ان کا حصّہ دو پھر جو کچھ باقی بچے وہ نزدیک ترمرد کے واسطے ہے۔ دوم یہ کہ اصحاب فرائض کے جو حصّے مقرر کئے گئے ہیں وہ اسی واسطے ہیں کہ وہ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے اپنے حصّے شروع ہی میں لے لیں۔ اور جو کچھ باقی رہے وہ غیر اصحاب فرائض لیں۔ سوم یہ کہ اگر عصبات[1] مقدم کئے جاتے تو ذوی الفروض محروم ہو جاتے اور یہ محرومیت بالکل خلاف منشاء آیت قرآنی ہے ——— شریفیہ ۹ (وَتَقْدِیْمُھُمْ ...... بَاطِلٌ قَطْعًا۔

۵ — ذوی الفروض یہ ہیں تقسیم ورثہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ مقررہ حصّے جن کا ذکر کتاب اللہ میں میراث کی آیت میں ہوا [دیکھو آیات دفعہ ۱۴] چھ ہیں اور ان چھ حصّوں کے بارہ شخص مستحق ہیں (چاہیئے ان کا حق نص قرآنی سے ہو یا بغیر نص کے صرف دلائل سے) جن میں سے چار مرد ہیں۔ اور وہ باپ ہے اور دادا صحیح (اور وہ باپ کا باپ ہے اوپر کے درجہ تک) — اور اخیافی بھائی۔ اور خاوند ✦ اور آٹھ عورتیں ہیں۔ بیوی اور بیٹی۔ اور بیٹے کی بیٹی۔ نیچے تک[2]۔ اور بہن حقیقی اور بہن علاتی اور بہن اخیافی۔ اور ماں۔ اور دادی حقیقی۔ یعنی وہ دادی کہ اس کو میت کی طرف منسوب کرنے میں کسی دادا غیر حقیقی کا واسطہ نہ ہو ——— شریفیہ ۱۲ (ھَاالْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَۃُ.... وَاَصْحَابُ.... جَدَّۃٌ فَاسِدَۃٌ) — دیکھو دفعہ ۱۴۔

۶ — اگر ذوی الفروض کو پورا ترکہ بٹ گیا تو تقسیم پوری ہوگئی۔ چنانچہ اگر میت نے خاوند اور بہن ح یا ع چھوڑے تو خاوند کو نصف اور بہن کو نصف ملیگا۔ یہ دونوں مسئلہ یتیمیہ کہلاتے ہیں اس واسطے کہ ترکہ دونوں ورثا میں برابر تقسیم ہو گیا۔ سوائے ان دو مسئلوں کے اور کسی میں پورا تقسیم نہیں ہوتا۔ عالمگیری

۷ — ذوی الفروض کے بعد عصبات نسبی ہیں۔ پھر شروع کی جائے تقسیم [یعنی ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں] اُن عصبات کے ساتھ جو نسبی ہوں کیونکہ عصوبت نسبی سببی سے زیادہ قوی ہو۔ چنانچہ یہ امر بھی اس بات کو بتاتا ہے۔ کہ ہمیشہ رد کا عمل اصحاب فرائض نسبیہ پر ہوتا ہے نہ اصحاب فرائض سببیہ پر یعنی زوجین پر نہیں ہوتا ——— شریفیہ ۹ (ثُمَّ یَبْدَءُ بِالْعَصَبَاتِ..... الزَّوْجَیْنِ)۔

عصبات نسبیہ کو ہمنے پہلے رکھا ہے کہ عصبات سببیہ سے زیادہ قوی ہیں ——— شریفیہ ۴۴ (اَلْعَصَبَاتُ النَّسَبِیَّۃُ قَدَّمَھَا..... اَلسَّبَبِیَّۃ)۔

۸ — ذوی الفروض کی موجودگی میں عصبات نسبی بچا ہوا ترکہ لینگے۔ عصبہ وہ شخص ہے جو ترکہ میں سے اصحاب فرائض کے حصّوں سے بچا ہوا مال لیوے۔ اور اگر تنہا ہو [یعنی اصحاب فرائض کوئی نہ ہو] — تو تمام مال لیوے ——— سراجی ۳ دیکھو دفعہ ۴۳

۹ — عصبات نسبی کی ترتیب — عصبات نسبی میں سب سے قریب بیٹا ہو — پھر بیٹے کا بیٹا۔ اگرچہ درجہ میں کتنا ہی نیچے ہو ✦ پھر باپ ہے۔ پھر باپ کا باپ یعنی دادا۔ اگرچہ درجہ میں کتنا ہی اوپر ہو ✦ پھر حقیقی بھائی ہو۔ پھر علاتی بھائی ہے۔ پھر حقیقی بھائی کا بیٹا۔ پھر علاتی بھائی کا بیٹا۔ اگرچہ درجہ میں کتنا ہی نیچے ہو[3] ✦ پھر حقیقی چچا ہے۔ پھر علاتی چچا۔ پھر حقیقی چچا کا بیٹا۔ اگرچہ[4] درجہ میں کتنا ہی نیچے ہو ✦ پھر باپ کا حقیقی چچا۔ پھر باپ کا علاتی چچا۔ پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا۔ پھر باپ کے علاتی چچا کا بیٹا۔ پھر دادا کا حقیقی چچا۔ علی ہذالقیاس ——— فتاویٰ عالمگیری۔ دیکھو دفعہ ۳۸، ۳۹ ✦

۱۰ — عصبات نسبی کے بعد عصبات سببی ہیں۔ پھر (یعنی جبکہ عصبہ نسبی نہ ہو) تو عصبہ سببی سے تقسیم شروع کی جائیگی جو مولی العتاقہ ہے۔ مذکر ہو یا مؤنث ✦ تو جس نے آزاد کیا غلام یا لونڈی کو تو ملے گا اس کو حق ولا۔ اور وہ اس حق ولا کی وجہ سے وارث کہلائے گا۔ اور اس ولا [یعنی ترکہ] کو ولاء عتاقہ یا ولاء نعمت کہیں گے ——— شریفیہ ۱۱۔ (ثُمَّ یَبْدَءُ..... النِّعْمَۃِ) دیکھو دفعہ ۴۸ سند ۱۔

وآخر العصبات مولی العتاقہ۔ اور عصبات میں سب سے آخر [عصبہ سببی] مولی العتاقہ ہے ——— سراجی۔ دفعہ ۴۸ ✦

عصبات نسبی کو ہمنے پہلے رکھا ہے کہ عصبات سببی سے زیادہ قوی ہیں ——— شریفیہ ۴۴ (العصبات النَّسَبِیَّۃ قَدَّمَھَا..... السَّبَبِیَّۃ)۔

۱۱ — عصبات سببی کے بعد اس کے عصبات ذکور ہیں — پھر شروع کی جائے تقسیم جبکہ مولی العتاقہ نہ ہو تو اس کے عصبہ ذکور سے کیونکہ عورتوں کا حق ولا میں سے کچھ نہیں ہو۔ ہاں صرف اس غلام کی ولا میں سے ہے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا ہو ——— درمختار ۲ ۸۶ (ثُمَّ عَصَبَتُہُ الذَّکَرُ..... اِلَّا مَا اَعْتَقْنَ)

۱۲ — ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبات کل ترکہ لینگے — عصبہ وہ شخص ہے جس کا کوئی حصّہ مقرر نہیں۔ اور اصحاب فرائض کا حصّہ دے کر جو باقی رہتا ہے وہ سب لے لیتا ہو۔ اور اگر اکیلا ہو [یعنی بعدم موجودگی ذوی الفروض] وہ سب مال لے لیتا ہے ——— فتاویٰ عالمگیری۔ دیکھو دفعہ ۴۳

۱۳ — عصبات سببی اور ذوی الارحام کا موقع علماء حنفیہ اور ابن مسعود کے نزدیک — عصبات میں سب سے آخر مولی العتاقہ ہے [یعنی عصبہ سببی]۔ اور یہ مولی العتاقہ ہمارے

[1] دیکھو دفعہ ۵ ✦ [2] اگر عصبہ پہلے لے لیتا تو اصحاب فرائض کو کیا ملتا ✦ [3] جیسے بیٹا کی بیٹی۔ اور بیٹے کے بیٹے کی بیٹی وغیرہ ✦ [4] اصل کتاب میں یہ الفاظ نہیں ملے ہم

نزدیک [یعنی نزد علماء حنفیہ] ذوی الارحام سے پہلے ہے - اور یہ قول حضرت علیؓ اور زید بن ثابت کا ہے ۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ عصبہ سببی ذوی الارحام کے بعد ہے [یعنی ترتیب اس طرح ہے - پہلے ذوی الفروض - پھر عصبہ نسبی - پھر ذوی الارحام - پھر عصبہ سببی] - ابن مسعود دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں - اولی الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ - یعنی یہ کہ بعض ورثا جو قرابتی ہیں ان بعض پر جن کو قرابت حاصل نہیں ہے ترجیح دیئے گئے ہیں - اور میراث کا دار و مدار قرب پر ہے - اور نیز یہ حدیث بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق جس نے آزاد کیا غلام کو کہ وہ تیرا مولیٰ ہے - پس اگر وہ شکر کرے تیرا تو بہتر ہے اس کے واسطے - اور اگر وہ کفران نعمت کرے تو بُری بات ہے - پھر اگر وہ مرجائے اور نہ چھوڑے کوئی وارث تو تو اس کا عصبہ ہوگا - اس سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مولی العتاقہ کی وراثت میں یہ شرط فرمائی کہ آزاد کیا گیا اپنے کسی وارث کو نہ چھوڑے اور ذوی الارحام ورثہ میں شامل ہیں (لہٰذا مولی العتاقہ ذوی الارحام کے بعد ٹھہرا) ۔ اس کا جواب علماء حنفیہ نے یہ دیا ہے کہ اس آیت شریف کی شان نزول یہ ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قرار دے کہ اُن ہی مواخات کے موافق باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے (دیکھو دفعہ ۱۰ و دفعہ ۱۹ سند ۴) تو اس آیت شریف کی رو سے خدا تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرمایا اور بیان فرمادیا کہ قرابت مقدم ہے مواخات و موالات پر - تو اب اس امر میں کلام نہیں رہا کہ ذوی الارحام کو (کہ وہ قرابت دار ہیں) مولی الموالات پر تقدیم حاصل ہے - اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا اس قول سے کہ "نہ چھوڑے وہ (آزاد کیا ہوا) کوئی وارث" یعنی یہ کہ نہ چھوڑے وہ ایسا وارث کہ وہ اس کا عصبہ ہو - کیونکہ آپ نے حدیث کے آخر میں فرمایا کہ اس حالت میں تو اس کا عصبہ ہوگا اور یہ نہ فرمایا کہ تو اس کا وارث ہوگا ۔ تو جب مولی العتاقہ عصبہ ٹھہرا کہ وہ عصبات میں سب سے آخر ہے جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر حدیث تو وہ ذوی الارحام اور رد دونوں پر مقدم ہوگا - کیونکہ عصبات ان دونوں پر مقدم ہیں - شریفیہ ۴۹ (آخر العصبات ... العصبات علیہما) دیکھو دفعہ ۵۵ سند ۴

۱۴ - عصبات سببی کے بعد رد ہے — پھر شروع کی جاوے [تقسیم] درصورت عدم موجودگی عصبات سببیہ کے رد کے ساتھ اگر صرف ذوی الفروض نسبیہ ہیں کیونکہ ان کی قرابت مقررہ حصہ لینے کے بعد بھی باقی ہے - بمقابلہ ذوی الفروض سببیہ کے [یعنی زوجین کے] کیونکہ زوجین پر رد نہیں ہوا کرتا - جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے - کیونکہ مقررہ حصہ لینے کے بعد اُن کی قرابت [حصہ لینے کے واسطے] باقی نہیں رہتی — شریفیہ ۱۱ (ثم الرد .... بقدر حقوقہم) مطلب یہ ہے کہ جب ذوی الفروض نسبی و سببی کو اپنے اپنے حصے مل چکے - تو بقایا کی تقسیم واسطے پھر غور کرینگے کہ کس کو ملنا چاہیئے تو ذوی الفروض نسبی ہی زیادہ مستحق ہونگے بمقابلہ سببی یا خاوند یا بیوی

۱۵ - رد کے متعلق علماء شافعیہ کی رائے — اگر بیت المال منتظم ہے تو وہ ذوی الارحام اور رد پر مقدم ہے اور اگر منتظم نہیں ہے تو پہلے ترکہ ذوی الفروض نسبیہ پر ان کے حصص کے تناسب سے رد کیا جائیگا - پھر [اگر وہ نہ ہوں] تو ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائیگا — شریفیہ ۱۲ (وعند الشافعیہ ..... ذوی الارحام)

۱۶ - رد کے بعد ذوی الارحام ہیں — پھر ذوی الارحام سے تقسیم شروع کی جائے یعنی جبکہ رد کی بھی ضرورت نہ ہو بوجہ نہ موجود ہونے اصحاب فرائض نسبی کے تقسیم شروع ہوگی ذوی الارحام سے - اور وہ وہ لوگ ہیں کہ میت کے قرابت دار تو ہیں - مگر نہ وہ عصبہ ہیں اور نہ ذوی الفروض ہیں ۔ یہ اس واسطے رد کے بعد قائم کئے گئے کہ اصحاب فرائض نسبیہ زیادہ قریب ہیں میت سے اور ان سے درجہ میں بھی زیادہ ہیں — شریفیہ ۱۱ (یبدأ عند عدم الرد ..... اعلیٰ درجۃ منہم)

۱۷ - ذوی الارحام کی ترتیب — ذوی الارحام چار قسم کے ہیں - قسم اوّل میت کے فروع جو اس کی طرف منسوب ہوں - جیسے میت کی بیٹیوں کی اولاد - اور میت کے بیٹے کے بیٹیوں کی اولاد ۔ اور قسم دوم جن کی طرف میت منسوب ہو - اور وہ اجداد فاسد اور جدات فاسدہ ہیں ۔ قسم سوم جو میت کے ماں اور باپ کی طرف منسوب ہوں جیسے حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں اور علاتی بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کی اولاد — اور تمام قسم کی بہنوں کی اولاد* قسم چہارم جو میت کے دادا دادی اور نانا نانی کی طرف منسوب ہوں جیسے اخیافی چچا اور ان کی اولاد — پھوپھیاں اور ان کی اولاد - ماموں اور خالائیں اور ان کی اولاد - اور حقیقی اور علاتی چچاؤں کی بیٹیاں ۔ تو یہ سب اور جو ان سے متعلق ہوں سب ذوی الارحام ہیں ۔ ان میں اعلیٰ درجہ قسم اوّل کا ہے - اگرچہ وہ میت سے کتنی ہی دور ہو - پھر دوسری قسم - پھر تیسری قسم - پھر چوتھی قسم - یعنی جیسی ترتیب عصبات میں ہے ویسی ہی اس میں ہے - فتاوی عالمگیری ۔

۱۸ - ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملتا نزد زید بن ثابت و امام شافعی — ایک روایت کے بموجب جو زیادہ عام نہیں ہے زید بن ثابت کا یہ مقولہ ہے کہ ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملتا بلکہ ذوی الفروض و عصبات نہ ہونے کی صورت میں ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے - اور اسی قول کے امام مالک و امام شافعی بھی متفق ہیں سراجیہ

۱۹ - ذوی الارحام کے بعد مولی الموالات ہیں — پھر مولی الموالات سے تقسیم شروع ہوگی یعنی ان مذکورین کی عدم موجودگی میں شروع کی جائے کل میراث کی

* [illegible] ۵۳ دیکھو دفعہ ۸۲ ... ۵۴ جبکہ اصحاب فرائض نسبی موجود نہ ہوں اگر سببی یعنی خاوند یا بیوی موجود ہوں *

تقسیم مولی الموالات سے۔ درحالیکہ احد الزوجین نہ ہوں۔ اور اگر ہوں تو ان سے ہی شروع کیا جاوے۔ مگر احد الزوجین کا حصہ دیکر جو باقی رہے اس سے تقسیم شروع کی جائے۔ جیسا کہ فرائض عثمانیہ میں مذکور ہوا ــــ شریفیہ ۱۱۔ (ثُمَّ مَوْلَی الْمُوَالَاتِ . . . . . فرائض عثمانیہ)
ضرور مولی الموالات کو ہینے ذوی الارحام کے بعد قائم کیا بوجہ ان کی قرابت کے (یعنی ذوی الارحام میں قرابت ہے اسواسطے مولی الموالات سے پہلے انکی توریث ہوگی) ــــ شریفیہ ۱۳۔ (وَاِنَّمَا اَخَّرْنَا . . . . . لِقَرَابَتِهِمْ) دیکھو سند ۱۳ ✣

۲۰ مولی الموالات کے بعد مقرلہ ہی۔ ـــ پھر یہ مقرلہ ورثہ لینے میں مولی الموالات کے بعد ہے۔ اور موصی لہ بجمیع المال سے پہلے ہے ــــ شریفیہ ۱۳
مقرلہ موصی لہ سے اس وجہ سے مقدم رکھا گیا کہ اس میں کچھ تو قرابت پائی جاتی ہو بمقابلہ موصی لہ کے ــــ درمختار ۸۶۲ (وَاِنَّمَا قُدِّمَ . . . . بِخِلَافِ الْمُوْصٰی لَہٗ)

۲۱ مقرلہ کے بعد موصی لہ بجمیع المال ہے ـــ جب اشخاص مذکورہ میں سے کوئی نہ ہو تو شروع کی جائیگی تقسیم میراث اس شخص سے جس کے واسطے میت کل مال دینے کو کہہ مرا ہو۔ پس اب تکمیل کی جائیگی اس کی وصیت کی۔ کیونکہ پہلے تہائی سے زیادہ دینا وارثوں کی موجودگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ تو جب نہ پایا جائیگا وارثوں میں سے کوئی بھی تو ہمارے نزدیک (یعنی نزد علماء حنفیہ موصی لہ کو پورا کا پورا ہی دیا جائیگا۔ جو اس کے واسطے مقرر کیا گیا تھا ــــ شریفیہ ۱۳ (ثُمَّ مُوْصٰی لَہٗ . . . . . مَا عُیِّنَ لَہٗ کَمَلًا) ✣ موصی لہ بجمیع المال کو مقرلہ سے اس واسطے موخر کیا کہ مقرلہ میں کچھ تو قرابت ہے (اگرچہ مقرلہ کے اقرار ہی سے ہو) بمقابلہ موصی لہ کے ــــ شریفیہ ۱۳ (اِنَّمَا اَخَّرَ ذٰلِکَ . . اَلْمُوْصٰی لَہٗ) دیکھو دفعہ ۴۷ ✣

ان سب کے بعد موصی لہ سے جس کو تہائی سے زیادہ مال دئیے جانے کی وصیت کی گئی ہو تقسیم شروع ہوگی۔ اگر اُس کو کل مال دینے کی وصیت کی گئی ہو ــــ درمختار ۸۶۲ (ثُمَّ بَعْدَھُمْ . . . . . وَلَوْ بِالْکُلِّ) ✣

۲۲ مولی الموالات۔ مقرلہ۔ موصی لہ کو نزد علماء شافعی میراث نہیں ملتی ـــ اور نہیں ہو میراث علماء شافعی کے نزدیک [برخلاف علماء حنفیہ کے] مولی الموالات کے واسطے نہ مقرلہ اور نہ موصی لہ بجمیع المال کے واسطے ــــ شریفیہ ۱۴۔ (وَلَا مِیْرَاثَ . . . . . جَمِیْعَ الْمَالِ) ✣

۲۳ بیت المال۔ــ پھر ترکہ بیت المال کے حوالہ کیا جائیگا۔ یعنی جس صورت میں کہ مذکورہ ورثا میں سے کوئی نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں رکھا جائیگا کیونکہ اب وہ مال لاوارث خیال کیا جائیگا۔ لہذا وہ سب مسلمانوں کی ضرورتوں کے واسطے جمع رہیگا اور بیت المال کے سپرد کیا جائیگا۔ [تاکہ ضرورت مند مسلمانوں کے کام آئے] ــــ شریفیہ ۱۱ (ثُمَّ بَیْتُ الْمَالِ . . . . . ھُنَاکَ) دیکھو دفعہ ۴۶ ✣
سب کی عدم موجودگی میں مال بیت المال کے سپرد ہوگا۔ نہ میراث کے طور پر بلکہ بالِ غنیمت کے طور پر کل مسلمانوں کے فائدہ کے واسطے۔ درمختار ۸۶۲ (ثُمَّ یُوْضَعُ . . . لِلْمُسْلِمِیْنَ)

صرف خاوند یا بیوی کی موجودگی میں ترتیب توریث میں تبدیلی (دیکھو نقشہ ۵)

۲۴ خاوند یا بیوی کی موجودگی میں ذوی الارحام کو ورثہ ملیگا۔ ــ ذوی الارحام جب ہی وارث ہونگے جب اصحاب فرائض میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس کو باقی ترکہ بطور رد کے دیا جائے۔ اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو۔ چنانچہ اس امر پر اجماع ہے کہ اگر صرف خاوند یا بیوی وارث ہوں تو ذوی الارحام محجوب نہ ہونگے [کیونکہ ان پر رد نہیں ہوتا۔ دیکھو دفعہ ۵۲۔ اس واسطے باقی متروکہ ذوی الارحام کو ملے گا] بلکہ ان دونوں کی موجودگی میں وارث ہونگے۔ کیونکہ یہ ایسے ذوی الفروض نہیں ہیں جن کو باقی متروکہ بطور رد دیا جاوے۔ چنانچہ خاوند یا بیوی کو حصہ دیکر باقی متروکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر صرف ذوی الارحام ہی وارث ہوتے تو کل متروکہ ان کو ملجاتا۔ مثلاً کسی مسئلہ میں خاوند اور نواسی اور خالہ اور چچا کی بیٹی ہوں تو خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملے گا اور باقی نواسی لیگی [اور خالہ اور چچا کی بیٹی درجہ چہارم کے ذوی الارحام ہیں محروم ہونگے]۔ مگر درحالیکہ فقط ذوی الارحام میں سے کوئی مستحق ہو اور کوئی اور وارث نہ ہو تو وہی سب متروکہ لے گا۔ تو اس طرح ذوی الارحام مثل عصبات کے ہیں ــــ عالمگیری دیکھو دفعہ ۵۲ سند ۸ ✣

۲۵ خاوند یا بیوی کی موجودگی میں بعض اور متعلقین کو بھی ورثہ مل سکتا ہے ــــ الاشباہ والنظائر وغیرہ کتب فقہیہ میں مذکور ہے کہ بیت المال کی فساد کی وجہ سے "رد علی الزوجین" پر فتوی ہے۔ کیونکہ وہ میت سے من جہت السبب زیادہ قریب ہیں بمقابلہ غیر شخصوں کے۔ اور اسی طرح میت کے بیٹا۔ بیٹی۔ رضاعی [یعنی دودھ شریک] اور آزاد کرنے والے کی بیٹیاں اور اس کے ذوی الارحام (یعنی اگر میت کو کسی نے آزاد کیا تھا تو اس کی بیٹیاں بھی اگر موجود ہوں گی یا اس آزاد کرنے والے کے ذوی الارحام بھی اگر موجود ہوں گے] اس موقع پر ورثہ لیں گے ــــ کذا فی جامع الرموز والقنیہ والذخیرہ وغیرہا ✣ ✣ ✣

باب ۲

باب دوم

ذوی الفروض

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فیستہ والانقشہ

خلاصہ - ذی فرض ایسے وارث کو کہتے ہیں جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں یا اجماع امت سے مقرر کیا گیا ہے ۔ اصحاب فروض بارہ شخص ہیں جن میں سے دس نسبی ہیں اور دو سببی ۔ ذوی الفروض کی ترتیب فقہ والوں نے خاص وجوہ پر مقرر کی ہے ۔ مگر چونکہ ان کے حصے مقرر ہیں لہذا توریث سے اس ترتیب کو کچھ بحث نہیں ۔ جتنے ذوی الفروض ہیں سب میں نسبی تعلق ہے ۔ اگر نسبی تعلق نہ ہو تو ذوی الفروض نہ سمجھو مثلاً سوتیلا باپ یا سوتیلی ماں کا نسبی تعلق کچھ نہیں لہذا وہ ذوی الفروض نہیں ہیں ۔ مقاسمۃ الجد کو احناف تسلیم نہیں کرتے ۔ مگر چونکہ حضرت علی ۔ زید بن ثابت ۔ ابن مسعود وغیرہ کا یہی طریق رہا ہے کہ دادا اور بھائیوں کی موجودگی میں بھائیوں کو بھی حصہ دیتے تھے تو ہم نے بھی مقاسمۃ الجد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے ۔

۱۳ - ذوی الفروض کس کو کہتے ہیں -

۱ - ذوی الفروض یا اصحاب فرائض وہ ورثا ہیں جن کے حصے شریعت میں معیّن و مقرر ہیں -

ا - فروض و فرائض جمع ہے فریضہ کی جس کے معنی حصے کے ہیں ۔ اور ذو بمعنی صاحب ۔ لہذا ذوی الفروض کے معنی حصہ دار کے ہیں -

ب - ورثہ میں سب سے پہلے ذوی الفروض کا حصہ دیا جاتا ہے ۔

سندات ۱ - ذوی الفروض کی تعریف - ذی فرض ہر ایسے وارث کو کہتے ہیں جس کا حصہ خدا تعالیٰ کے کلام مجید میں ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں یا اجماع امت کے ذریعہ مقرر کیا گیا ہو ۔ ؎ فتاوی عالمگیری ۔

۲ اصحاب فرائض - اصحاب فرائض وہ لوگ ہیں جن کے حصے کتاب اللہ میں مقرر ہیں ۔ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ۔ یا اجماع امت میں مذکور ہو گئے ہیں جیسا کہ ذکر کیا اس کا سرخسی[1] نے ۔ شریفیہ ۹ (وَہُم الَّذِیْن ..... التَّسْبِی)

۳ - فرائض کے معنی - دیکھو دفعہ ا - سند ۲ ۔ ۴ - ذوی الفروض کیوں نام رکھا گیا - دیکھو دفعہ ا - سند ۲

۱۴ - ذوی الفروض اور ان کے مقررہ حصے اور اُن کی ترتیب و قواعد توریث - (دیکھو نقشہ ۷)

۱ - ذوی الفروض دو قسم کے ہیں نسبی و سببی جو حسب ذیل ہیں - یہ تعداد میں بارہ ہیں جن میں سے چار مرد اور آٹھ عورتیں - (یعنی دوگنی عورتیں)

ا - نسبی - باپ - دادا - بھائی اخیافی - بیٹی - پوتی - بہن حقیقی - بہن علاتی - بہن اخیافی - ماں - دادی حقیقی ۔

ب - سببی - خاوند - بیوی ۔

---

[1] یہی اختیار شرح مختار میں لکھا ہے ۔ امام سرخسی کے حالات ضمیمہ میں دیکھو ۔

۲- ذوی الفروض کے مقررہ حصّے یہ ہیں :- (دیکھو آیات قرآنی - باب اوّل)

۱- باپ $\frac{1}{6}$ ‌* دادا $\frac{1}{6}$ * بھائی اخیافی $\frac{1}{6}$ * خاوند $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{4}$ * بیوی $\frac{1}{4}$ و $\frac{1}{8}$ * بیٹی $\frac{1}{2}$ * بیٹیاں $\frac{2}{3}$ * پوتی $\frac{1}{2}$ *
پوتیاں $\frac{2}{3}$ * بہن حقیقی $\frac{1}{2}$ * بہنیں حقیقی $\frac{2}{3}$ * بہن علاتی $\frac{1}{2}$ * بہنیں علاتی $\frac{2}{3}$ * بہن اخیافی $\frac{1}{6}$ * بہنیں اخیافی $\frac{1}{3}$ *
ماں $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ * دادی حقیقی یا نانی $\frac{1}{6}$ *

۳- ذوی الفروض کے مقرّرہ حصّوں کی تقسیم اس طرح ہے -

$\frac{1}{2}$
۱- خاوند کا ہے (جبکہ بیوی متوفی کی اولاد یا اُس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو)
۲- بیٹی کا ہے (جبکہ ایک ہو اور اُس کا بھائی اُس کے ساتھ نہ ہو) -
۳- پوتی کا ہے (جبکہ بیٹی - بیٹا - پوتا وغیرہ موجود نہ ہو) -
۴- بہن ح کا ہے (جبکہ صرف ایک ہو - اور میّت کا بیٹا بیٹی کوئی نہ ہو باپ بھی نہ ہو) .
۵- بہن ع کا ہے (جبکہ سگی بہن موجود نہ ہو - اور بیٹا بیٹی اور باپ نہ ہو)

$\frac{1}{4}$
۱- خاوند کا ہے (جبکہ بیوی کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو)
۲- بیوی کا ہے (جبکہ خاوند کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو)

$\frac{1}{8}$
۱- بیوی کا ہے (جبکہ خاوند کی اولاد یا اُس کے بیٹے کی اولاد ہو)

$\frac{2}{3}$
۱- دو یا زیادہ بیٹیوں کا ہے (جبکہ ان کا بھائی موجود نہ ہو)
۲- دو یا زیادہ پوتیوں کا ہے (جبکہ نہ بیٹی ہو نہ پوتا ہو)
۳- دو یا زیادہ حقیقی بہنوں کا ہے (جبکہ میّت کی اولاد اور باپ دادا نہ ہوں)
۴- دو یا زیادہ علاتی بہنوں کا ہے (جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں " " ")

$\frac{1}{3}$
۱- ماں کا[1] (جبکہ میّت کی اولاد اور اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو - نہ دو بھائی نہ دو بہنیں ہوں نہ ایک بھائی اور ایک بہن ہو - گو کسی قسم کی ہوں
۲- دو یا زیادہ بھائی بہنوں اخیافی کا ہے -

$\frac{1}{6}$
۱- باپ کا ہے (جبکہ میّت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو)
۲- دادا کا ہے (جبکہ باپ موجود نہ ہو -)
۳- ماں کا ہے (جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد - یا دو بھائی بہنوں میں سے ہوں)
۴- دادی یا دادیوں کا ہے (جبکہ وہ وارث ہو سکتی ہوں)
۵- پوتی یا پوتیوں کا ہے - ایک بیٹی کے ساتھ ($\frac{2}{3}$ پورا کرنے کو)
۶- علاتی بہن یا بہنوں کا ہے - ایک بہن ح کے ساتھ $\frac{2}{3}$ پورا کرنے کو *
۷- اخیافی بھائی یا بہن کا ہے - (جبکہ ان میں سے ایک ہو)[2]

۴- ذوی الفروض کی ترتیب جو فقہ والوں نے مقرر کی ہے وہ معہ دلائل حسب ذیل ہے (مگر اس کا اثر توریث پر ذرا نہیں)

دیکھو نقشہ ۹

۱- باپ - باپ کی موجودگی سے دادا محجوب ہوتا ہے - لہذا باپ پہلے قائم کیا *
۲- دادا - دادا کی موجودگی میں اخیافی بھائی محجوب ہوتا ہے اجماعًا اس واسطے اخیافی بھائی سے پہلے دادا قائم کیا *
۳- بھائی اخیافی - یہ ذی فرض نسبی ہے اور خاوند ذی فرض سببی ہے اس واسطے خاوند سے پہلے قائم ہوا *
۴- خاوند - ذوی الفروض سببی سے ہے اس واسطے ذوی الفروض نسبی کے بعد قائم ہوا نیز کہ اخیافی بھائی سے اس کا درجہ کم ہے *
۵- بیوی - خاوند کے ساتھ بیوی کا ذکر کرنے کو خاوند کے بعد قائم کیا - دوم یہ کہ بیوی اصل ولادت ہے اس واسطے بیٹی سے پہلے قائم کیا *
۶- بیٹی - بیٹی میت سے بمقابلہ پوتی کے قریب ہے اس واسطے قائم کیا *
۷- پوتی - اس واسطے بیٹی کے بعد قائم کی کہ پوتی قائم مقام ہوتی ہے بیٹی کے جبکہ بیٹی نہ ہو - بہن سے پہلے اس واسطے قائم کیا کہ پوتی بمقابلہ بہن ح کے زیادہ قریب ہے رشتہ کے لحاظ سے *
۸- بہن حقیقی - پوتی کے بعد اور بہن علاتی سے پہلے اس واسطے قائم کی گئی کہ بہن علاتی سے زیادہ قریب ہے اور پوتی سے دور ہے *
۹- بہن علاتی - حقیقی بہن کے بعد اس واسطے قائم کی گئی کہ حقیقی بہن کی عدم موجودگی میں علاتی بہن لیجاتی ہے *

---

[1] ماں کو ان دو مسئلوں میں خاوند یا بیوی کا حصّہ دینے کے بعد باقی کا $\frac{1}{3}$ ملتا ہے یعنی جبکہ ماں و باپ و خاوند ہوں - یا ماں و باپ و بیوی ہوں *

[2] اکثر خفتہ اخیافی بھائی کے ساتھ اخیافی بہن کا بھی ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ برابر کا حصّہ لینے میں دونوں ایک ہی ہیں *

نقشہ ۷ - جملہ اقسام ذوی الفروض اور اُنکی ترتیب
ذوی الفروض میں عورتیں بہ نسبت مردوں کے دو گنی ہیں؛
ذوی الفروض دو قسم کے ہوتے ہیں
نسبی
سببی
اصول ۱ ہیں
فروع ۲ ہیں
ماں باپ سے فروع ۳
نکاح کے تعلق سے ۴
بیٹی - پوتی
پڑپوتی
وغیرہ
یہ اپنے اپنے
بھائی کے ساتھ
عصبہ ہو جاتی ہیں
دیکھو نقشہ ۳
باپ — ماں
دادا — دادی
پردادا — پردادی
وغیرہ
نیز ماں کی ماں کی ماں وغیرہ
اوپر تک
باپ کے کے - باپ کے کے کے وغیرہ اوپر تک
باپ کے کے - باپ کے کے کے
اوپر تک
بہن ح بہن ع
بہن اخ - بھائی ح
بہن ح و ع
اپنے اپنے بھائی
کے ساتھ عصبہ
ہو جاتی ہیں؛
دیکھو نقشہ ۳
صرف خاوند اور
بیوی
حل
ذوی الفروض دو قسم کے ہوتے ہیں نسبی اور سببی
نسبی تو نسب کے تعلق سے حصہ دار ہیں - اور سببی
نکاح کے تعلق سے؛ ان کی توریث میں ترتیب
کو دخل نہیں؛

۱۰- بہن اخیافی۔ علاتی بہن کے بعد اس وجہ سے قائم کیا کہ پدری قرابت زیادہ ہے بمقابلہ مادری قرابت کے ٭
۱۱- ماں۔ ماں میت سے قریب ہے دادی کی نسبت اس واسطے دادی سے پہلے قائم ہوئی۔ دو بہن اخیافی محجوب کرتی ہیں ماں کو ثلث سے ۱/۶ پر اور حاجب ہمیشہ محجوب سے مقدم ہوتا ہے۔ دیکھو سند ۳ ٭
۱۲- دادی ونانی۔ چونکہ ماں کی نسبت قرابت میں دور ہے اس لئے ماں کے بعد اس کا ذکر کیا گیا ٭

۵- ذوی الفروض کی توریث کے عام قواعد یہ ہیں:-

۱- ذوی الفروض کے جو حصہ مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ بعد اخراجات تجہیز وتکفین و ادائے دین و اجرائے وصیت مقرر کئے گئے ہیں۔ اور سب سے پہلے ان ہی کا حصہ دیا جاتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۴۲ سند ۱- نقشہ ۱ ٭
۲- ذوی الفروض کو ترکہ میں سے جب ہی حصے ملیں گے جبکہ تجہیز وتکفین اور قرض خواہان اور وصیت سے بچے۔ اگر نہ بچے تو کچھ نہیں ملے گا ٭
۳- ذوی الفروض کے حصص کی تقسیم کے واسطے کوئی ترتیب نہیں ہے۔ ان کے مقررہ حصے ان کو دئے جاتے ہیں ٭
۴- جن ذوی الفروض کا حصہ نصف مقرر ہے ان کا متعدد ہونے کی صورت میں دو تہائی ہو جاتا ہے۔ (خاوند متعدد نہیں ہو سکتے لہذا ان کا حصہ بھی ۱/۲ نہیں ہوتا)
۵- قریب کے ذوی الفروض کے مقابلہ میں بعید کے محروم ہونگے ٭ پوتی بیٹی کی وجہ سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ وہ بھی بیٹی ہی ہے ٭ ماں کا حصہ بھائی بہنوں کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔ نیز دیکھو باب محروم ومحجوب ٭
۶- اگر ایک ہی ذوی فرض ہو تو کل ترکہ اسی کو ملجائیگا۔ (چاہے خاوند یا بیوی ہی کیوں نہ ہوں) کیونکہ پہلے وہ اپنا حصہ لے گا پھر بقایا رد ہو کر اسی کو ملے گا۔ ہاں اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں۔ تو ان کے حصہ دینے کے بعد بھی اگر کچھ باقی بچے تو یہ بقایا ان ہی پر رد ہوگا۔ مگر خاوند یا بیوی کو بقایا میں سے حصہ نہیں دیا جائیگا ٭ دیکھو باب چہارم رد ٭
۷- اگر ترکہ ذوی الفروض کے سہام پر پورا تقسیم ہو جاوے۔ تو آگے عصبات کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر ذوی الفروض کے سہام سے ترکہ زیادہ ہو تو بقایا ان ہی ذوی الفروض پر اُن کے سہام کے تناسب سے بقاعدہ رد تقسیم ہوگا۔ مگر خاوند یا بیوی کو اس رد میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر ذوی الفروض کے سہام سے ترکہ کم ہو۔ تو سہام میں عول کیا جائیگا۔ اور جو حصہ بقاعدہ عول بنے گا وہ تقسیم ہوگا ٭
۱- اگر صرف خاوند یا بیوی ذوی الفروض ہوں۔ اور نہ کوئی عصبہ اور نہ ذوی الارحام ہو۔ تو خاوند یا بیوی کا حصہ دیکر بقایا پھر ان ہی پر رد ہوگا۔
۸- بعض ذوی الفروض بعض کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں۔ مثلاً ماں کی موجودگی میں نانی محروم ہے۔ (دیکھو باب محروم ومحجوب)
۹- اگر کسی ذوی فرض کا کسی اور طریق پر بھی رشتہ ہو تو اس رشتہ سے بھی ورثہ اس کو مل سکتا ہے۔ سوائے دادیوں کے ٭
۱۰- خاوند۔ بیوی۔ ماں۔ دادی حقیقی۔ اولاد اخیافی ہمیشہ ذوی الفروض ہی رہتے ہیں عصبہ کبھی نہیں ہوتے۔ لیکن اور ذوی الفروض کبھی عصبہ بھی ہو جاتے ہیں ٭

سند ۱ - اصحاب فرائض۔ اصحاب فرائض بارہ شخص ہیں جن میں سے دس نسبی ہیں کہ تین مرد ہیں اور سات عورتیں۔ اور دو سببی یعنی خاوند اور بیوی۔ درمختار ۲ ۸۶۲ (وھم اثنا عشر ...... زوجان) ٭

سند ۲ ذوی الفروض اور ان کا استحقاق۔ ان چھ حصوں کے بارہ شخص مستحق ہیں (چاہے ان کا استحقاق نص قرآنی سے ہو یا بغیر نص کے صرف دلائل سے) جن میں سے چار مرد ہیں۔ اور وہ باپ ہے اور دادا صحیح (اور وہ باپ کا باپ ہے اوپر کے درجہ تک)، اور اخیافی بھائی۔ اور خاوند۔ اور آٹھ عورتیں ہیں۔ بیوی۔ بیٹی۔ بیٹے کی بیٹی (نیچے تک)، بہن حقیقی۔ بہن علاتی۔ بہن اخیافی۔ ماں۔ دادی صحیحہ۔ یعنی وہ دادی کہ اس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی دادا غیر حقیقی کا واسطہ نہ ہو۔ شریفیہ ۲۱ (و اصحاب ...... والزوج ...... و ثمان ...... جد فاسد)

نقشہ ۸ ـ جملہ ذوی الفروض بطور شجرہ درجہ وار
(متعلق دفعہ ۱۴)
اس نقشہ میں سیاہ ذوی الفروض ہیں۔ جس طرح عصبات و ذوی الارحام چار چار درجوں پر منقسم ہیں ہم نے ذوی الفروض کو بھی درجوں پر تقسیم کیا ہے۔
چوتھے درجہ میں کوئی ذوی الفروض نہیں ہے لہذا چوتھا درجہ نہیں دکھایا گیا۔
پردادا
پردادی
دادی کی ماں
نانا کی ماں
پرنانی
دادا
دادی
نانی
درجہ II
باپ
ماں
درجہ ۲
درجہ ۳
درجہ ۱
خاوند بیوی
میت
بھائی ج
بہن ج
بھائی ع
بہن ع
بھائی اخ
بہن اخ
درجہ III
بیٹی
پوتی
درجہ I
نقشہ ۹
ذوی الفروض کی ترتیب بلحاظ تقدیم
۱ باپ
۲ دادا
۳ بھائی اخ
۴ خاوند
۵ بیوی
۶ بیٹی
۷ پوتی
۸ بہن ج
۹ بہن ع
۱۰ بہن اخ
۱۱ ماں
۱۲ دادی نانی ج
نقشہ ۱۰
بلحاظ درجہ
درجہ ۱ خاوند، بیوی، بیٹی، پوتی
۲ ماں، باپ، دادا دادی نانی
۳ بہنیں ہر قسم و بھائی اخ

۱۳ - <u>ذوی الفروض کے مقررہ حصے</u> - مقررہ حصے جن کا ذکر کتاب اللہ میں میراث کی آیت میں ہوا (دیکھو دفعہ ۴) چھ ہیں۔ اوّل نصف ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے تین جگہ فرمایا۔ دوسرا النصف کا نصف ہے یعنی چوتھائی جس کا ذکر دو جگہ فرمایا۔ اور تیسرا النصف النصف النصف ہے یعنی آٹھواں۔ اس کا ذکر ایک جگہ فرمایا چوتھا دو تہائی ہے۔ اور اس کا ذکر دو جگہ فرمایا۔ پانچواں نصف ثلاثین ہے یعنی تہائی جس کا ذکر دو جگہ فرمایا چھٹے دو تہائی کے آدھے کا آدھا۔ یعنی چھٹا حصّہ جس کا ذکر تین جگہ فرمایا۔ اور یہ دونوں قسم کے حصے ایک دوسرے کے نصف اور دُگنے ہیں۔ — شریفیہ ۱۲ (وَالفُرُوضُ المُقَدَّرَۃُ ...... تَنْصِیْفًا وَتَضْعِیْفًا) ×

۱۴ - <u>حصص کے کون کون مالک ہیں</u> - نصف پانچ شخصوں کا حصّہ ہے بیٹی کا۔ پوتی کا جبکہ بیٹی نہ ہو۔ بہن حقیقی کا۔ بہن علاتی کا جبکہ حقیقی بہن نہ ہو۔ خاوند کا جبکہ میت کی اولاد نہ ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو + چوتھائی خاوند کا ہے جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد موجود ہو۔ بیویوں کا ہے جبکہ میت کی اولاد نہ ہو نہ بیٹے کی اولاد ہو + آٹھواں بیویوں کا ہے جبکہ میت کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو + دو تہائی اُن دو یا زیادہ ورثا کا حصّہ ہے جن کو حالت انفراد میں نصف ملتا ہے سوائے خاوند کے + تہائی ماں کا ہے جبکہ میت کی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہو اور نہ دو بھائی بہن یا زیادہ کسی قسم کے بھی ہوں۔ اور جبکہ وہ ان دو مسئلوں میں واقع ہو یعنی جبکہ خاوند اور ماں باپ ہوں یا بیوی اور ماں باپ ہوں۔ تو ماں کو خاوند یا بیوی کا حصّہ دینے کے بعد باقی کا تہائی ملتا ہے۔ نیز تہائی اخیافی اولاد کا ہے جبکہ دو یا زیادہ ہوں چاہے مرد ہوں یا عورتیں + چھٹا حصّہ سات شخصوں کا فرضی حصّہ ہے ماں باپ میں سے ہر ایک کا ہے جبکہ اپنی اولاد یا بیٹے کی اولاد موجود ہو۔ ماں کا ہے جبکہ بھائی بہنوں میں سے دو کسی قسم کے موجود ہوں۔ دادیوں کا ہے۔ دادا کا ہے جبکہ اپنی اولاد یا بیٹے کی اولاد موجود ہو۔ پوتیوں کا ہے ایک بیٹی کی موجودگی میں۔ علاتی بہنوں کا ہے جبکہ حقیقی بہنیں موجود ہوں۔ اخیافی اولاد کا ہے جبکہ ایک ہو — قدوری ۱۷۹ (فَالنِّصْفُ فَرْضُ خَمْسَۃٍ ...... مِنْ وَلَدِ الاُمِّ) +

۱۵ - <u>ذوی الفروض کی فقہیہ ترتیب اور اس کی وجہ</u> - باپ کو دادا سے پہلے اس واسطے قائم کیا کہ دادا باپ کی موجودگی میں محجوب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح دادا کی موجودگی میں اخیافی بھائی محجوب ہوتا ہے [تو دادا پہلے ہوا] اجماعًا + اور اخیافی بھائی کو خاوند سے پہلے اس واسطے قائم کیا کہ [اخیافی بھائی میں تعلق نسبی ہے] اور نسب زیادہ قوی مانا گیا ہے سبب سے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ اور بیوی کو بیٹی سے پہلے اس واسطے قائم کیا کہ بیوی ولادت کی اصل ہے۔ کیونکہ اسی سے اولاد نکلی ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تاکہ بیوی کا ذکر خاوند کے ذکر کے قریب رہے۔ اور بیٹی کو پوتی پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ بیٹی میت سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت پوتی کے اور اس وجہ سے بھی کہ پوتی قائم مقام ہوتی ہے بیٹی کے جبکہ بیٹی نہ ہو + اور حقیقی بہن کو پوتی کے بعد اس وجہ سے قائم کیا کہ وہ قرابت میں دور ہے + اور حقیقی بہن کو علاتی بہن پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ پہلی کی قرابت قوی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ علاتی بہن قائم مقام ہوتی ہے حقیقی بہن کے جب کہ حقیقی بہن نہ ہو + اور علاتی بہن کو اخیافی بہن پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ باپ کی قرابت زیادہ قوی ہے بہ نسبت مادری قرابت کے + اخیافی بہن کو ماں پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ دو اخیافی بہنیں ماں کو ⅓ سے ⅙ کی طرف محجوب کر دیتی ہیں۔ اور حاجب ہمیشہ مقدم ہونا چاہیئے محجوب پر + اور ماں کو دادی پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ ماں قریب ہے دادی سے — شریفیہ ۲۱ - ۲۳ (قُدِّمَ الاَبُ عَلَی الجَدِّ ...... کَمَا عَرَفْتَ + قُدِّمَ الزَّوجَۃُ لِکَوْنِہَا اَقْرَبَ)

۱۶ - <u>مردوں میں باپ مقدم ہے تو عورتوں میں ماں مقدم کیوں نہ کی</u> - یہ نہ کہا جاوے کہ مردوں میں باپ کا مقدم ہونا متقاضی ہے اس امر کے کہ عورتوں میں ماں مقدم کی جاتی۔ ہم کہیں گے کہ ماں کے حصّہ کا معلوم کرنا من وجہ موقوف ہے بہنوں کے حصّہ کے معلوم ہونے پر نہ اس کے برعکس [یعنی بہنوں کے حصّہ کا معلوم کرنا ماں کے حصّہ کے معلوم ہونے پر منحصر نہیں ہے] جیسا کہ ہم بتاتے ہیں کہ ماں کو چھٹا حصّہ ملتا ہے بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں یا دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں [یعنی وہ دونوں محجوب کر دیتے ہیں ماں کو تہائی سے چھٹے پر] — شریفیہ ۲۲ (لَا یُقَالُ ...... الاُخُوَۃِ وَالاَخَوَاتِ)

ماں کا حصّہ ثلث ہے جبکہ بہنیں نہ ہوں اور سدس ہے بموجودگی اخوات کے۔ تو ماں کا حصّہ ثلث یا سدس ہونا موقوف ہے بہنوں کی موجودگی یا عدم موجودگی پر لیکن بہنوں کا حصّہ نصف اور دو تہائی نہیں موقوف ماں کے حصّہ پر جیسا کہ ظاہر ہے فرائض کی کتابوں سے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اخوات کو تقدم ہے ماں پر باعتبار معرفت حصّہ کے ماں کے واسطے — کذا فی حاشیۃ القاضی +

۱۷ - <u>جن کو اکیلا ہونے کی حالت میں نصف ملتا ہے تو کئی ہونے کی حالت میں دو تہائی ملے گا</u> - دو تہائی حصّہ اُن دو شخصوں یا زیادہ کا ہے جن کا فرضی حصّہ نصف ہے۔ وہ پانچ ہیں۔ بیٹی۔ پوتی۔ بہن حقیقی۔ بہن علاتی۔ خاوند + لیکن خاوند کو دو تہائی نہیں ملتا کہ وہ متعدد ہو نہیں سکتے — درمختار (وَالثُّلُثَانِ ...... لِاَنَّہُ لَا یَتَعَدَّدُ)

۱۸ - <u>اگر دو طرف تعلق رشتہ ہو تو دو طرف سے حصّہ ملے گا</u> - دفعہ ۳۶ سند ۹ +

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فینۃ والانقشہ

(باب ۲) فصل دوم - باپ کی توریث (باب ۲)

خلاصہ - باپ کا مقررہ حصہ فرائض میں ۱/۶ ہے۔ اور بیٹی اور پوتی کی موجودگی میں اس کو اپنے حصہ کے علاوہ عصوبت بھی ملتی ہے۔ یعنی بیٹی یا پوتی کی تقسیم کے بعد جو کچھ بچے وہ بھی اسی کو ملجاتا ہے۔ اور اگر بیٹا یا بیٹے۔ اور پوتا یا پوتے نہ ہوں تو باپ عصبہ ہو جائے گا۔ یعنی اور ذوی الفروض کے مقررہ حصے دینے کے بعد اُس کو بقایا ملے گا۔ اور اگر اور ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال لے لیگا۔ باپ سے مطلب میت کا اصلی باپ ہے۔ سوتیلا باپ فرائض میں ماں کا خاوند کہلائے گا۔ اور وہ ورثہ کا مستحق نہیں ہے۔

۱۵ - باپ -

۱ - باپ سے مطلب وہ باپ ہے جس کے نطفہ سے میت ہے۔

۱ - باپ ذوی الفروض بھی ہے اور عصبہ بھی۔ دیکھو دفعہ ۳۴۔

۲ - اگر میت کی ماں نے اور نکاح کر لیا تھا۔ تو جس شخص سے نکاح کیا تھا۔ وہ فرائض میں میت کا باپ تصور نہ ہو گا بلکہ ماں کا خاوند ہے۔ اُس کو اِس میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ دیکھو نقشہ ۲۰۔

سلا ۱۹۰ء

اسنادات ۱ - باپ[1] میت کا اپنا باپ ہی باپ ہے۔ نہ سوتیلا باپ۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲۔ تعلق نسبی سے استحقاق میراث قائم ہوتا ہے۔

۲ - اصلی باپ ہی باپ ہے۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲۔

۱۶ - باپ کا حصہ و استقرار حق -

دیکھو دفعہ ۴۲، ۴۳ -

۱ - باپ کا حصہ ۱/۶ ہے جبکہ بیٹا یا پوتا وغیرہ موجود ہو۔

۲ - باپ کا حصہ عصوبت ہے جبکہ بیٹا یا پوتا وغیرہ موجود نہ ہو۔

۳ - باپ کا حصہ ۱/۶ اور عصوبت ہے جبکہ کوئی ذوی الفروض بیٹی[1] یا پوتی وغیرہ موجود ہو۔

۴ - دو باپ۔ اگر ایک بیٹے کو اپنا بتائیں اور کسی طور پر ثابت ہو جائے تو اس بیٹے کے ورثہ سے صرف ایک باپ کا حصہ ملیگا۔ وہ دونوں نصف نصف بانٹ لیں۔ جب ان میں سے ایک باپ مرجائے تو وہ ورثہ دوسرے باپ کو ملجائے گا۔

[1] دیکھو باب حساب فرائض۔

نقشہ ۱۱ - باپ بموجودگی بیٹا یا پوتا وغیرہ
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
دادا بموجودگی بیٹا یا پوتا بھی اسی نقشہ کے مطابق ہے
خاوند یا بیوی
میت
بھائی
بہن
محروم
بیٹا
نقشہ ۱۲ - باپ بموجودگی ماں اور خاوند (یا بیوی)
دادا
دادی
نانی
ماں
باپ
دیکھو نقشہ ۱۳
خاوند یا بیوی
میت
بھائی
بہن
محروم

۵- باپ + بھائی یا بہن (سب یا بعض حر ہوں یا سب یا آخر) = کل + ۰ (یعنی کل ترکہ باپ لیگا بھائی یا بہن محروم ہونگے) دیکھو دفعہ ۲۰ سند ۵ — دفعہ ۱۸ سند ۲ - دفعہ ۳۳ سند ۹ و ۱۰

۶- باپ + بیٹا آزاد کرنے والے کے
۷- باپ + بھائی ״
۸- باپ + ماں + خاوند یا بیوی
} دیکھو دفعہ ۱۸ — دفعہ ۵۰ ÷

۹- باپ + دادا = کل + ۰ (یعنی دادا محروم ہوگا کل ترکہ باپ لے گا) دیکھو دفعہ ۴۳ و دفعہ ۱۸ سند ۴ ÷

۱۰- باپ + ماں = ۲/۳ + ۱/۳ (باپ عصبہ ہے) دیکھو دفعہ ۳۴ سند ۱۲ ÷

۱۱- باپ + دادی = کل + ۰ (دادی محروم ہے) - دیکھو دفعہ ۳۶ ÷

۱۲- باپ + نانی = ۵/۶ + ۱/۶ (باپ عصبہ ہے) - دیکھو دفعہ ۳۶ ÷

۱۳- باپ (غلام) + ماں = ۰ + کل (ہاں اگر باپ آزاد ہوجاسے تو ترکہ باپ کی طرف کچھ آئے گا) - دیکھو دفعہ ۴۲ ÷

۱۴- باپ کی وجہ سے جو وارث محروم ہوتے ہیں ان کے متعلق دیکھو باب محروم مجھوا اور باپ صرف ایک موقع پر میراث سے محروم ہوگا جب وہ اپنے بیٹے کو قتل کرے تو اُس کی میراث سے محروم رہیگا ÷

اسنادات ۱ باپ کا حصہ - اوّل فرض مطلق ہے - اور وہ چھٹا حصہ ہے اور یہ حصہ بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں ہے اگرچہ اسفل ہو۔ دوم فرض و عصوبت دونوں ہیں جو بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں ہیں اگرچہ اسفل ہو۔ سوم صرف عصوبت ہے - یہ اس وقت ہے جبکہ نہ اس کی نہ بیٹے کی اولاد ہو اگرچہ اسفل ہو —— سراجی - (اَمَّا الْاَبُ . . . . . وَاِنْ سَفَلَ) -

۲ باپ کے ورثہ کی تین صورتیں - باپ کے ورثہ کی تین صورتیں ہیں - اوّل فرض محض ہے - تو باپ کا حصہ ۱/۶ ہے - تو جبکہ میت کے بیٹے کی موجودگی ہیں باپ ہو یا بیٹے کی بیٹے کی موجودگی ہیں (یا اور نیچے درجہ کے لڑکے کی موجودگی میں) تو باپ کو چھٹا حصہ فرض ملے گا۔ دوسرے تعصیب محض ہے یعنی عصبہ قرار دیا جائیگا - تو یہ جب ہے کہ جب میت نے سوائے باپ کے بیٹا نہ چھوڑا ہو - تو باپ کو سب ترکہ بوجہ عصبہ ہونے کے ملیگا - اسی طرح اگر باپ کے ساتھ سوائے بیٹے کے یا بیٹے کے بیٹے کے کوئی ذوی الفروض وارث ہو جیسے خاوند یا ماں یا نانی تو پہلے صاحب فرض اپنا فرضی حصہ لیگا اور باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے ملے گا [دیکھو دفعہ ۳۴] ÷ تیسرے فرض اور تعصیب دونوں ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا بیٹے کی بیٹی وغیرہ موجود ہو - تو باپ کو چھٹا حصہ بطور فرض کے ملے گا - اور ایک بیٹی ہوگی تو اس کو نصف اور دو یا زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملیگی - پھر باپ کو باقی بطور عصوبت کے ملیگا - فتاویٰ عالمگیری

۳ - لفظ ولد اور باپ کی توریث کی تشریح - خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے - وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ الخ (کہ والدین کے واسطے یہ ہے کہ ان میں سے ہر واحد کے واسطے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد ہو) پس یہ صاف تصریح ہے اس امر کی کہ باپ کا فرضی حصہ میت کی ولد کے ساتھ چھٹا ہے - ولیکن لفظ ولد میں بیٹا بیٹی دونوں شامل ہیں - کیونکہ ولد کے معنی مولود کے ہیں خواہ بیٹی ہو یا بیٹا) ÷ پس اگر باپ کے ساتھ میت کا بیٹا ہے تو باپ کو اپنا حصہ ۱/۶ ملے گا - اور باقی بیٹے کے واسطے ہے بدلیل قول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ پہلے اہل فرائض کو ان کا مقررہ حصہ دو اور جو باقی بچے وہ اولی رجل ذکر کے واسطے ہے - اور اولی رجل عصبات میں سے بیٹا ہے ÷ اگر باپ کے ساتھ بیٹی ہو تو باپ کے واسطے ۱/۶ حصہ ہے اور بیٹی کے واسطے ۱/۲ حصہ مقرر ہے اور

ا رواہ البخاری و مسلم ÷ ۲ اگر باپ بھی موجود ہو تب بھی بیٹا اُولیٰ رجل عصبات میں سے ہے - دیکھو شجرہ ورثہ دفعہ ۱۲۹ سند ۴ ÷

پھر باقی باپ کے واسطے ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ خود اولیٰ رجل مذکر عصبات میں سے ہے۔ بوجہ عدم موجودگی بیٹے اور پوتے کی + اور صرف عصوبت ہے بعدم موجودگی بیٹے اور پوتے کے اگرچہ سافل ہو۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے اس حکم کے موافق ہے۔ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ باقی باپ کے واسطے ہے۔ پس وہ عصبہ ہوا۔ شریفیہ ۲۲ و ۲۳ (وَبَيَانُ ذَالِكَ ...... فَيَكُونُ عَصَبَةً) دیکھو دفعہ ۳۹ سند ا دفعہ ۳۸۔ نیز دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲ +

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ بدل ہے ابویہ سے مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی حصہ میں شریک ہیں + پھر بیٹے کی بجائے پوتا۔ اور باپ کی بجائے دادا قائم مقام مانا گیا ہے ــــ تفسیر جلالین + إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ الخ یہاں ابن الابن اور ابن کا جمع ہونا۔ جمع بین الحقیقۃ والمجاز نہیں ہے۔ بلکہ عموم مجاز سے ہے اور پوتے کے متعلق حکم مثل بیٹے کے ہونا اجماع سے ثابت ہے ــــ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔

۴ ۔ دو باپ کا بیٹا ۔ اگر دو شخصوں کی ایک مشترک لونڈی ہو۔ اور اس کے بچہ پیدا ہو۔ اور دونوں مالک دعویٰ کریں کہ بیٹا اُن کا ہے۔ تو دونوں باپوں کو ایک بیٹے کی میراث ملے گی۔ اور لڑکا ہر باپ سے میراث پائے گا۔ اگر ایک باپ مرجائے گا تو اس کا حصہ دوسرے باپ کو ملے گا ــــ رحیق المختوم +

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو نقشہ والا نقشہ

باب ۲ فصل سوم ۔ دادا کی توریث باب ۲

خلاصہ ۔ دادا سے یہاں مطلب حقیقی دادا ہے۔ ورنہ دادا فاسد تو ذوی الارحام سے ہے۔ اور حقیقی دادا باپ کا باپ ہے یا باپ کے باپ کا باپ ہے گو کتنے ہی درجہ اوپر تک ہو + باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ کا قائم مقام ہے۔ مگر دو جگہ فرق ہے۔ اوّل یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں۔ ماں۔ دادا۔ خاوند یا بیوی ہوں تو ماں کا حصہ خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد باقی کا تہائی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اگر اس مسئلہ میں دادا کی بجائے باپ ہوتا تو باقی کا تہائی ملتا۔ دوسرے یہ کہ باپ کی موجودگی سے باپ کی طرف کی تمام دادیاں محروم ہوتی ہیں۔ مگر دادا کی موجودگی سے باپ کی ماں (یعنی دادا کی بیوی یا دادا کی ہم درجہ دادی) محروم نہیں ہوتی +۔ تمام بھائی بہن دادا کی موجودگی سے محروم ہو جاتے ہیں (نزد امام اعظمؒ) اسی پر فتویٰ ہے + دادا کی ذیل میں بہنے مقاسمۃ الجد کے مسائل بھی درج کئے ہیں اگرچہ وہ صاحبین اور امام شافعی کے طریق پر ہیں +

۱۷ ۔ دادا حقیقی ۔

۱ ۔ دادا حقیقی سے مطلب وہ دادا ہے جو میّت کے باپ کا باپ ہو ۔

ا ۔ دادا کی عدم موجودگی میں پردادا اور اس کی عدم موجودگی میں سکڑدادا وغیرہ اس کے قائم مقام ہونگے یعنی باپ کے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کے باپ کا باپ وغیرہ +

ب ۔ دادا حقیقی ذوی الفروض بھی ہے اور عصبہ بھی ۔ دیکھو دفعہ ۴۳ +

ج ۔ اگر دادی نے اور نکاح کیا ہے تو اُس کا نیا خاوند دادا نہ ہوگا۔ اور وہ نہ بلحاظ ذوی الفروض ہونے کے نہ بلحاظ ذوی الارحام ہونے کے

ورثہ لے سکتا ہے۔ اس کو فرائض کی اصطلاح میں دادی کا خاوند کہیں گے۔

سندات ۱۔ دادا۔ [ذوی الفروض میں سے] دوسرا دادا ہے۔ اور دادا سے مراد دادا حقیقی ہے۔ اور دادا حقیقی وہ ہے جس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کا باپ وغیرہ۔ اور اگر میت تک نسبت کرنے میں ماں بیچ میں آئے تو وہ دادا غیر حقیقی ہے جیسے باپ کی ماں کا باپ۔ یا باپ کے باپ کی ماں کا باپ یا باپ کے باپ کی ماں کے باپ کا باپ۔ فتاوی عالمگیری۔ دادا حقیقی وہ ہے جس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ نہ ہو جیسے باپ کا باپ اور پڑ تک شریفیہ ۲۴ (والجد الصحیح ..... ران علا) دیکھو دفعہ ۳۵ سند ۳ دفعہ ۳۰ سند ۳ و ۱۷۔

۲۔ دادا غیر حقیقی ذوی الفروض سے نہیں ہے۔ دیکھو دفعہ ۵۵ سند ۲

۱۸۔ دادا کا حصہ و استقرار حق۔

(دادا عصبہ بھی ہے۔ دیکھو دفعہ ۴۲ و ۴۳)

۱۔ دادا کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے — جب کہ وہ ذی فرض ہو۔ یعنی جب کہ بیٹا یا پوتا وغیرہ موجود ہو
۲۔ دادا کا حصہ عصوبت ہے — " " عصبہ واقع ہو " " " " موجود نہ ہو
۳۔ دادا کا حصہ $\frac{1}{6}$ + عصوبت ہے — " " ذی فرض و عصبہ واقع ہو " بیٹی یا پوتی وغیرہ موجود ہو
} باپ کی عدم موجودگی میں

۴۔ دادا + باپ موجود ہیں — دادا محروم ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۶

۵۔
باپ + دادی = کل + ۰ (دادی محروم) دیکھو دفعہ ۳۶
دادا + دادی = $\frac{5}{6} + \frac{1}{6}$ دادی بھی حصہ لیگی یعنی وہ دادی جو باپ کی ماں ہو۔ یعنی دادا اسکے بعد رہے دادی (بیوی)

۶۔
ماں + باپ + خاوند یا بیوی — تو خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد باقی کا $\frac{1}{3}$ ماں کا ہے۔ دیکھو دفعہ ۴۳
ماں + دادا + خاوند یا بیوی — تو خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد باقی کا $\frac{1}{3}$ ماں کا ہے۔ (نزد ابو یوسفؒ) لیکن کل کا تہائی (نزد امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ) (فتوی اسی پر ہے) دیکھو دفعہ ۴۳

۷۔
بھائی بہن (حقیقی یا علاتی) + باپ — تو بھائی بہنیں محروم۔ کل ترکہ باپ لے گا (دیکھو دفعہ ۳۹ و سند)
" " + دادا — تو بھائی بہنیں محروم۔ کل ترکہ دادا کو ملیگا نزد امام ابو حنیفہؒ لیکن باقی ائمہ کے نزدیک بھائی بہنوں اور دادا کو بھی ملیگا (دیکھو دفعہ ۲۴)

۸۔
بیٹا + باپ آزاد کرنے والے کے — تو باپ چھٹا حصہ لیگا باقی بیٹا لیگا (نزد ابو یوسف)۔ دیگر ائمہ کے نزدیک کل ولا بیٹا لیگا
بیٹا + دادا " " — تو دادا کو کچھ نہیں ملیگا۔ کل ترکہ بیٹا لیگا نزد جمیع علماء
} دیکھو دفعہ ۵۰ دفعہ ۱۸ سند ۳

۹۔
باپ + بھائی " " — کل ولا باپ بالاتفاق لیگا۔
دادا + بھائی " " — کل ولا دادا کو ملیگا۔ (نزد امام ابو حنیفہؒ) دادا اور بھائیوں کو ملے گا۔ (نزد صاحبین)
} دیکھو دفعہ ۵۰

[illegible] دادا [illegible] (دادا محروم ہے) ۔ دیکھو دفعہ ۳۶

نقشہ ۱۳ - دادا بموجودگی ماں اور خاوند یا بیوی
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
دیکھو نقشہ ۱۲
بیٹا
بہن
بھائی
محروم
نقشہ ۱۴ - دادا بموجودگی بیٹی یا پوتی وغیرہ
دادا
دادی
نانی
ماں
بہن
بھائی
محروم

مسائل ۱ دادا کا حصہ۔ باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ کے مانند ہے۔ اُن تین طریق توریث میں جن کا ذکر کیا گیا [دیکھو دفعہ ۱۹ سند ۱] بلکہ تمام احکام میراث میں مگر صرف چار مسئلوں میں (دیکھو سند ۳)۔ شریفیہ ۲۱۲ (فالجد الصحیح ...... المیراث)
ابوبکر ابن عباس ابن زبیر فرماتے تھے اَلْجَدُّ اَبٌ یعنی باپ موجود نہ ہو تو دادا اس کے بجائے ہے۔ تو صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کے خلاف نہ کیا۔ صحیح بخاری

۲ چار مسئلے جن میں باپ اور دادا کی توریث میں اختلاف ہے۔ اول یہ کہ باپ کی ماں نہیں وارث ہوتی باپ کی موجودگی میں اور دادا کی موجودگی میں وارث ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ میت نے جبکہ چھوڑا والدین کو اور احد الزوجین کو تو احد الزوجین کے حصہ دینے کے بعد باقی کا تہائی ماں کو ملے گا۔ اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو کل مال کا تہائی ملتا ہے نزد ابوحنیفہؒ (لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک تہائی باقی ہی کا دیا جائیگا)۔ تیسرا یہ کہ حقیقی و علاتی بھائی اور بہن ساقط ہوتے ہیں باپ کی موجودگی میں بالاتفاق۔ اور دادا کی موجودگی میں نہیں ساقط ہوتے لیکن صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک (یعنی امام صاحب کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں۔ دیکھو دفعہ ۴۰)۔ چوتھا یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ آزاد کرنے والے کے بیٹے کے ساتھ ولا کا چھٹا حصہ لیتا ہے نزد ابو یوسفؒ۔ اور دادا کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا بلکہ بیٹا (دادا کی موجودگی میں) کل ولا کا مالک ہوگا (دیکھو دفعہ ۵۰ سند ۹) تو باپ اور دادا کے حصوں میں جمیع ائمہ کے نزدیک (سوائے امام ابو یوسف کے) کچھ فرق نہیں کہ ولا میں سے کچھ نہیں ملتا۔ شریفیہ (والجد الصحیح ...... بین الآراء)۔ دیکھو دفعہ ۴۴ سند ۶۔

۳ پانچواں اور بھی ہے۔ پانچواں یہ کہ اگر آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی ہو تو ولا دادا کو ملے گا (نزد ابوحنیفہ) اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو ملے گا۔ اگر بجائے دادا کے باپ ہوتا تو تمام میراث بالاتفاق اسی کو ملتی۔ درمختار (دیکھو دفعہ ۵ سند

۴ باپ کی موجودگی میں دادا محروم۔ دیکھو سند ۵۔

۵ باپ کی موجودگی میں دادا محروم ہے تو ماں کی موجودگی میں اس کی اولاد محروم ہونی چاہیے۔ باپ کی موجودگی سے دادا محروم ہوتا ہے کیونکہ باپ بہ مقابلہ دادا کے میت سے قرابت میں نزدیک ہے۔ تو یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو ماں کی اولاد بھی ماں کی موجودگی سے محروم ہونی چاہیے کیونکہ ماں بہ مقابلہ اپنی اولاد کے میت سے قرابت میں نزدیک ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ماں کی اولاد میت سے زیادہ قریب ہونے ہی کی وجہ سے تو عصوبت کی حقدار ہو اور اسی وجہ سے ترجیح دی گئی ہے۔ شریفیہ ۲۳ (والتی تدلی بالجد ...... بزیادة القرب)

۶ سگے و سوتیلے بھائی بہن دادا کی موجودگی میں محروم ہیں۔ دیکھو دفعہ ۲ سند ۳ و ۴ و ۵ ۔ دفعہ ۳ سند ۹ ۔ دفعہ ۱۳ سند ۹ و ۱۰ ۔ دفعہ ۱۸ سند ۲۔

۷ فقہ میں باپ و دادا کے احکام یکساں ہیں الا بعض موقعوں پر۔ دیکھو دفعہ ۲۱ سند ۱ و دفعہ ہذا سند ۲ و ۳۔

۸ دادا کی موجودگی سے اس کی ہم درجہ دادی محروم نہیں ہوتی۔ دیکھو دفعہ ۲۶ سند ۶۔

مقاسمۃ الجد

فرائض میں مقاسمہ اس کو کہتے ہیں کہ دادا کے ساتھ اگر بھائی بہن ہوں تو دادا کو بھی ایک بھائی کا حصہ دیا جائے۔ نہ یہ کہ دادا کی موجودگی میں بھائی بہن محروم کر دیئے جائیں جیسا کہ مذہب امام اعظم ہے۔ تو مقاسمۃ الجد مذہب حنفیہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ صاحبین اور انکے تابعین کے مذہب کے موافق ہے۔ نیز علمائے شافعی کا اس پر عمل ہے۔

۱۹ - مقاسمۃ الجد کیا ہے اور کیا احناف کا اس پر عمل ہے۔

۱ مقاسمہ بروزن مفاعلہ قسمت سے مشتق ہے اور فرائض میں مقاسمہ اس کو کہتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں دادا اور بھائی ہوں تو دادا کو ایک بھائی کا حصہ دیا جائے۔ (اور اگر بھائی کے ساتھ بہن بھی ہو تو اس کو بھائی سے نصف) دیکھو دفعہ ۲۹۔

۲۔ مذہب امام ابوحنیفہ میں دادا کی موجودگی میں بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملتا۔ لہٰذا مقاسمۃ الجد صاحبین اور ان کے تابعین کے مذہب پر ہے۔

۱۔ دادا درجہ دوم کا عصبہ ہے اور بھائی درجہ سوم کا۔ تو دادا کی موجودگی میں بھائی کو ورثہ نہ ملنا چاہیے۔ جیسا کہ دفعہ ۳۹ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔

سندات ۱۔ مقاسمہ کے معنی و مطلب۔ مقاسمہ مفاعلہ کے وزن پر مشتق ہے قسمت سے۔ اور فرائض میں مقاسمہ اس کو کہتے ہیں کہ اگر دادا کے ساتھ بھائی ہوں تو دادا تقسیم میراث میں ایک بھائی کے مانند قرار دیا جائے۔ شریفیہ ۹۶ (اَلْمُقَاسَمَۃُ مُفَاعَلَۃٌ مِنَ الْقِسْمَۃِ) شریفیہ ۹۹ (تَفْسِیْرُ الْقِسْمَۃِ ...... مِنَ الْاِخْوَۃِ)۔

۲۔ مقاسمۃ الجد کیا ہے۔ دفعہ ۲۲ سند ۵۔

۳۔ صاحبین مقاسمہ جائز رکھتے ہیں برخلاف امام اعظم کے۔ مذہب امام ابوحنیفہ میں نہیں قسمت ہوتی دادا اور بھائیوں اور بہنوں کے درمیان۔ تو اس صورت میں اس باب کو (یعنی باب مقاسمۃ الجد کو) ملقب کرنا مقاسمہ کے ساتھ مبنی ہے صاحبین اور ان کے موافقین کے قول پر۔ شریفیہ ۹۶ (لَا قِسْمَۃَ ...... وَ وَافَقَہُمَا)۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۳۔

۲۰۔ دادا کی موجودگی میں بھائی بہنوں کو حصہ ملنا چاہیے یا نہیں۔

۱۔ اخیافی بھائی بہنوں کو دادا کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا۔ اجماعًا۔

۲۔ حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کو دادا کی موجودگی میں حصہ ملنے کے متعلق ذیل کی مختلف رائے ہیں:۔

ا۔ حصہ ملے گا۔ نزد حضرت علی۔ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ صاحبین۔ مالک۔ شافعی۔

ب۔ حصہ نہیں ملے گا۔ نزد حضرت ابوبکر صدیق۔ اور بعض صحابہ کرام کہ جنہوں نے ان کی متابعت کی۔ اور اسی قول پر حضرت ابوحنیفہ کا فتوےٰ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی محروم ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ باپ کے ساتھ نہیں وارث ہوتے۔ دیکھو دفعہ ۳۹ و سندات)۔

ج۔ بعض کے نزدیک چھٹا حصہ تو ضرور ملنا چاہیے اور پھر جو کچھ اور مل سکے۔ ایک جماعت نے تو جد کے متعلق فتوے دینے میں امتناع کیا ہے۔ بعض علماء نے تو جد کے بارہ میں آج تک فتوے نہ دیا۔ بلکہ خاموشی اختیار کی۔

د۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے مسئلہ جد کو حل کرنا چاہا مگر ناکامیابی رہی۔ دیکھو سند ۶۔

۳۔ آزاد کرنے والے کے بھائیوں کو دادا کی موجودگی میں حصہ نہیں ملے گا۔ نزد امام اعظم۔ نیز دیکھو دفعہ ۵۰ سند ۱۱۔

سندات ۱۔ اخیافی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں میراث سے محروم ہیں۔ اخیافی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں ساقط ہوتے ہیں اجماعًا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ شریفیہ ۹۶ (وَاَمَّا بَنُو الْاَخْیَافِ ...... کَمَا مَرَّ)

۲۔ دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کو ورثہ ملنا۔ کہا حضرت علی و ابن مسعود و زید بن ثابت نے کہ (حقیقی و علاتی بھائی بہن) وارث ہوتے ہیں دادا کی موجودگی میں اور یہی قول صاحبین کا ہے اور نیز امام مالک و امام شافعی کا۔ شریفیہ ۹۶ (قَالَ عَلِیٌّ ...... اَلشَّافِعِیُّ)

۳۔ دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کو ورثہ نہیں ملتا (نیز نزد ابوحنیفہؒ) کہا ابوبکر صدیقؓ نے اور صحابہ تابعین نے جیسے ابن عباس۔ ابن زبیر۔ ابن عمر۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابوسعید خدری۔ ابی بن کعب۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عائشہؓ وغیرہ نے کہ حقیقی و علاتی بھائی بہن نہیں وارث ہوتے دادا کے ساتھ جیسا کہ وہ نہیں وارث ہوتے باپ کے ساتھ۔ بلکہ دادا کل ترکہ لے لیتا ہے مثل باپ کے۔ اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور شریح اور عطا اور عروہ بن الزبیر و عمر بن عبدالعزیز

حسن بصری و ابن سیرینؒ کا بھی ہے۔ اور اسی قول پر امام اعظم کا فتویٰ ہے۔ شریفیہ ۹۶ (قَالَ اَبُوْبَكْرٍ ...... اَبِيْ حَنِيْفَةَ) ✦ سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے جن میں سے ایک بیٹا ہے اور پوتا گو درجہ میں کتنا ہی نیچا ہو۔ اور دوسرا باپ بالاتفاق امام و صاحبین اور تیسرا دادا ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ درمختار

۴ ۔امام اعظمؒ کی دلیل مقاسمۃ الجد کے متعلق ۔ جو امر کہ حضرت ابوحنیفہ نے اختیار کیا اس پر حضرت ابن عباس کا قول دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ زید بن ثابت نہیں ڈرتا اللہ سے جبکہ وہ پوتے کو بجائے بیٹے کے قرار دیتا ہے اور دادا کو بجائے باپ کے قرار نہیں دیتا جس کے یہ معنی ہیں کہ میت سے قرب بعد (بیٹے کی طرف یا باپ کی طرف) ایسی دلیل پر ہونا چاہئے جو دونوں میں مشترک ہو۔ مثلاً جب دادا مر جائے تو پوتا بجائے بیٹے کے بھائیوں کے واسطے حاجب ہوتا ہے۔ تو اسی طرح جب پوتا مر جائے تو ضرور ہے کہ دادا بجائے باپ کے بھائیوں کے واسطے حاجب ہو۔ شریفیہ ۹۸ (وَالدَّلِيْلُ عَلٰى مَا اخْتَارَ ...... فِيْ حَجْبِهِمْ اَيْضًا) ✦

۵ ۔امام ابوحنیفہؒ نے کیوں حضرت ابوبکرؓ کے قول کو اختیار کیا ۔ پھر یہ امر کہ حضرت امام اعظمؒ نے قول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس واسطے اختیار کیا کہ وہ قائم رہے اپنے قول پر اور اُن سے روایت میں اختلاف نہیں ہوا۔ شریفیہ ۹۸ (ثُمَّ اِنَّ ...... الرِّوَايَةِ)۔ دیکھو سند ا ✦

۶ ۔دادا کے حصہ کے متعلق اور خیال ۔ ایک جماعت نے دادا کے متعلق فتویٰ دینے میں امتناع کیا ہے۔ اور محمد بن سلمہ نے کہا ہے کہ اصلاح سے کام لینا چاہئے۔ اور محمد بن فضل البخاری نے کہا کہ چھٹا حصہ تو دادا کو ضرور دیدینا چاہئے کیونکہ صحابہ اس پر تو متفق ہیں اور باقی حصہ ملنے میں اصلاح سے کام لو۔ شریفیہ ۹۶/۹۸ (وَامْتَنَعَتْ جَمَاعَةٌ ...... وَيُصْلِحُ عَنِ الْبَاقِيْ) ✦

۷ حضرت عمرؓ کا مسئلہ جد کو حل کرنے کی کوشش اور ناکامیابی ۔ حضرت ابوعبیدہ سلمانی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے یاد کئے حضرت عمرؓ سے دادا کے متعلق ستر حکم کہ سب مختلف تھے۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تم میں سے کسی نے دیکھا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے جد کے متعلق کچھ حکم فرمایا ہو۔ تو ایک شخص بولا کہ ہاں میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے حکم فرمایا جد کے واسطے چھٹے حصہ کا۔ تو آپ نے پوچھا کہ کن وارثوں کے ساتھ۔ تو اس شخص نے کہا یہ مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ پھر (تمہارے کہنے کا) کیا فائدہ۔ پھر کھڑا ہوا دوسرا شخص اور اس نے کہا کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے حکم فرمایا جد کے واسطے تہائی حصہ کا۔ آپ نے پوچھا کہ کن ورثا کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ یہ تو خبر نہیں۔ اسی طرح تیسرے شخص نے جد کے متعلق نصف حصہ لینے کی شہادت دی۔ اور چوتھے نے کل کی۔ الغرض حضرت عمرؓ نے جمع کیا تھا صحابہ کرام کو ایک گھر میں تاکہ جد کے متعلق اتفاق رائے سے کچھ فیصلہ کریں۔ تو یکایک چھت میں سے ایک سانپ گرا۔ تو سب لوگ خوف کے مارے ادھر اُدھر ہو گئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہوا کہ جد کے بارہ میں کسی امر پر اتفاق رائے کیا جائے۔ [تو مجمع منتشر ہو گیا۔ اور مسئلہ حل نہ کیا گیا]۔ شریفیہ ۹۸ (وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ ...... فِي الْجَدِّ عَلٰى شَيْءٍ) ✦

۸ صحابہ و تابعین جو مقاسمۃ الجد کے خلاف ہیں ۔ سند ۱۳ ✦ **۹** ۔حضرت علی و زید بن ثابت و صاحبین مقاسمۃ الجد کے پیرو ہیں ۔ سند ۲ ✦

۱۰ ۔امام شافعی مقاسمۃ الجد کے پیرو ہیں ۔ سند ۲ ✦ **۱۱** ۔مسئلہ جد آج تک کیوں غیر فیصلہ شدہ ہے ۔ سند ۷ ✦

۲۱ ۔ دادا اور بھائیوں کی تقسیم کا مسئلہ اختلافی کیوں ہے؟ (ایسا اختلافی مسئلہ کوئی اور بھی ہے؟)

۱۔ دادا اور بھائیوں کی تقسیم میں علماء کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ بعض تو دادا کے احکام کا باپ کے احکام سے مقابلہ کرتے ہیں اور بعض بھائیوں کے احکام سے ۔ لہذا پہلی قسم کے علماء مقاسمہ کے قائل نہیں ہیں بمقابلہ دوسری قسم کے ✦

۲۔ اختلافی مسئلہ اس کے علاوہ فقہ میں اور بھی ہیں مثلاً مسئلہ دہر ۔ وقت ختان ۔ انجام اطفال مشرکین وغیرہ (تفصیل سندات میں دیکھو)

سندات

۱ ۔دادا باپ کے مشابہ ہے ۔ یاد رہے کہ دادا باپ کے مشابہ ہے (ان احکام میں) (۱) بنی اخیاف کے محجوب کرنے میں (یعنی جیسے باپ اُن کو محجوب کرتا ہے ایسا ہی دادا بھی کرتا ہے)۔ (۲) جب دادا نکاح کرے صغیر یا صغیرہ کا (یعنی اپنی نابالغ پوتا پوتی کا) تو نہیں اُن دونوں کو اختیار فسخ کا جبکہ

بالغ ہوجاتے ہیں وہ دونوں (جیسا کہ باپ کی موجودگی میں ہوتا ہے)۔ (۳) بھائی کو نکاح کی ولایت نہیں حاصل ہے دادا کی زندگی میں جیسا کہ باپ کی زندگی میں نہیں حاصل۔ بموجب ظاہر الروایت[1]۔ (۴) دادا نہیں قتل کیا جاتا پوتے کے قصاص میں (جیسا کہ نہیں قتل کیا جاتا باپ بیٹے کے قصاص میں)۔ (۵) ان کی بیویاں ان کے مرنے کے بعد ایک دوسرے پر حرام ہیں[2]۔ (۶) شہادت ایک کی دوسرے کے واسطے قبول نہیں کی جائیگی (یعنی باپ کی شہادت بیٹے کے واسطے اور دادا کی پوتے کے واسطے)۔ (۷) استیلاد جد صحیح رکھا گیا ہے۔ (یعنی جیسے بیٹے کی لونڈی سے باپ کا بچہ صحیح النسب ہے ویسا ہی پوتے کی لونڈی سے دادا کا بچہ صحیح النسب ہے) (۸) جیسے باپ کو زکوٰۃ دینی درست نہیں اسی طرح دادا کو بھی دینی درست نہیں۔ (۹) جیسے باپ کا قبضہ کل مال اور جان پر ہوتا ہے اسی طرح دادا کا بھی ہوتا ہے — شریفیہ ۹۶ (وَاعْلَمْ .... وَالنَّفْسِ كَالْأَبِ)۔

باپ دادا کے احکام میں مشابہت وغیر مشابہت - میں کہتا ہوں اور کتاب الاشباہ والنظائر میں بھی ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے۔ مگر تیرہ مسئلوں میں نہیں ہے۔ جن میں سے پانچ مسئلہ فرائض کے متعلق ہیں۔ اور باقی غیر فرائض سے متعلق ہیں۔ اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنی کتاب زواہر جواہر میں جو اشباہ کا حاشیہ ہے ان تیرہ مسئلوں پر ایک مسئلہ اور بڑھایا ہے۔ جو فصولین سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باپ نے اپنے نابالغ بچے کے مہر کی ضمانت دی۔ پھر اس کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا۔ تو بچے کے مال میں سے اس کو لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ اس نے ادا کے وقت نیت کی ہو کہ بچے کے مال میں سے لے لونگا۔ اگر نیت نہ کی ہو تو لینے کا مجاز نہیں ہے۔ اگر باپ کے علاوہ بچے کے کسی اور ولی یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے مہر ادا کیا تو مطلقاً رجوع کر سکتا ہے۔ یعنی نیت کی ہو یا نہ کی ہو — لہٰذا "لو ولیا غیرہ" میں دادا بھی شامل ہے۔ تو دادا بھی وصی کی طرح رجوع کریگا۔ مگر باپ رجوع نہیں کر سکتا — درمختار ۸۶۳ (قُلْتُ وَفِي الْأَشْبَاهِ .... بِخِلَافِ الْأَبِ)

اشباہ والنظائر میں تیرہ مسئلہ حسب ذیل لکھے ہیں۔ (۱) سے (۵)۔ ان کا ذکر پہلے دفعہ ۱۹ سند ۴ میں کیا ہے۔

(۶)۔ اگر میت نے زید کے اقربا کے واسطے وصیت کی تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہوگا۔ ہاں دادا داخل ہوگا۔ بموجب ظاہر الروایت۔

(۷)۔ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے۔ نہ دادا پر۔ (۸)۔ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولا کو اپنے مولی کی طرف کھینچے گا۔ نہ دادا کے مولی کی طرف (دیکھو دفعہ ۵۰ سند)۔ (۹)۔ صغیر مسلمان ہوجاتا ہے اپنے باپ کے اسلام لانے سے۔ نہ دادا کے اسلام لانے سے (۱۰)۔ اگر زید مرجائے اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو ولایت زید کے باپ کو ہے۔ نہ زید کے دادا کو۔ (۱۱)۔ اگر صغیر کا بھائی اور دادا موجود ہے تو نکاح کی ولایت نزد ابو یوسف (دونوں) کو ہے شرکت سے)۔ امام اعظم کے نزدیک خاص دادا کو ہے۔ اگر باپ زندہ ہوتا تو بالاجماع باپ کو ہوتی۔ (۱۲)۔ اگر صغیر کا باپ مرجاوے تو یتیم کہلاتا ہے اسکی بجائے دادا کا موجود ہونا اسکی یتیمی کو زائل نہیں کرتا۔ (۱۳)۔ اگر میت نے ولد صغیر چھوڑا اور ترکہ کچھ نہ چھوڑا۔ اور میت کی ماں اور دادا زندہ ہیں تو نفقہ ان دونوں کے ذمہ ہے تہائی تو ماں کے ذمہ اور دو تہائی دادا کے ذمہ۔ اگر باپ زندہ ہوتا تو کل نفقہ اس کے ذمہ ہوتا۔

دادا بھائی کے مشابہ ہے - مشابہ ہے دادا بھائی کے (۱) جب کسی نابالغ کے دادا اور ماں زندہ ہوں تو نفقہ دونوں کو تین تہائی کے حساب سے دینا ہوگا جیسا کہ میراث کا طریق ہے اور ایسا ہی بھائی اور ماں کی موجودگی میں۔ (۲) نہیں مقرر کیا جاتا نفقہ دادا تنگدست پر جیسا کہ نہیں مقرر کیا جاتا بھائی تنگ دست پر (چھوٹے بھائی کا نفقہ)۔ (۳) صغیر کا صدقہ فطر دادا پر نہیں ہے۔ (جیسے کہ صدقہ فطر چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی پر نہیں ہے) (۴) صغیر مسلمان نہیں ہوتا دادا کے اسلام قبول کر لینے پر (جیسا کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے اسلام لانے سے مسلمان نہیں ہوتا)۔ (۵) اگر دادا کسی کو پوتہ بنانے کا بیٹے کی زندگی میں اقرار کرے تو اس کے اقرار سے بچہ کا نسب نہ ثابت ہوگا (جبتک کہ بیٹا خود اقرار نہ کرے) جیسا کہ بھائی بنانے میں بھائی کا اقرار بغیر باپ کے اقرار کے صحیح نہیں (دیکھو دفعہ ۱۷ سند ۱۳)۔ (۶) دادا نہیں کھینچتا نافلہ[3] کا اپنے مولی کی طرف (ولا کھینچنے کی صورتیں دفعہ ۵۰ میں دیکھو)۔ اور اسی طرح دو بھائی بھی ایک دوسرے کا ولا نہیں کھینچینگے — شریفیہ ۹۶ (وَيُشْبِهُ الْأَخَ .... فِي الْأَخِ)۔

---

[1] ظاہر الروایت سے مطلب ہے امام محمد کی چھ کتابیں مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ [2] یعنی دادا کی بیوی پوتے کے واسطے اور پوتے کی بیوی دادا کے واسطے حرام ہے جیسا کہ بیٹے کی بیوی باپ کے واسطے اور باپ کی بیوی بیٹے کے واسطے۔ [3] صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ دادا اور نافلہ (پوتا) دونوں دو شخصوں کے غلام ہیں۔ تو مالک نافلہ نے نافلہ کو آزاد کیا۔ اس کے بعد نافلہ مرگیا تو اس کا ولا اس کے آزاد کرنے والے کو جائیگا۔ اور دادا (غلام) اس کا وارث نہ ہوگا۔ پھر اگر فرض کرو کہ دادا کے مالک نے دادا کو آزاد کر دیا پھر وہ مرگیا تو نافلہ کا ولا اس طرف نہیں پہنچے گا۔ بلکہ اس کے مالک پاس رہیگا۔ جیسا کہ جب دو بھائی دو مالکوں کے غلام ہوں تب بھی یہی صورت ہوگی — حاشیۂ السعد۔

دادا کو ورثہ دینے میں کیوں اختلاف ہے۔ پس بوجہ متعارض ہونے ان احکام کے اختلاف کیا ہے علماء نے صحابہ و تابعین وغیرہم میں سے مسئلہ جد میں بھائی کی موجودگی کے موقع پر۔ اور بعض علماء نے مسئلہ جد میں توقف کیا جیسا کہ توقف کیا حضرت ابوحنیفہ نے مسئلہ دہر میں اور وقت ختان میں اور اطفال مشرکین کے بارے میں۔ شریفیہ ۱۲ (فلتنازعنی ...... اطفال المشرکین)۔

تشریح: مسئلہ دہر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں فلاں شخص سے کلام نہیں کرونگا دہر تک تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ دہر کیا ہے ایک سال یا ایک دن یا ایک برس۔ صاحبین کے نزدیک ۶ ماہ بمعنی دہر میں بعض کے نزدیک ہزار برس بھی ہیں۔ بعض کے نزدیک ابد ہے۔ از شرح سراجی۔ وقت ختان یعنی بچوں کے ختنہ کا وقت بعض کے نزدیک ۷ برس سے ۱۲ برس تک ہے۔ امام اعظمؒ نے اس میں توقف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بچے کی طاقت کو دیکھا جائے اگر وہ اچھا قوی ہے تو اس بارہ میں تعجیل کی جائے۔ اور اگر کمزور ہے تو تاخیر کی جائے۔ اور اطفال مشرکین کے بارہ میں کہ وہ جنت میں جائینگے یا دوزخ میں۔ امام اعظمؒ نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اور بعض کے نزدیک وہ جنت میں جائینگے۔

۴۲۔ حضرت علیؓ و زید و ابن مسعود کا طریق توریث (طریق شافعی)۔

۱۔ حضرت علی کے نزدیک دادا کو $\frac{1}{6}$ یا مقاسمہ۔ جونسا بڑا ہو ملنا چاہیئے۔

۱۔ دادا کے ساتھ اگر حقیقی و علاتی بھائی ہونگے۔ تو علاتی محروم کر دیئے جائیں گے۔ اور مال صرف دادا اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔

۲۔ دادا کے ساتھ اگر بہنیں ہوں (اور بھائی کوئی نہ ہو) تو بہن صاحبہ فرض ہی رہیگی عصبہ نہیں بنیگی۔ تو اگر دادا، بہن ح، بہن ع ہوں تو یہ حصے ہونگے $\frac{1}{6} + \frac{1}{2} + \frac{1}{6}$۔

۲۔ ابن مسعود کے نزدیک دادا کو $\frac{1}{6}$ یا مقاسمہ۔ جونسا بڑا ہو ملنا چاہیئے۔

۱۔ دادا کے ساتھ اگر حقیقی و علاتی بھائی ہونگے۔ تو علاتی محروم کر دیئے جائیں گے۔ اور مال صرف دادا اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔

۲۔ دادا کے ساتھ اگر بہنیں ہوں (اور بھائی کوئی نہ ہو) تو بہن صاحبہ فرض ہی رہیگی۔ عصبہ نہیں بنیگی۔ تو اگر دادا، بہن ح، بہن ع ہوں تو یہ حصے ہونگے $\frac{1}{6} + \frac{1}{2} + \frac{1}{6}$۔

۳۔ حضرت زید کے نزدیک دادا کو $\frac{1}{3}$ یا مقاسمہ۔ جونسا بڑا ہو ملنا چاہیئے۔

۱۔ اگر دادا کے ساتھ اور ذوی الفروض بھی ہوں تو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد بقایا میں سے دادا کو یا مقاسمہ یا باقی کا $\frac{1}{3}$ یا کل مال کا $\frac{1}{6}$ جونسا زیادہ ہو ملنا چاہیئے۔

۲۔ اگر دادا کے ساتھ حقیقی و علاتی بھائی ہوں تو دادا کا حصہ کم کرنے کے واسطے علاتی کو حساب میں لے لینگے پھر جو اُن کا حصہ نکلے گا وہ حقیقی کو ملجائیگا۔ اور علاتی محروم کر دیئے جائینگے۔

۳۔ دادا کے ساتھ اگر بہن ہو تو وہ محروم ہوجائیگی لیکن مسئلہ اکدریہ میں دادا اور بہن کا حصہ جمع کر کے دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا جائیگا۔

۴۔ دادا کے ساتھ حقیقی و علاتی بھائی یا بہنیں عصبہ بنتی ہیں اگر کوئی اور ذوی الفروض ساتھ نہ ہو۔ مگر بہنوں کا حصہ مقررہ حصہ سے بڑھنے نہیں پاتا۔

۵۔ دادا کے ساتھ دادی کو فرض حصہ ملے گا۔

نقشہ ۱۵- حضرت علیؓ و زیدؓ و ابن مسعودؓ کا طریق توریث

صورت (۱)- جبکہ دادا اور بھائی بہنیں ہوں اور کوئی اور ذی فرض نہ ہو (جو کچھ ملنا چاہیے وہ حلقہ میں بند ہے)

دادا بموجودگی بھائی و بہن	حضرت زیدؓ و ابن مسعود کی تقسیم — کل مال کا تہائی	حضرت زیدؓ و ابن مسعود کی تقسیم — مقاسمہ	حضرت علیؓ کی تقسیم — مقاسمہ	حضرت علیؓ کی تقسیم — یا چھٹا حصہ
۱- دادا + بھائی	$\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$	$\frac{1}{2}+\boxed{\frac{1}{2}}$	$\boxed{\frac{1}{2}}$	$\frac{1}{6}$
۲- دادا + ۲ بھائی	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{6}$
۳- دادا + ۳ بھائی	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{2}{4}+\frac{1}{4}$	$\boxed{\frac{1}{4}}$	$\frac{1}{6}$
۴- دادا + ۴ بھائی	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{4}{5}+\frac{1}{5}$	$\boxed{\frac{1}{5}}$	$\frac{1}{6}$
۵- دادا + ۵ بھائی	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{5}{6}+\frac{1}{6}$	$\boxed{\frac{1}{6}}$	$\boxed{\frac{1}{6}}$
۶- دادا + بہن ح	$\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}+\boxed{\frac{2}{3}}$	$\boxed{\frac{2}{3}}$	$\frac{1}{6}$
۷- دادا + ۲ بہن ح	$\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$	$\frac{1}{2}+\boxed{\frac{1}{2}}$	$\boxed{\frac{1}{2}}$	$\frac{1}{6}$
۸- دادا + ۳ بہن ح	$\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$	$\frac{3}{5}+\boxed{\frac{2}{5}}$	$\boxed{\frac{2}{5}}$	$\frac{1}{6}$
۹- دادا + ۴ بہن ح	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{6}$
۱۰- دادا + ۵ بہن ح	$\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{5}{7}+\frac{2}{7}$	$\boxed{\frac{2}{7}}$	$\frac{1}{6}$
۱۱- دادا + بہن ح + بہن ع	محروم + $\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	محروم + $\frac{1}{2}+\frac{1}{2}$	$\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{6}$
۱۲- دادا + بہن ح + ۲ بہن ع	محروم + $\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{10}+\frac{1}{2}+\frac{2}{5}$	$\boxed{\frac{2}{5}}$	$\frac{1}{6}$
۱۳- دادا + بھائی ح + بھائی ع	محروم + $\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	محروم + $\frac{2}{3}+\boxed{\frac{1}{3}}$	$\boxed{\frac{1}{3}}$	$\frac{1}{6}$
۱۴- دادا + بھائی ح + بہن ع	محروم + $\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$	محروم + $\frac{3}{5}+\boxed{\frac{2}{5}}$	$\boxed{\frac{2}{5}}$	$\frac{1}{6}$

صورت (۲)- جبکہ دادا اور بھائی بہنیں ہوں اور کوئی ذی فرض بھی ہو۔

حضرت زید کی خاص تقسیم -

دادا بموجودگی دیگر ذوی الفروض	باقی مال کا تہائی	مقاسمہ	کل مال کا $\frac{1}{6}$
۱۵- دادا + خاوند + بھائی	$\frac{1}{4}+\frac{1}{2}+\frac{1}{6}$	$\frac{1}{4}+\frac{1}{2}+\boxed{\frac{1}{4}}$	$\frac{1}{4}+\frac{1}{2}+\frac{1}{6}$
۱۶- دادا + دادی + بھائی + بہن	$\frac{1}{9}+\frac{4}{9}+\frac{1}{6}+\boxed{\frac{5}{18}}$	$\frac{5}{42}+\frac{10}{21}+\frac{1}{6}+\frac{5}{21}$	$\frac{2}{9}+\frac{4}{9}+\frac{1}{6}+\frac{1}{6}$
۱۷- دادا + دادی + دو بھائی + بیٹی	$\frac{1}{2}+\frac{2}{9}+\frac{1}{6}+\frac{1}{9}$	$\frac{1}{2}+\frac{2}{9}+\frac{1}{6}+\frac{1}{9}$	$\frac{1}{2}+\frac{1}{6}+\frac{1}{6}+\boxed{\frac{1}{6}}$
۱۸- دادا + خاوند + ماں + بیٹی + بہن ح یا ع	$\frac{2}{24}+\frac{1}{12}+\frac{1}{6}+\frac{1}{4}+\frac{1}{24}$	$\frac{1}{24}+\frac{1}{2}+\frac{1}{6}+\frac{1}{4}+\frac{2}{24}$	$\times+\frac{1}{2}+\frac{1}{6}+\frac{1}{4}+\frac{1}{6}$
۱۹- مسئلہ اکدریہ - دیکھو ضمیمہ ۵ صفحہ ۱۱۳			

نوٹ: علاتی بھائی بہن کو پہلے دادا کے حصہ کے کم کرنے کے واسطے شمار میں لے لیں گے اور پھر محروم کر دینگے - چنانچہ دادا اور بہن حقیقی اور دو بہن علاتی کی صورت میں ترکہ ۵ سہام

نقشہ ۱۶
نقشہ ۱۶ - دادا بموجودگی پانچ بھائی
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
(۱) تقسیم جبکہ کل مال کا تہائی جد کو ملے
(۲) تقسیم از روئے مقاسمہ
(۳) حضرت علی کی تقسیم
اگر ایک سے زیادہ بھائی ہونگے تو مقاسمہ سے بہتر کل مال کا تہائی ہے
میت
بھائی
نقشہ ۱۷ - دادا بموجودگی پانچ بہن
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
(۱) تقسیم جبکہ کل مال کا تہائی دادا کو ملے
(۲) تقسیم از روئے مقاسمہ
(۳) حضرت علی کی تقسیم
اگر چار یا پانچ یا زیادہ بہنیں ہونگی تو کل مال کا تہائی مقاسمہ سے بہتر ہوگا۔
میت
بہن

[illegible] ۱ - تقسیم حصص میں معاونین مقاسمۃ الجد کی رائے میں اختلاف - یاد رہے کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت نے اگرچہ بھائیوں کی موجودگی میں دادا کو حصہ دیا جانے میں اتفاق کیا ہے لیکن کیفیت قسمت میں اختلاف کیا ہے ــــ شریفیہ ۹۸ (واعلم ...... کیفیت القسمۃ) +

۲ - حضرت علی کی تقسیم - حضرت علیؓ تو اس طرف گئے ہیں کہ دادا بھائیوں کے ساتھ مقاسمہ کرے گا جب تک کہ اس کا حصہ چھٹے سے نہ گھٹے - اور جب مقاسمہ میں گھٹے تو چھٹا حصہ دیا جائے - اس واسطے کہ باپ کا حصہ چھٹے سے کم نہیں ہے - [اسی طرح نہیں گھٹیگا دادا کا حصہ چھٹے سے کیونکہ وہ باپ کے قائم مقام ہے - حاشیہ] چنانچہ جبکہ ہوں دادا کے ساتھ دو یا تین یا چار حقیقی بھائی تو دادا کے واسطے مقاسمہ بہتر ہے - اور جبکہ ہوں پانچ بھائی تو اس حال میں مقاسمہ اور چھٹا حصہ دونوں برابر آتے ہیں - دوسری یہ بات ہے کہ اگر حقیقی بھائیوں کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہونگے تو حضرت علی کے نزدیک علاتی بھائیوں کا لحاظ نہیں کیا جائیگا - چنانچہ اگر دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی ہوں تو میراث دادا اور حقیقی بھائی میں بالمناصفہ تقسیم ہوگی - اور اسی طرح حضرت علی کے نزدیک دادا صرف بہنوں کو یعنی جبکہ بھائی ساتھ نہ ہو تو بالکل عصبہ نہیں کرتا بلکہ دادا کے ساتھ بہن صاحبہ فرض ہوتی ہے - چنانچہ جس صورت میں کہ ورثا دادا اور حقیقی بہن اور علاتی بہن ہوں تو حقیقی بہن کو نصف ترکہ ملیگا - اور علاتی کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پورا ہو جائے - اور باقی دادا کو دیا جائیگا ــــ شریفیہ ۹۸ (فذھب علی ...... فللجد الباقی) +

۳ - ابن مسعود کی تقسیم - ابن مسعود اس طرف گئے ہیں کہ دادا کے لئے مقاسمہ کیا جائیگا جبتک کہ نہ گھٹے اس کا حصہ تہائی سے اور اس میں وہ موافق ہیں حضرت زید کے خیال کے + اور اس امر میں کہ مقاسمہ جد میں حقیقی بھائیوں کے ساتھ علاتی بھائیوں کا لحاظ نہیں کیا جائیگا ابن مسعود نے حضرت علی کے خیال سے موافقت کی ہے اور نیز اس امر میں بھی کہ اکیلی بہنیں دادا کے ساتھ صاحبہ فرض ہیں ــــ شریفیہ ۹۸ (وذھب ابن مسعود ...... عند علی رض)

۴ - حضرت زید کی تقسیم - حضرت زید کے نزدیک دادا کو حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ جبکہ ساتھ میں کوئی ذی فرض نہ ہو - مقاسمہ یا کل مال کی تہائی جونسا بہتر ہو ملے گا +

بنی علات داخل ہونگے تقسیم میں بنی اعیان کے ساتھ دادا کے حصہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے - اور جب دادا اپنا حصہ لے چکے - تو بنو العلات کو محروم رکھ کر متروکہ میں سے کچھ نہ دیکر علیحدہ کر دیتے ہیں + چنانچہ دادا کو حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ صرف بنی اعیان میں تقسیم ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ مرد کو دو عورتوں کی برابر دیا جاتا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ بنی علات دادا کے ساتھ اسوقت وارث ہوتے ہیں جبکہ بنی اعیان نہ ہوں - اور بنی علات بنی اعیان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے - تو دادا کے ساتھ تقسیم میں تو ان کو شمار کر لیا - اور بنی اعیان کے حقوق کے اعتبار سے ان کو علیحدہ کر دیا - چنانچہ بنی علات دادا کا حصہ کم کرنے کی غرض سے تقسیم میں محسوب کئے جاتے ہیں اور بنی اعیان کی موجودگی کی وجہ سے میراث سے محروم کر دئے جاتے ہیں - اور نظیر اس امر کی [کہ کسی توریث کے موقع پر کسی وارث کو پہلے شامل کر لینا اور پھر دوسرے وارث کے لحاظ سے اس کو ساقط کر دینا] یہ ہے کہ ایک میت نے چھوڑی ماں اور حقیقی بھائی اور علاتی بھائی - تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا بوجہ علاتی بھائی کے تقسیم میں داخل کرنے کے ماں کو محجوب کرنے کی غرض سے - باوجودیکہ علاتی بھائی حقیقی بھائی کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے + اچھا جب دادا کے ساتھ سگا بھائی ہوگا اور سوتیلا بھائی تو مقاسمہ اور مال کا تہائی دونوں برابر ہیں (دیکھو دفعہ ۲ متن) - تو دادا کو تہائی ملے گا اور باقی مال سگے بھائی کو ملے گا اور سوتیلا بھائی محروم نکل جائیگا - اگرچہ حساب میں اس کو داخل کر لیا تھا + اور اگر ہم سوتیلے بھائی کی جگہ سوتیلی بہن فرض کریں تو مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہے اور مسئلہ ۵ سے ہوگا اور اس میں سے دو سہم دادا کو ملیں گے اور باقی کہ وہ تین ہیں سگے بھائی کو پہنچے اور سوتیلی بہن محروم ہوگی - اس واسطے کہ بنی علات وارثوں میں سے نکل جائینگے اور ان کو کچھ نہ ملے گا + اگر بنی اعیان سے ایک بہن ہو - تو جب وہ اپنا فرضی حصہ لے لے یعنی کل مال کا نصف بعد دینے حصہ جد کے تو باقی بنی علات کو ملے گا - اور اگر کچھ نہ بچے [یعنی ان کا فرضی حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچے] تو بنی علات کو کچھ نہیں ملیگا - جو ہم نے حصہ فرضی کہا وہ اس وجہ سے کہ حقیقی و علاتی بہنیں حضرت زید کے نزدیک جد کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں - تو ایسی صورت میں ان کے واسطے کچھ نہیں بچیگا - مگر مسئلہ اکدریہ میں (دیکھو ضمیمہ ۵) [اب ایک نقص واقع ہوا - وہ یہ کہ جب جد کے ساتھ سگی و سوتیلی بہن عصبہ ہو گئیں تو جد کے حصہ دینے کے بعد باقی نصف یا زیادہ یا کم بہن حقیقی کو ملے گا - اور سوتیلی بہن کو کچھ نہیں ملنا چاہیے کیونکہ عصبات میں قوت قرابت معتبر ہے] اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جبکہ سگی بہن ایک ہو تو اس کا حصہ نصف سے زیادہ نہ ہوگا اور نہ کم ہوگا - اور بنی علات کی موجودگی میں تو بہن نے اپنا استحقاق فرض کا لی کہ وہ نصف ہے لیگی - اور باقی سوتیلی کو ملے گا - دیکھو اگر دادا کی جگہ اور کوئی ذوی الفروض ہوتا سوائے بیٹیوں اور پوتیوں کے تو وہ صاحب فرض اپنا فرضی حصہ لیتا اور بہن کو نصف ترکہ ملتا - پھر اگر کچھ باقی

رہتا تو علاتی بہنوں کو ملتا۔ اسی طرح بہن ح کو بھی دادا کے ساتھ نصف ترکہ ملے گا۔ اور اگر کچھ باقی رہیگا تو وہ علاتی بہنوں کو ملیگا۔ جیسا کہ اگر مسئلہ میں ہوں دادا اور سگی بہن اور علاتی بہنیں [اس کا حال آگے آتا ہے]۔ شریفیہ ۹۹۔۱۰۰ (عِنْدَ زَیْد..... ذُوْسَہْم..... وَبَنُوا الْعَلَّاتِ..... اُخْتَیْنِ لِأَبٍ) ◆

۵ ـ <u>حضرت زید کے قواعد کی کیوں زیادہ تشریح کی</u> ـ حضرت زید کے قول کو خصوصیت سے اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ ابو یوسفؒ و محمدؒ نے تقسیم میں اسی طریق کو پسند کیا ہے بمقابلہ طریق علی و ابن مسعود کے۔ اور مفتی کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جس مسئلہ میں کہ امام ابو یوسف ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف تو جس طرف کو چاہے اختیار کرے۔ پس حضرت زید کے قول کی تصریح اس وجہ سے کی گئی ہے کہ صاحبین کے قول کی تشریح کی جائے ـــ شریفیہ ۹۹ (وَقَدْ خَصَّ...... قَوْلَہُمَا) ◆

۶ ـ <u>مقاسمہ کس کو کہتے ہیں</u>۔ مقاسمہ اس کو کہتے ہیں کہ قرار دیا جائے دادا تقسیم میں ایک بھائی کے مانند بھائیوں میں سے۔ پس تقسیم کیا جائے مال درمیان دادا اور بھائیوں کے (جیسا کہ تقسیم کیا جاتا ہے بھائی اور بہنوں کے درمیان) للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر اور قرار دیا جائے حصہ دادا کا بھائیوں کے ساتھ مانند ایک بھائی کے حصہ کے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دادا ایک طریق پر تو باپ کے مشابہ ہے اور دوسرے طریق پر بھائی کے مشابہ ہے (دیکھو دفعہ ۱۲ سند است)۔ پس ہمنے دونوں مشابہت کے لحاظ سے دادا کا حق ادا کیا یعنی دادا کو ہمنے باپ کے مانند قرار دیا اخیافی بھائیوں کے محجوب کرنے میں اور بھائی کے مانند قرار دیا تقسیم میراث میں اگر مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہو۔ اور اگر مقاسمہ بہتر نہ ہو تو ہمنے کل مال کا تہائی اس کو دیا۔ کیونکہ دادا اولاد کی موجودگی میں وارث ہوتا ہے چھٹے حصہ کا۔ پس بھائیوں کے ساتھ اس کا حصہ مضاعف کیا جائیگا ◆ دوسرے جب ترکہ ماں اور باپ میں تقسیم کیا جاتا ہے تو ماں کو تہائی اور باپ کو دو تہائی دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں (میت سے) ایک درجہ اوپر ہوتے ہیں۔ اور جب ہوں دادا اور دادی جو (میت سے) دو درجہ اوپر ہے اور دادی کا حصہ چھٹا ہو تو دادا کے واسطے اس کا المضاعف یعنی تہائی ہوگا ـــ شریفیہ ۹۹ (وَتَفْسِیْر...... اَعْنِیْ الثُّلُث)

۷ ـ <u>مثال ۱ و ۲ و ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ کا حل</u> ـ اگر دادا کے ساتھ ایک بھائی ہو تو اس کو مقاسمہ سے نصف مال ملتا ہے۔ تو یہ $\frac{1}{3}$ ملنے سے بہتر ہے ◆ اور اگر دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو مقاسمہ اور $\frac{1}{3}$ برابر ہے ◆ اور اگر دادا کے ساتھ تین بھائی ہوں تو $\frac{1}{3}$ بہتر ہے۔ کیونکہ اس حالت میں جو کچھ اس کو مقاسمہ سے ملے گا وہ $\frac{1}{4}$ ہوگا ◆ اور اگر دادا کے ساتھ دو بہنیں ح ہوں یا تین بہنیں ح ہوں۔ تو مقاسمہ بہتر ہے۔ اور اگر دادا کے ساتھ چار بہنیں ہوں۔ تو مقاسمہ اور $\frac{1}{3}$ برابر ہے۔ اور اگر بہنوں کی تعداد ۴ سے بڑھ جائے۔ تو $\frac{1}{3}$ بہتر ہوگا ـــ شریفیہ ـــ (وَاِذَا کَانَ مَعَ الْجَدِّ....... الثُّلُثُ خَیْرٌ لَہٗ)

<u>دادا + بھائی (حضرت علیؓ کی تقسیم)</u> دیکھو سند ۲   <u>دادا + بہنیں (حضرت علیؓ کی تقسیم)</u> دیکھو سند ۲

۸ <u>جبکہ علاتی بہنوں کے واسطے کچھ نہیں بچتا (معہ مثال) زید کی تقسیم</u> مصنف سراجی نے اس طرح فرمایا کہ اگر مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو۔ بجائے دو علاتی بہنوں کے تو اس کے واسطے کچھ نہیں بچے گا۔ کیونکہ دادا اس صورت میں مقاسمہ سے نصف مال لے گا۔ اور وہ اس کے واسطے بہتر ہوگا تہائی لینے سے۔ اب جو دوسرا نصف رہ جائیگا تو وہ حقیقی بہن کو ملے گا۔ تو اس طرح علاتی بہن کے واسطے کچھ نہیں بچے گا۔ اسی طرح اگر دادا کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں یا زیادہ [تب بھی علاتی بہن کے واسطے کچھ نہیں بچتا]۔ کیونکہ اس صورت میں اگر دادا کے واسطے تہائی مال مقاسمہ سے بہتر ہے یا مقاسمہ کے مساوی ہے۔ تو دونوں صورتوں میں دادا کو تہائی ملے گا (حضرت زید کے نزدیک) باقی دو تہائی حصہ حقیقی بہنوں کا ہے۔ اور اگر مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہے تو تہائی سے زائد دادا لیگا۔ تو اس طرح ترکہ میں سے دو تہائی سے کم باقی رہے گا اُن بہنوں کے لئے۔ لہذا پہلی صورت میں [جبکہ تہائی دادا کے واسطے بہتر ہو]۔ تو بہنوں کو ان کا صحیح فرضی حصہ یعنی $\frac{2}{3}$ دیے جائیں گے۔ اور دوسری صورت میں [جب کہ مقاسمہ دادا کے واسطے بہتر ہو] تو بہنوں کو تہائی سے کم دیا جائے گا۔ غرض ہر صورت میں علاتی بہنوں کے واسطے کچھ نہیں بچتا ـــ شریفیہ ۱۰۱ (اَمَّا مِثَالُ مَا لَا یَبْقٰی....... عَلَی التَّقْدِیْرَیْنِ)۔

۹ ـ <u>جبکہ علاتی بہنوں کے واسطے کچھ بچتا ہے (معہ مثال۔ زید کی تقسیم)</u> ـ اگر دادا۔ اور حقیقی بہن۔ اور دو علاتی بہنیں ہیں۔ تو یہاں دادا کے واسطے مقاسمہ بہتر ہے۔ کیونکہ ہم اس کو بھائی کی مانند قرار دینگے۔ تو گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس مسئلہ میں کل پانچ بہنیں ہیں۔ تو دادا کو دو سہم ملے۔ باقی رہے تین سہم تو حقیقی بہن کو کل مال کا نصف ملا یعنی $\frac{1}{2}$ ۲۔ تو مسئلہ میں انکسار واقع ہوا۔ لہذا ہمنے پانچ کو مخرج نصف میں یعنی دو میں ضرب دیا۔ تو حاصل ہوئے دس۔ اس میں سے چار سہام دادا کو ملے اور نصف یعنی پانچ سگی بہن کو۔ باقی رہا ایک سہم۔ وہ علاتی بہنوں پر مستقیم نہیں۔ تو ضرب دیا اُن دو کو اس میں تو حاصل ہوئے بیس۔ اس سے تصحیح کامل ہوگئی۔ اس طرح سے کہ دادا کو آٹھ ملے۔ اور نصف یعنی دس حقیقی بہن کو ملے۔ باقی رہے دو وہ دو علاتی بہنوں کو ملے۔ اور جو تفصیل

ہمنے بیان کی تو اس کی نسبت مصنف نے فرمایا کہ باقی رہیگا دو علاتی بہنوں کے لئے دسواں حصّہ مال کا اور مسئلہ صحیح ہوگا بیس سے ۔ اب تم مسئلہ کی تصحیح کے متعلق یہ کہہ سکتے ہو کہ دادا کو دو سہم ملے۔ اور ہر بہن کو ایک ایک سہم۔ پھر حقیقی بہن علاتی بہن سے اتنا لے لیگی کہ اس کا حصہ نصف پورا ہو جائے یعنی ۲½ سہم تو اب واپس دینے کے بعد علاتی بہنوں کے واسطے نصف سہم باقی رہیگا۔ تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو چوتھائی چوتھائی سہم ملیگا۔ تو اس طرح چوتھائی ملنے سے حصّوں میں کسر آئیگی۔ تو ہمنے ضرب دیا مخرج کسر کو یعنی چار کو اصل مسئلہ میں یعنی پانچ میں تو حاصل ضرب بیس ہوا۔ اور اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ یہ مثال ہوئی ایسی کہ جس میں علاتی بہنوں کے واسطے کچھ بچتا ہے ۔۔۔۔ شریفیہ ۱۰۰-۱۰۱ (كَجَدٍّ وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ ۔۔۔۔۔۔ لِبَنِي الْعَلَّاتِ شَيْءٌ) ۔

۱۰ جبکہ کوئی صاحب فرض بھی ساتھ ہو مع مثال (زید) - اگر دادا اور حقیقی اور علاتی بھائیوں کے ساتھ (یا دونوں کے ساتھ صورت معادہ میں جیسا کہ مذکور[1] ہو چکا) کوئی اور صاحب فرض بھی ساتھ ہو۔ تو دادا کے واسطے بعد دینے حصّہ صاحب فرض کا تین طریقوں میں جو افضل ہوگا اختیار کیا جائے گا یعنی پہلے تو صاحب فرض کا فرض حصّہ دیا جائیگا۔ پھر دادا کو دیا جائیگا جونسا تینوں حصّوں میں سے بہتر ہوگا۔ یعنی یا تو مقاسمہ کا حصّہ جس کا ذکر ہو چکا۔ یا باقی کا تہائی۔ یا تمام ترکہ کا چھٹا حصّہ (اوّل تو مقاسمہ کی مثال لیجئے) - جیسے خاوند - دادا - بھائی ہو۔ تو مسئلہ اس صورت میں بوجہ نصف کے موجود ہونے کے ۲ سے ہوگا جس میں سے ایک تو خاوند کو ملے گا اور دوسرا ایک بالمناصفہ دادا اور بھائی کو ملے گا۔ تو ایک دو پر مستقیم نہیں ہے۔ تو ضرب دیا ہمنے عدد دو کو اصل مسئلہ یعنی ۲ میں تو حاصل ضرب ہوا ۴ - تو دو خاوند کو اور ایک ایک سہم دادا اور بھائی کو ملا۔ تو اس صورت میں دادا کو کل ترکہ کی چوتھائی ملی۔ اور یہ چھٹے حصّہ سے زیادہ ہے اور باقی ترکہ کی تہائی سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس صورت میں باقی کا تہائی کل ترکہ کے چھٹے کے برابر ہے ۔

(اب وہ صورت لو کہ صاحب فرض کا حصّہ دیکر باقی کا تہائی دادا کو دیا جائے) - تو اگر دادا - دادی - ۲ بھائی - بہن ہوں۔ تو مسئلہ یہاں ۶ سے ہوگا جس میں سے دادی کو چھٹا ملا۔ اور باقی رہے پانچ کہ اس میں سے تہائی پورا نہیں آتا کہ دادا کو دیا جائے۔ لہذا تہائی کے مخرج کو کہ تین ہیں ہمنے ۶ میں ضرب دیا تو اٹھارہ حاصل ہوئے۔ تو دادی کو تین ملے۔ باقی رہے پندرہ جس کا تہائی ۵ ہے۔ یہ دادا کو ملے۔ باقی رہے دس جس میں سے دونوں بھائیوں کو چار چار ملے۔ اور دو سہم بہن کو ملے۔ تو اس جگہ جو باقی کی تہائی مقاسمہ سے بہتر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بروے مقاسمہ بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ تو چھٹا یعنی ایک دادی کو ملا۔ باقی رہے پانچ تو جبکہ دادا کو ہمنے بھائی کے مانند قرار دیا تو اس صورت میں وہ دو بھائی اور بہن کے ساتھ مانند سات بہنوں کے ہوگیا۔ تو یہ باقی ۵ سہام ۷ پر مستقیم نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت تباین ہے۔ تو ضرب دیا ہمنے عدد روس یعنی ۷ کو اصل مسئلہ میں یعنی ۶ میں تو حاصل ضرب ہوئی ۴۲ - تو دادی کو اس میں سے چھٹے کے ۷ پہنچے۔ باقی رہے ۳۵ جس میں سے دادا اور دونوں بھائیوں کو دس دس پہنچے اور پانچ بہن کو ملے۔ تو یہ ظاہر ہی ہے کہ اٹھارہ میں سے ۵ دادا کو ملنے بہتر ہیں بمقابلہ ۴۲ میں سے دس کے جو اس کو بروے مقاسمہ ملتے ہیں ۔ پھر باقی کا ثلث بہتر ہے کل ترکہ کے چھٹے سے کیونکہ اس طرح مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ تو دادا دادی میں سے ہر ایک کو ایک ایک ملا - باقی رہے چار سہام ایک بہن اور دو بھائیوں کے واسطے جو پانچ بہنوں کے برابر ہیں۔ تو چار ان پر مستقیم نہیں ہیں۔ بلکہ ان دونوں میں تباین ہے۔ تو ضرب دیا ہمنے عدد روس یعنی ۵ کو اصل مسئلہ ۶ میں۔ حاصل ہوئے ۳۰ - اس میں سے دادا دادی میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ ملے۔ اور بہن کو چار ملے۔ اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ پہنچے۔ تو اس میں شبہ نہیں کہ اٹھارہ میں سے ۵ ملنا زیادہ ہے بمقابلہ تیس میں سے ۵ ملنے کے ۔

(اب وہ شکل لو جس میں کل ترکہ میں سے چھٹا حصّہ ملے) - تو مسئلہ میں دادا - دادی - بیٹی - دو بھائی ہیں تو بسبب جمع ہونے نصف اور سدس کے مسئلہ ۶ سے ہوا۔ نصف بیٹی کو ملے یعنی ۳ - اور دادی کو چھٹا یعنی ایک - باقی رہے دو سہام۔ تو اس صورت میں اگر دادا کا دونوں بھائیوں سے مقاسمہ کیا جائیگا تو دادا کو دو سہموں کا تہائی ملے گا یعنی ایک سہم کا ⅔ - اور اگر ہم دینگے دادا کو باقی کا تہائی تب بھی دادا کو ایک سہم کے ⅔ ملیں گے - اور جبکہ ہم دینگے دادا کو کل ترکہ کا ⅙ تو اس کو ایک پورا سہم ملے گا۔ تو ⅓ زیادہ ہوا دادا کے واسطے - اور پھر دونوں بھائیوں کے واسطے ایک سہم باقی رہا۔ اور وہ اُن دونوں پر مستقیم نہیں۔ تو ضرب دیا ہمنے عدد روس یعنی ۲ کو ۶ میں حاصل ہوے ۱۲ - تو اس سے مسئلہ کی تصحیح ہو گئی - شریفیہ ۱۰۲ (أَمَّا السُّدُسُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ۔۔۔۔۔ فَتَصِحُّ مِنْهَا الْمَسْأَلَةُ)۔

۱۱ اب تصحیح کس طرح ہو - اگر باقی کا تہائی دادا کے واسطے بہتر ہو - اور باقی میں سے [یعنی ذوی الفروض کا حصّہ دینے کے بعد] تہائی حصّہ صحیح نہ نکلے۔ تو تہائی کے مخرج کو اصل مسئلہ میں ضرب دو - جیسا کہ ہمنے مسئلہ مذکورہ میں مسئلہ کی صورت بیان کی بوجہ افضل ہونے ثلث مالبقی کے مقاسمہ پر اور سدس جمیع مال پر۔ اس واسطے کہ ضرب دیا ہمنے مخرج ثلث کو یعنی تین کو چھ میں۔ حاصل ہوئے اٹھارہ ۔ اور صحیح ہوگیا اس سے مسئلہ۔ شریفیہ ۱۰۲ ۔

[1] یعنی جبکہ علاتی بہنوں کا حصّہ مشترک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اُس مثال میں جس میں دادا - اور حقیقی بہن - اور علاتی بہنیں تھیں ۔

۱۶ مثال ۱۸ و ۱۹ کا حل - اگر چھوڑا عورت نے دادا - خاوند - بیٹی - ماں - بہن ۱۳ یا ۱۲ - تو چھٹا بہتر ہوگا دادا کے واسطے اور مسئلہ عول کریگا تیرہ کی طرف - اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا + اور اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا بوجہ جمع ہونے نصف اور ربع اور سدس کے + اور پھر عول کریگا طرف تیرہ کے - اس واسطے کہ بارہ میں سے نصف یعنی ۶ بیٹی کو ملیں گے - اور چوتھائی یعنی ۳ خاوند کو - اور چھٹا یعنی ۲ دادا کو - اور ماں کے واسطے ایک باقی رہیگا + مگر ماں کو ۲ ملنا ضروری ہے کیونکہ اس کا حصہ کا $\frac{1}{6}$ ہے تو بارہ پر ایک اور بڑھایا جائیگا - تو مسئلہ عائلہ ہوگا تیرہ سے - اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا - کیونکہ بہن عصبہ ہو جاتی ہے بیٹی کے ساتھ اور اسی طرح دادا کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے [حضرت زید کے نزدیک] - اور جب مسئلہ کا عول ہوا تو عصبہ کے واسطے کچھ نہ رہا - اور دادا نے جو $\frac{1}{6}$ لیا ہے وہ بالفرضیت لیا ہے نہ بالعصوبت + اور اس صورت میں دادا کے واسطے جو کل ترکہ کا چھٹا بہتر ہے مقاسمہ سے اور نیز مابقی کے تہائی سے یہ اس واسطے ہے کہ اس حالت میں دادا کو تیرہ میں سے دو سہم ملتے ہیں - اور بر تقدیر مقاسمہ کے جبکہ لے گا خاوند ۱۲ میں سے ۳ اور نصف بیٹی لیگی اور ۲ ماں لیگی تو باقی رہے گا بارہ میں سے دادا اور بہن دونوں کے واسطے ایک سہم - تو قرار دیا جائیگا دادا مانند دو بہنوں کے - تو بہن کے ساتھ ملکر تین بہنوں کے مانند ہو جائیگا - اور ایک کو تین پر استقامت نہیں ہے - تو تین کو بارہ میں ضرب دینگے تو حاصل ہونگے ۳۶ - تو بیٹی کو ۱۸ ملیں گے - خاوند کو ۹ - ماں کو ۶ - باقی رہیں گے ۳ - تو دادا کو جو بمنزلہ بھائی کے ہے ۲ ملیں گے - اور بہن کو ایک + ایسا ہی حال ہے اس صورت میں جب ثلث مابقی دیا جائے اس واسطے کہ دادا کے باقی کا تہائی لینے کی صورت میں یعنی ایک لینے کی حالت میں تہائی حصہ پورا صحیح نہ ہوگا - تو تہائی کے مخرج کو یعنی تین کو اصل مسئلہ میں بھی ضرب دینگے - تو اس طرح ۳۶ حاصل ہونگے - اور یہ امر ظاہر ہے کہ تیرہ میں سے دو ملنا بہتر ہے ان دونوں میں سے ۳۶ سے + اگر اس موقع پر یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں $\frac{1}{6}$ دادا کے لئے بہتر ہے مقاسمہ سے اور ثلث مابقی سے - تو اس جگہ اس مسئلہ کا ذکر کیوں کیا - اور مثال سابق پر کیوں اکتفا نہ کیا - اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ایک فائدہ اور ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی اور علاتی بہن اگرچہ دادا کی موجودگی میں نہیں محجوب ہوتی مگر بعض مسائل میں کسی عارض کی وجہ سے دادا کے ساتھ نہیں وارث ہوتی - جیسا کہ مسئلہ زیر بحث میں کہ $\frac{1}{6}$ حصہ دادا کے واسطے بہتر ہے مقتضی اس کا ہے کہ قرار دیا جائے دادا صاحب فرض کیونکہ اس کا فرضی حصہ $\frac{1}{6}$ ہے - اور پھر عول کیا مسئلہ نے ان فروض کے ساتھ جو اس میں جمع ہوئے ہیں بارہ سے تیرہ کی طرف - تو اب بہن کے واسطے کچھ باقی نہ رہا (بالاتفاق) - اور بیٹی اور دادا کی موجودگی میں (زید کے نزدیک) جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے - اور اس امر کی مزید توضیح آگے آئیگی + بعض کا خیال ہے کہ مسئلہ سابقہ کے اندراج سے شاید شیخ کو یہ جتانا منظور ہو کہ زید نے مسئلہ سابقہ میں بہن کو محروم کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہ دیکھا - باوجود اس کے کہ وہاں دادا کے واسطے چھٹا بہتر ہے تو ناچار بہن کو محروم کرنا پڑا - اور نہ قرار دیا اس کو صاحبہ فرض اس مسئلہ میں بوجہ موجود ہونے بیٹی کے - اور مسئلہ اکدریہ میں بہن کے محروم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ صاحبہ فرض قرار دیجا سکتی ہے اس مسئلہ میں - مگر جب بہن کو اس کا فرضی حصہ دیا تو معلوم ہوا کہ وہ حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ ہے تو پھر دونوں کے حصہ ملا کر تقسیم کئے جانے کا حکم ہوا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے + اگر بجائے بہن کے ایک بھائی یا دو بہنیں ہوں تو نہ عول ہوگا اور نہ اکدریہ - یعنی جب بہن کی بجائے بھائی ہوگا تو عول نہ ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں دادا کے واسطے کل ترکہ کا چھٹا حصہ بہتر ہے - اور مسئلہ ہوگا ۶ سے - اور باقی کا چھٹا حصہ یعنی بعد دینے حصہ فرضی خاوند کا یعنی ۳ نکالنے کے بعد - اور بعد دینے حصہ فرضی ماں کا ثلث یعنی دو - باقی ایک رہا وہ دیا جائیگا دادا کو اس واسطے کہ بوجہ اجماع صحابہ کرام کے دادا کا حصہ $\frac{1}{6}$ سے نہ گھٹایا جائیگا - اور بھائی کو کچھ نہ ملے گا - جیسے کہ پہلے مسئلہ میں بہن کو کچھ نہیں ملا تھا - اور ہمنے عول کیا تھا اور دادا کو اس میں سے $\frac{1}{6}$ دیا تھا - اور نہ اکدریہ ہوگا - کیونکہ بھائی عصبہ ہے قطعًا (اور صاحب فرض کسی حال میں وہ نہیں) لہٰذا ناممکن ہے زید کے واسطے کہ وہاں بھائی کو صاحب فرض قرار دے - لہٰذا مضطر ہوا زید بھائی کے محروم کرنے میں بخلاف اُخت کے مسئلہ اکدریہ میں جیسا کہ ذکر ہوا + جس حال میں کہ ایک بہن کی بجائے دو بہنیں ہوں - تو اس صورت میں بھی پہلے کی طرح عول نہ ہوگا - کیونکہ وہ دو بہنیں ماں کے حصہ کو تہائی سے چھٹا کر دینگی - اور مسئلہ ہوگا ۶ سے - نصف یعنی ۳ تو خاوند کو ملیں گے - اور ایک ماں کو - اور ایک سہم دادا کو + پھر دو بہنوں کے لئے ایک سہم باقی رہا - وہ دو پر غیر مستقیم ہے - تو ضرب دیا ہمنے عدد روس ۲ کو اصل مسئلہ ۶ میں تو حاصل ہوئے ۱۲ - اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا - بخلاف مسئلہ اکدریہ کے کہ اس میں صاحب فرض کے حصہ دینے کے بعد بہن کے لئے کچھ باقی نہ رہا - تو ضرورۃً ہوا کہ اس بنیاد پر کہا جائے کہ " نہ اکدریہ ہوگا " اس واسطے کہ یہاں حضرت زید کے اصول مستقیم ہیں ـــ شریفیہ ۱۰۲ - ۱۰۴ - (فَإِنْ تَرَكَتْ جَدًّا وَزَوْجًا .... هٰهُنَا مُسْتَقِيمَةٌ) -

۱۳ - مقاسمۃ الجد میں اگر صاحبین اور ابو یوسف کے خیال میں اختلاف ہو تو فتوی ــــ دیکھو سند ۵

۱۴ - دادا کا حصہ حقیقی و علاتی بھائی کی موجودگی میں - حضرت علی کے نزدیک - دیکھو سند ۲ + ابن مسعود کے نزدیک وہی ہے جو حضرت علی کے نزدیک ہے دیکھو سند ۳ + حضرت زید کے نزدیک دیکھو سند ۴ و ۸ +

۱۵ - دادا کے ساتھ اکیلی بہن کا حصہ - اکیلی بہن ذی فرض ہے - نزدیک علی و ابن مسعود - سند ۲ و ۳ +

۱۶ - علاتی بھائی حقیقی کے ساتھ دادا کے حصہ کم کرنے کو داخل کیا جاتا ہے ورنہ اس کو حصہ کچھ نہیں ملتا - دیکھو سند ۴ +

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فہرست الانقشہ

(باب ۲) فصل چہارم - اخیافی بھائی بہن کی توریث (باب ۲)

خلاصہ - اخیافی بھائی یا بہن وہ ہوتے ہیں جو ایک ماں سے ہوں - مگر ان کے باپ مختلف ہوں یہ ذوی الفروض میں داخل ہیں عصبات میں شمار نہیں کئے جاتے - کیونکہ عصبہ نسبی تو وہ ہوتا ہے جو باپ کی جانب سے علاقہ رکھتا ہو - ایسے بھائی یا بہن کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور بھائیوں اور بہنوں یا بھائیوں یا بہنوں کو تہائی - جبکہ میت کا بیٹا بیٹی - پوتا پوتی وغیرہ موجود نہ ہو اور باپ دادا وغیرہ بھی موجود نہ ہو اگر میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی وغیرہ کوئی بھی موجود ہو تو اخیافی بہن یا بھائی کو کچھ حق نہیں پہنچتا - اسی طرح اگر میت کا باپ دادا وغیرہ ہو تب بھی اخیافی بھائی یا بہن محروم رہیں گے +

۲۳ - اخیافی بھائی بہن -

۱ - اخیافی بھائی بہن وہ بھائی بہن ہیں کہ میت کی اور ان کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف ہوں - (دیکھو نقشہ ۲۰) -

۱ - چونکہ خیف ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سفید دوسری سیاہ ہو - تو ایسے بھائی کو اخیافی کہنے لگے جو ایک طرف سے مادری تعلق رکھتا ہو +

اسناد ۱ - اخیافی بھائی - اصحاب فرائض میں تیسرا اخیافی بھائی ہے - یعنی جو فقط ماں کی طرف سے بھائی ہو - فتاوی عالمگیری +

۲ اخیافی بہن - اصحاب فرائض میں ساتویں صرف ماں کی طرف سے بہنیں ہیں - فتاوی عالمگیری +

۳ تحقیق لغوی - خیف اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور دوسری سفید - لہذا اخیافی سے ایسے بھائی بہن مراد لئے گئے ہیں جو ایک طرف سے بھائی یا بہن ہوں - یعنی صرف ماں کی طرف سے +

۲۴ - اخیافی بھائی بہن کا حصہ و استقرار حق -

۱ - ایک بھائی یا بہن کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے جبکہ میت کی اپنی اولاد یا بیٹے کی اولاد موجود نہ ہو - نہ باپ ہو نہ دادا +

۲ - دو یا زیادہ بھائی بہنوں کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہے " " " " " " " " " "

نقشہ ۲۰ - والدین و بھائی بہن حقیقی و سوتیلے
(یعنی حقیقی و علاتی و اخیافی)
میت کی سوتیلی ماں
میت کا حقیقی باپ
میت کی حقیقی ماں
میت کا سوتیلا باپ
باپ کی بیوی
باپ
ماں
ماں کا خاوند
علاتی
حقیقی
اخیافی
بہن ع
بھائی ع
میت
بھائی ح
بہن ح
بھائی اخ
بہن اخ
میت کے علاتی بھائی بہن
میت کے حقیقی بھائی بہن
میت کے اخ بھائی بہن
میت کے اپنے ماں باپ جن کی یہ میت اولاد ہے اس کے حقیقی ماں باپ ہیں۔ اور اگر باپ کی اور بیوی بھی ہے تو وہ میت کی سوتیلی ماں ہے۔ تو اس کی اولاد اس میت کے اور اس کے بھائی بہنوں کی علاتی بھائی بہن ہیں۔ یا اگر باپ مر گیا اور ماں نے اور نکاح کیا تو یہ ماں کا خاوند میت کا سوتیلا باپ ہے۔ اور اس سے جو اولاد ہے تو وہ میت کے اخیافی بھائی بہن ہیں۔
نقشہ ۲۱ - بھائی اخ بہن اخ بعدم موجودگی اولاد و باپ
ماں
باپ
بہن اخ
بھائی اخ
بہن ع
بھائی ع
بہن ح
بھائی ح
میت
خاوند یا بیوی

۳- بھائی اخ یا بہن اخ (ایک یا کئی) + بیٹا پوتا وغیرہ = ۰ + کل

۴- بھائی اخ یا بہن اخ (ایک یا کئی) + بیٹی پوتی وغیرہ[۵۴] = ۰ + $\frac{1}{2}$ (باقی $\frac{1}{2}$ بھی بذریعہ رد ملیگا)

۵- بھائی اخ یا بہن اخ (ایک یا کئی) + باپ یا دادا وغیرہ = ۰ + کل

۶- بھائی اخ یا بہن اخ (ایک یا کئی) + بہن ج یا بہنیں = $\frac{1}{6}$ (یا $\frac{1}{3}$) + $\frac{1}{2}$ (یا $\frac{2}{3}$)

۷- بھائی اخ یا بہن اخ (کئی) + ماں = $\frac{1}{3}$ + $\frac{1}{6}$ (ماں کا حصہ تہائی سے چھٹا رہ گیا)۔

۸- اگر جڑواں ولدالزنا میں سے ایک مرجائے تو ایک کی میراث دوسرے کو اخیافی بھائی یا بہن کی ملے گی ۔۔۔ (دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۸)۔

سندات ۱- اخیافی بھائی بہن کی میراث - چھٹا حصہ ایک کے واسطے ہے۔ اور تہائی ہے اگر ہوں دو یا زیادہ۔ مرد و عورت ان میں قسمت اور استحقاق میں برابر ہیں۔ لیکن یہ ساقط ہو جاتے ہیں اگر میت کی اپنی اولاد ہو یا بیٹے کی اگرچہ سافل ہو۔ اور نیز باپ اور دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہو جاتے ہیں بالاتفاق ۔۔۔ سراجی۔

۲- اخیافی بھائی بہن کو برابر کا حصہ ملتا ہے۔ تقسیم میں مساوات اس طور پر ہے کہ مونث کو اسی قدر ملتا ہے جتنا کہ مذکر کو جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر کلام حق تعالیٰ کا فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ اور استحقاق میں مساوات اس طرح ہے کہ ایک ان میں سے مذکر ہو یا مونث مستحق ہے چھٹے حصہ کا۔ اور جب متعدد ہوں مونث و مذکر یا مخلوط ہوں تو سب تہائی میں شریک ہونگے ۔۔۔ شریفیہ ۲۴ (أمَّا فِي الْقِسْمَةِ ...... الثُّلُث)۔

۳- ایک اخیافی بھائی یا بہن کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ج۔ اور اس جگہ بالاتفاق اخ اور اخت سے مراد اولاد الام ہے۔ اور نیز دلالت کرتی ہے اس امر کے ثبوت پر قرات حضرت ابی کی جو یہ ہے - وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنَ الْأُمِّ (جس میں من الام زیادہ ہے) ۔۔۔ شریفیہ ۲۳-۲۴ (لِقَوْلِهِ تَعَالَى .... مِنَ الْأُمِّ)- دیکھو سند ۲-

ماں کے بچوں میں سے ایک کا حصہ چھٹا ہے۔ اور تہائی دو یا زیادہ کے واسطے ہے۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ [یعنی مرد اور عورت حقوق میں برابر ہیں]۔ درمختار ۸۶۳ (والسدس .. كَانَاثهم)

۴- دو یا زیادہ اخیافی بھائی بہن کو تہائی حصہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام۔ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ (اگر ہوں اس سے زیادہ تو وہ شریک ہیں تہائی میں)۔ اور مونث اور مذکر اس استحقاق میں برابر ہیں۔ چنانچہ تقسیم میں مونث کو اسی قدر ملتا ہے جس قدر کہ مذکر کو جیسا کہ ظاہر ہے فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ سے۔ اور استحقاق میں مساوات اس طرح ہے کہ ان میں سے کوئی ہو گو وہ مذکر ہو یا مونث مستحق ہوتا ہے چھٹے حصہ کا۔ اور جب کہ ذکور یا اناث متعدد ہوں یا دونوں ملے جلے ہوں تو مستحق ہیں وہ تہائی کے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ لفظ استحقاق کا مہ ہے اور واحد اور جمع دونوں کے واسطے ہو سکتا ہے لیکن قسمت جمع ہی کے واسطے آتی ہے شریفیہ ۲۴ (لِقَوْلِهِ تَعَالَى ..... خِلَافِ الْقِسْمَةِ)۔

۵- اولاد اور باپ کی موجودگی میں محروم۔ اولاد اور بیٹے کی اولاد[۵۲] کی موجودگی میں اور باپ اور دادا[۵۳] کی موجودگی میں بالاجماع ساقط ہوتے ہیں کیونکہ یہ قسم کلالہ سے ہیں جیسا کہ اوپر آیت سے معلوم ہو چکا ہے اور کلالہ کی توریث میں بالاجماع شرط کیا گیا ہے نہ ہونا میت کے ولد اور والد کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلِ اللّٰهُ

---

[۵۱] ترجمہ کے واسطے دیکھو باب ۱۔ [۵۲] درمختار کی ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ فرع یا فرع الفرع وارث ہو غیر وارث نہ ہو۔ جیسے بیٹا کسی کا غلام یا قاتل نہ ہو۔ اسی طرح نواسہ نواسی غیر وارث نہ ہوں۔ تو اس صورت میں محروم نہ ہونگے۔ [۵۳] اور دادا کی موجودگی میں صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک ساقط ہو جاتے ہیں ۔۔۔ فتاوی عالمگیری۔

[۵۴] اگر بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو $\frac{2}{3}$ ملے گا اور باقی $\frac{1}{3}$ بذریعہ رد۔

یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ اِنِ امْرُؤٌ ھَلَکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗ اُخْتٌ ۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کلالہ وہ ہے کہ نہ ہو واسطے اس کے ولد اور والد۔ لیکن بیٹے کے معنوں ہیں بیٹے کی اولاد بھی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے یا بنی آدم فرمایا (یعنی خدا تعالیٰ نے ہم کو آدم کا بیٹا کہا اگرچہ ہم حضرت آدم سے سینکڑوں درجہ نیچے ہیں)۔ اسی طرح جد باپ کے معنوں میں ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔ پس ان کی موجودگی میں بھی اولاد الام وارث نہ ہو گی — شریفیہ ۱۰۴ (وَیُسْقِطُوْنَ ...... مَعَ ھٰؤُلَاءِ) **۶** اپنی اولاد اور بیٹے کی اولاد ہم معنے ہے۔ دیکھو سند ۵۔

۷ لفظ کلالہ کی تشریح ۔ لفظ کلالہ دراصل یعنی تھک جانے اور قوت کم ہو جانے کے ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ فَاٰلَیْتُ لَا اَرْثِیْ لَھَا مِنْ کَلَالَۃٍ وَّلَا مِنْ حَفًی حَتّٰی اَزُوْرَ مُحَمَّدًا ۔ (قسم کھاتا ہوں میں کہ نہیں رحم کروں گا میں اونٹنی پر جبکہ وہ ضعیف ہو جائیگی اور نہ رحم کروں گا اس کے سم پر یہاں تک کہ زیارت کروں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی) پھر استعارہ کیا گیا کلالہ کا اس شخص کی قرابت کے بارہ میں جس کے ولد اور والد نہ ہو گویا کہ قرابت کلالہ کمزور ہے بمقابلہ قرابت ولاد کے۔ کلالہ کا اطلاق اس مورث پر بھی کیا جاتا ہے جو نہ چھوڑے ولد اور والد۔ اور اس پر بھی جس کا ولد اور والد نہ ہو — شریفیہ ۲۴ — (ثم لفظ ...... المخلفین)۔ دیکھو سند ۵ ۔

۸ اولاد الام میں حصہ کی تقسیم (شاذ) شرح سرخسی میں ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے (اور یہ شاذ ہے) کہ تہائی حصہ اولاد الام کے درمیان بطریق لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہونا چاہیئے لیکن اجماع اس پر ہے کہ مرد و عورت کا استحقاق برابر ہے۔ اور شافعی بھی اسی سے متفق ہیں — کذا فی مختصر المازنی۔

۹ ماں کی موجودگی میں ماں کو بھی حصہ ملیگا اور اخیافی بھائی بہن کو بھی ورثہ ملیگا۔ ہاں ماں کے حصہ کو تہائی سے چھٹا کر دیں گے۔ دیکھو باب محروم و محجوب دفعہ ۳۶ سند ۵ ضمناً ۔

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فیتہ دار نقشہ

(باب ۲) فصل پنجم ۔ خاوند اور بیوی کی توریث (باب ۲)

خلاصہ ۔ اگر عورت مر جائے اور خاوند چھوڑے۔ مگر بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی وغیرہ کوئی نہ چھوڑے تو خاوند کا حصہ اس صورت میں نصف ہو گا۔ ہاں اگر بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی بھی موجود ہو تو اس صورت میں خاوند کا حصہ نصف سے چوتھائی ہو جائیگا۔ یاد رہے کہ مرنے والی عورت کے بیٹا بیٹی اس کے اپنے بطن سے ہوں۔ چاہے پہلے کسی خاوند سے ہوں یا موجودہ خاوند سے ہوں ۔ اگر خاوند مر جاوے اور بیوی چھوڑے (یا کئی بیویاں چھوڑے) تو ان کو چوتھائی حصہ ملیگا۔ بشرطیکہ خاوند نے کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی وغیرہ نہ چھوڑا ہو۔ اور اگر چھوڑا تو ان بیویوں کو آٹھواں حصہ ملیگا ۔

۲۵ ۔ خاوند و بیوی ۔

۱ ۔ خاوند سے مطلب وہ خاوند ہے جو اس مری ہوئی بیوی کا خاوند ہو (اگرچہ وہ طلاق بائن کی عدت میں مری ہو)

۲ ۔ بیوی سے مطلب وہ بیوی ہے جو اس مرے ہوئے خاوند کی بیوی ہو (مگر نکاح صحیح کی بیوی ہو نہ نکاح باطل کی)

ا ۔ کسی رشتہ دار کی بیوی کو کوئی حصہ نہیں ملتا سوائے میت کی اپنی بیوی یا بیویوں کے۔ (کیونکہ تعلق نسبی یا سببی نہیں ہے۔

ب ۔ اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کی اولاد ایک یا زیادہ خاوندوں سے ہو تو سب کو حصہ ملیگا ۔ اسی طرح اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کی اولاد

متعدد بیویوں سے ہو تو سب لڑکے لڑکیوں کو حصہ ملیگا ۔

سندات ۱ ـ خاوند و بیوی ۔ استحقاق میراث تین وجہوں میں سے ایک سے قائم ہو سکتا ہے ۔ (۱) یا تو تعلق نسبی ہو یعنی قرابت (۲) یا تعلق سببی یعنی زوجیت یا (۳) ولا ۔ فتاویٰ عالمگیری ۔

۲ خاوند و بیوی نکاح صحیح سے ہوں ۔ تین امور میں سے ایک پر میراث کی بنیاد ہے ۔ اول قرابت ۔ دوم نکاح صحیح (تو نکاح فاسد و باطل سے ورثہ کا استحقاق نہیں ۔ اجماعاً) تیسری ولا ۔ در مختار ۷۶۱/۸ (باخذ ثلاثیہ .... وولاء) ۔

۲۶ ـ خاوند اور بیوی کا حصہ و استقرار حق ۔

۱ ـ خاوند کا حصہ $\frac{1}{2}$ ہے ۔ جبکہ میت کی اولاد موجود نہ ہو ۔

۲ ـ خاوند کا حصہ $\frac{1}{4}$ ہے ۔ جبکہ میت کی اولاد موجود ہو ۔

۳ ـ بیوی کا حصہ $\frac{1}{4}$ ہے ۔ جب کہ میت کی اولاد موجود نہ ہو } بیوی ایک ہو یا کئی ہوں ۔

۴ ـ بیوی کا حصہ $\frac{1}{8}$ ہے ۔ جب کہ میت کی اولاد موجود ہو

---

۵ ـ خاوند + ذوی الارحام = $\frac{1}{2}$ + باقی } دیکھو دفعہ ۵۴ و نقشہ ۶۵ ۔

۶ ـ بیوی + ذوی الارحام = $\frac{1}{4}$ + باقی }

۷ ـ خاوند (بعدم موجودگی ذوی الفروض و ذوی الارحام) = کل مال یعنی $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{2}$ بطور رد } دیکھو دفعہ ۵۴ ۔

۸ ـ بیوی (بعدم موجودگی ذوی الفروض و ذوی الارحام) = کل مال یعنی $\frac{1}{4}$ + $\frac{3}{4}$ بطور رد }

---

۹ ـ خاوند + بیٹی (یا بیٹیاں) = $\frac{1}{4}$ + $\frac{1}{2}$ (یا $\frac{2}{3}$) ـ خاوند کا حصہ $\frac{1}{4}$ رہ گیا ۔

۱۰ ـ بیوی + بیٹی (یا بیٹیاں) = $\frac{1}{8}$ + $\frac{1}{2}$ (یا $\frac{2}{3}$) ـ بیوی کا حصہ $\frac{1}{8}$ رہ گیا ۔

۱۱ ـ خاوند + بیٹا (یا پوتا) = $\frac{1}{4}$ + باقی ۔

۱۲ ـ بیوی + بیٹا (یا پوتا) = $\frac{1}{8}$ + باقی ۔

۱۳ ـ خاوند (یا بیوی) + ماں + باپ دیکھو دفعہ ۳۴ ۔

۱۴ ـ خاوند (یا بیوی) + ماں + دادا دیکھو دفعہ ۱۸ ۔

۱۵ ـ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کے خاوند یا بیوی وارث ہونگے ۔ دیکھو دفعہ ۲۹ سند ۱۷ ۔

۱۶ ـ بیوی کو سال بھر کا نفقہ دیکر خاوند مر گیا تو امام محمد کے نزدیک وہ ورثہ کو واپس ہوگا ۔ امام مالک کے نزدیک وصیت میں سے بیوی کا حق نہیں ۔

۱۷۔ اگر کسی مری ہوئی عورت کی نسبت دو شخص دعویٰ کریں کہ اس کا نکاح ہم سے ہوا تھا۔ اور دونوں کا نکاح ثابت ہو جائے اور وہ اُن دونوں میں کسی کے گھر نہ رہی ہو۔ اور نہ کسی سے صحبت ہوئی ہو تو ایک خاوند کا حصّہ دونوں کو ملیگا۔ نصف نصف بانٹ لیں ٭
۱۸۔ اگر صغیر سن خاوند یا بیوی بلوغ سے پہلے مرجائیں تو ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ یا اگر بالغ ہونیکے بعد علحدگی سے پہلے مرجائیں تب بھی ایک دوسرے کے وارث ہونگے
۱۹۔ اگر خاوند یا بیوی مرتد ہو جائیں تو ورثہ کی صورت۔ (دیکھو باب ہشتم فصل چہارم)

سند ذرات ۱ ۔ خاوند کا حصّہ ۔ خاوند کے میراث کی دو صورتیں ہیں جبکہ میّت کی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہو۔ گو کتنا ہی نیچے تک ہو تو خاوند کو نصف ملیگا۔ (اسی واسطے عربی عبارت میں واؤ عاطفہ لایا گیا) وَالرُّبُعُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ۔ اور چوتھائی حصّہ جب ملیگا جبکہ

خاوند و بیوی بعدم موجودگی اولاد

نہ میّت کی اولاد ہے نہ بیٹے کی اولاد ہے

نقشہ ۲۲ — خاوند — بیٹی — پوتی
نقشہ ۲۳ — بیوی — بیٹی — پوتی

خاوند و بیوی بموجودگی اولاد

میّت کی اولاد موجود ہے یا بیٹے کی اولاد موجود ہے

نقشہ ۲۴ — خاوند — بیٹی — پوتی
نقشہ ۲۵ — بیوی — بیٹی — پوتی

میّت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو موجود ہو (یعنی ان دونوں میں سے ایک بھی اگر موجود ہوگا تو حصّہ چوتھائی ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے عربی عبارت میں واؤ عاطفہ لایا گیا)۔ اور دونوں حالتوں کی تصریح قرآن شریف کی آیت میں کی گئی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ۔ شریفیہ ۲۴ (اَمَّا لِلزَّوْجِ ..... کَمَا مَرَّ)

۲ بیوی کا حصّہ ۔ بیویوں کی میراث کی دو صورتیں ہیں ۔ چوتھائی ایک بیوی کا حصّہ ہے یا زیادہ بیویوں کا جبکہ اولاد یا بیٹے کی اولاد گو کتنی ہی نیچے تک ہو موجود نہ ہو اور آٹھواں ہے جبکہ اولاد یا بیٹے کی اولاد گو کتنی ہی نیچے تک ہو موجود ہو ٭ ان دونوں حالتوں کی تصریح بھی آیت قرآن شریف میں مذکور ہو چکی ۔ شریفیہ ۲۴ (لِلزَّوْجَاتِ ... ہُنَاکَ)

۳ اولاد چاہے کسی بیوی کی ہو سب بیویوں کے حصّہ پر اثر ڈالے گی "مع الولد" سے مطلب ہے کہ اولاد مذکر ہو یا مؤنث چاہے اسی زوجہ سے ہو یا کسی دوسری سے ردالمحتار ۵۰۸ (اے للزوج ..... من غیرہا) ٭ مطلب یہ ہے کہ خاوند کی اپنی اولاد ہو خواہ کسی بیوی سے ہو ٭

۴ خاوند بیوی کے حصّہ میں تناسب ۔ رعایت رکھی گئی ہے خاوند اور بیوی کے حصّوں میں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی دونوں طرح پر ۔ شریفیہ ۲۴ (وَقَدْ رُوْعِیَ ..... بِمَلَی الثَّقْلَیْنِ) ٭

۵ کئی بیویوں کا حصہ۔ اگر کئی بیویاں ہوں تو وہ چوتھائی یا آٹھویں حصہ میں (جیسی صورت ہو) برابر کی شریک ہونگی۔ اور اس پر اجماع ہے۔ فتاوی عالمگیری۔ اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ برابر آپس میں تقسیم کر لینگی۔ کیونکہ ایک کو دوسرے پر کچھ ترجیح نہیں ہے۔ طحطاوی۔

۶ کئی خاوندوں کا حصہ۔ اگر دو شخصوں نے یا زیادہ نے ایک عورت کی نسبت جو مر گئی ہے دعوی کیا کہ ہماری بیوی تھی اور اپنے نکاح کی نسبت گواہ پیش کئے۔ اور وہ عورت ان میں سے کسی کے گھر نہیں رہی تھی اور نہ کسی مدعی نے اس سے صحبت کی تھی۔ تو ایک خاوند کی میراث وہ مدعی سب کے سب آپس میں برابر بانٹ لینگے کیونکہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ درمختار ۸۶۳ (لو ادعٰی .... لعدم الاولویۃ)۔

ہاں اگر زندہ عورت کی نسبت کئی مرد دعوی کریں کہ ان کی بیوی ہے اور گواہیوں سے ثابت کر دیں۔ تو ایسی گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی۔ اور بیوی اُس شخص کو ملیگی جسکے بیان کی، وہ بیوی خود تصدیق کرے۔ بشرطیکہ وہ اس کے گھر میں نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی اور اُس کے ساتھ صحبت بھی نہ ہوئی ہو۔ اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس و پیش ہو۔ تو جس نے پہلے دعوے کیا وہ صحیح ہے۔ طحطاوی۔

۷ اگر خاوند یا بیوی بلوغ سے پہلے مر جائیں۔ اگر صغیرہ بلوغ سے پہلے مر جائے۔ تو اس کا خاوند وارث ہوگا۔ اور اسی طرح اگر صغیر بلوغ سے پہلے مر جائے تو بیوی وارث ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی بالغ ہونے کے بعد علیحدگی سے پہلے مر جاوے [دیکھو دفعہ ۲۲ کتاب الطلاق] تب بھی ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ کیونکہ عقد نکاح صحیح تھا۔ اور جو ملکیت اُس کی وجہ سے تھی وہ موت تک رہی۔ ہاں اگر فضولی یہ نکاح کرتا۔ اور پھر خاوند یا بیوی میں سے ایک مر جاتا پیشتر اس کے کہ نکاح کی اجازت دیجاتی تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوتا۔ کیونکہ نکاح ہی اس وقت منظوری پر موقوف تھا۔ پس دونوں میں سے ایک کے مر جانے سے معاہدہ مکمل ہی نہ ہوا (کیونکہ ابھی منظور تو ہوا ہی نہ تھا)۔ اور خیار بلوغ کی صورت میں عقد نکاح صحیح تھا۔ تو موت تک صحیح ہی رہا۔ — ہدایہ ۲۲ (ان مات احدہما .... فتقرر بہ)۔

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فیتہ والانفقہ

(باب ۲) فصل ششم۔ بیٹی و پوتی کی توریث (باب ۲)

خلاصہ۔ ایک بیٹی کا حصہ ½ ہے اور دو یا زیادہ کا ⅔ جبکہ بیٹا یا بیٹے نہ ہوں۔ پوتیاں بھی بیٹیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ اگر بیٹی نہ ہو تو پوتی کا بھی وہی حصہ ہے۔ اور اگر ایک بیٹی کے ساتھ ایک یا کئی پوتیاں ہوں تو بیٹی کو اس کا مقررہ حصہ نصف ملجاتا ہے۔ اور بیٹیوں کے حصہ کا ⅙ باقی پوتیوں کو ملتا ہے۔ اور اس طرح ⅔ پورا ہو جاتا ہے۔ تو اگر پڑپوتیاں بھی ساتھ ہوں تو وہ محروم ہو جاتی ہیں۔ ہاں اگر پڑپوتیوں کے ساتھ پڑپوتا (یعنی اس درجہ میں کوئی لڑکا) بھی ہے تو یہ بقایا ⅓ مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ کے لحاظ سے تقسیم ہو جاتا ہے۔

۲۷ بیٹی و پوتی۔

۱۔ بیٹی سے مطلب وہ بیٹی ہے جو میّت کے نطفہ یا بطن سے ہو۔

۲۔ پوتی سے مطلب وہ پوتی ہے جو میّت کے اپنے نطفہ یا بطن کے بیٹے کی بیٹی ہو۔ علیٰ ہذا القیاس پڑپوتی وغیرہ۔

تشریح میت اگر مرد ہے تو اس کی بیٹی چاہے کسی جائز بیوی سے ہو۔ بنت صلبی ہے اور اسی طرح اگر میت عورت ہو تو اس کی بیٹی جو اُس کے بطن سے ہو اُس کی اپنی بیٹی ہے +

سندات ۱ - کون سی بیٹی ورثہ لینے کی مستحق ہے - اَمَّا لِبَنَاتِ الصَّلبِ فَاَحْوَالٌ ثَلَاثٌ - [لیکن حقیقی بیٹیوں کی تین صورتیں ہیں] - شریفیہ ۲۲ + گویا بیٹیوں سے مطلب بیٹیاں حقیقی ہیں جو میت کے نطفہ یا بطن سے ہوں + اگر خاوند مرجائے تو اس کی بیٹی کسی بیوی سے ہو بنات صلبی میں داخل ہے - اور بیوی مرجائے تو اُس کی بیٹی گو کسی خاوند سے ہو اُس کے بطن سے ہے +

۲۸ - بیٹی و پوتی کا حصہ و استقرار حق -

۱ - ایک بیٹی کا حصہ $\frac{1}{2}$ ہے - جبکہ میت کا بیٹا یا بیٹے نہ ہوں - (ابن عباس کے نزدیک دو بیٹیوں کو بھی $\frac{1}{2}$ ملے گا)

۲ - دو یا زیادہ بیٹیوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے - 〃 〃 〃 〃 〃 (ایک سے زیادہ کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے نزد صحابہ کرام بخلاف ابن عباس)

۳ - بیٹی + بیٹا = $\frac{1}{3}$ + $\frac{2}{3}$ (بیٹے کو بیٹی سے دُگنا ملیگا + اگر بیٹے بیٹیاں کئی ہوں تب بھی یہی حساب ہے) - دیکھو دفعہ ۴۱ +

---

۴ - ایک پوتی کا حصہ $\frac{1}{2}$ ہے - } جبکہ میت کا نہ بیٹا ہو نہ بیٹے ہوں نہ بیٹی نہ بیٹیاں ہوں +
۵ - دو یا زیادہ پوتیوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے - }

۶ - پوتی + پوتا = $\frac{1}{3}$ + $\frac{2}{3}$ (پوتے کو پوتی سے دُگنا ملے گا + اگر پوتے پوتیاں کئی ہوں تب بھی یہی حساب ہے) +

---

۷ - بیٹی + پوتی یا پوتیاں = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ +

۸ - بیٹیاں + پوتی یا پوتیاں = $\frac{2}{3}$ + ۰ دیکھو دفعہ ۳۶ - ۵ - دیکھو سند ۵ +

۹ - بیٹی + پوتی + پوتا = $\frac{1}{2}$ + (بقایا ۱ : ۲ کے حساب سے) پوتا پوتی عصبہ ہیں +

۱۰ - بیٹیاں + پوتی + پوتا = $\frac{2}{3}$ + (بقایا ۱ : ۲ کے حساب سے) پوتا - پوتی عصبہ ہیں +

۱۱ - بیٹی + پوتی + پڑپوتی + پڑپوتا = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ + (بقایا ۱ : ۲ کے حساب سے) پڑپوتی پڑپوتا عصبہ ہیں +

۱۲ - بیٹیاں + پوتی + پڑپوتی + پڑپوتا = $\frac{2}{3}$ + (بقایا ۱ : ۲ کے حساب سے) پوتی پڑپوتی پڑپوتا عصبہ ہیں +

قاعدے یہ ہیں - (۱) ایک سے زیادہ بیٹیاں ہیں تو اُن کو $\frac{2}{3}$ دو - پوتیاں سب محروم + (۲) ایک بیٹی ہے تو اس کو $\frac{1}{2}$ دو - باقی $\frac{1}{6}$ پوتیوں کو دو - پڑپوتیاں غیر محروم + (۳) اگر پڑپوتیوں کے ساتھ پڑپوتا ہے یا اس سے بھی نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہے - تو بقایا $\frac{1}{3}$ یہ سب بانٹ لیں - لڑکے کا حصہ لڑکی سے دُگنا ہو - اور اسی طرح اگر پوتیوں کے ساتھ کوئی لڑکا ہو (یعنی پوتا) تب بھی بیٹی یا بیٹیوں کا حصہ دیکر بقایا وہ بانٹ لیں +

نقشہ ۲۶ - بیٹی بموجودگی پوتی پوتا و پڑپوتی پڑپوتا

اس ایک نسب نامہ میں متعدد نسب نامے شامل ہیں جن میں بیٹی پوتی پڑپوتی کی میراث کی مختلف صورتیں دکھائی گئی ہیں + ایک سے زیادہ کو اس طرح (((کئی دائروں کے مجموعہ سے ظاہر کئے گئے ہیں۔

تقسیم حصص - ذیل کی جملہ صورتوں میں بیٹا نہیں ہے - ہاں بعض صورتوں میں پوتا یا پڑپوتا ہے۔

صورت	حصہ	
۱	$\frac{1}{2}$	صورت ۱ — بیٹی + پوتی یا پوتیاں ہیں — تو $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ = $\frac{2}{3}$
۲	$\frac{2}{3}$	صورت ۲ — بیٹیاں + پوتی یا پوتیاں ہیں — تو $\frac{2}{3}$ + ۰ = $\frac{2}{3}$
۳	$\frac{1}{2}$	صورت ۳ — بیٹی + پوتی + پوتا ہے — تو $\frac{1}{2}$ + (بقایا ۱:۲)
۴	$\frac{2}{3}$	صورت ۴ — بیٹیاں + پوتی + پوتا ہے — تو $\frac{2}{3}$ + (بقایا ۱:۲)
۵	$\frac{1}{2}$	صورت ۵ — بیٹی + پوتی + پڑپوتی + پڑپوتا ہے — تو $\frac{1}{2}$ + (بقایا تینوں میں ۱:۲)
۶	$\frac{2}{3}$	صورت ۶ — بیٹیاں + پوتی + پڑپوتی + پڑپوتا ہے — تو $\frac{2}{3}$ + (بقایا تینوں میں ۱:۲)

پوتی $\frac{1}{6}$

باقی ۱:۲ کے حساب سے ملیگا — یہ دونوں عصبہ ہیں

باقی ۲:۱ کے حساب سے ملیگا — یہ دونوں عصبہ ہیں

باقی دونوں میں ۱:۲ کے حساب سے

باقی تینوں میں

مرد کو دو عورت

اس نقشہ کی کچھ کیفیت نقشہ ۲۵ سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ دیکھو دفعہ ۲۸

۱۲ - پوتی + بیٹا (یا پوتیاں + بیٹا یا بیٹے) = ۰ + کل (پوتیاں محروم)۔

۱۴ - بیٹی + پوتی + بہن = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ + بقایا (بہن عصبہ ہے)

۱۵ - بیٹیاں + پوتی + بہن = $\frac{2}{3}$ + ۰ + بقایا (بہن عصبہ ہے)۔

۱۶ - بیٹی + بھائی حر + بہن حر = $\frac{1}{2}$ + (بقایا ۲:۱ کے حساب سے) دفعہ ۳۰ سند ۴ و ۵

۱۷ - بیٹی + بھائی = $\frac{1}{2}$ + بقایا (بھائی عصبہ ہے) دفعہ ۳۲-۳

۱۸ - بیٹی یا پوتی + ماں = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ (ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ رہ گیا) بقایا ان پر رد ہوگا

۱۹ - بیٹیاں یا پوتیاں + ماں = $\frac{2}{3}$ + $\frac{1}{6}$ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۰ - بیٹی یا بیٹیاں + خاوند = $\frac{1}{2}$ یا $\frac{2}{3}$ + $\frac{1}{4}$ } دفعہ ۴۸

۲۱ - بیٹی یا بیٹیاں + بیوی = $\frac{1}{2}$ یا $\frac{2}{3}$ + $\frac{1}{8}$ }

۲۲ - بیٹی یا بیٹیاں + بھائی اخ یا بہن اخ = $\frac{1}{2}$ (یا $\frac{2}{3}$) + $\frac{1}{6}$

۲۳ - پوتی یا پوتیاں + بھائی اخ یا بہن اخ = $\frac{1}{2}$ (یا $\frac{2}{3}$) + $\frac{1}{6}$

۲۴ - بیٹی + چچا + پھوپی = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{2}$ + ۰ (پھوپی محروم) دیکھو دفعہ ۴۰ سند ۴

۲۵ - بیٹی (بیٹیاں) + پوتی (پوتیاں) + باپ (دادا) = $\frac{1}{2}$ ($\frac{2}{3}$) + $\frac{1}{6}$ (۰) + باقی

تشریحات **۱** بیٹیوں کا حصہ۔ حقیقی بیٹیوں کے تین حال ہیں۔ ایک کے واسطے نصف حصہ ہے۔ اور دو یا زیادہ کے لئے دو تہائی حصہ ہے۔ اور اگر بیٹا موجود ہو تو مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ملیگا۔ اور وہ بیٹا ان بیٹیوں کو عصبہ کر دیگا۔۔۔ سراجی ۵ (اَمَّا الْبَنَاتُ الصُّلْب ...... یُعَصِّبُهُنَّ) +

۲ دو یا زیادہ بیٹیوں کو دو تہائی ملنا چاہیئے۔ وجوہات۔ ان کی (یعنی صحابہ کرام کی) اس قول کی تین وجوہ ہیں۔ (۱) خدائے پاک کا فرمان یعنی لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ہی اس بات کا ثبوت ہے (یہ اس طرح ہے کہ) کم سے کم اولاد ذکور واناث جو جمع ہو سکتی ہیں وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو سکتے ہیں تو اس صورت میں بیٹے کو دو تہائی (اور بیٹی کو $\frac{1}{3}$) بالاتفاق ملیگا [اور اگر اس بیٹے کی بجائے دو بیٹیاں شمار کرو تو ان کو بھی دو تہائی ملیگا] + اس اشارہ سے معلوم ہوا کہ دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے اور یہ حصہ بیٹیوں کا بیٹوں کی غیر موجودگی میں ہے [کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں تو بیٹی عصبہ ہو جاتی ہے] + تو اب دو بیٹیوں کا حال تو معلوم ہو ہی گیا۔ رہا دو سے زیادہ کا تو اُن کے واسطے یہ فرمایا کہ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ۔ تو اگر وہ دو سے زیادہ ہوں یعنی جماعت کی جماعت ہو تو انکے واسطے وہی ہے جو دو کے واسطے ہے یعنی دو تہائی۔ اس سے زیادہ نہیں ملے گا۔+ (۲) یہ دو بیٹیاں قرابت رحمی کی وجہ سے اُن دو بہنوں سے زیادہ قریب ہیں جن کو دو تہائی ملتا ہے۔ تو دو بیٹیاں دو تہائی کے واسطے اُن سے کہیں زیادہ مستحق ہوئیں (۳) اگر بہن اپنے بھائی کے ساتھ ہو تو اس کو تہائی ملتا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ (بجائے بھائی کے) دوسری بہن کے ساتھ ہو تب بھی اس کو تہائی ملے۔ اور اسی طرح دوسری بہن کے واسطے بھی واجب ہے تہائی جبکہ پہلی بہن کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ بھائی کی غیر موجودگی میں پہلی بہن کے واسطے تھا۔ تو اس طرح دونوں کے واسطے دو تہائی حصہ ہوا۔۔۔ شریفیہ ۲۶ (وَعَلَّلَ قَولَهُم ...... لَهُمَا الثُّلُثَانِ) دیکھو دفعہ ۴۷ سند ۳۔ نیز دفعہ ہذا سند ۶+

یہ آیت جو بیٹیوں کی میراث کے متعلق ہے۔ دراصل سعد کے بھائی کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اور اس صورت میں دو بیٹیاں تھیں [جن کو میراث تقسیم کی گئی تھی۔ اور دو تہائی دیا گیا تھا]۔ لہٰذا فوق اثنتین میں دو کے واسطے بھی وہی میراث ہے۔۔۔ شرح بسیط +

فوق اثنتین میں دو بھی شامل ہیں۔ تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ کوئی عورت تین دن سے زیادہ کے سفر میں نہ جائے لیکن جبکہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا کوئی محرم۔ تو مطلب ہے تین دن یا اس سے زیادہ۔ تو تین دن سے زیادہ میں تین بھی شامل ہوئے اسی طرح دو سے زیادہ میں دو بھی شامل ہیں +

۳ ۔ دو بیٹیوں کو مثل ایک بیٹی کے حصہ ملیگا (نزد ابن عباس) لیکن حضرت ابن عباس کے نزدیک دو بیٹیوں کی میراث بھی ایک ہی کے مثل ہے۔ اور یہی ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سب صحابہ کرام کے نزدیک دو بمعنی کثی کے ہیں۔۔۔ شریفیہ ۲۶ (وَاَمَّا الْاِثْنَتَانِ ...... الْجَمَاعَة)۔۔۔ تشریح یعنی اگر ایک بیٹی کو نصف ملتا ہے تو دو کو بھی نصف ملیگا۔ یعنی چوتھائی چوتھائی بانٹ لیں۔ ہاں اگر دو سے زیادہ ہوں تو $\frac{2}{3}$ حصہ ملیگا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک دو جمع کے معنوں میں نہیں آسکتا

۴ بیٹے کے ساتھ بیٹیاں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ اگر بیٹے کے ساتھ بیٹی ہو تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے طریق پر تقسیم ہوگا۔ اور بیٹا عصبہ کر دیگا بیٹیوں کو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ + تو جس حال میں کہ نہیں بیان کیا خدا تعالے نے حصہ بیٹیوں کا جبکہ وہ بیٹے کی موجودگی میں ہوں۔ تو اس کے صریحاً یہ معنی ہیں کہ بصورت اجتماع کے بیٹا بیٹیوں کو عصبہ کر دیگا اور ترکہ تقسیم کیا جائیگا بیٹیوں اور بیٹے کے

درمیان اس طریق پر جس کا ذکر ہمنے تقسیم عصوبت میں کیا ہے ــــ شریفیہ ۲۶ (مَعَ الِابْنِ لِلذَّکَرِ ۔۔۔ بِطَرِیْقِ الْعُصُوْبَۃِ) دیکھو نقشہ ۲۶ صورت ۵ و دفعہ ۳۹

۵ - **پوتیوں کا حصہ** - پوتیاں مثل بیٹیوں کے ہیں - اور ان کی تقسیم میراث میں چھ صورتیں ہیں ؛ نصف حصہ ایک کے واسطے ہے اور دو تہائی دو یا زیادہ کے واسطے درصورتیکہ بیٹیاں نہوں - اور چھٹا حصہ ہے ایک بیٹی کی موجودگی میں دو تہائی پورا کرنے کو ؛ اور محروم ہونگی دو بیٹیوں کی موجودگی میں لیکن جبکہ ان کے مقابلہ میں یا نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہو تو وہ ان کو عصبہ کردیگا[۱] اور بقایا ترکہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگا ؛ اور سب کے سب بیٹے کی موجودگی سے محروم ہوجاتے ہیں ــــ سراجی - (بَنَاتُ الِابْنِ ۔۔۔۔۔ کَلُّهُنَّ بِالِابْنِ) ؛

دلیل یہ ہے کہ بیٹیوں کا حق صرف دو تہائی ہے [اور اس سے زیادہ نہیں] اور جبکہ ایک بیٹی کو نصف مل چکا بوجہ قوت قرابت کے تو بیٹیوں کے حق میں سے صرف چھٹا حصہ اور باقی رہ گیا - تو وہ پوتیوں کا ہے [کیونکہ وہ بھی بیٹیوں میں شمار ہوتی ہیں] [ایک پوتی ہو یا کئی ہوں] اس کے بعد جو کچھ ترکہ میں سے باقی رہیگا وہ اولی عصبہ کے واسطے ہے [دیکھو دفعہ ۱۴ مسئلہ ۴] تو گویا پوتیاں ذوی الفروض سے ہوئیں بموجودگی ایک بیٹی کے [دیکھو نقشہ ۲۶ صورت ۱] ــــ شریفیہ ۲۷ (وَالدَّلِیْلُ ۔۔۔۔۔ فَلَهُنَّ فَرْضُهُنَّ) -

یہ دو حالتیں (جن میں بیٹیاں اور پوتیاں ایک ہی احکام کے تابع ہیں) پہلی تین حالتوں سے ہیں اور ان میں شرط ہے صلبی بیٹیوں کا نہونا - کیونکہ صلبی بیٹیوں کے بارہ میں نص وارد ہوئی ہے - تو جب وہ نہونگی تو پوتیاں ان کے قائم مقام ہونگی ــــ شریفیہ ۲۶ (فَهُنَّ تَاَتِیْنَ ۔۔۔۔۔ مَقَامَهُنَّ) -

چھٹا حصہ ہے بیٹے کی بیٹی کے واسطے - جبکہ وہ ایک ہو یا زیادہ بشرطیکہ ایک بیٹی بھی موجود ہو تاکہ لڑکیوں کا دو تہائی پورا ہوجائے ــــ درمختار ۸۶۳ (وَالسُّدُسُ ۔۔۔ تَکْمِلَۃً لِلثُّلُثَیْنِ)

۶ - **پوتیاں کب عصبہ ہیں** - پوتیاں عصبہ اس صورت میں ہونگی جبکہ ان کے ساتھ میت کا پوتا ہو ؛ ہاں اگر ان کے ساتھ پڑپوتا وغیرہ ہو [یعنی لڑکا جو ان کے نیچے کے درجہ میں ہو] تو [یہ اس وقت عصبہ نہیں ہونگی] بلکہ ان کو اپنا فرضی حصہ ملیگا ؛ اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملیگا بموجودگی دو بیٹیوں کے جملہ اصحاب کرام کے نزدیک کیونکہ بیٹیوں کے حق میں سے [جو ۲/۳ ہے] کچھ باقی نہیں رہتا [کہ پوتیوں کو دیا جائے] لیکن ابن عباس کی رائے اس کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک دو بیٹیاں اور ایک بیٹی ایک ہی حکم کے تابع ہیں [دیکھو مسئلہ ۳] - یہ دوسری حالت ہوئی تین حالتوں میں سے [جو پوتیوں سے متعلق ہیں] -

اگر ان کے برابر کے درجہ میں یا ان سے نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہو تو وہ اُن کو عصبہ کردیگا [یعنی اس وقت پوتیوں کو کچھ ملیگا] - تو پھر باقی ترکہ ان میں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگا - تو یہ تیسری صورت ہے اُن صورتوں میں سے جو مشترک ہیں بیٹیوں اور پوتیوں کے درمیان ؛ تو پوتیاں جبکہ ان کے مقابلہ میں کوئی لڑکا ہو [یعنی اُن ہی کے درجہ میں] چاہے اُن کا بھائی ہو یا اُن کا چچا کا بیٹا ہو - تو وہ اُن کو عصبہ کردیگا - جیسا کہ میت کا اپنا بیٹا عصبہ کردیتا ہے اس کی اپنی بیٹیوں کو - اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کہ مذکر جو بیٹے کی اولاد میں ہو اس مؤنث کو جو اسی درجہ میں ہو عصبہ کردیتا ہے جس حال میں کہ میت کا کوئی اپنا بیٹا موجود نہ ہو اور یہ بالاجماع کل ترکہ کے استحقاق کے متعلق ہے - تو اسی طرح وہ مذکر عصبہ کردیگا مؤنث مذکورہ کو دو بیٹیوں کے ساتھ اس ترکہ کے استحقاق میں جو ۱/۳ ترکہ سے بچا ہوا ہو - اور یہی مذہب ہے عامہ صحابہ کا اور اسی پر متفق ہیں جمہور علما ؛ عصبہ کرنے میں ابن مسعود کی رائے ؛ لیکن ابن مسعود فرماتے ہیں کہ وہ مذکر اُن عورتوں کو عصبہ نہیں کریگا بلکہ بقایا ترکہ پوتے کو ملیگا - کیونکہ اگر (بعد دینے ۲/۳ کے جو بیٹیوں کا حصہ ہے) بقایا پوتے اور پوتیوں میں بحساب مرد کو عورت سے دُگنے کے تقسیم کیا جائے تو لڑکیوں کا حق ۲/۳ سے بڑھ جاویگا - [کیونکہ پوتیاں بھی بیٹیاں ہیں] - حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹیوں کا حق دو تہائی سے زیادہ نہیں بڑھایا جائے - اور ایک وجہ یہ بھی ہے [اور یہ آخر قول ابن مسعود کا ہے] کہ مذکر کے ساتھ وہ عورت عصبہ ہوا کرتی ہے جو (اس مذکر کی عدم موجودگی میں) دراصل صاحب فرض ہو [دیکھو ۴۸-۴۱] جیسے کہ بیٹیاں اور بہنیں ؛ اور جب یہ بات نہ ہو تو وہ مؤنث عصبہ نہیں ہوسکتی بموجودگی مذکر کے جیسے کہ بھتیجیاں کہ بھتیجوں کے ساتھ اور چچا کی بیٹیاں کہ چچا کی بیٹوں کے ساتھ عصبہ نہ ہونگی [دیکھو ۴۳-۴۴] - کیونکہ وہ دونوں عورتیں اُن دونوں مردوں کی عدم موجودگی میں صاحب فرض نہیں تھیں - اسی طرح یہاں بھی پوتیاں دو بیٹیوں کی موجودگی میں صاحب فرض نہیں ہیں - لہذا عصبہ بھی نہ ہونگی ؛ ابن مسعود کی رائے کا جواب ؛ تو جمہور علماء نے ابن مسعود کی پہلی دلیل کا یہ جواب دیا ہے - کہ مذکورہ صورتوں میں دو بیٹیوں کا استحقاق بالفرض ہے اور پوتیوں کا استحقاق بالعصوبت ہے - اور وہ دونوں سبب مختلف ہیں پس ایک کا دوسرے میں لحاظ نہ کیا جاویگا - تو پھر تو دو تہائی پر زیادتی نہ ہوئی ؛ دوسری دلیل کا یہ جواب ہے کہ پوتی صاحب فرض ہے جبکہ پوتا موجود نہ ہو لیکن وہ اس جگہ دو بیٹیوں کی موجودگی سے محجوب ہے - کیا یہ بات نہیں ہے کہ پوتی بیٹیوں کی عدم موجودگی میں نصف ترکہ لیتی ہے بخلاف بھائی کی بیٹیوں کے اور چچا کی بیٹیوں کے - کیونکہ اُن کے واسطے فرضی حصہ نہیں ہے جبکہ وہ بھائی کے بیٹے یا چچا کے بیٹے کی عدم موجودگی میں ہوں - تو وہ اس کے ساتھ عصبہ نہیں ہوسکتیں [تو قیاس پوتیوں کا

[۱] بشرطیکہ انمیں سے کوئی پوتی صاحب فرض ہو - ورنہ وہ اپنا فرضی حصہ لے گی ــــ ازحاشیہ درمختار

بھتیجوں پر قیاس مع الفارق ہے]+ یہ سب جو کچھ ذکر کیا گیا اس حالت کے واسطے ہے جبکہ مذکر پوتیوں کے مقابلہ میں ان کے برابر کے درجہ میں ہو۔ دیکھو دفعہ ۴۷ سند ۴+

لیکن جبکہ مذکر پوتیوں سے نیچے کے درجہ میں ہو تو ہمارے نزدیک [یعنی علماءِ حنفیہ کے نزدیک] تو یہی حکم ہے بموجب ظاہر مذہب (کہ وہ مذکر عصبہ کر دیگا+

لیکن بعض متاخرین کے نزدیک مذکر نیچے کے درجہ کا پوتیوں کو عصبہ نہیں کریگا بلکہ [بیٹیوں کا حصّہ دینے کے بعد] باقی ترکہ اس مذکر کو ملجائیگا۔ کیونکہ مذکر اسی مؤنث کو عصبہ کرتا ہے جو اسی کے درجہ میں ہو نہ اس کو جو اس سے اوپر کے درجہ میں ہو۔ چنانچہ پوتا نہیں عصبہ کرتا بیٹی کو۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر مذکر اپنے سے اعلیٰ درجہ والی کو عصبہ کریگا تو وہ خود تو محروم ہونا چاہیے کیونکہ عصبات کی توریث میں قریب درجہ والے کو بعید درجہ والے پر ترجیح ہے۔ [دیکھو دفعہ ۳۹] گو وہ قریب کے درجہ والا مذکر ہو یا مؤنث۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے۔ تو وہ بہن بھائی کے بیٹے پر مقدم کی جاتی ہے۔ [دفعہ ۵۴ سند ۲] تو جس حالت میں کہ وہ مذکر خود محروم ہو گیا تو وہ کس کو عصبہ کر سکتا ہے (کیونکہ محروم عصبہ نہیں کر سکتا)+ اس کا ہمارا یعنی علماءِ حنفیہ کا یہ جواب ہے کہ یہ مؤنث اگر مذکر کے ساتھ ایک ہی درجہ میں ہوتی [مثلاً یہ دونوں پڑپوتا پڑپوتی یا پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ ہوتے] تو عصبہ ہو جاتی۔ لیکن جبکہ اس سے زیادہ قریب درجہ میں ہے [یعنی میّت سے بہ نسبت اس مذکر کے زیادہ قریب ہے] تو وہ عصبہ ہونے میں اولیٰ ہوگی۔ اور کس طرح نہ ہو وہ زیادہ حقدارِ عصبہ حالانکہ جو مؤنث اس مذکر کے درجہ میں ہے [یعنی پڑپوتی] وہ تو کچھ نہ کچھ میراث کی مستحق ہو۔ اور بیٹیوں میں سے ایک بیٹی جو درجہ میں اس سے اوپر ہو [یعنی پوتی] وہ محروم رہے۔ تو یہ لغو بات ہے۔ (بات یہ ہے کہ بیٹیوں اور پوتیوں کا ⅔ دینے کے بعد باقی ⅓ پڑپوتی و سکڑپوتی وغیرہ کو بشرطیکہ کسی درجہ میں نیچے کوئی لڑکا عصوبت والا ہو بطور عصوبت تقسیم ہو جائیگا) — شریفیہ ۲۷-۲۸ (والدلیل علیہا …… یشبہ المحال) دیکھو سند ۶+

۷ بیٹی پوتی پڑپوتی و پوتا پڑپوتا وغیرہ میں ترکہ کی تقسیم (بذریعہ نقشہ) اگر میت نے تین پوتیاں چھوڑیں کہ کچھ اوپر کے درجہ میں ہیں اور کچھ نیچے کے۔ اور نیز تین پڑپوتیاں چھوڑیں کہ اُن میں سے کچھ اوپر کے درجہ میں اور کچھ نیچے کے درجہ میں ہیں۔ اور اسی طرح تین اور سکڑپوتیاں چھوڑیں کہ ان میں بھی کچھ اوپر کے درجہ میں اور کچھ نیچے کے درجہ میں ہیں۔ [دیکھو نقشہ ۲۷]۔ تو ظاہر ہے کہ فریق اوّل کی اوپر والی کو تو نصف ملیگا کیونکہ وہ بیٹی کے قائم مقام ہے جب بیٹی نہیں ہے [دیکھو سند ۵] اور فریق اوّل کی وسطیٰ کو اور اس کی ہمدرجہ کو [یعنی ۲ و ۳ کو] ⅙ ملیگا (لڑکیوں کا ⅔ پورا کرنے کو) کیونکہ جب بیٹی نہیں ہے تو پوتی اس کے قائم مقام ہوگئی تو جو اس سے ایک درجہ نیچے ہے وہ پوتی کے قائم مقام ہوگی۔ اور نیچے والیوں کو کچھ نہ ملیگا۔ یعنی چھ بیٹیاں [۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹] جو باقی بچی ہیں تو بیٹیوں میں سے اُن کو کچھ نہیں ملیگا کیونکہ جب تین بیٹیوں کو دو تہائی پورا کا پورا حصّہ بیٹیوں کا دیدیا تو باقی بیٹیوں کے واسطے کچھ فرضی حصّہ باقی نہیں بچا۔ اور ان بیٹیوں کے واسطے عصوبت تو بالکل ہے ہی نہیں لہذا ترکہ میں سے ان کو [یعنی ۶ باقی کو] کچھ نہیں ملیگا+

ان باقی چھ لڑکیوں کو کس صورت میں ملیگا۔ [ہاں ان کو اس وقت ملیگا] جب ان سے نیچے کے درجہ والیوں کے ساتھ کوئی مذکر ہوگا۔ جو عصبہ کر دے گا ان کو جو اسی کے درجہ میں ہونگی یا اس سے اوپر کے درجہ میں ہونگی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ بقول عامّہ صحابہ و جمہور علماء [سند ۶] اور صرف اسی کو عصبہ کرے گا جس کا فرضی حصّہ نہیں ہے کیونکہ جس کا فرضی حصّہ ہے وہ تو اپنا وہی حصّہ لیگی اور عصبہ نہیں ہو سکیگی۔ جیسا کہ ابھی فریق اوّل کی اوپر والی [یعنی نمبر ۱] کو ½ ملا ہے اور اسی فریق کی وسطیٰ نے مع فریق دوم کی اوپر والی کے چھٹا حصّہ لیا ہے۔ گویا فرضی حصّہ نہ لینے والی وہ ہونگی جو اس مذکر سے اوپر کے درجہ میں ہیں نہ کہ وہ جو اس مذکر کے ہم درجہ ہیں۔ کیونکہ ہم درجہ تو ضرور ہی عصبہ ہونگی+ لڑکے کے نیچے درجہ والیاں سب ساقط۔ اور سب جو اس مذکر کے نیچے کے درجہ میں ہونگی ساقط ہو جائینگی [یعنی ان کو کچھ ورثہ نہیں ملیگا]۔ اور یہی وجہ ہے کہ مصنّف سراجی نے ہر جگہ بحذائہٖ اور من تحتہ استعمال کیا ہے+

لہذا لڑکے کے مختلف درجہ میں ہونے سے تقسیم اس طرح ہوگی (نقشہ ۲۸)۔ اگر وہ مذکر فریق اوّل کی نیچے والی کے ساتھ ہے [یعنی نمبر ۷ کے] تو فریق اوّل کی اعلےٰ درجہ والی کو ½ ملیگا اور فریق اوّل کی وسطیٰ فریق ثانی کی علیا کے ساتھ [یعنی ۲ و ۳] ⅙ لینگی۔ [تاکہ ⅔ پورا ہو جائے]۔ اور باقی تہائی لڑکے اور فریق اوّل کی نیچے والی [نمبر ۷] اور فریق دوم کی وسطیٰ [نمبر ۵] اور فریق سوم کی علیا [نمبر ۴] کے درمیان ۵ حصّہ ہو کر تقسیم ہوگا۔ اور دوسرے فریق کی نیچے والی [نمبر ۸] اور تیسرے فریق کی وسطیٰ و نیچے والی [نمبر ۹ و ۱۰] محروم ہو جائینگی+ اگر یہ لڑکا (نقشہ ۲۹) فریق ثانی کی نیچے والی کے ساتھ ہو [یعنی نمبر ۸ کے] تو یہ باقی کا تہائی اس لڑکے میں اور فریق اوّل کی نیچے والی [نمبر ۶] اور فریق ثانی کی وسطیٰ [نمبر ۵] اور فریق ثالث کی علیا و وسطیٰ [نمبر ۴ و ۹] کے درمیان سات حصّوں میں بطریق للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا۔ اور تیسرے فریق کی سفلی [نمبر ۱] محروم رہیگی+ اگر لڑکا (نقشہ ۳۰) تیسرے فریق کے نیچے دس کے ساتھ ہو [نمبر ۹ کے]

سے ۹۵ لو مجموعی پوتیوں کے فریق اوپر سے نیچے قطار میں مانے گئے ہیں+

نقشہ ۲۷ متعلق سند ۷

بیٹی بموجودگی پوتیاں پڑپوتیاں وپڑپوتیاں وغیرہ

میت

۱ — بیٹی کو ½ ملا

۲ ($\frac{1}{12}$) ۳ ($\frac{1}{12}$) — ان دونوں کو ⅙ ملا جو ⅔ کا بقایا ہے

۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ — یہ ۶ لڑکیاں محروم ہیں کیونکہ ⅔ پورا مل چکا

نقشہ ۲۸ متعلق سند ۸

بیٹی بموجودگی پوتیاں پڑپوتی پڑپوتیاں پڑپوتیاں

میت

۱ ($\frac{1}{2}$) — بیٹی کو ½ ملا

۲ ($\frac{1}{12}$) ۳ ($\frac{1}{12}$) — نمبر ۲ و ۳ کو ⅙ ملا

⅔

۴ ($\frac{1}{15}$) ($\frac{2}{15}$) ۵ ($\frac{1}{15}$) ۷ ($\frac{1}{15}$) — بقایا ⅓ نمبر ۴ تا ۷ کے درمیان مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے تقسیم ہوگا

۸ ۹ ۱۰ — یہ سب محروم ہیں

کتاب المیراث
۷۶
۲۸
نقشہ ۲۹
بیٹی بموجودگی پوتیاں پڑپوتیاں سکڑپوتا سکڑپوتیاں وغیرہ
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۸
۹
۱۰
بیٹی کو ½ ملا
نمبر ۲ و ۳ کو ⅙ ملا
بقایا ⅓ نمبر ۴ سے ۹ تک کے درمیان
بقایا ⅓ نمبر ۴ سے ۹ تک کے درمیان مرد کو عورت کے دگنے کے حساب سے تقسیم ہوگا
یہ محروم ہے۔
نقشہ ۳۰
بیٹی بموجودگی پوتیاں ۔ پڑپوتیاں ۔ پڑپوتیاں ۔ سکڑپوتا
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
بیٹی کو ½ ملا
نمبر ۲ و ۳ کو ⅙ ملا
بقایا ⅓ نمبر ۴ سے ۱۰ تک کے درمیان مرد کو عورت کے دگنے کے حساب سے تقسیم ہوگا

نقشہ ۳۱

متعلق سندے

بیٹی بموجودگی بیٹا - پوتیاں - پڑپوتیاں وغیرہ

میت

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

ورثہ بیٹا اور بیٹی کے درمیان ۲ اور ۱ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

یہ سب بے سبب محروم ہیں

نقشہ ۳۲

متعلق سندے

بیٹی بموجودگی پوتا - پوتیاں - پڑپوتیاں

میت

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

بیٹی کو ½ ملا

باقی نصف ۲ و ۳ و ۴ کے درمیان تقسیم ہوگا۔ مرد کو عورت سے دگنا ملے گا۔

یہ سب بے سبب محروم ہیں

تو وہ باقی کا تہائی اس لڑکے اور باقی چھ نیچے والیوں کے درمیان آٹھ حصّہ ہو کر تقسیم ہوگا [یعنی نمبر۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ کے درمیان] + اگر فرض کیا جائے لڑکے کا موجود ہونا (نقشہ ۳۱) فریق اوّل کے علیا کے ساتھ۔ (دیکھو نقشہ ۳۱۔ نیز دیکھو نقشہ ۳۲ نمبر ۲ موجود ہے) [یعنی نمبر ۱ و ۲ موجود ہوں] تو کل ترکہ اس اور اس کی بہن کے درمیان بتناسب مذکر کو دو حصّہ اور مؤنث کو ایک کے تقسیم ہوگا۔ اور باقی ۸ [یعنی ۳ لغایت ۱۰] لڑکیاں نیچے کی محروم ہونگی + اگر فرض کیا جائے لڑکا فریق اوّل کی وسطی کے ساتھ (نقشہ ۳۳) تو اوّل کی علیا (نمبر۱) نصف لیگی۔ اور باقی لڑکے اور اس کے ہمدرجہ لڑکیوں میں یعنی فریق اوّل کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں (نمبر۳ و ۴ میں) لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگا۔ اور یہی صورت ہوگی جبکہ فریق ثانی کی علیا کے ساتھ لڑکا فرض کریں — شریفیہ ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ (وَلَوْ تَرَکَ الْمَیِّتُ ...... مَعَ الْعُلْیَا الثَّانِیْ)۔ نیز دیکھو دفعہ ۳۰۔ سند ۴ +

اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر پوتی کے ساتھ پوتا ہو تو پوتی اس کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے خواہ یہ پوتا اسی درجہ میں ہو یا اس سے نیچے درجہ میں ہو۔ [یعنی چاہے یہ پڑپوتا ہو اور بلکہ اس سے بھی نیچے درجہ میں ہو] بشرطیکہ اس پوتی کا کوئی فرضی حصّہ نہ ہو — فتاوی عالمگیری +

اگر میّت کی اولاد میں کوئی لڑکا نہ ہو اور بیٹے کی اولاد میں لڑکا ہو۔ تو اگر بیٹے کی اولاد میں صرف لڑکے ہی ہوں۔ تو لڑکیوں کا فرضی حصّہ ۱/۲ یا ۲/۳ دینے کے بعد نصف یا ۱/۳ جو کچھ بھی رہا وہ اُن کو ملیگا۔ اور اگر بیٹے کی اولاد میں لڑکا لڑکی دونوں ہوں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اگر میّت کی بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ۲/۳ دیکر باقی سب لڑکے کی اولاد میں مذکر و مونث کے درمیان مذکر کو مؤنث سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ یہ حضرت علیؓ و حضرت زیدؓ کا قول ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے — فتاوی عالمگیری — نیز دیکھو ۳۱۔ سند ۴ +

۸ — <u>ابن عباس کی تقسیم جبکہ لڑکا کسی نیچے درجہ میں ہو</u>۔ یاد رہے کہ پوتیاں اوپر کے درجہ والی (کسی درجہ میں بھی ہوں) جب وہ اپنا ۲/۳ حصّہ فرضی لے چکیں گی۔ تو پھر اگر نیچے درجہ میں کوئی لڑکا اور لڑکی پائی جائے تو وہ لڑکا لڑکیوں کو عصبہ کر دیتا ہے جس کا تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اور عامہ صحابہ بھی اسی پر متفق ہیں۔ لیکن ابن مسعود کے نزدیک ۱/۳ سے جو کچھ باقی رہے وہ صرف اُس لڑکے ہی کو ملے گا بطور عصوبت جیسا کہ ذکر بھی کیا گیا ہے + اب ایک صورت یہ ہے کہ اگر اوپر والی نے ان میں سے نصف اپنا فرضی حصّہ لے لیا اور پھر لڑکا نیچے کے درجہ میں پایا گیا اور لڑکی بھی اس درجہ میں ہوئی اور لڑکوں کی تعداد لڑکیوں سے زیادہ ہوئی۔ یا دونوں تعداد میں برابر ہوئے۔ تو یہ بقایا [یعنی نصف جو باقی رہا ہے] لڑکوں لڑکیوں میں الذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہو جائیگا۔ یہاں تک تو جمیع علماء متفق ہیں + اچھا اگر لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی نسبت زیادہ ہو تب بھی علماء کے نزدیک اسی طرح تقسیم ہوگا۔ لیکن ابن عباس کے نزدیک اُس حالت میں لڑکیوں کو ۱/۶ ملیگا [اور باقی لڑکوں کو ملیگا تاکہ لڑکیوں کا حصّہ ۲/۳ سے نہ بڑھ جائے]۔ کیونکہ ابن مسعود پوتیوں کے واسطے وہ مقرر کرتے ہیں جو مقاسمہ اور چھٹے حصہ میں سے کم ہو۔ لہذا وہ پوتیوں کو دیتے ہیں جو ان کا کم سے کم حصّہ ہو سکتا ہے تاکہ لڑکیوں کا حق دو تہائی سے نہ بڑھ جائے — شریفیہ ۳۰ (وَاعْلَمْ اَنَّ الْعُلْیَاتِ ...... حَقَّ الْبَنَاتِ)۔ نیز دیکھو دفعہ ۲۲ +

۹ — <u>مختلف درجہ میں لڑکیوں کا واقع ہونا مسئلہ تشبیب ہے</u>۔ یاد رہے کہ مختلف درجہ میں لڑکیوں کا جمع ہونا (جیسا کہ نقشوں میں دکھایا گیا ہے) مسئلہ تشبیب کہلاتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ مشکل ہونے اور زیادہ فہم درکار ہونے کی وجہ سے ذہانت پر اثر ڈالتا ہے۔ اور غور و خوض کو زیادہ متوجہ کرتا ہے کہ خوب توجہ سے سُنیں۔ تو گویا مشابہ ہوا اشعار تشبیب کے جو شاعر شروع قصیدہ میں لکھتے ہیں تاکہ قصیدہ سُننے کی طرف محبوب توجہ مائل ہو۔ شریفیہ ۳۰ — (اِعْلَمْ اَنَّ ذِکْرَ الْبَنَاتِ ...... لِسَمَاعِهَا)۔ دیکھو نقشہ باب حساب فرائض میں +

۱۰ — <u>بیٹے کی موجودگی میں پوتی محروم</u>۔ پوتیاں بیٹے کی موجودگی میں محروم ہونگی بخلاف بیٹیوں کے (کہ وہ محروم نہیں ہونگی)۔ اور یہ باقی تین حالوں میں سے تیسرا حال ہے۔ اور یہاں پوتیوں کی چھ حالتیں تمام ہوتی ہیں — شریفیہ ۲۸ (وَیَسْقُطْنَ ...... اَحْوَالِ السِّتَّةِ) +

تشریح۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ محروم اس واسطے ہوتی ہیں کہ اصل کی موجودگی میں فرع محروم ہوتی ہے۔ اور ہر بعید قریب کی موجودگی میں ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض کتب فرائض — دیکھو سند ۵ +

۱۱ — <u>بموجودگی ایک بیٹی کے پوتیاں ذوی الفروض ہیں</u> — دیکھو سند ۵

۱۲ — <u>بیٹے کے ساتھ بیٹی عصبہ ہے (یا پوتے کے ساتھ پوتی)</u>۔ آیات قرآنی۔ دیکھو سند ۳ +

۱۳ — <u>پوتا اپنے سے اوپر کے درجہ کی پوتیوں کو عصبہ نہیں کریگا</u>۔ (ابن مسعود کی رائے)۔ سند ۸ +

بیٹی - پوتی - پڑپوتی - پوتا - پڑپوتا وغیرہ (طرز دیگر)
نقشہ ۳۳ بیٹی بموجودگی پوتی - پڑپوتا - پڑپوتی
میت
۱/۲
دونوں عصبہ ہو گئے
بقایا ۱/۲ دو اور ایک
کے تناسب سے تقسیم ہوگا
محجوبہ
حل
بیٹی + پوتی + پڑپوتا + پڑپوتی
۱/۲ ۱/۲ بحساب ۲:۱ محروم
نقشہ ۳۴ - بیٹی بموجودگی پوتی - پڑپوتی - پڑپوتا - سکڑپوتی
میت
۱/۲
۱/۶
دونوں عصبہ ہو گئے
بقایا ۱/۳ دو اور ایک
کے تناسب سے تقسیم ہوگا
محجوبہ
حل
بیٹی + پوتی + پڑپوتی + پڑپوتا + سکڑپوتی
۱/۲ ۱/۶ ۱/۳ بحساب ۲:۱ محروم
نقشہ ۳۵ - بیٹیاں بموجودگی پوتی - پڑپوتا - سکڑپوتی
میت
۲/۳
دونوں عصبہ ہو گئے
بقایا ۱/۳ دو اور ایک کے تناسب سے
تقسیم ہوگا
محجوبہ
حل
بیٹی + بیٹی + پوتی + پڑپوتا + پڑپوتی
۲/۳ ۱/۳ بحساب ۲:۱ محروم
نقشہ ۳۶ - بیٹی بموجودگی پوتی، پڑپوتی، سکڑپوتی، سکڑپوتا
میت
۱/۲
۱/۶
حل

۱۷ - اگر پڑپوتیوں کی تعداد پڑپوتوں سے زیادہ ہو تو (ابن مسعود کے نزدیک) تقسیم - سند ۸ ÷

۱۸ - بیٹی پوتی پڑپوتے کی تقسیم (حضرت علی و حضرت زید کے نزدیک - سند ۹ ÷

۱۹ - بیٹی یا پوتی کا حقیقی بھائی یا چچا کا بیٹا بھائی عصبہ کر دیگا ÷ دیکھو سند ۷ ÷

۱۴ - ولد الزنا - ولد الزنا اور ولد الملاعنہ اگر مر جائے تو اس کے عصبات اس کی ماں کے قرابت داروں میں سے ہونگے کیونکہ اس کا باپ تو مانا ہی نہیں گیا - تو ضروری ہے کہ اس کی ماں کے قرابت دار اس کے وارث ہونگے - اور یہ بھی انکا وارث ہوگا - چنانچہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ماں چھوڑی - اور ملاعن چھوڑا - تو بیٹی کو نصف ملیگا اور ماں کو چھٹا حصہ اور باقی ان ہی دونوں پر بہ تناسب ان کے حصص کے رد کیا جائیگا - اور ملاعن کو کچھ نہیں ملیگا - [دیکھو دفعہ ۳۰] گویا اس کا کوئی باپ نہیں ہے ÷ پھر اگر ان ورثا کے ساتھ خاوند یا بیوی بھی ہوں - تو اُن کا فرض حصہ دیکر بقایا ان دونوں کو [یعنی بیٹی اور ماں کو] بطور فرض اور رد ملیگا ÷ اگر اُس نے ماں چھوڑی اور ماں کی طرف سے ایک بھائی - اور ملاعن کا بیٹا چھوڑا - تو ماں کو تہائی اور ماں کی طرف سے بھائی کو چھٹا حصہ ملیگا اور بقایا پھر ان ہی دونوں پر تناسبا رد ہوگا - اور ملاعن کے بیٹے کو کچھ نہیں ملیگا - کیونکہ باپ کی طرف سے اس کا کوئی بھائی نہیں ہے ÷ اور اگر ملاعنہ کے بیٹے کا بیٹا مر گیا تو اس کے باپ کی طرف والے یعنی بھائی وارث ہونگے اور اس کے دادا کی قوم یعنی چچا اور ان کی اولاد وارث نہ ہونگے - اسی سے باقی مسائل معلوم ہو سکتے ہیں ÷ یہی حکم ولد الزنا کا ہے لیکن ان دونوں میں ایک امر میں فرق بھی ہے - وہ یہ ہے کہ اگر ولد الزنا کے ساتھ جڑواں بھائی پیدا ہوا اور وہ مر جائے تو ولد الزنا کو اس بھائی کی میراث اس طرح ملیگی کہ گویا ماں کی طرف کا بھائی مر گیا - اور یہ وارث ہوا ہے ÷ اور اگر ولد الملاعنہ کا جڑواں بھائی پیدا ہوا اور مر گیا تو وہ ایک ماں باپ سے حقیقی بھائی کی میراث پائیگا - عالمگیری

۱۸ - ولد الزنا یا ولد ملاعنہ ماں کی اولاد ہے نہ باپ کی - اس کا کوئی باپ نہیں ہے - دیکھو سند ۱۶ ÷ (نیز دیکھو دفعہ ۵۲ سند ۱)

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فیتہ والا نقشہ

باب ۲

فصل ہفتم - حقیقی بہن کی توریث

باب ۲

خلاصہ حقیقی بہن میت کی وہ بہن ہے کہ اس کے اور میت کے ماں باپ ایک ہوں ÷ ایسی بہن کا حصہ مثل بیٹی کے ہے - یعنی اگر ایک ہو تو نصف لیگی اگر کئی ہوں تو ⅔ ÷ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عصبات درجہ اول و دوم کی موجودگی میں بہنیں محروم ہوتی ہیں ÷ بھائی کی موجودگی سے بہن عصبہ ہو جاتی ہے - اور اُس وقت اس کا مقررہ حصہ جاتا رہتا ہے - اور اس کو اپنے بھائی سے نصف ملتا ہے ÷

۲۹ - حقیقی بہن -

۱ - حقیقی بہن وہ بہن ہے جو میت کے اپنے ماں باپ کی اولاد ہو - (یعنی میت کے اور اس کے ماں باپ ایک ہوں)

سندات

۱ - حقیقی بہن - اصحاب فرائض میں سے پانچویں ایک ماں باپ کی طرف سے سگی بہنیں ہیں - فتاوی عالمگیری

۲ - حقیقی بہن - اصحاب فرائض میں سے نویں ایک ماں باپ کی بہن ہے - اور حقیقی بہن کا حکم وہی ہے جو حقیقی بیٹی کا ہے - کنز ۳۹۲ ÷

لے فقرہ بالکل صاف ہے - مگر بیلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پیچیدہ ہے دیکھو بیلی محمدن لا - ص - ۹۳ ÷

۳۰ - حقیقی بہن کا حصہ و استقرار حق - (دیکھو دفعہ ۱۴۳ و دفعہ ۴۵ و سندات)

۱ - ایک بہن کا حصہ $\frac{1}{2}$ ہے -
۲ - دو یا زیادہ بہنوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے } جبکہ نہ بیٹا بیٹی (نہ پوتا نہ پوتی) نہ باپ (نہ دادا) نہ حقیقی بھائی موجود ہو دیکھو نقشہ ۳۳

۳ - { بہن ح + بھائی ح = $\frac{1}{3}$ + $\frac{2}{3}$ بھائی کو بہن سے دُگنا ملیگا - (اگر بہن بھائی کئی ہوں تب بھی یہی حساب ہے) دیکھو دفعہ ۴۵
{ بہن ح + بھائی ع = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{2}$ (بھائی عصبہ ہے) ✣

---

۴ - بہن ع + بیٹی (یا پوتی وغیرہ) = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{2}$ (بہن عصبہ ہے) - دیکھو دفعہ ۴۵ - نیز نقشہ ۳۸ ✣ دفعہ ۳۹ سند ۵ ✣

۵ - { بہن یا بہنیں + باپ (یا دادا)
{ بہن یا بہنیں + بیٹا (یا پوتا) } بہن محروم ہے - کل ترکہ باپ لیگا یا بیٹا - ✣

۶ - بہن + بیٹی + پوتی = $\frac{1}{3}$ + $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ (بہن عصبہ ہے) - (دیکھو نقشہ ۴۸)

۷ - بہن ح + بھائی ح + بیٹی = $\frac{1}{6}$ + $\frac{2}{6}$ + $\frac{1}{2}$ - دیکھو دفعہ ۴۵ ✣

۸ - بہن ح + بہن ع یا بہنیں ع = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ -

۹ - بہنیں ح + بہن ع یا بہنیں ع = $\frac{2}{3}$ + ۰ (یعنی حقیقی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہن یا بہنیں محروم ہیں) -

۱۰ - بہنیں ح + ماں = $\frac{2}{3}$ + $\frac{1}{6}$ (ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{6}$ رہ گیا)

سندات

۱ - حقیقی بہنوں کا حصہ - حقیقی بہنوں کی میراث کی پانچ صورتیں ہیں - (۱) نصف ایک واسطے ہے - (۲) دو تہائی دو یا زیادہ کے واسطے (۳) حقیقی بھائی کے ساتھ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگی (یعنی وہ عصبہ ہو جائیگی بھائی کی موجودگی کے سبب سے) - کیونکہ میت سے دونوں کی قرابت [یعنی بھائی اور بہن کی] برابر ہے - (۴) بیٹیوں کی موجودگی میں یا پوتیوں کی موجودگی میں ان کو باقی ترکہ ملیگا [یعنی وہ عصبہ ہوں گی] بدلیل قول علیہ السلام کے کہ عصبہ کرو تم بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ ۱ — سراجی (اَمَّا الْاَخَوَاتُ لِاَبٍ وَّاُمٍّ ..... مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَۃً) - نیز دیکھو دفعہ ۴۵ ✣

۲ - حقیقی بہن و علاتی بہن ایک ہی حکم کے تابع ہیں - قرآن شریف کی آیت میں جو میراث کے متعلق ہے حقیقی بہنوں میں علاتی بہنیں بھی شامل ہیں - کیونکہ اخیافی بہنوں کا حال آیت المواریث میں علیحدہ لکھا گیا ہے — شریفیہ ۳۰ (وَالْمُرَادُ ..... کَمَا مَرَّ) ✣

۳ - دو یا زیادہ بہنوں کو دو تہائی ملیگا - جبکہ دو بہنیں دو تہائی کی مستحق ہوئیں [بروئے آیت شریف] تو دو سے زیادہ کا استحقاق دو تہائی کے واسطے زیادہ ظاہر ہے - [لیکن دو تہائی دو سے زیادہ بہنوں کو دیا جانے کے متعلق] یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہنوں کے متعلق [آیت شریف میں] دو کا صاف ذکر ہے اور بیٹیوں کے متعلق دو سے زیادہ کا - یہ اس وجہ سے ہے کہ دو بہنوں کے حال سے دو بیٹیوں کا حال معلوم ہو جاوے - اور بیٹیوں کے حال سے بہنوں کا حال بطریق اولیٰ منکشف

---

۱ ابن عباس کے نزدیک بیٹی کو $\frac{1}{2}$ ملیگا اور بہن کو کچھ نہیں - اور $\frac{1}{2}$ بقایا بیٹی پر رد ہوگا ✣ ۲ پانچویں حال کے واسطے دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۱ ✣

ہو جائے [یعنی جبکہ دو بہنیں باوجود کمی مرتبہ کے مستحق دو تہائی کے ہوئیں تو دو بیٹیاں تو بوجہ اعلیٰ درجہ ہونے کے دو تہائی کی مستحق بطریق اولیٰ ہونگی۔ اسی طرح درصورتیکہ بیٹیاں دو سے زیادہ ہونے کی حالت میں مستحق دو تہائی کی ہوئیں تو بہنیں دو سے زیادہ ہونے کی حالت میں بطریق اولیٰ مستحق دو تہائی کی ہونگی نہ زیادہ کی۔ کذا فی حاشیۃ السعد]۔ شریفیہ ۳۰-۳۲ (إِذَا اسْتَحَقَّتَا ...... بِطَرِيقِ الْأَوْلَوِيَّةِ)۔ دیکھو دفعہ ۲۹ سند ۲ ۞

تشریح۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ دو بہنوں کا دو تہائی کا مستحق ہونا عبارۃ النص سے ظاہر ہے۔ ولیکن دو سے زیادہ کا دلالۃ النص سے۔ حاشیہ السعد

۴ ۔ بہن اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔ اور کیوں۔ بہن کو بھائی کے ساتھ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ حصہ ملتا ہے۔ اور بھائی کی وجہ سے وہ عصبہ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ قرابت میں میت اس کے برابر کے درجہ میں ہے ۞ (دلیل) خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ پس نہیں مقرر فرمایا خدا تعالیٰ نے حصہ اخوات کا حالت اختلاط میں (یعنی بھائیوں کے ساتھ) جیسا کہ نہیں مقرر فرمایا بھائیوں کا حصہ بھی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ بھائیوں کے ساتھ وہ عصبہ ہو جائیں گی ۞ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس حالت میں کہ میت چھوڑے بیٹی اور حقیقی بھائی اور حقیقی بہن تو بعض کے نزدیک بیٹی کا حصہ دینے کے بعد [یعنی ½ حصہ] باقی بھائی کو ملیگا نہ بہن کو بدلیل قول علیہ السلام کے کہ مابقی فرائض کا اولیٰ رجل ذکر کے واسطے ہے (تو پھر بہن کو کیوں ملے یہ وہ تو رجل ذکر نہیں ہے)۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ علماء کا اجماع ہے بیٹی پوتی اور پوتے کے مسئلہ میں کہ بیٹی کا نصف حصہ دینے کے بعد باقی پوتی پوتے کو مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے تقسیم کردو۔ اور اجماع اس پر بھی ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں بیٹی اور چچا اور پھوپی جمع ہوں تو بیٹی کا حصہ دینے کے بعد باقی صرف چچا کو ملیگا [اور پھوپی محروم رہیگی کیونکہ ذوی الارحام سے ہے] ۞ لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر بھائی۔ بہن۔ بیٹی جمع ہوں ۞ تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں [یعنی بھائی بہن] کا جمع ہونا پوتا اور پوتی کے ساتھ اولیٰ ہے چچا اور پھوپی کے ساتھ جمع ہونگے کیونکہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ جیسے اجماع اس پر ہے کہ جبکہ پوتا پوتی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو ترکہ ان دونوں کے درمیان مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے تقسیم ہوتا ہے۔ اسی طرح اجماع اس پر ہے کہ جب بھائی اور بہن کے ساتھ بیٹی نہ ہو تب بھی ترکہ ان کے درمیان اسی طرح تقسیم ہوگا بخلاف چچا اور پھوپی کے کہ ان دونوں کے ساتھ اگر بیٹی نہ ہوگی تو کل ترکہ چچا کو ملیگا۔ تو ایسا ہی سمجھو باقی ترکہ کے متعلق بھی جو کہ بیٹی کے حصہ دینے کے بعد بچے۔ چنانچہ ایسا ہی ذکر کیا ہے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں۔ شریفیہ ۳۲ (قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ ..... شرح الآثار) دیکھو دفعہ ۲۳ سند ۸ و ۱۰ و ۱۱ دفعہ ۲۹ سند ۲ و ۶ ۞

۵ ۔ بہن بیٹی کے ساتھ یا پوتی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔ بہن یا بہنوں کو نصف یا تہائی ملتا ہے بموجودگی بیٹی بیٹیوں یا پوتی پوتیوں کے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً تو اکثر صحابہ کرامؓ متفق ہیں بہنوں کے بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہونے پر [مثلاً سیدنا زیدؓ سیدنا علیؓ اور امام شافعیؒ جیسا کہ ضوء السراج میں ہے] اور یہی قول جمہور علماء کا ہے ۞ لیکن ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ عصوبت بہنوں کے واسطے نہیں ہے بموجودگی بیٹیوں کے ۞ تو ان کے نزدیک جب جمع ہوں کسی مسئلہ میں بیٹی اور بہن تو بیٹی کو نصف ملیگا اور بہن کو کچھ نہیں۔ پس کہا گیا ابن عباسؓ سے کہ حضرت عمرؓ نے تو یہ فرمایا ہے کہ (اس مسئلہ میں) باقی ماندہ بہن کا حصہ ہے۔ تو ابن عباسؓ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ تم زیادہ جانتے ہو یا خدا تعالیٰ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ۔ تو اس طرح خدا تعالیٰ نے ولد کی موجودگی کو حاجب (یعنی بہن کے واسطے مانع میراث) قرار دیا۔ اور لفظ ولد میں مذکر اور مونث دونوں شامل ہیں جیسا کہ ماں کے محجوب کرنے میں تہائی سے چھٹے میں۔ اور خاوند کے آدھے سے چوتھائی میں۔ اور بیوی کے چوتھائی سے آٹھویں میں لفظ ولد میں مذکر و مونث دونوں محسوب کئے جاتے ہیں ۞ لہٰذا بہن کو کبھی میراث نہیں ملیگی ولد کی موجودگی میں گو وہ ولد مذکر ہو یا مونث ۞ لیکن بھائی کی اور بات ہے [یعنی اگر بہن کی جگہ بھائی ہو] کیونکہ اس کو عورت کے حصہ کا بقایا ملتا ہے [یعنی میت کی بیٹی کا باقی ماندہ]۔ اور بہن کو عصوبت بنفسہا حاصل نہیں ہے۔ وہ صرف دوسرے کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ دوسرا بھی عصبہ ہو ۞ تو جبکہ بیٹی کے واسطے عصوبت نہیں ہے (یعنی وہ عصبہ ہوتی ہی نہیں) تو اس کے ساتھ بہن کس طرح عصبہ ہو سکتی ہے ۞

(علماء حنفیہ کا جواب یہ ہے) دراصل آیت مذکورہ میں ولد سے بیٹا مراد ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ۔ یعنی جبکہ بیٹا موجود نہ ہو اور اس پر (یعنی اس مسئلہ میں) علماء کا اجماع ہے۔ کیونکہ بیٹی کی موجودگی میں بھائی وارث ہوتا ہے [یعنی اگر میت بھائی اور بیٹی چھوڑے تو بیٹی کو اس کا حصہ دیکر بھائی کل عصوبت لیگا] ۞ (اور بیٹی کی موجودگی میں بہن کے عصبہ ہونے پر) یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو مروی ہے ہذیل بن شرحبیل سے کہ ایک شخص نے

ا ... ہے کہ صاحب فرائض کا قول ہے۔ واللہ اعلم ۞ ۵۲ گویا جس کا بیٹا یا بیٹی نہ ہو تو بہن کو نصف ترکہ ملتا ہے

ابوموسیٰ اشعری سے اس شخص کی تقسیم ترکہ کے متعلق دریافت کیا جس نے چھوڑی بیٹی اور پوتی اور بہن تو آپ نے فرمایا کہ بیٹی کے واسطے نصف ہے اور باقی بہن کے واسطے ہے۔ اور پھر سائل سے فرمایا کہ جا اس مسئلہ کو ابن مسعود سے بھی دریافت کر اور جو کچھ وہ اس مسئلہ میں کہیں وہ مجھے بھی بتا۔ تو اس شخص نے ابن مسعود سے جاکر دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایسے مسئلہ میں) بیٹی کو نصف دیتے ہوئے اور پوتی کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پورا ہوجاوے اور باقی بہن کو جب ابوموسیٰ اشعری کو یہ سنایا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے مجھ سے کسی مسئلہ کو نہ پوچھو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہن کو بیٹی کے ساتھ عصبہ کیا۔ شریفیہ ۳۲-۳۳ (لَهُنَّ الْبَاقِي أَيِ النِّصْفُ وَالثُّلُثُ.... مَعَ الْعَصَبَةِ) دفعہ ۸ سند ۶ و ۱۰ و ۱۲۔ دفعہ ۱۴ سند ۸ دفعہ ۲۱ سند ۵ و ۷ ٭ **۶** بہن عصبہ ہوتی ہے بیٹی کی موجودگی میں۔ (احادیث) باب اول ٭

۷ بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں بہن عصبہ نہیں ہے نزد ابن عباس۔ دیکھو سند ۵۔ بیٹی کو نصف ملیگا اور بہن محروم۔ نیز دیکھو ۳۲ سند ۹ ٭

۸ امام شافعی کے نزدیک بھی بیٹی کی موجودگی میں بہن عصبہ ہے۔ دیکھو سند ۵ ٭

۹ حقیقی وعلاتی بہنیں ساقط۔ حقیقی وعلاتی بھائی بہنیں ورثہ سے محروم ہوتی ہیں بیٹے یا پوتے کی موجودگی سے گو یہ درجہ میں کتنے ہی نیچے ہوں۔ اور باپ کی موجودگی سے بالاتفاق اور دادا کی موجودگی سے صرف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔ [دیکھو دفعہ ۲۶] ــــ شریفیہ ۳۲ (وبنو الاعیان.... عند ابی حنیفہؒ)۔

۱۰ بہن کی عدم موجودگی میں اس کا حصہ اس کی بیٹی پر منتقل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ماں کی عدم موجودگی میں وہی حصہ نانی کو ملتا ہے۔ دفعہ ۴۲ سند ۲ ضمناً ٭

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فیۃ والا نقشہ

(باب ۲) فصل ہشتم۔ علاتی بہن کی توریث (باب ۲)

خلاصہ - علاتی بہن یا بہنوں کا حصہ مثل حقیقی کے ہے۔ اگر ایک ہو تو نصف حصہ کی مستحق ہے۔ اور اگر کئی ہوں تو ⅔ کی۔ اور علاتی بھائی کی موجودگی سے عصبہ ہوجاتی ہے۔ اور اس وقت اپنے بھائی سے اس کو نصف حصہ ملتا ہے ٭ اور اگر حقیقی بہن کے ساتھ علاتی جمع ہو۔ تو حقیقی کو ½ تو علاتی کو ⅙ ملتا ہے کہ بہنوں کا ⅔ پورا ہوجائے ــــ لہذا اگر حقیقی ایک سے زیادہ ہو تو علاتی بہنیں محروم ہوجاتی ہیں ٭

۳۱ - علاتی بہن۔

۱ - علاتی بہن وہ بہن ہے جو میت کے اپنے باپ کی اولاد ہو مگر کسی دوسری ماں سے ہو۔ (یعنی میت کا اور اس کا باپ ایک ہو اور ماں مختلف ہو)

۲ - ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی علاتی بہن نہیں ہوسکتی ٭ (دیکھو نقشہ ۲۰)

[تشریح] **۱** - علاتی بہن - اصحاب فرائض میں سے چھٹی فقط باپ کی طرف سے بہنیں ہیں ــــ فتاویٰ عالمگیری ٭

۲ - علاتی بہن - اصحاب فرائض میں سے دسواں شخص باپ کی طرف کی بہن ہے۔ اس کے متعلق وہی حکم ہے جو پوتی کے متعلق ہے ــــ کنز

۳ ولد الزنا و ولد الملاعنہ کا علاتی بھائی بہن - ولد الزنا کا باپ نہیں ہوتا تو علاتی بھائی کیونکر ہوگا۔ دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۷ ٭

سند (متعلق صفحہ گزشتہ) ٭ زہری نے کہا کہ میں ابن عباس کا مطلب نہ سمجھا تو میں نے عطارحمہ سے مطلب پوچھا تو انہوں نے اس طرح تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے بہن کیلئے نصف مقرر کیا ہے بعدم موجودگی ولد اور تم بہن کو نصف دیتے ہو بموجودگی ولد کے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کو حاجب قرار دیا ہے ثلث سے سدس پر ولد کی موجودگی میں۔ اور ولد میں مونث مذکر شامل ہیں ــــ ضوء السراج

۳۴ — علاتی بہنوں کا حصّہ و استقرار حق۔

دیکھو دفعہ ۳۰۔ دفعہ ۴۵ و سند

۱ ایک بہن کا حصّہ $\frac{1}{2}$ ہے
۲ - دو یا زیادہ بہنوں کا حصّہ $\frac{2}{3}$ ہے
} حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں اور نیز بیٹی پوتی کی عدم موجودگی میں (نیز باپ دادا علاتی بھائی - بیٹے پوتے - بھائی ح کی عدم موجودگی میں) +

---

۳ { بہن ع + بھائی ع = $\frac{1}{3}$ + $\frac{2}{3}$ بھائی کو بہن سے دگنا ملیگا (اگر ایسے بہن بھائی کئی ہوں تب بھی یہی حساب ہے بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہے دیکھو دفعہ ۴۵ +)
بہن ع + بھائی ح = ۰ + کل

۴ - بہن ع + بیٹی (یا پوتی یا پڑپوتی) بہن عصبہ ہے۔ بیٹی کا حصّہ دیکر باقی بہن کا ہے (اگر بہنیں اور بیٹیاں کئی ہوں تب بھی یہی حساب ہے) دیکھو دفعہ ۴۵ +

۵ - بہن ح + بہن ع (یا بہنیں ع) = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ (ایک بہن کا حصّہ $\frac{1}{2}$ دیکر باقی $\frac{1}{6}$ بہن علاتی کو یا بہنوں ع کو ملا کہ بہنوں کا کل حصّہ $\frac{2}{3}$ ہوتا ہے +)

۶ - بہنیں ح + بہنیں ع (یا بہن ع) = $\frac{2}{3}$ + ۰ گویا علاتی بہنیں محروم رہیں کیونکہ بہنوں کا $\frac{2}{3}$ حقیقی بہنوں نے لے لیا +

۷ - بہن ح + بیٹی + بہن ع = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{2}$ + ۰ + (سند ۸)

۸ - بہن ح + بہن ع + بھائی ع = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{3}$ (بھائی بہن علاتی عصبہ ہیں۔) +

۹ - بہن ح + بہن ع + بہن اخ = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{6}$ (باقی بذریعہ رد ملیگا) +

---

۱۰ - بہنیں ع + ماں = $\frac{2}{3}$ + $\frac{1}{6}$ (یعنی ماں کا حصّہ $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{6}$ رہ گیا) + دیکھو باب ہم نقشہ حاجب و محجوب +

۱۱ - بہن (یا بہنیں ع) + بیٹا (یا پوتا) = ۰ + کل (یعنی بہن یا بہنیں محروم رہیں گی کل ترکہ بیٹا یا پوتا لیگا) +

۱۲ - بہن ع یا بہنیں ع + باپ (یا دادا) = ۰ + کل (یعنی بہن یا بہنیں محروم - کل ترکہ باپ یا دادا کو ملیگا) +

۱۳ - بہن ع یا بہنیں ع + بھائی ح = ۰ + کل +

۱۴ بیٹی + پوتی + بہن ع - = $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{3}$ — دیکھو دفعہ ۳۰ +

۱۵ - دکدالز کی علاتی بہن - ہو ہی نہیں سکتی - دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۷ +

سندات

۱ - علاتی بہنوں کا حصّہ - علاتی بہنیں مثل حقیقی بہنوں کے ہیں اور ان کے سات حال ہیں :- نصف ایک کے واسطے ہے اور دو تہائی دو یا زیادہ کے واسطے جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں + اور چھٹا حصّہ ہے ایک حقیقی بہن کے ساتھ دو تہائی پورا کرنے کو + اور نہیں وارث ہوتیں موجودگی دو حقیقی بہنوں کے لیکن جبکہ اُن کے ساتھ اُن کا بھائی ہو [یعنی بھائی بہن موجود ہوں] جو اُن کو عصبہ کر دے تب باقی مال ان کے درمیان لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْن کے قاعدے سے تقسیم ہوگا + اور کہ وہ ہو جائینگی عصبہ - بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں + اور حقیقی اور علاتی بھائی بہن ساقط ہوتے ہیں بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں اگرچہ وہ درجہ میں کتنے ہی نیچے ہوں - اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق اور دادا کی موجودگی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک - اور ساقط ہوتے ہیں علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی کی موجودگی میں - اور بہن کی موجودگی میں بھی (جبکہ بہن حقیقی عصبہ واقع ہو) — سراجی (والاخوات ---------- اِذَا صارت عَصَبَۃً) -

۲ - علاتی بہن و حقیقی بہن ایک ہی حکم کے تابع ہیں - دفعہ ۴۴ سند ۲ +

۳ بہن بیٹی کی موجودگی میں عصبہ ہے - یہ بہن حقیقی ہو یا علاتی - دیکھو دفعہ ۳۰ سند ۴ +

نقشہ ۳۹ بہن ع بموجودگی بہن ح و بھائی ع
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
بہن خ
بھائی م
بہن ع
بھائی
بہن ح
بھائی ح
بھائی بہن علاتی عصبہ ہیں۔
نقشہ ۴۰ بہن ع بموجودگی بہن ح و بہن خ
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
بہن خ
بھائی م
بہن ع
بھائی
بہن
بھائی م
حصص =
بذریعہ رد =
کل =

۴ نصف ایک کا اور دو تہائی دو یا زیادہ کا۔ جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں۔ یہ دو حصہ جو مذکور ہوئے [یعنی پہلے دو حال] بوجہ اُن نصوص کے ہے جن کا ذکر کہا ہے حقیقی بہنوں کے حال میں جس کے متعلق اشارہ کیا جا چکا ہے ــــ شریفیہ ۳۳ (وَ ذَالِکَ لِمَا ذَکَرْنَا ...... ہُنَاکَ) ❊

۵ حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن یا بہنوں کو چھٹا ملیگا۔ ایک سگی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن یا بہنوں کو چھٹا حصہ ملیگا۔ دو تہائی حصہ پورا کرنے کو ❊ وجہ یہ ہے کہ بہنوں کا حق کُل دو تہائی ہے۔ اور جبکہ ایک حقیقی بہن نے اپنا نصف لے لیا۔ تو [دو تہائی میں سے] چھٹا حصہ باقی رہ گیا۔ تو وہ دیا جائیگا علاتی بہنوں کو تاکہ بہنوں کا حصہ پورا ہو جائے۔ [پھر نتیجہ یہ نکلے گا] کہ دو سگی بہنوں کی موجودگی میں سوتیلی بہنیں وارث نہ ہونگی۔ اسواسطے کہ جب دو حقیقی بہنوں نے پورا بہنوں کا حق یعنی دو تہائی لے لیا تو اب علاتی بہنوں کے واسطے کچھ نہ بچا۔ ہاں اگر یہ صورت واقع ہو کہ ان کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو وہ ان کو عصبہ کر دیگا۔ اس وقت [ایسا ہوگا کہ] باقی ترکہ ان علاتی بھائی بہنوں میں بحساب لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگا ❊ اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی بھائی اور حقیقی بہنوں کی میراث کے واسطے وہی حکم ہے جو اولاد کی میراث کے واسطے ہے۔ اور علاتی بھائی اور بہنوں کی میراث کے واسطے وہی حکم ہے جو بیٹے کی اولاد ــــ کے واسطے ہے۔ مرد مرد کے مقابلہ میں اور عورت عورت کے مقابلہ میں ❊ [مطلب یہ ہے کہ حقیقی بھائی بہن و علاتی بھائی بہن تقسیم میراث میں ایسے سمجھنے چاہئیں جیسے بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی۔ گویا حقیقی بھائی کے مقابلہ میں بیٹا اور حقیقی بہن کے مقابلہ میں بیٹی۔ اور علاتی بھائی کے مقابلہ میں پوتا اور علاتی بہن کے مقابلہ میں پوتی سمجھنی چاہئے۔ اور بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم اسی طرح حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن محروم۔ دیکھو دفعہ ۲۸] ــــ شریفیہ ۳۳ (لَہُنَّ السُّدُسُ ...... کَاَنَّہُمْ)۔ دیکھو سند ۱۱ ❊

۶ ۔ بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں بہن علاتی عصبہ ہے۔ چھٹا حال یہ ہے کہ علاتی بہنیں عصبہ ہونگی بیٹیوں کی موجودگی میں یا پوتیوں کی موجودگی میں۔ اور اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی حدیث کی رو سے کہ فرمایا آپ نے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کرو۔ اور یہی قول اکثر صحابہؓ اور علماء کا ہے برخلاف ابن عباسؓ کے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے [دیکھو دفعہ ۳۳ ــ سند ۵] ــــ شریفیہ ۳۳ ــ (اَلسَّادِسَۃُ ...... کَمَا مَرَّ) ❊

۷ ۔ بھائی بہن حقیقی و علاتی کے احکام میراث بیٹا بیٹی و پوتا پوتی کی میراث کے مشابہ ہیں۔ یعنی بھائی ح + بہن ح + بھائی ع + بہن ع = بیٹا + بیٹی + پوتا + پوتی۔ دیکھو سند ۵ ❊

۸ ۔ اگر بہن عصبہ ہے تو علاتی بھائی بہن اس کی موجودگی میں محروم ہونگے۔ بعض نسخوں میں [حقیقی بھائی کے ذکر کے بعد] لکھا ہے کہ بنی علات محروم ہوتے ہیں حقیقی بہن کی موجودگی میں جبکہ یہ بہن عصبہ ہو یعنی جبکہ اس کے ساتھ بیٹیاں یا بیٹے کی بیٹیاں ہوں جیسا کہ اس مسئلہ کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ اور محروم اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ بہن عصبہ ہونے کی صورت میں بھائی کے مانند ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے قرابت میں میت سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے۔ اس کا ذکر باب العصبات میں ہوگا (دیکھو دفعہ ۴۵ سند ۶) ــــ شریفیہ ۳۴ (وَ یُوجَد ...... باب العصبات) ❊

۹ ۔ بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہن محروم ہوتی ہیں۔ بنی الاعیان (یعنی حقیقی بھائی بہن) اور بنو العلات (یعنی علاتی بھائی بہن) سب کے سب ورثہ لینے سے محروم رہتے ہیں بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں اگرچہ پوتے درجہ میں اور بھی نیچے ہوں [یعنی پڑپوتے وغیرہ بھی اگر موجود ہوں تب بھی محروم ہوتے ہیں]۔ اسی طرح باپ کی موجودگی میں بھی ورثہ سے محروم ہوتے ہیں بالاتفاق۔ اور اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہوتے ہیں لیکن صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک [برخلاف صاحبین۔ مقاسمۃ الجد دفعہ ۲۰]۔ (یہ محروم ہونا حقیقی بہنوں کے حال میں پانچواں حال ہے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ اور علاتی بہنوں کا ساتواں ہے) ❊ محروم ہونے کی دلیل اس طرح ہے کہ اوّل بھائیوں کا محروم ہونا بیٹے کی موجودگی میں خدا تعالٰے کے اس حکم کے ذریعہ ہے۔ وَھُوَ یَرِثُہَا اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہَا وَلَدٌ۔ (دفعہ ۳۰ ـ ۵) کیونکہ یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے [دیکھو دفعہ ۱۴ سند ۵]۔ دوم بہنوں کا محروم ہونا بیٹے کی موجودگی میں خدا تعالٰے کے اس حکم کے ذریعہ ہے لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗ اُخْتٌ فَلَہَا نِصْفُ مَا تَرَکَ۔ تو یہاں بھی ولد سے مراد بیٹا ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے [دیکھو دفعہ ۳۰ سند ۵]۔ [اب رہا یہ امر کہ] پوتے کی موجودگی سے کس طرح محروم ہوتے ہیں۔ تو پوتا بھی بیٹے کی مانند خیال کیا گیا ہے جبکہ بیٹا موجود نہ ہو [دیکھو دفعہ ۱۲ و ۱۳ سند ۲] ــــ شریفیہ ۳۴ (وَبَنُو الْاَعْیَانِ ...... عِنْدَ عَدَمِہٖ) ❊

۱۰ باپ اور دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ اور محروم ہونا حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کا باپ کی موجودگی میں اس واسطے

ہے کہ [اس صورت میں] حقیقی بھائی بہن کلالہ ہیں اور کلالہ کی توریث میں شرط ہے کہ اولاد اور والد نہ ہو۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا [دیکھو دفعہ ۴ سند ۷] اور محروم ہونا حقیقی و علاتی بھائی بہنوں کا دادا کی موجودگی میں، نزد امام ابو حنیفہ اس دلیل سے ہے جس کا ذکر مقاسمۃ الجد میں کیا گیا [دیکھو دفعہ ۴۲ وآئندہ]۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد دادا کو بھائی بہنوں کی موجودگی میں محروم کرنے والا نہیں قرار دیتے ۔۔۔ شریفیہ ۔ ۳۴ ۔ ۵۱

۱۱ ۔ حقیقی بھائی بہن کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ حقیقی بھائی بہن کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ یہ اسی دلیل کی رو سے ہے جس کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے یعنی یہ کہ حقیقی بھائی بہنوں کی میراث کے واسطے وہی حکم ہے جو اولاد کی میراث کے واسطے ہے۔ اور علاتی بھائی اور علاتی بہن کی میراث کے واسطے وہی حکم ہے جو بیٹے کی اولاد کی میراث کے واسطے ہے۔ مرد مردوں کے مقابلہ میں، اور عورتیں عورتوں کے مقابلہ میں [دیکھو سند ۵] تو جیسا کہ پوتا بیٹے کی موجودگی سے ورثہ سے محروم ہے اسی طرح علاتی اولاد محروم ہوتی ہے حقیقی بھائی کی موجودگی سے۔ [یہ حالت ساتویں حال کی تتمہ سمجھنی چاہیئے نہ کہ آٹھویں علیحدہ]۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ بنو العلات کل محروم ہوتے ہیں بیٹے یا پوتے کی موجودگی سے اور باپ کی موجودگی سے اور حقیقی بھائی کی موجودگی سے ۔۔۔ شریفیہ ۳۴ (ویسقط بنو العلات ... والاخ لاب وام) **۱۲** ۔ بنو العلات محروم بعض صورتوں میں ۔ سند ۱۱

۱۳ علاتی بہنیں ساقط ۔ ساتواں حال یہ ہے کہ سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ہاں اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو عصبہ کر دیگا۔ اور جبکہ سگی بہن بیٹی کی وجہ سے عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہونگی ۔۔۔ الطحطاوی (نیز دیکھو سند ۱)

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو نیچے والا نقشہ

(باب ۲) فصل نہم ۔ ماں کی توریث (باب ۲)

خلاصہ ۔ ماں سے مراد میت کی حقیقی ماں ہے۔ اور وہی مادری حصہ کی مستحق ہو سکتی ہے۔ سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں۔ وہ تو باپ کی بیوی ہے۔ اور اس کا کوئی تعلق نسبی یا سببی میت سے نہیں ہے۔ ماں کا حصہ تو دراصل ⅓ ہے۔ ہاں میت کی اولاد یا اس بیٹے کی اولاد کی موجودگی سے اس کا حصہ گھٹ کر ⅙ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح دو یا زیادہ بھائی بہنوں کی موجودگی سے بھی حصہ کم ہو کر ⅙ رہ جاتا ہے۔ ہاں دو مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ ان میں خیال کیا جائے تو اس کو عصوبت ملتی ہے۔ وہ دو مسئلہ یہ ہیں۔ ماں۔ باپ۔ خاوند اور ماں۔ باپ۔ بیوی۔ ان میں خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد ماں کو باقی کا ⅓ ملتا ہے۔ یہ اس وجہ سے کیا گیا ہے۔ کہ اور طریق پر ماں کا حصہ باپ سے بڑھ جاتا تھا۔ یعنی مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہوتا تھا۔ جو عام قواعد کے خلاف تھا۔

۳۴۳ ۔ ماں ۔

۱ ۔ ماں سے مطلب وہ ماں ہے جس کے بطن سے میت ہے

۱ ۔ سوتیلی ماں کو فقہ کی کتابوں میں باپ کی بیوی لکھا ہے ۔ تو میت کے باپ کی بیوی کو وراثت نہیں پہونچتی۔ دیکھو نقشہ ۲۰

۱ ۔ ماں ۔ عورتوں میں سے تیسری صاحب فرض ماں ہے ۔۔۔ فتاوی عالمگیری ۔

۲ سوتیلی ماں۔ میت کی سوتیلی ماں میت کی میراث کی مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ وارث اور مورث میں نہ تو تعلق نسبی ہے اور نہ سببی۔ دیکھو باب اوّل ÷

۳۴۔ ماں کا حصہ و استقرار حق۔

۱۔ ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے۔ (جبکہ میّت کی اولاد موجود ہو۔ یا بیٹے کی اولاد موجود ہو۔ یا دو یا زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں)

ا۔ یاد رہے کہ دو بھائی بہن کسی قسم کے ہوں۔ چاہے خود محجوب ہوں۔ مگر ماں کو تہائی سے چھٹے پر کر دینگے۔ فتویٰ اسی پر ہے ÷

۲۔ ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہے۔ (کل ترکہ کا) جبکہ نہ میت کی اولاد موجود ہو۔ نہ اُسکے بیٹے کی۔ نہ دو یا زیادہ بھائی بہن کسی بھی قسم کے ÷

۳۔ ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہے۔ (باقی ترکہ کا)۔ خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد۔ جبکہ ورثہ ماں۔ باپ۔ خاوند یا بیوی ہوں ÷ دیکھو دفعہ ۱۸ ÷

یاد رہے کہ یہ صورت صرف ان ہی دو مسئلوں میں ہے ÷

۴۔ ماں + بیٹا (یا پوتا) = $\frac{1}{6}$ + بقایا

۵۔ ماں + بیٹی (یا پوتی) = $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{2}$ پھر بقایا بھی ان پر رد ہوگا ÷

۶۔ ماں + بہنیں (حقیقی یا علاتی) = $\frac{1}{6}$ + $\frac{2}{3}$ بقایا پھر ان سب پر رد ہوگا۔

۷۔ ماں + بہنیں اخیافی = $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{3}$ " " "

۸۔ ماں + باپ = $\frac{1}{3}$ + ($\frac{2}{3}$) بقایا

۹۔ ماں + باپ + خاوند = $\frac{1}{6}$ + $\frac{1}{3}$ + $\frac{1}{2}$ } دیکھو دفعہ ۱۸ ÷ [ابوبکر اصم کی تقسیم دیکھو سند ۱۰] ÷

۱۰۔ ماں + باپ + بیوی = $\frac{1}{4}$ + $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{4}$

۱۱۔ { ماں + دادا + خاوند یا بیوی = دیکھو دفعہ ۱۸ و دفعہ ہذا سند ۱۱ ÷
ماں + باپ + بھائی یا بہنیں = $\frac{1}{6}$ + $\frac{5}{6}$ + ۰ (ابن عباس کی تقسیم دیکھو سند ۱۲) }

۱۲۔ ماں اگر ملاعنہ ہی یا رنڈی ہی۔ تو اُس میں اور اس کی اولاد میں جو اُس کے بطن سے ہی توریث ہوگی۔ دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۷ ÷ ولد الزنا کے اخیافی بھائی بہن۔ دفعہ ۲۴

سند و اسناد

۱۔ ماں کا حصہ۔ ماں کے حصہ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) چھٹا حصہ اُس صورت میں ہے جبکہ میّت کی اپنی اولاد موجود ہو یا بیٹے کی۔ گو درجہ میں کتنی ہی نیچے ہو۔ یا جبکہ دو یا زیادہ بھائی یا بہنیں موجود ہوں گو کسی قسم کی ہوں۔ (۲) کل کی تہائی ہے جبکہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ (۳) باقی مال کی تہائی ہے بعد حصہ دینے بیوی یا خاوند کے۔ اور یہ دو مسئلوں میں ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ خاوند اور ماں اور باپ ہوں اور دوسرا یہ ہے کہ بیوی اور ماں اور باپ ہوں ÷ اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو کل کی تہائی ملیگی۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں بھی باقی مال کی تہائی ملیگی۔ سراجی ۸ (امّا الامّ ۔۔۔۔ ثلث الباقی) ÷

ماں کا حصہ۔ صاحب فرض عورتوں میں سے تیسری ماں ہے۔ اور اس کے تین حال ہیں۔ (۱) اگر ماں کے ساتھ میت کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو۔

یا دو بھائی اور بہن کسی بھی قسم کے ہوں [یعنی حقیقی یا علاتی یا اخیافی] تو اس کو چھٹا حصہ ملیگا۔ (۲) اگر یہ سب نہ ہوں تو تہائی حصہ ملیگا۔ (۳) اگر بیوی مرجائے تو خاوند کا حصہ نکالنے کے بعد۔ اور اگر خاوند مرجائے تو بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی رہے اس کی تہائی ماں کو ملیگی۔ اور یہ تیسری صورت دو جگہ واقع ہوتی ہے۔ اوّل جبکہ خاوند اور ماں باپ باقی رہیں دوم جبکہ بیوی اور ماں باپ باقی رہیں۔ تو خاوند یا بیوی کا حصہ نکالدینے کے بعد باقی کی تہائی ماں کو ملیگی۔ اور باقی ماندہ باپ کو ملیگا۔ یہ جمہور کا مذہب ہے۔ اور اگر باپ کی بجائے دادا ہو تو [بجائے باقی مال کی تہائی کے] کل مال کی تہائی ماں کو ملیگی۔ عالمگیری ⁂ ماں کے تین حال ہیں۔ چھٹا حصہ تو ہے دونوں میں سے ایک کے ساتھ [یعنی اپنی اولاد کی موجودگی میں۔ یا بیٹے کی اولاد کی موجودگی میں گو کتنے ہی نیچے درجہ تک ہو] یا دو یا زیادہ بھائیوں یا بہنوں کی موجودگی میں۔ گو وہ کسی قسم کے ہوں۔ گو بھائی اور بہن مخلوط ہوں۔ [یعنی ایک بھائی اور ایک بہن ہو] ۲۔ تہائی حصہ ہے مذکورہ کی عدم موجودگی میں ۳۔ اور باقی کا تہائی حصہ ہے باپ اور خاوند یا بیوی کی موجودگی میں ــــ درمختار ۸۶۳ (وللام ثلاثۃ احوال .... احد الزوجین)

۲ لفظ ولد سے کیا مطلب ہے۔ چھٹا حصہ ماں کو اولاد کی موجودگی میں ملتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۔ اور لفظ ولد مذکر و مؤنث دونوں پر حاوی ہے اور کوئی طریقہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم اس کو صرف مذکر یا مؤنث پر محدود کریں ⁂ لفظ ولد میں ولد الابن بھی شامل ہے اگرچہ درجہ میں کتنا ہی نیچا ہو [یعنی پوتا پڑپوتا وغیرہ] اور یہ اس وجہ سے ہے کہ لفظ ولد یا تو [بلحاظ معنے کے] بیٹے کی اولاد پر بھی حاوی ہے یا یوں سمجھو کہ اس پر اجماع ہے کہ ولد الابن اگرچہ درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو ماں کی توریث میں ولد کے قائم مقام تسلیم کیا گیا ہے [کیونکہ اگر ماں کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی ہو تو ان سب صورتوں میں ماں کو چھٹا حصہ ملیگا] ــــ شریفیہ ۳۴ و ۳۵ (السدس مع الولد .... توریث الام

۳ دو بھائی بہن ماں کا حصہ چھٹا کردیں گے۔ دو بھائی بہن یا زیادہ کیسے بھی ہوں حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی ماں کے حصہ کو [تہائی سے کم کرکے] چھٹا کردیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۔ اور لفظ اخوۃ عام ہے جس میں تمام قسم کے بھائی شامل ہیں اور اکثر صحابہؓ اور جمیع فقہا اسی پر

متفق ہیں۔ مگر ابن عباسؓ خلاف ہیں کیونکہ وہ کم سے کم تین بھائی بہنوں کو بمقابلہ دو کے ماں کے واسطے حاجب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال کے بموجب دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کا حصہ تہائی ہے۔ اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے اور دو [یعنی تثنیہ] کے واسطے کام میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کا جواب جو علماء حنفیہ نے دیا ہے یہ ہے کہ میراث میں جو ایک جماعت کے واسطے حکم ہے وہی دو کے واسطے ہے۔ چنانچہ دو تہائی کے استحقاق میں دو بیٹیوں اور کئی بیٹیوں اور دو بہنوں اور کئی بہنوں میں کچھ فرق نہیں کیا گیا ہے۔ اور یہی حال حجب کے موقع پر ہے۔ پھر دیکھو کہ جب مطلق جمع کا لفظ بولا جائیگا۔ تو اس پر دو بھی شامل ہوسکتے ہیں اور زیادہ بھی۔ اور یہاں [یعنی مقام ارث و حجب میں] زیادہ مناسب ہے کہ مطلق جمع خیال کی جاے۔ لہذا لفظ اخوۃ کو اسی طرح خیال کیا گیا ہے۔ شریفیہ ۹۴ (ام الاثنین ...... الاخوۃ علیہ)۔ دیکھو دفعہ ۱۳۶ سند ۸ +

خلاصہ یہ ہے کہ بھائی بہن کسی طرح کے ہوں عینی یا علاتی یا اخیافی۔ تو جب ان میں سے دو موجود ہوں خواہ بہنیں یا بھائی یا بہن بھائی خواہ ایک حقیقی دوسرا علاتی۔ یا ایک علاتی دوسرا اخیافی یا ایک حقیقی دوسرا اخیافی غرض کسی طرح کے ہوں۔ ماں کے حصہ کو تہائی سے چھٹا کردیں گے۔ م

۴ دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں ابن عباس کے نزدیک ماں کو تہائی ملیگا۔ دلائل سند ۲ +

۵ دو بھائی بہنوں کی موجودگی کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (دیکھو سند ۱) حسب ذیل ۲۱ صورتیں ہوسکتی ہیں۔ از حاشیۃ السعد و سراجی:-

۱ — بھائی ح + بھائی ح
۲ — بھائی ع + بھائی ع
۳ — بھائی اخ + بھائی اخ
۴ — بھائی ح + بھائی اخ
۵ — بھائی ح + بھائی ع
۶ — بھائی ع + بھائی اخ
۷ — بہن ح + بہن ح
۸ — بہن ع + بہن ع
۹ — بہن اخ + بہن اخ
۱۰ — بہن ح + بہن اخ
۱۱ — بہن ح + بہن ع
۱۲ — بہن ح + بہن اخ
۱۳ — بہن ح + بھائی ح
۱۴ — بہن ح + بھائی ع
۱۵ — بہن ح + بھائی اخ
۱۶ — بہن ع + بھائی ح
۱۷ — بہن ع + بھائی ع
۱۸ — بہن ع + بھائی اخ
۱۹ — بہن اخ + بھائی ح
۲۰ — بہن اخ + بھائی ع
۲۱ — بہن اخ + بھائی اخ

۶ ماں کا چھٹا حصہ کم کرکے کس کو ملا۔ چھٹا حصہ جس سے بھائیوں نے ماں کو محجوب کیا ہے وہ باپ کو ملیگا۔ اور یہ جمہور صحابہؓ کا قول ہے۔ لیکن ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ بھائیوں کا ہے کیونکہ انہوں نے اسی وجہ سے ماں کو چھٹے حصہ سے محجوب کیا کہ وہ خود وہ چھٹا حصہ لیں کیونکہ غیر وارث حاجب نہیں ہوتا۔ [یعنی بھائی تو ورثہ لینے میں شامل ہیں۔ ورنہ حاجب کس طرح ہوسکتے تھے] جیسا کہ اگر یہ بھائی کافر ہوتے یا کسی کے غلام ہوتے [تو چونکہ ورثہ نہ لیتے اس واسطے ماں کا حصہ کم نہ کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ غیر وارث حاجب نہیں ہوتا۔] اس کے متعلق جو روایت پیش کی گئی ہے وہ حضرت طاؤس کی مرسلاً ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بھائیوں کو چھٹا حصہ بموجودگی ماں اور باپ کے دیا +

ان دلائل کا جواب علماء حنفیہ نے یہ دیا ہے۔ (۱) خدا تعالے نے فرمایا ہے فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ۔ تو کلام الٰہی کے پہلے حصہ کا مطلب یہ ہے کہ ماں کے واسطے تہائی اور باقی باپ کے واسطے ہے۔ اور اسی طرح دوسرے حصہ کا مطلب یہ ہے گویا یوں فرمایا:- فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ وَلِأَبِيهِ الْبَاقِي یعنی اگر میت کے بھائی اور ماں باپ وارث ہوں تو ماں کے واسطے چھٹا حصہ اور باقی باپ کا ہے۔ (۲) حاجب کے واسطے یہ ضروری ہے کہ جس شخص کا وہ حاجب ہے اس کے حصہ کا وہ وارث ہونا چاہئے۔ اور بھائی اگر مسلمان ہے تو ماں کا ورثہ اس کو پہونچتا ہے بخلاف بھائی غلام اور کافر کے۔ پس بھائی مسلم بصورت موجود ہونے ماں اور باپ کے ماں کو محجوب کریں گے اور وہ بھائی خود محجوب ہونگے باپ کی وجہ سے۔ دیکھو کہ باپ کی موجودگی میں وہ کچھ ورثہ نہیں لیتے اگر ماں بھی نہو۔ کیونکہ وہ اس صورت میں کلالہ نہیں تو نہیں ملیگی ان کو میراث باپ کی موجودگی میں۔ لہذا بھائیوں کی صورت ماں کی موجودگی میں ایسی قوی نہیں ہے جیسی کہ ماں کی عدم موجودگی میں ہے (۳) حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ان بھائیوں میں سے ایک کے بیٹے سے ملا تھا جن کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ماں کی موجودگی میں چھٹا حصہ دیا تھا تو میں نے ان سے اس امر کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ چھٹا حصہ ان کو بذریعہ وصیت کے ملا تھا۔ تو یہ حدیث ہمارے واسطے دلیل ہوگئی کیونکہ وصیت وارث کے واسطے نہیں کی جاتی (معلوم ہوا کہ وہ وارث نہ تھے جو ان کو وصیتاً حصہ ملا) + یہ امر ظاہر ہے کہ بھائیوں کو چھٹا حصہ ملنے کی روایت

حضرت ابن عباس سے صحت کو نہیں پہونچی کیونکہ حضرت ابن عباس دادا کی موجودگی میں بھائیوں کے محجوب ہونے میں حضرت ابوبکر صدیق کے موافق ہیں تو اب وہ کس طرح کہیں گے کہ بھائی باپ کی موجودگی میں وارث ہونگے۔ (دیکھو دفعہ ۲۰) کذافی شرح الامام السرخسی ــــ شریفیہ ۳۵-۳۶ (ثم السدس الذی امام السرخسی)

یاد رہے کہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں۔ اور چاہے خود محجوب ہوں۔ مگر ماں کو تہائی سے چھٹے پر کر دینگے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ م

۷ <u>قبیلہ زیدیہ کے نزدیک صرف اخیافی بھائی ماں کے حصّہ پر اثر نہیں ڈالتے</u>۔ قبیلہ زیدیہ کا یہ مذہب ہے کہ اخیافی بھائیوں کی موجودگی میں ماں کا حصہ تہائی سے چھٹا نہیں ہوگا بخلاف غیر اخیافی کے۔ کیونکہ حجب سے یہاں خاص مطلب لیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب حقیقی اور علاتی بھائی بڑھ جاتے ہیں تو باپ کا کنبہ زیادہ ہو جاتا ہے اور اخراجات کی بھی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ مگر یہ بات نہیں ہوتی جبکہ بھائی یا بہن اخیافی ہوں۔ کیونکہ ان کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں ہے۔ لیکن جمہور علماء اس امر پر متفق ہیں کہ تینوں قسم کے بھائیوں میں [اس مسئلہ میں] کسی قسم کا فرق نہیں۔ لہذا اخیافی اولاد کے متعلق یہ بیان غیر صحیح ہے کیونکہ ان کے متعلق نص سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ اخیافی بھائی باپ کے مرنے کے بعد ماں کو محجوب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا نفقہ باپ کے مرنے کے بعد باپ پر نہیں ہوتا۔ اور وہ ماں کو محجوب کرتے ہیں اگرچہ عمر رسیدہ بھی ہو جائیں حالانکہ اس باپ کے ذمہ ان کا نفقہ نہیں ہوتا ــــ شریفیہ ۳۷ (ذہب الزیدیہ ...... لیست علیہ نفقتہم)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر باپ کے کثرت عیال اور وجوب نفقہ کی وجہ سے ماں محجوب کی جاتی تو دونوں مذکورہ صورتوں میں ماں محجوب نہ ہوتی۔ لہذا زیدیہ کا یہ قول کہ اخیافی بھائی بہن ماں کو محجوب نہیں کرتے صحیح نہیں۔ کذافی حاشیۃ السعد ۔۔

۸ <u>کل ترکہ کی تہائی ماں کو کب ملیگی</u>۔ ماں کے واسطے کل ترکہ کی تہائی ورثہ مذکورہ کی عدم موجودگی میں ہے۔ یعنی میت کی اپنی اولاد اور بیٹے کی اولاد کی عدم موجودگی میں۔ گو وہ اولاد کتنے ہی نیچے درجہ تک ہو۔ اور نیز دو بھائی بہنوں یا زیادہ کی عدم موجودگی میں ۔۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں ہے۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ۔ اور یہ اس حالت میں ہے جبکہ ماں باپ کے ساتھ احد الزوجین نہ ہوں ــــ شریفیہ ۳۷ (وللام الثلث ــ احد الزوجین) ۔۔ **۹** <u>باقی ترکہ کی تہائی ماں کو کب ملیگی</u>۔ دیکھو سند ۱۰

۱۰ <u>ماں اور باپ اور احد الزوجین</u>۔ اگر ماں باپ کے ساتھ خاوند یا بیوی ہوں۔ تو ماں کو احد الزوجین کا حصّہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور یہ صرف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جبکہ مسئلہ میں خاوند اور ماں باپ ہوں دوسرا یہ ہے کہ جبکہ بیوی اور ماں باپ ہوں۔ اور یہ کل صحابہؓ اور فقہا کا مذہب ہے ۔۔ ابن عباس کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں بھی ان دونوں کے واسطے کل ترکہ کی تہائی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان دونوں کے واسطے کل ترکہ کا چھٹا حصّہ مقرر کیا اولاد کی موجودگی میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ پھر آگے فرمایا کہ ان دونوں کے واسطے تہائی ہے اولاد کی غیر موجودگی میں جیسا کہ فرمایا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ پس اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مراد کل ترکہ کی تہائی سے ہے (جیسا کہ چھٹے حصّہ سے کل ترکہ کا چھٹا حصّہ مراد تھا)۔ ایسا ہی اصحاب فرائض کے کل حصے بعد ادائے دین و وصیت کے مقرر کئے گئے ہیں ۔۔ اور ابوبکر اصم یہ فرماتے ہیں کہ صرف خاوند کی موجودگی میں ماں کے واسطے خاوند کا حصّہ فرضی دینے کے بعد باقی کا تہائی ہے۔ لیکن بیوی کی موجودگی میں کل متروکہ کا تہائی ہے۔ اسواسطے کہ اگر خاوند کی موجودگی میں ماں کو کل ترکہ میں سے تہائی دیا جائیگا تو ماں کا حصہ باپ کے حصّہ سے زیادہ ہو جائیگا۔ کیونکہ مسئلہ اس صورت میں چھ سے ہوگا بوجہ جمع ہونے دو حصّوں کے یعنی نصف اور تہائی کے۔ لہذا تین خاوند کا حصّہ ہوا اور ماں کا حصّہ کل ترکہ میں سے دو ہوگا۔ تو ایک سہم باپ کے واسطے باقی رہیگا۔ تو اس طرح عورت کو مرد سے زیادہ ملجائیگا۔ اور اگر خاوند کا حصہ دیکر باقی کا تہائی ماں کو دیا جائیگا تو ماں کو ایک اور باپ کو دو سہم پہونچینگے [یعنی عصوبت]۔ لیکن اگر بیوی کی موجودگی میں ماں کو کل ترکہ میں سے تہائی دیا جائیگا تو یہ زیادتی نہیں لازم آتی کیونکہ اس حالت میں بوجہ جمع ہونے چوتھائی اور تہائی کے مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ تو جب ماں کو چار ملے اور بیوی کو تین تو باپ کے واسطے پانچ سہام باقی رہے تو اس میں ترجیح مونث کو مذکر پر نہیں ہوتی ۔۔

علماء حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ماں کے واسطے تہائی ہے جبکہ ماں اور باپ موجود ہوں چاہے وہ کل ترکہ میں سے ہو یا ترکہ کے حصہ میں سے کیونکہ اگر تہائی اصل ترکہ کی مراد لیجائے تو اس کے واسطے صرف یہی کہنا کافی تھا۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ [یعنی ماں اور باپ کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی] جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بیٹیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ

وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ - بعد اس کے کہ یہ فرمایا فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ - پس اس صورت میں لازم آتا ہے کہ وَوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ زائد لکھا گیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں ہم یہ معنے لیں گے کہ وراثت صرف ماں باپ کے واسطے ہے [یعنی یہ ابوین کا ذکر صرف حصر وراثت کے واسطے ہے]۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ عبارت سے یہ معنے نہیں نکلتے کہ حصر وراثت کا مطلب لیا جائے۔ اور اگر یہاں بھی لیا جائے کہ حصر وراثت کا مطلب ہے تو مسئلہ زیر بحث میں [یعنی ابوین معہ احد الزوجین کی صورت میں] آیت اس امر پر دلالت نہیں کرتی نہ اصالۃً اور نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ [اس طرح نہ جمہور صحابہ اور نہ فقہا کا قول نص سے ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ قول ابن عباس کا۔ تو ضرور ہوا کہ ایسی بات اختیار کی جائے جو سب کے نزدیک مقبول ہو]۔ لہذا یہ بات نکلی کہ ابوین (جو اصول ہیں) ایسے ہیں جیسے بیٹا اور بیٹی (فروع ہیں)۔ کیونکہ مذکر اور مونث کی وراثت میں سبب واحد ہے۔ اور ہر ایک ان دونوں میں سے بلا واسطہ میت سے متعلق ہے۔ تو اس صورت میں جو کچھ احد الزوجین کو دیکر بچے ماں باپ میں تین حصّہ ہو کر تقسیم ہوگا۔ جیسا کہ بیٹا اور بیٹی کے درمیان اور جیسا کہ ماں باپ میں جبکہ وہ دونوں منفرد ہوں ورثہ لیتے ہیں [یعنی جبکہ احد الزوجین میں سے کوئی نہ ہو] لہذا نہیں بڑھے گا ماں کا حصّہ باپ کے نصف حصہ سے جیسا کہ مقتضائے قیاس ہے۔ تو فقیہ اصم کے خیال کو دخل نہیں۔ وہ اصم کہ جو آیت مذکورہ کے اُن معنوں سے جو ہم نے بیان کئے بے بہرہ ہیں ⁘ یاد رہے کہ جب ماں کو زوجہ کے ساتھ باقی کا تہائی دیا جاتا ہے تو اس طرح مسئلہ میں دو چوتھائی جمع ہو جائیں گے حقیقۃً۔ کیونکہ اس حالت میں اس کا تہائی حقیقت میں چوتھائی ہے۔ شریفیہ ۲۷-۲۸ (اَمَّا اِذَا كَانَ ...... رُبع فِی الحقیقۃِ)۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ ایسی صورتوں میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا ⁘

۱۱ - ماں اور دادا اور احد الزوجین - اگر بجائے باپ کے دادا ہو (یعنی جبکہ ماں اور دادا اور احد الزوجین ہوں) تو ماں کو کل ترکہ کا تہائی ملیگا۔ یہی مذہب ہے ابن عباسؓ کا اور حضرت ابوبکرؓ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ہے۔ اور اسی کو اہل کوفہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے جبکہ مسئلہ میں خاوند ہو [نہ بیوی] ⁘ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک دادا کی موجودگی میں ماں کے واسطے باقی ترکہ کا تہائی ہے جیسا کہ باپ کی موجودگی میں۔ اور یہی حضرت ابوبکرؓ کی دوسری روایت ہے۔ تو اس روایت ثانی کی بنا پر دادا مثل باپ کے قرار دیا گیا تو یہ عصبہ کر دیگا ماں کو جیسا کہ باپ کر دیتا ہے ⁘ پہلی روایت پر دلیل ہے کہ ہمنے کلام الٰہی میں فقط فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ہی کے معنی لئے ہیں [یعنی جب باپ کا ذکر نہیں کیا گیا تو] ہمنے بھی باپ کو چھوڑ دیا۔ اور تاویل ہمنے اس طریق پر کی جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ تاکہ تفضیل ماں کو باپ پر نہ ہو جائے [یعنی ماں کا حصّہ باپ سے نہ بڑھ جائے] جبکہ وہ دونوں میت سے قرب میں مساوی بھی ہیں۔ تو اس طرح اکثر صحابہؓ کے قول کے مطابق بھی ہو گیا [یعنی باقی کا تہائی دیا گیا جو اکثر صحابہ کا قول ہے] ⁘ لیکن دادا کے حق میں ہمنے کلام الٰہی سے جو مطلب نکلتا ہے وہ لیا [یعنی کل کا تہائی]۔ کیونکہ دادا اور ماں مساوی درجوں میں نہیں ہیں۔ اور صحابہ کرام اس مسئلہ میں مختلف الرائے بھی ہیں۔ بمقابلہ پہلے مسئلہ کے ⁘ اب یہاں مونث کو مذکر پر فضیلت میں کچھ قباحت نہیں کیونکہ وہ ایک درجہ میں واقع نہیں ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا بیوی کو اور بہن حقیقی کو اور بھائی علاتی کو تو اس مسئلہ میں بیوی کو چوتھائی ملا۔ بہن کو نصف باقی بھائی کو۔ تو مونث کو مذکر پر فضیلت ہوئی [یعنی بہن کو ½ ملا اور بھائی کو ¼] کیونکہ وہ قرابت میں نزدیک ہے بمقابلہ مرد کے ⁘ دوسری وجہ [ماں کو کل مال کی تہائی ملنے کی دادا کی موجودگی میں] یہ ہے کہ ماں اصلی ولادت کا سبب ہے جیسا کہ باپ ہے۔ تو باپ عصبہ کر دیگا ماں کو [بخلاف دادا کے]۔ اگرچہ دادا بھی حکماً سبب ولادت ہے نہ حقیقۃً تو اس واسطے دادا نہیں عصبہ کرتا ماں کو۔ کیونکہ ایک دوسرے کو عصبہ کرنا جب ہی ہوتا ہے جب سبب متحد ہوں نہ مختلف ⁘ یہ مسئلہ [یعنی دادا کی موجودگی میں ماں کو کل ترکہ کی تہائی ملنا] اُن چار مسئلوں میں سے ہے جن کو مصنف نے شروع باب میں مستثنیٰ کیا تھا ⁘ خیال رہے کہ حضرت ابوحنیفہ و امام محمدؒ دونوں نے اس جگہ دادا کو باپ کے مانند قرار نہیں دیا ہے ۔ شریفیہ ۹-۳۸ (وَلَوۡ كَانَ مَكَانَ الۡاَبِ ...... كَالۡاَبِ هٰهُنَا) دیکھو دفعہ ۱۸ سطر ۲

۱۲ ماں و باپ و بھائی بہن - جبکہ میت نے چھوڑے صرف باپ اور ماں تو مسئلہ تین سے ہوگا۔ چنانچہ تہائی ماں کا حصّہ فرضی ہے اور باقی باپ کو ملیگا بطور عصوبت ⁘ اگر باپ اور ماں کے ساتھ بھائی یا بہنیں بھی ہونگی۔ تو مسئلہ ۶ سے ہوگا چنانچہ چھٹا حصّہ ماں کو ملیگا۔ کیونکہ بھائی یا بہنیں محجوب کر دیگی ماں کو چھٹے کی طرف۔ تو جمہور کا [یہ] قول ہے کہ چھٹا حصّہ جس سے بھائی یا بہنوں نے ماں کو محجوب کیا ہے وہ باپ کے واسطے ہے چنانچہ جمہور کے نزدیک ⅚ باپ کو ملیگا اور بھائی یا بہنوں کو کچھ نہیں ملیگا۔ (دیکھو دفعہ ۱۲۱) لیکن حضرت ابن عباس کے نزدیک وہ چھٹا حصّہ جس سے بھائی بہنوں نے ماں کو محجوب کیا ہے اُن ہی بھائی بہنوں کے واسطے ہے۔ تو گویا ماں کو چھٹا ملیگا اور باپ کو ⅔ اور ⅙ باقی بھائی بہنوں کو ملیگا۔ حاشیہ سعد ⁘

تشریح - جب باپ اور بیوی کی موجودگی میں ماں ہوگی تو مسئلہ ۱۲ سے ہوگا تو تین بیوی کو ملینگے۔ باقی ۹ میں سے تہائی یعنی تین ماں کو دئے جائیں گے (اور یہ تین اصل مسئلہ کا بھی چوتھائی ہے) - اور باقی باپ کو پہنچا - لہذا مسئلہ میں دو چوتھائی جمع ہوگئے حقیقۃً نہ لفظاً - کیونکہ ماں کا حصہ لفظاً تہائی باقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے نہ چوتھائی کے ساتھ ٭ اور خاوند کی موجودگی میں دو چوتھائی جمع نہیں ہونگے اس واسطے کہ سہم بیوی کا چوتھائی ہے اور خاوند کا نصف نہ چوتھائی - حاشیہ ملاجمال - دیکھو سند ۱۰ و دفعہ ۱۸ سند ۷ ٭

بیوی اور والدین کے مسئلہ میں - درحقیقت دیکھا جاوے تو ماں کو چوتھائی ملتا ہے - اور خاوند اور والدین کے مسئلہ میں دیکھا جاوے تو چھٹا حصہ ملتا ہے اور تہائی پاس ادب کی وجہ سے کہا کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم بھی تو ساتھ ہی تحریر کیا کہ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ــــ درمختار ۸۶۴ ص

تنبیہ - لفظ اُم درمختار میں فقرہ بالا میں دو جگہ آیا ہے سہواً لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے - ورنہ ام تو ابوین میں شامل ہے ٭ بیوی اور والدین کے مسئلہ میں ایک سہم بیوی کو ملے گا - دو باپ کو اور ایک ماں کو اور مسئلہ ۴ سے ہوگا ٭ خاوند اور والدین کے مسئلہ میں ۳ سہم خاوند کو ملے ۲ باپ کو اور ایک ماں کو اور مسئلہ ۶ سے ہوگا ٭ ۱۳ - ماں + دادا + خاوند بیوی - دیکھو سند ۱۱ ٭

۱۴ - ماں باپ اور احدالزوجین کے مسئلہ میں ابن عباس کی رائے - دیکھو سند ۱۰ - نیز دیکھو دفعہ ۱۶ سند ۲ ٭

ذوی الفروض کا وراثت کی ترتیب میں پہلا درجہ ہے

دیکھو فہرست و الانقشہ

باب ۲ فصل دہم - نانی و دادی کی توریث

خلاصہ - عربی میں جدہ کا لفظ دادی و نانی دونوں کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے - لہذا شریعت کی رو سے دونوں کا حصہ ایک ہی ہے ٭ یہاں دادی اور نانی سے مراد حقیقی دادی اور نانی ہے - یعنی دادی صحیحہ جیسے باپ کی ماں یا باپ کی ماں کی ماں یا باپ کے باپ کی ماں وغیرہ - یا ماں کی ماں اور ماں کی ماں کی ماں وغیرہ - یہ سب ذوی الفروض ہیں - ایک ہو یا کئی ہوں ان کا مقررہ حصہ پا ہے - بشرطیکہ ایک درجہ میں ہوں - اگر اسی درجہ میں کوئی نانی حقیقی بھی ہو تو وہ بھی چھٹے حصہ میں شریک ہے - دادیاں غیر حقیقی ذوی الارحام سے ہیں ٭ قریب کے درجہ کی دادی یا نانی بعید کے درجہ والی کو محروم کریگی ٭ باپ کی موجودگی سے صرف دادیاں اور ماں کی موجودگی سے کل دادیاں اور نانیاں محروم رہتی ہیں - دادا کی موجودگی سے باپ کی ماں - باپ کی نانی - باپ کی ماں کی نانی وغیرہ محروم نہیں رہتیں اور باقی دادیاں محروم ہوجاتی ہیں - اگر ایک دادی یا نانی کی قرابت ایک طرف سے ہو اور دوسری کی دو طرف سے - تو اگر یہ دونوں قریب کے ایک ہی درجہ میں ہونگی - تو چھٹے حصہ کو برابر تقسیم کرینگی - دو یا کئی قرابت والی کو دگنا یا کئی گنا نہیں ملیگا ٭

۳۵ - نانی دادی (حقیقی) -

۱ - دادی حقیقی - باپ کی ماں - یا باپ کے باپ کی ماں - یا باپ کے باپ کے باپ کی ماں اوپر تک ہے ٭ یا باپ کی ماں کی ماں اوپر تک - یا دادا کی ماں کی ماں اوپر تک - یا پردادا وغیرہ کی ... (دیکھو نقشہ ۴۳ و ۴۴)

۲ - نانی حقیقی - ماں کی ماں - یا ماں کی ماں کی ماں - وغیرہ اوپر تک ہیں -

تشریح - دادی و نانی حقیقی ذوی الفروض سے ہیں - اور دادی و نانی غیر حقیقی ذوی الارحام سے ہیں ٭

ا۔ میت سے اوپر دوسرے درجہ میں دو۔ تیسرے درجہ میں تین چوتھے میں چار۔ علیٰ ہذالقیاس دادیاں صحیح ہونگی جس میں ہر درجہ میں نانی صرف ایک ہی ہوگی

۳۔ کسی درجہ میں حقیقی دادیوں کی اور نانیوں کی تعداد اس طرح معلوم ہوسکتی ہے

کہ جس درجہ کی دادیاں معلوم کرنی ہوں اتنی ماں اتنی ہی سطروں میں لکھو اور پھر نیچے کی سطروں میں سے پہلی سطر میں ایک ماں کے بدلہ ایک باپ پھر دوسری میں دو ماں کے بدلہ دو باپ اسطرح نیچے تک بدلو کہ آخر میں ایک ماں چھوڑ دو۔ بس یہ سب دادیاں و نانیاں حقیقی ہونگی ۰

مثال۔ پانچویں درجہ میں کتنی دادیاں ہوں گی؟ پانچ سطروں میں پانچ پانچ دفعہ ماں لکھی پھر ماں کے بدلہ باپ ہے جیسا کہ بنایا گیا ہے تو یہ سب نانیاں دادیاں حقیقی ہوئیں ۰

ماں ماں ماں ماں ماں	ماں کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں
〃 〃 〃 〃 〃	باپ کے ماں کی ماں کی ماں کی ماں
〃 〃 〃 〃 〃	باپ کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں
〃 〃 〃 〃 〃	باپ کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں
〃 〃 〃 〃 〃	باپ کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں

یاد رہے کہ عربی میں دادی و نانی دونوں کو جدہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ دادا و نانا کو جد کہتے ہیں ۰

سندات

۱۔ دادی صحیحہ ذوی الفروض سے ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۴ سند ۱ ۰ دیکھو دفعہ ۲۰ سند ۲ ۰ دیکھو دفعہ ۱۴۔ دیکھو سند ۱۱ ۰

۲۔ دادی صحیح۔ اور دادی کو دادی صحیحہ سے مقید کیا اور اس کی تفسیر اس طرح کی کہ دادی صحیح وہ ہے کہ جس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں دادا فاسد بیچ میں آئے۔ اور جد فاسد وہ ہے جس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں بیچ میں آئے ــــ شریفیہ ۲۲ (وَقَیَّدَ ...... ضَرُورَةً) ۰
دادی حقیقی وہ دادی ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان کوئی جد فاسد نہ آئے۔ شریفیہ ۲۱ (والجدۃ الصحیحۃ ...... جد فاسد) ۰

۳ دادی حقیقی اور دادا حقیقی۔ یہ ظاہر کرنے کے واسطے کہ دادا صحیح مقابل ہے دادی صحیحہ کے دادا صحیح کی کلی تعریف بیان کردی جو یہ ہے کہ جس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں بیچ میں نہ آئے۔ لہذا دادی جبکہ دادا غیر صحیح بیچ میں نہ آئے تو وہ صحیحہ ہے چاہے وہ نسب محض بواسطہ عورت کے ہو جیسے ماں کی ماں۔ ماں کی ماں کی ماں۔ یا محض بواسطہ مرد کے جیسے باپ کی ماں۔ یا باپ کے باپ کی ماں۔ یا بواسطہ مرد اور عورت دونوں کے جیسے باپ کی ماں کی ماں اور دادی صحیحہ صاحبہ فرض ہے دادیوں میں جیسا کہ دادا صحیح صاحب فرض ہے داداؤں میں ۰ اور جبکہ دادی کو میت کی طرف نسبت کرنے میں دادا فاسد بیچ میں آجائے تو یہ دادی فاسد ہوجائے گی کہ منسوب ہوگی میت کی طرف مرد اور عورت کے مخلوط ہونے سے جیسے ماں کے باپ کی ماں اور باپ کی ماں کے باپ کی ماں ــ تو دادی فاسد صاحب فرض نہیں ہے جیسا کہ جد فاسد بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں کہ وارث ہوتے ہیں باعتبار قرابت کے نہ باعتبار عصوبت کے اور نہ باعتبار فرضیت کے ــــ شریفیہ ۲۲ (وَفَسَّرَهَا ..... وَلَا بِالفَرضِ) ۰

۴۔ دادیاں و نانیاں حقیقی و غیر حقیقی جو ذوی الفروض و ذوی الارحام سے ہیں (ہر درجہ میں) دادیاں اوپر کئی درجوں میں واقع ہیں ــــ (دیکھو شجرہ درثہ) ــــ
اوّل درجہ میں دو ہیں۔ ایک تو میت کی ماں کی ماں۔ اور دوسری میت کے باپ کی ماں۔ اور یہ دونوں نانی و دادی وارث ہوتی ہیں [یعنی ذوی الفروض ہیں] ۰ پھر دوسرے درجہ میں چار دادیاں ہیں۔ باپ کی دادی نانی اور ماں کی دادی نانی۔ گویا پہلی دو تو میت کے باپ کے باپ کی ماں۔ اور میت کے باپ کی ماں کی ماں ہوئیں۔ اور دوسری دو میت کے ماں کی ماں اور میت کی ماں کے باپ کی ماں ہوئیں۔ اور یہ سب وارث ہوتی ہیں سوائے آخر والی کے۔ یعنی سوائے ماں کے باپ کی ماں کے۔ کہ وہ جدہ فاسدہ ہے ۰ پھر تیسرے درجہ میں آٹھ دادیاں ہیں۔ جن میں سے دو تو باپ کے باپ کی دادیاں ہیں یعنی باپ کے باپ کے باپ کی ماں۔ اور باپ کے باپ کی ماں کی ماں۔ اور یہ دونوں وارث ہوتی ہیں۔ اور دو باپ کی ماں کی دادیاں ہیں۔ یعنی باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔ کہ وارث ہوتی ہے۔ اور باپ کی ماں کی باپ کی ماں۔ کہ جدہ فاسدہ ہے ۰ اور دو ماں کے باپ کی دادیاں ہیں یعنی ماں کے باپ کی ماں کی ماں۔ اور ماں کے باپ کے باپ کی ماں۔ یہ دونوں فاسدہ ہیں اور دو ماں کی ماں کی دادیاں ہیں یعنی ماں کی ماں کی ماں کی ماں۔ اور یہ وارث ہے۔ اور ماں کی ماں کی باپ کی ماں۔ اور یہ فاسدہ ہے ۰ اب اگر ان دادیوں میں سے ہر ایک کی دو دو دادیاں ہوں تو سولہ ہوجائینگی۔ اور یہ چوتھے درجہ میں ہونگی ۰ اسی طرح اگر ان دادیوں میں سے بھی ہر ایک کی دو دادیاں ہوں تو سولہ کی دگنی یعنی ۳۲ ہوجائینگی [اور یہ پانچویں درجہ میں ہونگی] ــ علیٰ ہذالقیاس اوپر کے درجہ میں سمجھ لو ــــ فتاویٰ عالمگیری

۵۔ دادی فاسد ذوی الفروض سے نہیں ہے۔ دفعہ ۲۰ سند ۲ ــ دفعہ ۵ سند ۱۴ ۰

نقشہ ۴۲ - دادا دادی و نانی (سب حقیقی)
سیاہ حقیقی ہیں۔
اور باقی غیر حقیقی۔
باپ کی طرف والے
ماں کی طرف والے
سکڑدادا
سکڑدادی
دادی کی ماں
دادی کی ماں
سکڑنانی
پردادا
پردادی
دادی کی ماں
پرنانی
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
میت

۶ - حقیقی دادیوں کی شناخت ہر درجہ میں - جو دادیاں ایک درجہ میں ہوں اور مقابل ہوں ان میں وارثات کی شناخت اس طرح ہوسکتی ہے کہ اوّل تو درجہ کی تعداد کی طرف خیال کیا جائے [یعنی یہ دیکھا جائے کہ کس درجہ میں ہے مثلاً چوتھے درجہ میں ہے یا پانچویں وغیرہ میں] تو اتنی تعداد میں اتنی سطروں میں ماں کے لفظ شمار کرکے لکھے جائیں - اور ہر مرتبہ میں اوّل کی ماں کی جگہ باپ لکھدو یہانتک کہ صرف ایک ماں باقی رہ جائے ــــ فتاوی عالمگیری

۷ - ہر درجہ میں نانی ہمیشہ ایک ہی ہوگی - یاد رہے کہ ماں کی طرف نانیوں میں سوائے ایک نانی کے دوسری کا وارث ہونا متصور نہیں - کیونکہ سوائے دادی یا نانی صحیحہ کے دوسری وارث نہیں ہوسکتی - اور ماں کی طرف والوں میں نانی صحیحہ وہی ہوسکتی ہے جس کا تعلق میت سے بیان کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ نہ آئے - تو اس طریق پر ماں کی طرف والوں میں جب دیکھا جائیگا تو ماں کی ماں کی ماں ہی ہوسکتی ہے اوپر تک بس یہی ایک سلسلہ ہے - اس سلسلہ میں بھی دو نانیاں کبھی وارث نہ ہونگی - کیونکہ قریب کے درجہ والی بعید کے درجہ والی کو محجوب کریگی - فتاوی عالمگیری +

۳۶ - دادی و نانی حقیقی کا حصہ و استقرار حق -

۱- ایک دادی یا نانی یا کئی کا مجموعی حصہ $\frac{1}{6}$ ہے - (جبکہ ایک درجہ میں اور قریب کے درجہ میں ہوں - چاہے ایک جانب سے تعلق رکھتی ہوں یا کئی جانب سے)

ا - ایک قرابت والی دادی یا نانی اور کئی قرابت والی جبکہ ایک درجہ ہوں چھٹے حصہ میں سے برابر تقسیم کرلینگی - (نزد امام ابو یوسف و نزد امام اعظم - فتویٰ اسی پر ہے +

ب - امام محمد کے نزدیک دادیوں کا چھٹا حصہ بلحاظ تعدد قرابت تقسیم ہوگا یعنی اگر ایک دادی ایک قرابت والی ہو - اور دوسری تین قرابت والی - تو اس چھٹے حصہ کے چار حصہ کیے جائینگے - تین حصہ تین قرابت والی کو اور حصہ ایک قرابت والی کو ملیگا - گویا ایک قرابت والی کو $\frac{1}{24}$ اور تین قرابت والی کو $\frac{1}{8}$ ملیگا +

۲- نانیاں اور دادیاں محروم - ماں کی موجودگی سے -

۳- دادیاں محروم - باپ کی موجودگی سے - (اسی طرح دادا کی موجودگی سے اوپر کی دادیاں محروم ہونگی - نہ اسکی ہم درجہ نیچے کی)

ا - باپ + دادی + نانی = $\frac{5}{6}$ + ۰ + $\frac{1}{6}$ (دادی محروم - باپ عصبہ ہے)

ب - دادا + دادی + نانی = $\frac{5}{6}$ + $\frac{1}{12}$ + $\frac{1}{12}$ (دادی نانی کو $\frac{1}{6}$ میں سے نصف نصف ملا - دادا عصبہ ہے) +

سندات

۱ - دادی کا حصہ - دادی کا حصہ چھٹا ہے - وہ دادی چاہے ماں کی طرف کی ہو - یا باپ کی طرف کی - ایک ہو یا زیادہ [سب دادیاں چھٹے حصہ میں شریک ہونگی] جبکہ وہ صحیحہ ہوں اور ایک ہی درجہ میں مقابلۃً ہوں + اور ماں کی موجودگی سے سب دادیاں (باپ کی طرف کی ہوں یا ماں کی طرف کی) ساقط ہوجاتی ہیں + اور باپ کی موجودگی سے باپ کی طرف کی دادیاں ساقط ہوجاتی ہیں [یعنی ورثہ سے محروم] اور اسی طرح دادا کی موجودگی سے بھی الّا باپ کی ماں ساقط نہیں ہوتی گو درجہ میں کتنی ہی اوپر ہوتی جائے - کیونکہ وہ دادا کے واسطے سے ورثہ نہیں لیتی ــــ سراجی +

۲ - یہاں دادی صحیحہ سے مطلب ہے - اور ایک درجہ میں - دادی صحیحہ ہوں (جیسے ماں کی ماں یا باپ کی ماں) جیسا کہ ذکر ہوا کیونکہ دادی غیر صحیح ذوی الارحام سے ہیں جس کا بیان آگے آئیگا + اور درجہ میں مقابل ہوں - [یعنی میت سے جتنے درجہ اوپر باپ کی طرف کی دادی ہو اتنے ہی درجہ اوپر ماں کی طرف کی دادی ہو] - کیونکہ [مختلف درجوں میں ہوں تو] قریب کے درجہ والی بعید کے درجہ والی کو محروم کردیگی جس کے متعلق ذکر آئیگا ــــ شریفیہ ۳۹ (صحیحات ...... جدہ علیا) +

۳ - ایک دادی کو چھٹا حصہ ملیگا یا کئی کو بھی - ایک دادی کو چھٹا حصہ دینا اس حدیث کی رو سے ہے کہ روایت کیا اس کو ابو سعید خدری و مغیرہ بن شعبہ نے ذویب سے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا + اور کئی دادیوں کو چھٹے حصہ میں شریک کرنے کے متعلق جبکہ وہ ایک درجہ میں ہوں یہ روایت

[illegible] اور چار وغیرہ دادیاں وارث ہونگی +

کہ ایک شخص کی نانی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ مجھے میری نواسی کی میراث ملنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر تو کہ میں مشورہ کر لوں اصحاب سے کیونکہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور نہ تیرے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا۔ تو آپ نے اصحاب سے دریافت کیا۔ تو گواہی دی حضرت مغیرہ بن شعبہ نے چھٹا حصہ دیئے جانے کی۔ آپ نے پوچھا اس امر کے متعلق تمہارا کوئی گواہ بھی ہے تو حضرت محمد بن سلمہ نے اس کے متعلق گواہی دی۔ اس پر آپ نے نانی کو چھٹا حصہ دیا۔ پھر اسی میت کی دادی (یعنی باپ کی ماں) آئی اور میراث طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہی چھٹا حصہ تم دونوں کے واسطے ہے۔ اور یہی چھٹا حصہ تم دونوں میں سے ایک کے واسطے ہے۔ چنانچہ آپ نے دونوں کو چھٹے حصہ میں شریک کر دیا۔

دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ میت کی دادی حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میں میت کی نانی سے میراث لینے میں ادنیٰ ہوں کیونکہ اگر وہ مرے گی تو اس کا نواسہ ترکہ کا وارث نہ ہوگا۔ اور اگر میں مر جاؤں گی تو میرا پوتا وارث ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو یہ چھٹا حصہ لے لے (یعنی جو حضرت ابوبکر صدیق نے فیصلہ کر دیا ہے) اور اگر تم دونوں جمع ہوں تو وہی چھٹا حصہ تم دونوں کو بحیثیت مجموعی ملیگا۔ اور جو تم دونوں میں سے ایک ہو تب بھی وہ چھٹا ہی لے گی۔ تو دونوں خلیفہ کا اجماع ہو گیا کہ جدات صحیحہ ایک درجہ والیاں چھٹے حصہ میں مساوی کی شریک ہیں ــــ شریفیہ ۳۹ (اَمَّا اَعْطَاءُ الْجَدَّۃِ ... بِالتَّسْوِیَۃِ) ۔ ہٰکذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصاً۔

۴ ابن عباس کے نزدیک نانی کو ماں کا حصہ ملنا چاہیئے۔ ابن عباس کی یہ رائے ہے کہ نانی (یعنی ماں کی ماں) ماں کی بجائے خیال کرنی چاہیے جبکہ ماں نہ ہو۔ تو اس طرح اس کو تہائی حصہ ملنا چاہیئے جبکہ میت کی اولاد اور بھائی [کیسا بھی ہو] نہ ہو۔ اور چھٹا حصہ ملنا چاہیئے جبکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود ہو جیسے کہ دادا [یعنی باپ کا باپ] باپ کی بجائے ہوتا ہے جبکہ باپ نہ ہو۔ اور پوتا قائم مقام ہوتا ہے بیٹے کے جبکہ بیٹا نہ ہو۔ پھر جیساکہ ماں کے حصہ فرضی میں دادیوں کیا سے کوئی مزاحمت نہیں کرتا اسی طرح نانی کے فرضی حصہ میں بھی کسی دادی کو مزاحم نہ ہونا چاہیئے۔ ابن عباس کے قول کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ عورت کے واسطے سے منسوب ہونا سبب نہیں ہو سکتا مدلی کے استحقاق کا مدلی یہ کا حصہ فرضی لینے ہیں۔ جیساکہ بیٹی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں [کہ بیٹی اور بہن کے واسطے سے منسوب ہیں مگر انکی عدم موجودگی میں یہ بیٹیاں ان کے فرضی حصہ کی مستحق نہیں ہوتیں]۔ لیکن یہ قیاس دادیوں کے بارہ میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق ایک تو حدیث وارد ہوئی ہے دوسرے چھٹے حصہ سے زیادہ ہمنے دادی کو دیا ہی نہیں ــــ شریفیہ ۳۹۔۴۱ ــ (وذہب ابن عباس .... فاکتفینا بہ)۔

۵ ماں باپ کی موجودگی کا دادیوں پر اثر۔ تمام دادیاں ماں کی موجودگی میں ورثہ سے محروم ہوتی ہیں گو وہ باپ کی طرف کی ہوں یا ماں کی طرف کی۔ ماں کی طرف کی دادیوں کے محروم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اوّل تو وہ میت سے ماں کے واسطے سے منسوب ہیں۔ دوم سبب بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ماں ہوتا ہے [کہ نانی بھی ماں ہے] اور دادیاں پدری اس وجہ سے محروم ہوتی ہیں کہ ان میں صرف سبب موجود ہے [کہ دادی بھی ماں ہے]۔ باپ کی موجودگی سے باپ کی طرف کی دادیاں ورثہ سے محروم ہوتی ہیں نہ ماں کی طرف کی۔ اور یہ قول حضرت عثمانؓ اور علیؓ اور زید بن ثابتؓ وغیرہ کا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ و ابن مسعود و ابوموسیٰ اشعری سے منقول ہے کہ باپ کی ماں (یعنی دادی) کو ورثہ ملتا ہے باپ کی موجودگی میں اور اسی قول کو اختیار کیا ہے حضرت شریح وحسن بصری و ابن سیرین نے بدلیل اس حدیث کے کہ روایت کیا اس کو ابن مسعود نے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا باپ کی موجودگی میں اس کی وجہ یہ ہے کہ دادیوں کی توریث باعتبار ادلاء کے (یعنی منسوب ہونے کے) نہیں ہے کیونکہ منسوب ہونا مؤنث کے واسطے سے اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کا فرضی حصہ لینے کا مستحق ہو جائے [دیکھو سند ۴] جیساکہ ابھی مذکور ہوا۔ بلکہ ان دادیوں کا استحقاق ورثہ میں دادی کے نام کی وجہ سے ہے۔ اور اس نام میں ماں کی ماں اور باپ کی ماں دونوں ہی داخل ہیں۔ تو جیساکہ باپ نہیں محجوب کرتا پہلی کو [یعنی ماں کی ماں کو] تو دوسری کو بھی نہ کرے۔ لیکن اس کی تردید کی گئی ہے کہ صرف نام [یعنی جدہ نام ہونا] استحقاق اور قرابت کی وجہ نہیں ہو سکتی بلکہ ضرور ہے اعتبار ادلاء کا [یعنی منسوب ہونا میت کے واسطے سے۔ چاہیے یہ منسوب ہونا مذکر کے واسطے سے ہو یا مؤنث کے واسطے سے جیساکہ حاشیہ السعدیہ میں لکھا ہے]۔ اچھا پھر [جدات کا مطلقاً محجوب ہونا ماں کی موجودگی میں اور صرف جدات پدری کا محجوب ہونا باپ کی موجودگی میں] اس کی دو وجہیں ہیں ایک اتحاد سبب [یعنی دونوں میں ایک ہی وجہ پائی جانی] دوسرا ادلاء۔ اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ بھی محجوب کر سکتا ہے۔ کیونکہ جہاں صرف اتحاد سبب ہی بلا ادلاء پایا جائے وہاں بھی حجب کا عمل ہوتا ہے۔ جیساکہ پوتیاں دو بیٹیوں کی موجودگی سے محروم ہوتی ہیں بوجہ اتحاد سبب کے بلا ادلاء کے [وہ سبب کیا ہے؟ وہ بیٹی ہونا ہے یا وجود نہ ہونے ادلاء کے یعنی باوجود اس امر کے کہ پوتی بیٹی سے میت کے واسطے سے منسوب نہیں ہوتی]۔ اسی طرح جب ادلاء ہی صرف پایا جائے تب بھی حجب کا عمل ہوتا ہے۔ جیساکہ دادی [باپ کی ماں] ۔ کہ باپ کے واسطے سے منسوب ہوتی ہے ۔ وہ

وہ باپ کی موجودگی سے محجوب ہوگی بوجہ پائے جانے ادلا کے اگرچہ اتحاد سبب معدوم ہے + اسی طرح دادی محجوب ہوگی ماں کی موجودگی سے بوجہ اتحاد سبب کے اور وہ دادی کہ ماں کی طرف کی ہے باپ کی موجودگی سے محجوب نہ ہوگی بوجہ معدوم ہونے ادلا اور اتحاد سبب دونوں کے + [اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے] کہ اخیافی بھائی بھی تو وارث ہوتا ہے ماں کی موجودگی میں حالانکہ اس سے منسوب ہوتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ یہاں نہ تو اتحاد سبب ہی پایا جاتا ہے اور نہ حصہ میں مشارکت۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ [یعنی بھائی بہن اخیافی کا ماں کی موجودگی میں وارث ہونا] مستثنیٰ ہے اس قاعدہ سے کہ مدلی بالغیر محجوب ہوتا ہے اس غیر کے ساتھ [یعنی مدلی بہ کے ساتھ] + اور روایت ابن مسعودؓ کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ ممکن ہے کہ اس میت کا باپ غلام یا کافر ہو [اور محروم الارث بالاتفاق حاجب نہیں ہوتا] ــــ شریفیہ ۱۴۲ (ویسقطن الی الجدات کلھن ...... رقیقاً او کافراً)۔ دیکھو تقویم، ابعد، انجسب ا۔ دیکھو سند ۱۸ و دفعہ ۱۸ سند ۱۲ +

۶ - دادا کی موجودگی کا دادیوں پر اثر - ایسا ہی دادا کی موجودگی سے باپ کی طرف کی دادیاں ساقط ہوتی ہیں سوائے باپ کی ماں کے اگرچہ درجہ میں کتنی ہی دور ہو (جیسے باپ کی ماں کی ماں) مطلب یہ ہے کہ دادا کی موجودگی سے اس کی ہمدرجہ یا نیچے کی درجہ والی دادیاں ورثہ لینگی اور اوپر کی محروم ہونگی) چنانچہ یہ وارث ہوگی جد کے ساتھ اس واسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کے واسطے سے نہیں ہے کیونکہ وہ دادا کی بیوی ہے۔ اس واسطے وہ نہیں ساقط ہوگی جد کی موجودگی سے بلکہ دادا کے ساتھ وارث ہوگی جیسا کہ وارث ہوتی ہے ماں جبکہ باپ موجود ہو +۔ اور یہ [یعنی ساقط ہونا پدری دادیوں کا دادا کے موجودگی میں اور نہ ساقط ہونا باپ کی ماں کا] اس صورت میں ہے جب دادا میت سے ایک درجہ اوپر ہو [یعنی پہلا دادا ہو] اور جب وہ دو درجہ اوپر ہو جیسے باپ کے باپ کا باپ (یعنی پردادا) تو اس کے موجودگی میں دو دادیاں پدری کہ اس کے ہمدرجہ ہیں وارث ہونگے یعنی باپ کے باپ کی ماں کہ وہ جد مذکور کی بیوی ہے اور باپ کی ماں کی ماں کہ وہ دادا کے بیوی کی ماں ہے۔ (دیکھو نقشہ ۱۲۱۳)۔ اسی طرح سے جیسے جیسے دادا کے درجے بڑھتے جائینگے اسی طرح جدات پدری بھی جو دادا کے ساتھ وارث ہونگی تعداد میں بڑھتی جائینگی [دیکھو نقشہ ۱۲۱۴]۔ــــ شریفیہ ۱۴۱-۱۴۲ (وکذالک ...... برثن معہ)۔ دفعہ ۱۹ سند ۱۳ +

۷ - دادا کے ساتھ اُس درجہ میں کتنی دادیاں وارث ہوتی ہیں - قاعدہ یہ ہے کہ اگر میت سے دادا ایک درجہ اوپر ہو تو اس کے ساتھ ایک دادی پدری وارث ہوگی۔ اور اگر دو درجہ اوپر ہو تو اس کے ساتھ دو دادیاں پدری وارث ہونگی۔ غرض جتنے درجہ اوپر ہونگے اتنی ہی دادیاں پدری بڑھتی جائینگی۔ ضوء السراج دیکھو سند ۱۴

۸ - قریب کو بعید پر ترجیح ہے معہ دلائل - دادی قریب کے درجہ والی کسی طرف کی ہو۔ چاہے ماں کی طرف کی یا باپ کی طرف کی۔ دور کی درجہ کی دادی کو محروم کریگی وہ دور کی دادی گو کسی طرف کی ہو۔ لہذا حجب اس میں چار طرح پر ہوا۔ اور یہی مذہب ہے حضرت علیؓ کا۔ اور زید بن ثابت کی ایک روایت کا بھی یہی منشا ہے۔ اور دوسری روایت جو زید بن ثابت سے ہے اس کا منشا یہ ہے کہ قریب کے درجہ کی دادی اگر باپ کی طرف کی ہو اور دور کے درجہ کی دادی اگر ماں کی طرف کی ہو تو دونوں حکم میں برابر ہیں (یعنی قریب والی بعید والی کو محروم نہیں کریگی)۔ اس طرح گویا حجب تین طرح پر ہوگا [یعنی قریب والی بعید والی کو تین طرح پر محروم کریگی] بجائے چار طرح کے۔ اور اس روایت ثانی پر عمل ہے امام مالکؒ اور شافعیؒ کا (اور شافعی کے دو قولوں میں سے اصح یہی ہے) + اس دوسری روایت کے متعلق یہ دلیل پیش کی گئی ہے۔ کہ دادی کا استحقاق ماں پن کی وجہ سے زیادہ ہے [یعنی مادری حالت کی وجہ سے زیادہ تر ہے] لہذا جو دادی مادری ہے وہ ماں پن کی زیادہ حق دار ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرح ماں ہے کہ ماں کے واسطے - منسوب بھی ہوتی ہے۔ اور دوسری دادی جو باپ کی طرف کی ہے وہ بھی در اصل تو ماں کے ہی واسطے سے ہے مگر منسوب ہوتی ہے باپ کے واسطے سے۔ تو اگر قریب کے درجہ کی دادی مادری ہوگی [اور بعید کی پدری] تو زیادہ قرب اور زیادہ ماں پن کی وجہ سے اس کو حق زیادہ ہوگا۔ تو وہ اولیٰ ہوگی بمقابلہ پدری دادی کے جو درجہ بعید میں ہے + اگر قریب کے درجہ والی دادی پدری ہوگی اور دور کے درجہ والی دادی مادری۔ تو مادری دادی میں ماں پن کا حق پایا جائیگا وجہ سے اور پدری دادی میں قرب درجہ پایا جائیگی وجہ سے دونوں استحقاق ارث میں برابر ہیں + مگر امام اعظمؒ کی یہ دلیل ہے کہ دادی کا استحقاق باعتبار ماں پن کے ہے اور یہی اصل بات ہے۔ اور یہی بات قریب کی دادی میں زیادہ پائی گئی ہے[۹۲] بمقابلہ دور کی دادی کے۔ چاہے وہ دونوں ایک طرف کی ہوں یا دونوں طرف کی۔ تو وہ قریب والی بعید والی پر مطلقاً مقدم ہوگی۔ اگر صرف ماں پن کی صفت مقدم کر سکتی تو ماں کی ماں بمقابلہ باپ کی ماں کے باوجود درجہ میں مساوی ہونے کے مقدم ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوتا بالاتفاق۔ [شرح سرخسی بھی اس کی تائید کرتی ہے] + پھر یہ قریب درجہ والی گو ورثہ لینے والی ہو یا محجوب ہو [یعنی چاہے اس کو ورثہ ملتا ہو یا ورثہ لینے سے محجوب ہو] جیسے باپ کی ماں باپ کی غیر موجودگی میں اور ماں کی ماں کی ماں کی موجودگی میں اور جیسے ماں کی ماں موجودگی باپ کی ماں کی ماں کے [یعنی ۲۱ و ۲۰ا باپ کی عدم موجودگی میں۔ اور جیسے ۲۲ و ۲۰] یا محجوبہ کی مثال)

[۹۱] لہذا یہ حواشی ... کہ سمجھا ہے + ۹۲ یعنی ... ۲۰ کا حق بھی ہے علاوہ ... ماں پن کے حق کے +

جیسے باپ کی ماں موجود کی باپ کے کیونکہ وہ باپ کی موجودگی سے محجوب ہے۔ اور باوجود محجوب ہونے کے ماں کی ماں کی ماں کو محجوب کرتی ہے۔ [۱۱ باپ کی موجودگی سے محجوب ہے مگر ۱۶ کو محجوب کرتی ہے] ۔چنانچہ اگر میت نے چھوڑا باپ ۔ باپ کی ماں ۔ اور ماں کی ماں کی ماں ۔ تو کل ترکہ باپ کو ملیگا۔ [یعنی جبکہ چھوڑا باپ ۱۰، ۱۱ و ۱۶ ۔ تو صرف باپ کل ترکہ لیگا] کیونکہ دور والی محجوب ہوگی قریب والی سے اور قریب والی محجوب خود ہی ہے باپ کی وجہ سے ۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ بہنیں محجوب کرتی ہیں ماں کو تہائی سے چھٹے پر باوجودیکہ وہ خود باپ کی وجہ سے محجوب ہوتی ہیں ✤ حسن بن زیاد نے کہا کہ اس صورت میں دادیوں کی میراث ماں کی ماں کی ماں کو ملیگی اگرچہ وہ باپ کی ماں سے درجہ میں دور ہے ۔ اور یہ حضرت علی کے قول کے قیاس پر ہے وہ یہ ہے کہ قریب کی دادی بشرطیکہ وارث ہوگی محجوب کریگی دور کی دادی کو [مگر یہاں وہ وارث نہیں ہے بلکہ محجوب ہے] ۔ شریفیہ ۴۲۔۴۳ (والجدۃ القربٰی .... اذا کانت وارثۃ)

۵ ۔ایک طرف سے رشتہ رکھنے والی دادی اور کئی طرف سے رشتہ رکھنے والی دادی (دیکھو نقشہ ۴۶) جبکہ ایک دادی کا ایک طرف سے رشتہ ہو جیسے باپ کی ماں اور دوسری دو طرف سے رشتہ رکھتی ہو جیسے ماں کی ماں کی ماں کہ وہ باپ کے باپ کی ماں بھی ہو [کہ نقشہ ۴۶ میں ۴ و ۲ ہیں] تو ان دونوں دادیوں میں ان کا چھٹا حصہ نصف نصف بٹ جائیگا باعتبار ابدان ۔ اور یہ حضرت ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے ۔ اور یہی قول حضرت سفیان کا ہے [اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ کذا فی المضمرات] اور امام محمدؒ کے نزدیک باعتبار جہات کے تین تہائی کے حساب سے تقسیم ہوگا ۔ اور یہی قول امام زفر کا ہے [اور یہی قول حسن بن زیاد کا ہے کذا فی ضوء السراج] ۔ اور امام محمدؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ استحقاق ارث باعتبار اسباب کے ہے [نہ باعتبار اشخاص کے] ۔ تو جب ایک ہی شخص میں دو سبب جمع ہوں جیسے دو طرف والی دادی ہیں ۔ تو وہ میراث کی مستحق ہوگی دونوں سبب کے اعتبار سے ۔ گویا اس میں دو سبب مختلف جمع ہو گئے ہیں [تو اس کو دو طرف سے حق ملنا چاہئے] ۔ دیکھو کہ جب میت چھوڑے دو چچا کے بیٹے کہ ایک ان میں سے اس کا اخیافی بھائی بھی ہو ۔ تو وہ چھٹا حصہ تو اپنا فرضی لیگا ۔ اور باقی ترکہ اس کو اور دوسرے چچا کے بیٹے کو نصف نصف ملیگا ۔ [دیکھو نقشہ ۱۲ الف] ✤ اسی طرح اگر کوئی عورت مر جاے اور دو چچا کے بیٹے چھوڑے کہ ایک ان میں سے اس کا خاوند بھی ہو ۔ تو یہ خاوند ½ تو اپنا فرضی حصہ لیگا اور باقی میں دوسرے بھائی کے ساتھ نصف کا شریک ہوگا [دیکھو نقشہ ۴۵] ۔ اسی طرح جبکہ مجوسی مرا اور اس نے اپنی ماں چھوڑی کہ وہی اس کی علاتی بہن بھی ہو ۔ تو وہ وارث ہوگی دونوں سببوں کے اعتبار سے [دیکھو نقشہ ۴۴] ۔ اگر یہ بات ہے تو بھلا حقیقی بھائی کیوں نہیں دو طرف سے میراث پاتا ۔ [اس کا جواب یہ ہے] کہ اخیافی بھائی میں یہ حق ترجیح دیا گیا ہو اور اسی سبب سے علاتی بھائی پر اس کو ترجیح ہے ۔ تو اب اس جہت کا استحقاق میں اعتبار نہ ہوگا ۔ بخلاف دادی کے کہ اس میں دو جہتوں کا اعتبار توریث کے واسطے ہے نہ ترجیح کے واسطے ✤ اور ابو یوسف کی دلائل یہ ہیں ۔ اگر زیادہ جہت کی وجہ سے دادی کے نام میں بھی اسی لحاظ سے تبدیلی ہو جائے [یعنی ایک قرابت والی بھی

نقشہ ۴۳

اس نسب نامہ میں ایک ہی شخص چچا کا بیٹا بھائی بھی ہو اور اخیافی بھائی بھی ہو

نمبر ۲ و ۳ بھائی تھے ۔ ۳ مر گیا تو ۲ نے اس کی بیوی سے نکاح کیا ۔ تو نمبر ۴ کا چچا کا بیٹا بھائی نمبر ۶ ہے اور نمبر ۵ چچا کا بیٹا بھائی اور اخیافی بھائی بھی ہے نمبر ۴ مر جائے تو نمبر ۵ کو ⅙ ملیگا اور باقی ⅚ نصف نصف ملیگا ۔ لہٰذا نمبر ۵ کو $\frac{7}{12}$ اور نمبر ۶ کو $\frac{5}{12}$ ملیگا مسئلہ ۱۲ ہوگا اور نمبر ۵ کو ۷ اور نمبر ۶ کو ۵ حصے ملیں گے ۔

نقشہ ۴۴

اس نسب نامہ میں مجوسی کی بیٹی اپنے بھائی کی ماں اور بہن ہے ۔

جبکہ مجوسی نے بیٹی سے نکاح کیا تو لڑکا نمبر ۲ اس کی بیٹی کا بیٹا اور علاتی بھائی ہوا ۔ جب نمبر ۲ مرا تو اس کی بہن (ماں) وارث ہوگی اور دو سببوں سے ۔

نقشہ ۴۵

اس نسب نامہ میں چچا کا بیٹا خاوند ہے ۔

نمبر ۳ کا خاوند اس کے چچا کا بیٹا نمبر ۴ ہے ۔ اگر نمبر ۳ مر جائے تو ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا ۔ خاوند ½ باقی نصف دونوں بھائی نصف نصف بانٹیں گے ۔ لہٰذا نمبر ۴ کو ¾ ملیگا ۔ اور نمبر ۵ کو ¼ ۔ مسئلہ ۴ سے ہوگا نمبر ۴ کو ۳ حصے اور نمبر ۵ کو ایک حصہ ملیگا ۔

نقشہ ۴۶ - ایک طرف سے اور کئی طرف سے تعلق رکھنے والی دادیاں
متعلق دفعہ ۳۴۶ سند ۹ (ان کو ایک قرابت والی اور کئی قرابت والی دادیاں بھی کہتے ہیں)
پردادا
پردادی
دادی کی ماں
دادی کا نقشہ فتاوی عالمگیری کے ذریعہ بنایا گیا ہے۔
دادی
دادا
دادا کی بہن
باپ
ماں
ماں کی بہن
پردادی نمبر ۲
م ۱ کی دو قرابت والی دادی ہے۔ م ۲ کی تین قرابت والی دادی ہے
م ۳ کی چار قرابت والی دادی ہے۔ سلسلہ یہ ہے
دو قرابت والی
تین قرابت والی
چار قرابت والی
حاشیہ متعلق دفعہ ۳۴۶ سند ۸
ا۔ چار صورتیں اس قسم سے ہونگی:-
(۱) قریب کی نانی دور کی نانی کو محجوب کریگی
(۲) " دادی " دادی کو "
(۳) " دادی " نانی کو "
(۴) " نانی " دادی کو "
گویا اس طرح سمجھنا چاہیئے:-
نانی + نانی
دادی + دادی
دادی + نانی
نانی + دادی

دادی کہلائیگی اور زیادہ قرابت والی بھی وہی دادی کہلائیگی۔ کچھ اور نام نہیں بدل جائیگا] تب تو تعدد استحقاق بھی درست ہے۔ اور جبکہ اس تعدد کا اثر نام پر نہیں پڑتا تو وہ ایک ہی جہت والی کے حکم میں ہے اس بحث سے یہ مطلب ہے۔ کہ دو قرابت والی بھی دادی ہی کہلائیگی اور ایک قرابت والی بھی۔ لہذا جبکہ جمع ہوتیں قرابت والی دادی ایک قرابت والی کے ساتھ تو اگر دونوں ہیں [اُن کا سقوط] چھٹا حصہ بالمناصفہ تقسیم ہوگا۔ نزد ابو یوسف۔ لیکن امام محمد کے نزدیک چار حصہ ہوکر (یعنی ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصہ تین قرابت والی کو ملیں گے۔ گویا یہ سمجھنا چاہئے کہ چار دادیاں تھیں جن میں برابر تقسیم ہوا) ٭ شریفیہ ۴۵-۴۶ (اذا کانت الجدۃ .... عند محمدؒ)۔

۱۰ - کئی قرابت والی دادی کے ورثہ کے متعلق فیصلہ شمس الائمہ امام السرخسی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے دو دادیوں کے متعلق جن میں سے ایک کئی قرابت والی ہو کوئی روایت نہیں۔ ہاں حسن بن عبدالرحمن بن عبدالرزاق شاشی شافعی المذہب کی کتاب الفرائض میں اتنا لکھا ہے کہ ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول مثل قول ابو یوسف کے ہے۔ شریفیہ ۴۶ (قال الامام .... ابی یوسف) دیکھو سند ۹ ٭

اگر ایک دادی ایسی ہو کہ جس کا رشتہ نسبی دو طرف سے ہو اور دوسری ایسی ہو کہ اس کا رشتہ نسبی ایک ہی طرف سے ہو تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھٹا حصہ ان میں نصف نصف کرکے تقسیم ہوگا۔ اور یہی امام اعظمؒ سے بھی مروی ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے ـــ عالمگیری (بحوالہ مضمرات) ٭

۱۱ - ماں کی موجودگی سے کل دادیاں و نانیاں ورثہ سے محروم رہتی ہیں۔ دیکھو سند ۵ ٭

۱۲ - باپ کی موجودگی سے صرف دادیاں ورثہ سے محروم رہتی ہیں۔ دیکھو سند ۵ ٭

۱۳ - باپ کی موجودگی میں باپ کی ماں کے سوا اور دادیاں سب محروم ہیں (بعض کے نزدیک)۔ دیکھو سند ۵ ٭

۱۴ - باپ کی موجودگی میں دادی کو حصہ ملتا ہے (بعض کے نزدیک) سند ۵ حضرت عمر۔ ابن مسعود۔ ابوموسیٰ اشعری کے نزدیک ٭

۱۵ - درجہ قریب کی دادی خود محجوب ہو یا نہ ہو درجہ بعید کی دادی کو محجوب کریگی۔ سند ۸ ٭

۱۶ - قریب کے درجہ کی دادی اور بعید کے درجہ کی نانی دونوں امام شافعی کے نزدیک ورثہ لینگی۔ دیکھو سند ۸ ٭

۱۷ - دادا کی موجودگی سے اس کی ہمدرجہ دادی کے علاوہ اوپر کی سب دادیاں محروم۔ دیکھو سند ۶ ٭

۱۸ - باپ + دادی + نانی ($= \frac{5}{6} + 0 + \frac{1}{6}$) اگر میت نے باپ اور دادی اور نانی چھوڑی۔ تو دادی بوجہ باپ کے محجوب ہوگی۔ اور نانی کے حصہ ملنے کے متعلق اختلاف ہے بعض کے خیال میں چھٹا حصہ اور بعض کے خیال میں چھٹے حصہ کا نصف ملیگا ـــ فتاویٰ عالمگیری ـــ دیکھو سند ۸ و سند ۱۲ ٭

۱۹ - دادی + چچا = $\frac{1}{6} + \frac{5}{6}$ ـــ اس امر میں اختلاف ہے کہ دادی اپنے بیٹے کے ساتھ جو میت کا چچا ہے وارث ہوگی یا نہ ہوگی۔ تو عامہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ میت کے چچا کی موجودگی میں وارث ہوگی ـــ فتاویٰ عالمگیری۔

۲۰ - کئی دادیاں و نانی چھٹے حصہ میں شریک ہیں۔ دیکھو سند ۳۔ چھٹا حصہ سب دادیوں اور نانیوں پر برابر تقسیم ہوگا ٭

۲۱ - ایک قرابت والی دادی ایک حصہ اور کئی قرابت والی کئی حصہ لیگی (اسی چھٹے حصہ میں سے) نزد امام محمد۔ اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ دیکھو سند ۹ ٭

---

۵۴ اس کی تشریح اس طرح ہے کہ ایک عورت (دیکھو نقشہ ۴۲) نے اپنے پوتے کا نکاح اپنی نواسی سے کیا ان سے ایک لڑکا ہوا۔ تو یہ عورت اس لڑکے متوفی کی دادی ہے اس کے باپ کی طرف سے کیونکہ وہ اس کے باپ کے باپ کی ماں ہے۔ اور ماں کے حساب سے دادی (نانی) ہے کہ وہ اس کی ماں کی ماں کی ماں دو قرابت والی دادی ہوئی [دیکھو نقشہ ۴۲ جس میں نمبر ۲۔ دادی و نانی ہوئی]۔ ایک اور عورت بھی ہے [نمبر ۴] جس نے اپنی بیٹی کا نکاح پہلی عورت کے بیٹے سے کیا۔ تو اس بیٹی سے پہلی عورت کا پوتا ہوا [یعنی ۱] جو لڑکے (میت) کا باپ ہے۔ تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی ماں کی ماں ہوئی [یعنی باپ کی نانی ہوئی]۔ تو یہ عورت ایک قرابت والی دادی ہوئی۔ اور یہ دونوں دادیاں ایک درجہ میں ہیں۔ تو اب جب یہ دونوں جمع ہوئیں تو ایک قرابت والی اور دو قرابت والی دادیاں پائی گئیں ٭ اور دو سے زیادہ قرابت کی دادی کی صورت یہ ہے کہ وہ عورت جس نے اپنے پوتے کا نکاح اپنی نواسی سے کر دیا تھا [یعنی ۲ نے ۱ او ۹ کا نکاح] اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو جب اس کا نکاح ہوگا پردادی نمبر ۲ کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی سے اور اس سے ایک لڑکا ہو تو وہ عورت اس لڑکے کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں ہوئی اور نیز باپ کے ماں کی ماں کی ماں اور نیز باپ کے باپ کے باپ کی ماں ہی ہوئی۔ اور پردادی نمبر ۴ اس لڑکے کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں ہوئے۔ یعنی ایک قرابت والی + [اسی طرح دادی نمبر ۲ م ۳ کی چار قرابت والی دادی ہوگی] ـــ شریفیہ ۴۴ (توضیحہا ...... ام ام اب الاب)

باب ۳

باب سوم

عصبات

وراثت کی ترتیب میں دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں چھٹا درجہ ہے

دیکھو فیتہ دالا نقشہ

باب ۳ فصل اوّل ـ عصبات کا بیان باب ۳

خلاصہ ۹ عصبہ وہ رشتہ دار ہے جس کو ذوی الفروض کی تقسیم کے بعد متروکہ کا بقایا ملتا ہے۔ تمام عصبے باپ کے قرابت دار ۲ ہوتے ہیں۔ جیسے بیٹا۔ بھائی سگ۔ بھائی ع۔ چچا سگ۔ چچا ع۔ یہ تو عصبے نسبی ہوئے + ایک عصبہ سببی بھی ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص جس نے میت کو آزاد کیا تھا تو آزاد کرنے کے صلہ میں جبکہ میت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو یہ عصبہ بنجاتا ہے + عصبات کی مسلمہ ترتیب دفعہ ۳۹ میں دیگئی ہے۔ بس اسی ترتیب پر عمل درآمد ہے + اگر ایک شخص عصبہ واقع ہو تو ذوی الفروض کی تقسیم کے بعد کل بچا ہوا مال اس کو ملجائیگا۔ اور اگر کئی ہونگے تو ان میں تقسیم بابدان ہوگی یعنی فی کس دیا جائیگا۔ ہر مرد کو دو حصے اور ہر عورت کو ایک + اگر کسی عصبہ کا دو طرف سے تعلق رشتہ ہو تو دونوں طرف سے ورثہ ل سکتا ہے +

۳۷ عصبہ کس کو کہتے ہیں۔

۱ـ عصبہ وہ شخص ہو جو اس مال کا جو ذوی الفروض کی تقسیم کے بعد بچے وارث ہو۔ اور اگر اکیلا ہو تو کل مال لیوے +

۲ـ عصبہ کے معنی باپ کی طرف کا رشتہ دار۔ اور عصبات جمع ہو۔ اور اعصاب بھی جمع آئی ہے +

سندات ۱ ـ تعریف عصبہ ـ ہر ایسے شخص کو عصبہ کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ اور اصحاب فرائض کا حصہ دیکر جو باقی رہتا ہے وہ سب لے لیتا ہے۔ اور اگر اکیلا ہو [یعنی ذی فرض کوئی نہ ہو] تو وہ سب مال لے لیتا ہے ـــ فتاوی عالمگیری +

۲ ـ عصبہ کی تعریف پر بحث ـ جبکہ صاحب فرض بھی اکیلا ہو۔ اور کوئی عصبہ ساتھ نہ ہو تو وہ بھی تمام مال لے لیتا ہے۔ تو گیا یہ تعریف ناقص نہیں ہے + [جواب یہ ہے کہ] صاحب فرض کا استحقاق ترکہ پر کچھ تو بالفرضیت ہوتا ہے اور کچھ بطور رد کے + پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بہنیں بھی تو عصبہ ہوتی ہیں بیٹیوں کے ساتھ مگر وہ کل مال کی مستحق نہیں ہوتیں۔ جب اکیلی ہوں۔ [یعنی جبکہ بیٹی نہ موجود ہو] تو یہ تعریف جامع نہ ہوئی + اس کا جواب دیا گیا کہ یہاں عصبہ سے مراد عصبہ بنفسہ ہے۔ تو اس میں عصبہ مع غیرہ و عصبہ بغیرہ شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ درحقیقت تو اصحاب فرائض ہیں جیسا کہ آگے ذکر آئیگا + پھر بھی یہ جواب کچھ مخدوش ہی رہتا ہے۔ کیونکہ جب یہ تعریف عصبہ بنفسہ کے واسطے مخصوص ہوئی تو اس سے مفہوم ہوتا ہے عصبہ بنفسہ کو مقدم کرنا عصبہ سببی پر۔ حالانکہ یہ تقدیم عصبہ بنفسہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس تقدیم میں عصبہ بنفسہ کے دونوں بھائی (یعنی عصبہ بغیرہ و عصبہ مع غیرہ) بھی شریک ہیں ـــ شریفیہ ۱۱ (انّ صاحب الفرض ...... اخواہ) +

۳ ـ عصبہ کے لغوی معنی وغیرہ ـ عصبہ کے معنی باپ کے قرابت دار کے ہیں۔ (عصب اور اعصاب اس کی جمع ہیں) گویا کہ وہ جمع ہے عاصب کی کہ یہ جمع نہیں سُنی گئی + اہل عرب کا محاورہ ہے عَصَبَ القومُ بفلانٍ اُس وقت بولا جاتا ہے جبکہ قوم کے آدمی کسی کو چاروں طرف سے گھیر لیں چنانچہ اسی طرح میت کو عصبات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ایک طرف باپ ہے تو ایک طرف بیٹا۔ اور ایک طرف چچا ہے تو دوسری طرف بھائی [دیکھو شجرہ ورثہ] + پھر اس کا اطلاق واحد و جمع و مذکر و مونث پر کیا جاتا ہے [گویا اسم جنس سمجھا] کہتے ہیں کہ اس کا مصدر عصوبت آتا ہے ـــ شریفیہ ۴۶ (عصبۃ الرجل ... العصوبۃ) +

عصبہ کی جمع عصبات (جمع سالم) ہے۔ اور عصبہ جمع ہے عاصب کی جیسے طلبۃ و ظلمۃ جمع ہے طالب اور ظالم کی۔ تو عصبات اس طرح جمع الجمع ہوئی اور مصدر عصوبت ہے۔ کذا فی حاشیۃ القاضی *

۳۸۔ عصبات کے اقسام علی الترتیب اور ان کی تشریح۔ دیکھو نقشہ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔

۱۔ عصبات دو قسم کے ہیں ایک عصبہ نسبی دوسرا عصبہ سببی۔ پہلے نسبی وارث ہوتے اور اگر وہ نہوں تو سببی۔

(۱) عصبہ نسبی۔ وہ عصبہ ہے جو نسب کے تعلق سے عصبہ بنا ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں *

ا۔ عصبہ بنفسہٖ (یعنی جو بذات خود عصبہ ہو) وہ مذکر ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان قرابت کسی عورت کے ذریعہ نہو۔ وہ یہ ہیں

اول۔ میت کا جزو یعنی بیٹا پوتا وغیرہ ــ یعنی بیٹا (اور اولاد ذکور)۔
دوم۔ میت کی اصل یعنی باپ دادا وغیرہ ــ یعنی باپ (اور دادا پردادا وغیرہ)۔
سوم۔ میت کے باپ کا جزو یعنی بھائی بھتیجے وغیرہ ــ یعنی بھائی (اور ان کی اولاد ذکور)۔
چہارم۔ میت کے دادا کا جزو یعنی چچا اور ان کی اولاد ــ یعنی چچا (اور ان کی اولاد ذکور)۔

ب۔ عصبہ بغیرہٖ۔ یعنی وہ ذی فرض عورت جو کسی عصبہ کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائے۔ یہ ذیل کی چار عورتیں ہیں:-

۱۔ بیٹی
۲۔ پوتی
۳۔ بہن حقیقی
۴۔ بہن علاتی
} یہ اپنے اپنے بھائی کی موجودگی سے عصبہ ہو جاتی ہیں (نقشہ ۴۵ و ۴۸)۔

ج۔ عصبہ مع غیرہٖ۔ یعنی وہ ذی فرض عورت جو کسی ذی فرض عورت کے موجود ہونے سے عصبہ خیال کی جائے۔ یہ ذیل کی دو عورتیں ہیں۔

۱۔ بہن حقیقی
۲۔ بہن علاتی
} یہ دونوں بیٹی یا پوتی وغیرہ کی موجودگی سے عصبہ ہو جاتی ہیں (نقشہ ۴۷)۔

(۲) عصبہ سببی۔ جو میت کے آزاد کرنے کی وجہ سے (اگر میت اس کا غلام تھا) عصبہ بنا ہو۔ کوئی نسبی تعلق نہ ہو *

ا۔ آزاد کرنے والا (یعنی مولی العتاقہ)
ب۔ آزاد کرنے والے کے عصبات
} دیکھو نقشہ ۴۷ *

سندات

۱۔ عصبہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ عصبہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عصبہ نسبی۔ دوسرا عصبہ سببی۔ فتاوی عالمگیری۔ عصبات نسبیہ کو ہمنے پہلے رکھا کہ عصبات سببیہ سے زیادہ قوی ہیں۔ شریفیہ (قدمہا ...... السببیہ) *

۲۔ عصبات نسبی کو پہلے ورثہ ملتا ہے۔ اگر وہ نہوں تو سببی کو۔ دیکھو نقشہ ۶۱ و سندات *

۳۔ اقسام عصبات نسبیہ۔ عصبات نسبیہ تین قسم کے ہیں عصبہ بنفسہ۔ عصبہ بغیرہ۔ عصبہ مع غیرہ ــ سراجی *

۴۔ عصبہ بنفسہ۔ عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے (مذکر کی قید اس واسطے لگائی کہ مونث عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے) کہ اس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں کوئی مونث بیچ میں نہ آئے۔ اگر مونث بیچ میں آجائے تو یہ عصبہ نہ ہوگا۔ جیسے اخیافی اولاد کہ وہ ذوی الفروض ہیں اور ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا [کہ مونث کا واسطہ بیچ میں ہے] ذوی الارحام ہیں * اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی بھائی عصبہ بنفسہ ہے باوجودیکہ اس کو میت کی طرف نسبت

نقشہ ۴۷ جملہ اقسام عصبات اور انکی ترتیب

(متعلق دفعہ ۳۸ و ۳۹)

عصبات تمام مرد ہیں صرف ہووفی فرض بہن اپنے بہائی کیساتھ یا میت کی بیٹی کیساتھ عصبہ ہو جاتی ہے یا آزاد کرنیوالی اگر عورت ہے تو وہ بھی عصبہ ہو گی

عصبات دو قسم کے ہوتے ہیں

۱ نسبی

۲ سببی

نسبی:

۱ فروع یعنی عصبات درجہ اول
- عصبہ بنفسہ: ۱- بیٹا، ۲- پوتا، ۳- پڑپوتا ↓ لامحدود
- عصبہ بغیرہ: بیٹی، پوتی، پڑپوتی ↓ اسی ترتیب سے بہائیوں کے ساتھ اپنے بہائی کے

۲ اصول یعنی عصبات درجہ دوم
- عصبہ بنفسہ: ۱- باپ، ۲- دادا، ۳- پردادا ↓ لامحدود

۳ باپ کے فروع یعنی عصبات درجہ سوم
- عصبہ بنفسہ: ۱- بہائی حقیقی، ۲- بہائی علاتی، ۳- بہائی حقیقی کا بیٹا، ۴- بہائی علاتی کا بیٹا ↓ لامحدود
- عصبہ بغیرہ: بہن ح، بہن ع، — — صرف یہی دونوں اپنے اپنے بہائی کیساتھ عصبہ ہونگی

۴ دادا پردادا و پردادا کے فروع یعنی عصبات درجہ چہارم
- عصبہ بنفسہ: ۱- چچا حقیقی، ۲- چچا علاتی، ۳- چچا ح کا بیٹا، ۴- چچا ع کا بیٹا، پھر باپ کا چچا ح و ع اور انکی اولاد اسی ترتیب سے لامحدود

سببی:

۵ آزاد کرنیوالا اور اسکے عصبات
- معتق: آزاد کرنیوالا یعنی میت اگر غلام تھا اور اس کو آزاد کیا تھا ...
- عصبہ معتق: معتق کی عدم موجودگی میں اس کے عصبات ... دیکھو نقشہ ۵۸-۵۷

حل - عصبات کی دو قسمیں ہیں - نسبی - سببی اوّل نسبی کو ورثہ ملتا ہے - اسطرح کہ پہلے فروع پھر اصول - پھر باپ کے فروع پھر دادا پردادا کے فروع کو - اور اگر یہ سب نہوں تو عصبہ سببی یعنی معتق (کہ جس نے میت کو آزاد کیا تھا) کو ملتا ہے - اور اسکی عدم موجودگی میں اسکے عصبہ کو - بہن موجودگی بیٹی کی عصبہ ہوتی ہے گویا یہ نمبر ۱ و ۳ کا میل سمجھو۔

عصبہ مع غیرہ

عصبہ بغیرہ + عصبہ بغیرہ

بیٹی + بہن - تو بہن عصبہ ہے۔

عصبہ بغیرہ و عصبہ مع غیرہ کا علیحدہ نقشہ بھی ہے دیکھو نقشہ آئندہ

نقشہ ۴۸ - عصبہ بغیرہ و عصبہ مع غیرہ

(متعلق دفعہ ۳۸)

اس نقشہ میں عصبہ بغیرہ و مع غیرہ کی مختلف صورتیں جو واقع ہو سکتی ہیں دکھائی گئی ہیں اور کئی نقشہ ایک نقشہ میں شامل کئے گئے ہیں

حل

عصبہ بغیرہ
- ۱- حقیقی بہن
- ۲- علاتی بہن

} عصبہ ہو گئیں اپنی قسم کی بھائی کی موجودگی سے

عصبہ مع غیرہ
- ۳- حقیقی بہن + بیٹی (بہن عصبہ ہے بیٹی صاحبہ فرض)
- ۴- علاتی بہن + بیٹی (〃 〃 〃)

عصبہ بغیرہ
- ۵- بیٹا + بیٹی - دونوں عصبہ
- ۶- پوتا + پوتی - دونوں عصبہ (جبکہ بیٹا بیٹی نہ ہوں)
- ۷- بیٹی + پوتا + پوتی (بیٹی ذی فرض - باقی دونوں عصبہ)
- ۸- بیٹی + پوتی - پڑپوتی + پڑپوتا (بیٹی صاحبہ فرض ہے باقی تینوں عصبہ)

کرنے میں ماں بیچ میں آتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ استحقاق عصوبت میں قرابت باپ کی اصل مانی گئی ہے چنانچہ جب یہ قرابت اکیلی ہو تب بھی عصوبت کے استحقاق کے واسطے کافی ہے بخلاف قرابت ماں کی کہ وہ اکیلی عصوبت کے واسطے کافی نہیں ہے گویا استحقاق عصوبت کے واسطے صرف ماں کی قرابت لغو ہوئی تو اس میں (یعنی ماں کا تعلق) ایک وصف زاید سمجھ لو اسی وجہ سے عینی بھائی کو علاتی بھائی پر ترجیح ہے [کہ اس میں تعلق مادری ایک وصف زائد بھی ہے]۔ شریفیہ ۶۲ (عَصَبَۃٌ بِنَفْسِہٖ...... عَلَی الْاَخِ لِاَبٍ) +

عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے کہ اس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں کوئی مونث بیچ میں نہ آئے اگر کوئی مونث بیچ میں آجائے تو وہ مذکر عصبہ نہیں رہتا جیسے اولاد اخیافی کہ وہ عصبہ نہیں بلکہ ذوی الفروض ہے اسی طرح سے ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا کہ ذوی الارحام ہیں نہ عصبات۔ درمختار صفحہ ۸۶۴۔

۵ - حقیقی بھائی میں ماں کا واسطہ ہے تو وہ عصبہ بنفسہ کیوں ہے۔ دیکھو سند ۴ +

۶ - عصبہ مع غیرہ۔ عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حقیقی یا علاتی بہن[1] بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے چاہے وہ بیٹی ہو یا پوتی۔ اور چاہے ایک ہو یا کئی ہوں جیسا کہ ذکر کیا ہے قول آنحضرت علیہ السلام کا کہ قرار دو بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ میں عصبہ۔ یہاں دونوں جمع سے جنس مراد ہے واحد ہو یا متعدد۔ (مطلب یہ کہ الاخوات والبنات میں الف لام جنس کا ہے جس سے قلیل اور کثیر دونوں سے مطلب ہے)۔ شریفیہ ۴۹ (اَمَّا الْعَصَبَۃُ...... مُتَعَدِّدًا)۔ دیکھو دفعہ ۳۰ سند ۴ و ۵ عصبہ مع غیرہ نہیں ہوتی ہیں۔ بموجودگی بیٹیوں کے یا پوتیوں کے متقین کہتے ہیں کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کیے دو اور یہاں دونوں جمع جنس کی معنی میں ہیں ــ درمختار

۷ - عصبہ بنفسہ ہونے کے واسطے دلائل۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲ +

۸ - عصبات بنفسہ کی چار قسمیں ہیں۔ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم پر ہے اوّل میت کا جزو [یعنی بیٹا اور پوتا]۔ دوم میت کی اصل [یعنی باپ اور دادا وغیرہ] تیسرے میت کے باپ کا جزو [یعنی بھائی و بھتیجہ وغیرہ]۔ چوتھے میت کے دادا کا جزو [جیسے چچا اور اس کی اولاد]۔ شریفیہ ۴۶ (اَلْعَصَبَاتُ جُزْءُ جَدِّہٖ)

۹ - عصبہ بغیرہ۔ دیکھو دفعہ ۴۱ سند ۳ ۔ نیز دفعہ ۳۰ سند ۴ +

۱۰ - عصبہ بغیرہ اور مع غیرہ میں فرق۔ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ عصبہ بغیرہ میں جو غیر شخص ہے وہ عصبہ بنفسہ (یعنی اپنی ذات سے عصبہ) ہوتا ہے اور اس کے سبب سے عصوبت اس مونث میں پہنچ جاتی ہے + اور عصبہ مع غیرہ میں وہ غیر شخص خود عصبہ نہیں ہوتا۔ بلکہ عصوبت اس عصبہ کو غیر کے ساتھ جمع ہونے سے ہو جاتی ہے۔ [یعنی صورت اوّل میں ایک عصبہ ذی فرض عورت کو اپنے ساتھ عصبہ بنا لیتا ہے۔ اور دوسری صورت میں ایک ذی فرض عورت اپنے اثر سے دوسری ذی فرض عورت کو عصبہ کر لیتی ہے]۔ شریفیہ ۔ ۴۹ ۔ (وَالْفَرْقُ ...... ذٰلِکَ غَیْرٌ) +

۱۱ - عصبہ بغیرہ و مع غیرہ ہمیشہ ذی الفروض ہی سے ہوتے ہیں۔ دیکھو دفعہ ۴۲ سند ۲ +

۱۲ - صرف ذی فرض عورت عصبہ ہو سکتی ہے۔ اگر عورت عصبہ ہوگی تو وہ ضرور صاحب فرض ہوگی۔ دیکھو دفعہ ۴۲ ۔ سند و دفعہ ۳۰ سند ۴ و ۵ ۔ دفعہ ۲۹ +

۱۳ - عورت عصبہ بنفسہا نہیں ہوا کرتی بلکہ عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوا کرتی ہے۔ دیکھو سند ا ت ۴ +

عورت بھی عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی۔ ہاں عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہو سکتی ہے۔ درمختار ۸۶۴ (وَالْاُنْثٰی ...... مَعَ غَیْرِہَا) +

عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹے کے ساتھ۔ اور پوتیاں پوتے کے ساتھ اگرچہ درجہ میں کتنے ہی نیچے تک ہوں۔ اسی طرح حقیقی بہنیں اور علاتی بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔ تو یہ چار عورتیں ہوئیں جن کے مقررہ حصے نصف اور دو تہائی ہیں تو یہی عصبہ ہوتی ہیں اپنے اپنے بھائی کے ساتھ۔ اگرچہ حقیقۃً نہ ہوں تو حکماً ہوتی ہیں جیسا کہ پوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنی ہم درجہ بہن کو یا اپنے سے اوپر والی کو [چنانچہ ایسی کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا حصہ نہیں بھی ہوتا۔ درمختار ۸۶۴ ۔ ۸۶۵ (یَصِیْرُ عَصَبَۃً بِغَیْرِہٖ ...... اَوْ فَوْقَہٗ) دیکھو دفعہ ۲۸ +

۱۴ - بیٹی۔ پوتی۔ بہن حقیقی و علاتی اپنے اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔ دیکھو سند ۹ +

---

[1] اور اخیافی بہن تو اس کو اس کا بھائی عصبہ نہیں کرتا حالانکہ وہ مذکر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ شرع سے عصبہ مع غیر نہیں ہوتی +

۳۹- عصبات اور ان کی ترتیب اور قواعد توریث -

دیکھو نقشہ ۴۹

۱- عصبات اور اُن کی ترتیب حسب ذیل ہے نزد امام اعظم (یہی ترتیب مسلمہ ہے اور یہی الاقرب فالاقرب کے قاعدہ پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے)

عصبات نسبی:

درجہ اوّل - یعنی بیٹا - پوتا - پڑوتا یکے بعد دیگرے نیچے تک لامحدود ۔

درجہ دوم - یعنی باپ - دادا - پردادا یکے بعد دیگرے اوپر تک لامحدود ۔

درجہ سوم - یعنی حقیقی بھائی - علاتی بھائی - حقیقی بھائی کا بیٹا - علاتی بھائی کا بیٹا یکے بعد دیگرے نیچے تک لامحدود ۔

درجہ چہارم - یعنی حقیقی چچا - علاتی چچا - حقیقی چچا کا بیٹا - علاتی چچا کا بیٹا یکے بعد دیگرے نیچے تک لامحدود ۔

اگر یہ نہ ہوں تو باپ کا حقیقی چچا - باپ کا علاتی چچا - باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا - باپ کے علاتی چچا کا بیٹا یکے بعد دیگرے لامحدود

اگر یہ بھی نہ ہوں تو دادا کا حقیقی چچا - دادا کا علاتی چچا - اور اُن کی اولاد بترتیب مذکور یکے بعد دیگرے لامحدود ۔

عصبات سببی:

مولی العتاقہ - (یعنی غلام کا آزاد کرنے والا) اور اگر وہ نہ ہو تو اس کے عصبات بہ ترتیب عصبات -

۲- عصبات کی اور ترتیب جس پر فتویٰ نہیں ہے ۔

۱- صاحبین کے نزدیک ترتیب مذکورہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ عصبات درجہ دوم میں جبکہ باپ نہ ہو اور دادا ہو تو چونکہ وہ میت سے زیادہ دور ہے اس واسطے اس کو باپ کی طرح پر ورثہ دینا پسند نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے بھائیوں کو محروم نہیں کرتے بلکہ بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی میں ایک بھائی کے برابر اس کو بھی حصہ دیتے ہیں - (دیکھو دفعہ ۲۲)

۳- عصبات کی توریث کے عام قواعد یہ ہیں :-

۱- ذوی الفروض کے مقررہ حصے دیکر جو کچھ بچے وہ عصبہ یا عصبات کو ملیگا - اگر نہیں بچے تو نہیں ملیگا ۔

۲- اگر عصبات میں صرف اکیلا ہی شخص ہو تو کُل ترکہ اُس کو ملجائیگا - (دفعہ ۲۷ سطر ۱)

۳- جب تک درجہ اوّل کے عصبات میں کوئی بھی موجود ہو - گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو - درجہ دوم کے کسی عصبہ کو ورثہ نہیں ملیگا - اسی طرح اگر درجہ دوم میں کوئی بھی عصبہ ہو گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو - درجہ سوم کے کسی عصبہ کو ورثہ نہیں ملیگا - علیٰ ہذا القیاس باقی درجوں میں یہی حال ہے (دیکھو فقرہ ۱)

۴- قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہونگے - گو قریب کے درجہ میں عورت ہی ہو (دیکھو سطر ۱۰) پھر ان میں سے قوی قرابت والا دوسروں کو محروم کر دیگا - اگر عصبات بنفسہ بغیرہ - مع غیرہ جمع ہوں تو جو درجہ میں زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا - یہ ضروری نہیں کہ عصبہ بنفسہ ترجیح دیا جائے -

۵- جب عصبات ایک درجہ میں واقع ہوں تو جس کی قرابت زیادہ قوی ہوگی وہ میراث پائیگا - باقی محروم ہونگے (اقوی مذکر ہو یا مونث) - دیکھو دفعہ ۲۵ - بہن وارث ہوئی علاتی بھائی محروم رہا ۔

۶- اگر کسی عصبہ کا دو طرف سے تعلق رشتہ ہو تو اس کو دو طرف سے حصہ ملیگا - دیکھو دفعہ ۳۶ - ۹ و دفعہ ۴۷ - ۵ ۔

۷- ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کا عصبہ ماں کی طرف کی میراث پائیگا ۔

۸- بیٹی - پوتی - حقیقی بہن علاتی بہن اپنے اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں ۔ نیز بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے دیکھو دفعہ ۳۶ و ۲۷

۹- عصبات میں ہمیشہ تقسیم بطریق ابدان ہوگی ۔

۱۰- چچا اور چچا کا بیٹا - بھائی کا بیٹا - آزاد کنندہ کا بیٹا - ان کے ساتھ ان کی بہنوں کو کچھ نہیں ملتا - دیکھو دفعہ ۴۷ - ۴

سندات

۱ - قریب کو بعید پر ترجیح ہے عصبات میں سب سے قریب والا مقدم ہوگا۔ پھر ان قریب والوں میں بھی جو زیادہ قریب ہو وہ مقدم ہوگا۔ تو ترتیب یہ ہوگی۔ (۱) میت کا جزو سب سے مقدم ہوگا جیسے بیٹا اور پھر اس کا بیٹا اگرچہ اسی طرح نیچے تک چلا جائے۔ (۲) اس کے بعد میت کی اصل کا نمبر ہے جیسے باپ جبکہ بیٹی اور بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ بھی ہے اور ذی فرض بھی جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر دادا حقیقی جو کہ باپ کا باپ ہوتا ہے اگرچہ اسی طرح اوپر تک چلا جائے اور لیکن ماں کا باپ وہ تو دادا غیر حقیقی ہے اور ذوی الارحام سے ہے۔ (۳) پھر باپ کا جز جیسے حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی۔ پھر حقیقی بھائی کا بیٹا اور پھر علاتی بھائی کا بیٹا۔ اگرچہ اسی طرح نیچے تک چلا جائے ÷ بھائیوں کو باپ سے موخر کرنا اگرچہ یہ سلسلہ اوپر تک ہو یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور یہی فتوی کے واسطے اختیار کیا گیا ہے برخلاف صاحبین و امام شافعی۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے [کہ بھائی مقدم ہیں دادا پر]۔ (۴) پھر اس کے دادا کا جزو جیسے چچا حقیقی پر چچا علاتی۔ پھر چچا کا بیٹا پھر چچا علاتی کا بیٹا اگرچہ اسی طرح نیچے تک چلا جائے ÷ پھر باپ کا چچا پھر اس کا بیٹا۔ پھر دادا کا چچا پھر اس کا بیٹا۔ اسی طریق پر جیسا کہ ذکر ہوا۔ اگرچہ ان دونوں کی ترتیب نیچے تک چلی جائے ــــ درمختار ۸۶۴ (ویقدم الاقرب .... وان سفلا) ÷

۲ - عصبات کی ترتیب و دلائل ـــ ان عصبات کی قسموں میں اور جو ان قسموں سے متعلق ہیں ان میں مقدم وہ ہے جو درجہ میں قریب ہے ÷ گویا کہ عصبات ترجیح دیئے جائینگے بوجہ قرب درجہ کے یعنی میراث لینے میں اولی عصبات میں سے (یعنی وہ جو سب سے پہلے عصوبت لینے کے واسطے مستحق ہے) میت کی فرع ہے یعنی میت کے بیٹے ان کی عدم موجودگی میں ان کے بیٹے اسی طرح درجہ میں کتنے ہی نیچے ہوں۔ [دوسرا درجہ] ان سب کی عدم موجودگی میں میت کی اصل عصوبت لیگی یعنی باپ ور اس کی عدم موجودگی میں دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ درجہ میں کتنا ہی اوپر ہو ــ

بیٹا باپ پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا ہے کہ وہ میت کی فرع ہے۔ اور باپ اس کی اصل ہے۔ اور فرع کا تعلق میت سے زیادہ قوی ہے بہ مقابلہ اصل کے تعلق کے چنانچہ فرع تابع ہوتی ہے اصل کے۔ اور اصل کے ذکر میں فرع بھی آجاتی ہے۔ مگر فرع کے ذکر میں اصل نہیں آتی جیسا کہ مکان اور درخت زمین کی بیع میں شامل ہوجاتے ہیں۔ اور مکان[۱] اور درخت کی بیع میں زمین داخل نہیں ہوتی ÷ تو یہ اتصال صریح دلالت کرتا ہے کہ بیٹے درجہ میں قریب تر ہیں۔ لیکن حکماً نہ حقیقۃً۔ کیونکہ یوں تو اصل اور فرع میت سے بلا کسی واسطہ کے برابر ہی متصل ہیں ÷ پھر بیٹے کی اولاد باپ پر اس وجہ سے مقدم ہے کہ ان کے استحقاق کا سبب بھی وہی بیٹے کا باپ پر مقدم ہونا ہے ÷ اور باپ کا دادا سے درجہ میں قریب ہونا ایسا ہی ہے جیسے بیٹے کا پوتے سے ÷ اور دادا کو باپ کے باپ کے ساتھ مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ماں کا باپ شمار نہ کیا جاسکے کہ وہ جد فاسد ہے ÷ (یہ جد فاسد کے متعلق جو ذکر ہوا تو یہ شرح ہے اس فقرہ کی فکل ذکر الخ ـ تاکہ زیادہ واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ دادا کو ورثہ ملتا ہے مگر جب اس کے ساتھ کوئی غیر ہو یعنی باپ تو وہ محروم ہوتا ہے۔ اور اوپر کے درجہ میں جب دادوں کی تعداد بڑھ جائیگی تو ان میں سے جو زیادہ قریب ہوگا وہ مقدم ہوگا۔) اس کے بعد (تیسرا درجہ) میت کے باپ کا جزو ہے یعنی سگے بھائی اور ان کے بیٹے نیچے تک۔ بھائیوں کا درجہ دادا پردادا وغیرہ کے بعد ہے یہ قول حضرت ابو حنیفہ کا ہے برخلاف صاحبین[۲]۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے مقاسمۃ الجد میں [دیکھو دفعہ ۱۷]۔ مگر یہاں جو مطلق ذکر کیا گیا اور اختلاف نہیں ظاہر کیا گیا یہ اس واسطے کہ امام کا قول بطور فتوی کے ہے ـ اور بھائیوں کے بیٹوں کو بھائیوں سے موخر اس واسطے کیا کہ بھائی درجہ میں قریب ہیں ÷ اس کے بعد (چوتھا درجہ) دادا کی اولاد ہے یعنی سگے چچا اور پھر ان کے بیٹے نیچے تک ÷ چچاؤں کا درجہ بھائیوں کے بعد ہونا اور چچا کے بیٹیوں کا چچا کے بعد ان کے درجہ میں بعید ہونے کی وجہ سے ہے ÷ پس نتیجہ یہ نکلا کہ عصوبت بنفسہ حاصل ہونے کے چار اسباب ہیں :-

۱- بیٹا ہونا باواسطہ یا بلاواسطہ۔ ۲- باپ ہونا باواسطہ یا بلاواسطہ ـ ۳- اخوۃ یعنی بھائی ہونا اور اس کی فرع ہونا۔ ۴- چچا ہونا اور اس کی فرع ہونا۔ اور ان کی ترتیب وہی ہے جو ذکر کی گئی ــــ شریفیہ ۴۷ (فیقدم بی ...... ماعرفتہ) دیکھو سند ۴ - دفعہ ۱۳ سند ۵ - دیکھو دفعہ ۹ سند ۲ ÷

۳ - قرب درجہ کے بعد قوت قرابت ہے - درجہ میں قریب ہونے کی وجہ سے جب ترجیح دیجا چکے تو قوت قرابت پر غور کیا جائیگا۔ یعنی یہ کہ عصبات میں دو قرابت والا اولی ہوگا ایک قرابت والے سے۔ اگرچہ دونوں درجہ میں برابر ہوں۔ یہ دو قرابت والا چاہے مذکر ہو یا مونث[۳] بدلیل قول علیہ السلام کے ان اعیان بنی الام

---

[۱] زمین کی فروخت میں درخت بھی شامل ہوتا ہے جو اس پر لگا ہوا ہے اگرچہ اسکا ذکر نہ کیا گیا ہو ÷ اگر الا درخت ہی فروخت کیا جائے تو اسکی بیع میں درخت کی جو نیچے کے برابر زمین ہی شامل ہوگی۔ اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے برخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک نیچے کی زمین شامل نہیں ہے ـــــ مجمع الانہر ÷ [۲] نیز برخلاف شافعی ÷ [۳] چنانچہ بہن جب بیٹی کی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہے تو اپنے ہی درجہ میں علاتی بھائی پر ترجیح دیجاتی ہے ÷ [۴] اخرجہ ابن ماجہ والترمذی عن علی رضہ ÷

نقشہ ۳۹ - جملہ عصبات - بطور شجرہ - درجہ واحد

چاروں درجہ کے عصبات علٰحدہ علٰحدہ زنجیروں سے جڑے ہوئے ہیں۔ انکی ترتیب توریث تیر کے رخ سے ظاہر کی گئی ہے +

(متعلق دفعہ ۳۹)

اس نقشہ میں سرخ عصبات ہیں سبز ذوی الارحام سیاہ ذوی الفروض +

مقام الف و ب پر اگر چچاؤں کی اولاد ذکور میں سے نیچے تک کوئی نہ ہو تو سلسلہ اوپر کے چچاؤں میں شروع ہوگا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سلسلے نیچے کی اولاد میں ختم ہوگئے۔ یہ لامحدود ہیں۔ جب نیچے تک کوئی زندہ نہ ہو تب اوپر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے +

یَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ - یعنی حقیقی اولی ہیں میراث لینے میں علاتی پر - اور ماں کا ذکر خاص طور پر کرنے سے یہ مقصد ہے کہ حقیقی علاتی پر ترجیح دئے جاتے ہیں - جیسا کہ حقیقی بھائی ترجیح دیا جاتا ہے علاتی بھائی پر اجماعاً - اور یہ مثال ہے مذکر دو قرابت والے کی ✢ (اب مونث دو قرابت والے کی مثال لو) سگی بہن جبکہ عصبہ ہو جائے بیٹی[1] کے ساتھ یعنی حقیقی بیٹی یا پوتی کے ساتھ تو وہ بھی اسی طرح سے اولی ہوگی علاتی بھائی اور علاتی بہن سے (برخلاف ابن عباس کے - کیونکہ اُن کے نزدیک بہن عصبہ نہیں ہوتی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے) - تو یہ مثال ہوئی مونث دو قرابت والے کی - (یہاں جو بہن حقیقی کا ذکر کیا حالانکہ وہ عصبہ بنفسہ سے نہیں ہے - یہ اس وجہ سے کیا کہ یہاں وہ عصبہ بنفسہ کے حکم میں داخل ہو ✢ ہاں جس حالت میں کہ وہ عصبہ نہ ہو اور ذی فرض ہو تو صرف اپنا فرضی حصہ لیگی اور بقایا علاتی بھائی کو ملیگا) اور حقیقی بھائی کا بیٹا اولی ہے علاتی بھائی کے بیٹے سے - کیونکہ اگرچہ درجہ میں دونوں مساوی ہیں - مگر پہلا دو قرابت والا ہے ✢ ایسا ہی حکم میت کے چچاؤں میں ہے پھر اس کے باپ کے چچاؤں میں پھر اس کے داداؤں کے چچاؤں میں یعنی اعتبار کیا جائیگا ان قسموں میں جو چچاؤں سے متعلق ہیں - پہلے تو درجہ کا قرب اور پھر قوت قرابت کا - لہذا میت کا چچا مقدم ہے کہ اس کے باپ کے چچا سے اور یہ مقدم ہے اپنے دادا کے چچا سے - اور یہ قرب درجہ کی وجہ سے اور ان قسموں میں سے ہر ایک میں دو قرابت والا مقدم ہوگا ایک قرابت والے پر باوجود مساوی ہونے کے درجہ میں چنانچہ میت کا چچا جو حقیقی ہو ترجیح دیا گیا ہے اُس چچا پر جو باپ کی طرف سے ہو - اور ایسا ہی حال میت کے باپ کے چچاؤں کا ہے اور دادا کے چچاؤں کا ہے - اور یہی حکم اُن کی فروع میں ہے کہ اول قرب درجہ کا اعتبار ہے اور پھر قوت قرابت کا پس میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہے اس کے چچا کے پوتے سے اور میت کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے علاتی چچا کے بیٹے سے - شریفیہ ۴۷ - ۴۸ (بعد الترجیح بقرب الدرجۃ ...... ابن عمہ لاب) -

اگر درجہ میں برابر ہوں تو دو قرابت والا مقدم ہوگا - اور اگر درجہ میں قرب و بُعد ہو تو اقرب مقدم ہوگا - درمختار ۴ ۸۶۴ (عند استوائہم فی الدرجۃ ...... یقدم الاعلی) - دیکھو مسئلہ ۳ ✢ مثال یہ ہے کہ حقیقی و علاتی بھائی درجہ میں برابر ہیں - مگر حقیقی دو قرابت والا ہے مقدم ہے - اب اگر علاتی بھائی ہو اور حقیقی بھائی کا بیٹا - تو پہلا مقدم ہے کیونکہ درجہ میں قریب ہے یعنی اوپر ہے - مصنف ✢

۴ بیٹا باپ پر مقدم ہے (ورثہ لینے میں) تقدیم بیٹے کی باپ پر نقلاً و عقلاً ثابت ہے - دلیل نقلی تو کلام مجید میں موجود ہے یعنی یہ کہ باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہ فرمایا تاکہ وہ کل باقی ترکہ بطور عصوبت لے لے - دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان اپنے بیٹے کو اپنے باپ پر ترجیح دیا کرتا ہے اور اس پر اپنے مال کو صرف کرنا زیادہ پسند کرتا ہے اور جو تکالیف اٹھا کر مال وغیرہ حاصل کرتا ہے وہ بیٹے ہی کے واسطے کرتا ہے - گویا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال اس کے بعد اس کے بیٹے سے تجاوز کر کے باپ کو نہ پہنچے - لیکن آیت قرآنی اس کے مقصد کو کچھ رد کرتی ہے یعنی حصہ پدری کے موافق باپ کو دلوا کر اس شخص کی خواہش کو بھی قائم رکھتی ہے - الطحطاوی - نیز دیکھو مسئلہ ۳ ✢

۵ اگر عصبہ بنفسہ - بغیرہ - مع غیرہ جمع ہوں - اگر چند قسم کے عصبات جمع ہوں کہ بعض ان میں سے عصبہ بنفسہ ہوں اور بعض عصبہ بغیرہ ہوں اور بعضے عصبہ مع غیرہ - تو ترجیح اسی کو ہوگی جو میت سے زیادہ قریب ہوگا (یعنی جو زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا) - اور عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی - حتیٰ کہ عصبہ مع غیرہ میت سے زیادہ قریب ہوگا تو وہی ترجیح دیا جائیگا - چنانچہ اگر ایک شخص مر جائے اور ایک بیٹی چھوڑے - اور ایک بہن حقیقی - اور ایک علاتی بھائی کا بیٹا - تو نصف میراث تو بیٹی کو ملیگی اور نصف بہن کو ملیگی اور بھائی کے بیٹے کو کچھ نہیں ملیگا - کیونکہ بہن اس کی بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگئی - اور وہ بہ نسبت بھائی کے بیٹے کے میت سے زیادہ قریب ہے ✢ اسی طرح اگر بھائی کا بیٹا ہو اور چچا ہو تو کل ترکہ بھائی کے بیٹے کو ملیگا اور چچا محروم رہیگا ✢ اور اگر مسئلہ مذکورہ میں علاتی بھائی کے بیٹے کی بجائے علاتی بھائی ہو - تو اس بھائی کو بھی کچھ نہیں ملیگا - فتاوی عالمگیری ✢ (دیکھو نقشہ ۵)

۶ - ایک درجہ کے عصبات میں جب کوئی موجود نہ ہو تو دوسرے درجہ کے عصبات میں ورثہ پہنچتا ہے - دیکھو دفعہ ۱۱ مسئلہ ۶ - دفعہ ہذا مسئلہ ۲ ✢

۷ - عصوبت کل ترکہ میں ہے ہے تو حصہ ترکہ میں سے کیوں نہ ہو - دفعہ ۲۸ مسئلہ ۲ ✢

۸ عصبات میں ہمیشہ تقسیم بابدان ہوگی نہ باصول - اگر عصبات میں سے ایک جماعت ایک ہی درجہ میں ہو تو ترکہ اُن کو باعتبار ابدان کے تقسیم کیا جائیگا یعنی جتنے حقدار ہیں سب کو فی کس ملیگا - اصول کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ اتنے حقدار ایک شخص کی اولاد ہیں تو ایک شخص شمار کیا جائے ✢ چنانچہ اگر میت کے ایک بھائی کا ایک بیٹا ہے

[1] اگر دادا کے ساتھ عصبہ ہو جائے (دیکھو مقاسمۃ الجد) تو اس کو ½ ملتا ہے اور باقی علاتی بہن کو ملتا ہے ✢ ۵۲ دیکھو دفعہ ۳۷ مسئلہ ۵ ✢

اور دوسرے بھائی کے دس بیٹے۔ یا ایک چچا کا ایک بیٹا اور دوسرے چچا کے دس بیٹے تو ترکہ کے دو حصّے نہیں کئے جائیں گے بلکہ ترکہ کے گیارہ حصّے ہونگے سب حق داروں کو ایک ایک حصہ تقسیم کیا جائیگا۔ فتاوی عالمگیری (دیکھو اگر اصول پر تقسیم کی جاتی تو ایک چچا کا نصف حصہ اس کے ایک لڑکے کو ملجاتا اور دوسرے چچا کا نصف حصّہ اس کے دس لڑکوں کو ملتا۔ تقسیم بہ ابدان و اصول کے متعلق دیکھو باب حساب فرائض +

۹ عصبات کو کس ترتیب سے ورثہ دیا جاتا ہے۔ دیکھو سند ۲

۱۔ چار قسم کے عصبات کے علاوہ اور بھی ہیں جو چوتھی قسم میں شامل ہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۲ سند ۶ (دیکھو نقشہ ۴۹) +

۱۱ استحقاق عصوبت میں باپ کی قرابت اصل مانی گئی ہے۔ دفعہ ۳۸ سند ۸۔ ۴۷ سند ضمناً + ۔

۱۲ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔ دیکھو دفعہ ۲۴ سند ۱ +

۱۳ حقیقی کو علاتی پر ترجیح ہے۔ دیکھو سند ۳۔ حقیقی چاہے مونث ہو یا مذکر ترجیح دیا جاتا ہے۔ (متعلق سند ۳) +

۱۴ ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کا عصبہ۔ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ اپنی اپنی ماں کے مولی ہوتے ہیں۔ مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے کو اور عصبہ کو شامل کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو وہ بھی اس میں شامل ہے۔ (علامہ قاسم نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے) وجہ یہ ہے کہ ان دونو کا باپ تو ہوتا ہی نہیں۔ [یعنی شرعاً ان کا کوئی باپ نہیں۔ حالانکہ اصل میں تو کوئی ہووے ہی گا] ۔ درمختار ۶۵ ھ (وعصبۃ ولد الزنا ... لا اب لہما)

سنہ ولد الملاعنہ کے واسطے دیکھو دفعہ ۵۲ سند ۲ + ۔

وراثت کی ترتیب میں دوسرا درجہ ہے
دیکھو فقشہ والا نقشہ

باب ۳ فصل دوم۔ عصبات درجہ اوّل باب ۳

(یعنی بیٹے۔ پوتے پڑپوتے وغیرہ کی میراث)

خلاصہ۔ ذوی الفروض کو ورثہ ملنے کے بعد جو کچھ بچے وہ عصبات درجہ اول کا حق ہے وہ بھی سلسلہ وار مثلاً اگر بیٹا موجود ہے تو پوتے پڑپوتے سب محروم رہیں گے۔ اگر بیٹا یا بیٹے نہ ہوں تو پوتے یا پوتوں کو وہی حق حاصل ہے۔ مگر بیٹے خاص میت کی اپنی اولاد ہونے چاہئیں۔ چاہے لونڈی کے پیٹ سے ہوں یا بیوی کے پیٹ سے۔ اگر کسی ایسی عورت سے نکاح ہوا ہو کہ اس کے ساتھ کوئی بچہ آیا ہو تو اس باپ کے ورثہ میں اس بچہ کا کوئی حق نہیں۔ جو اولاد ناجائز ہو وہ ماں سے ورثہ لیگی۔

۴۰۔ عصبات درجہ اوّل۔

(دیکھو نقشہ ۵۱ و ۵۲)

۱۔ بیٹا یا بیٹے اور انکی اولاد ذکور نیچے تک لامحدود عصبات درجہ اوّل ہیں۔

أ۔ بیٹے کے ساتھ بیٹی بھی عصبہ ہو جائیگی۔ اسی طرح پوتے کے ساتھ پوتی پھر پڑپوتے کے ساتھ پڑپوتی وغیرہ۔

ب۔ صرف وہی اولاد ورثہ کی مستحق ہے جو میت کے نطفہ یا بطن سے ہو۔

اسنادات

۱ عصبات درجہ اول۔ عصبات میں قریب ترین بیٹا ہے۔ اس کے بعد بیٹے کا بیٹا۔ گو کتنا ہی نیچے ہوتا جائے۔ فتاوی عالمگیری
دیکھو دفعہ ۱۲ سند ۵ ۔ دفعہ ۳۹ سند ۱

۲ اصلی بیٹا۔ اصلی بیٹا وہی ہے جو میت کا جزو ہو۔ اور بنایا ہوا بیٹا جزو نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ بیٹا جو بیوی ساتھ لائی ہے اس دوسرے خاوند کا جزو ہو سکتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۳۸ سند۔

۴۱۔ استقرار حق و تقسیم میراث۔

(دیکھو نقشہ ۵۱ و ۵۲)

۱۔ جبکہ سب حق دار ایک درجہ میں ہوں۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو سب مرد ہی مرد ہونگے۔ یا مرد اور عورتیں مخلوط۔ دونوں صورتوں میں سب کو ورثہ ملیگا۔ (تیسری صورت یہ بھی کہ صرف عورتیں ہوتیں۔ تو وہ بغیر موجودگی مرد کے ذوی الفروض نہیں ہوتیں)

۲۔ جبکہ سب حق دار ایک درجہ میں نہ ہوں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہونگے۔ اب جبکہ سب ایک درجہ میں ہیں تو قاعدہ مذکور کے موافق عمل کرو۔

چنانچہ۔ اگر میت نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے بیٹے کے بیٹے۔ تو صرف قریب درجہ والا یعنی بیٹے ہی کو ورثہ ملیگا اور میت کے دوسرے بیٹے کے بیٹے سب محروم ہونگے۔

۳۔ تقسیم بطریق ابدان ہوگی +

طرز دیگر (دیکھو نقشہ ۵۱ و ۵۲ ب زنجیر و تیر کا رخ) +

۱۔ وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لینگے۔ (ترتیب توریث بذریعہ زنجیر)۔

۱۔ بیٹا (نمبر۱) (یا بیٹا بیٹی) + ۲۔ پوتا (نمبر۲) (یا پوتا پوتی) + ۳۔ پڑپوتا (نمبر۳) (یا پڑپوتا پڑپوتی)۔ اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود۔

(علامتوں کے ذریعہ۔ ۱۔ بیٹا + ۲۔ بیٹا + ۳۔ بیٹا ۱۱ + ۴۔ بیٹا ۱۱۱ + اسی طرح لامحدود) +

۲۔ تقسیم باعتبار ابدان ہوگی۔ (دیکھو باب مناسخہ ب فرائض)

۱۔ بیٹا + پوتا = کل + ۰ دفعہ ۳۲۔ ۱ و ۱۱

۲۔ بیٹا + پوتی = کل + ۰ دفعہ ۲۸۔ ۵ +

۳۔ بیٹا + بھائی = کل + ۰ دفعہ ۳۲۔ ۹ +

۴۔ بیٹا + بہن = کل + ۰ دفعہ ۳۰۔ ۹ +

۵۔ ولد الزنا و ولد الملاعنہ۔ دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۷ +

۶۔ بیٹا + بھائی و بہن = کل + ۰ ۵۲

۷۔ بیٹا + بنو العلات = کل + ۰ دفعہ ۳۲۔ ۱۱ (بیٹا یا پوتا)

۸۔ بیٹا + بیٹی + پوتی = ۳/۳ = ۲/۳ + ۱/۳ + ۰ (بیٹا عصبہ ہے)۔

۹۔ پوتا + بیٹی + پوتی = ۶/۶ = ۳/۶ + ۲/۶ + ۱/۶ ۔ دیکھو دفعہ ۳۰۔ ۴

۱۰۔ بیٹے کو باپ نے قتل کر ڈالا + دیکھو باب محروم و محجوب +

مسائل

۱ ترتیب توریث عصبات درجہ اول۔ یعنی یہ کہ پہلا بیٹا ورثہ لیگا پھر پوتا پھر پڑپوتا وغیرہ۔ دیکھو دفعہ ۳۹۔ ۱ و ۲ +

۲ بیٹے کے ساتھ بیٹیاں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ اگر بیٹا اور بیٹی دونوں موجود ہوں تو بیٹیوں کو بیٹے عصبہ کر دینگے۔ تو میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملیگا۔ فتاوی عالمگیری۔ دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۱ و ۵۔

۳ کون سی عورتیں اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔ عصبہ بغیرہ عورتوں میں سے چار ہیں۔ اور وہ وہ ہیں کہ جن کا فرضی حصہ نصف اور دو تہائی ہے۔ ان میں سے پہلی بیٹی ہے۔ (کیونکہ ایک کا حصہ نصف ہے اور دو یا زیادہ کا دو تہائی)۔ دوسری پوتی ہے کہ اس کا حال بھی بیٹی کی طرح ہے جبکہ بیٹی موجود نہ ہو تیسری بہن حقیقی ہے کہ اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جبکہ نہ موجود ہوں بیٹی اور پوتی۔ چوتھی علاتی بہن ہے کہ اس کا بھی حکم ایسا ہی ہے جبکہ نہ موجود ہوں تینوں پہلی + یہ چاروں عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے اپنے بھائی کی موجودگی سے جیسا کہ ان کے حال میں ذکر کیا گیا۔ چنانچہ دو پہلیوں کے عصبہ ہونے پر خدا تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ اور دو پچھلیوں کے عصبہ ہونے پر خدا تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ شریفیہ ۴۸ (وَاَمَّا العصبۃ بغیرہ ...... انثیین)۔ دیکھو دفعہ ۳۰ سند ۴ +

عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد بھائی حقیقی و حکمی دونوں ہیں۔ حقیقی بھائی تین موقع پر مانے گئے ہیں۔ اول بیٹی اپنے بھائی کے ساتھ۔ دوم بہن ح اپنے بھائی کے ساتھ۔ سوم علاتی بہن اپنے بھائی کے ساتھ + حکمی بھائی ایک۔ تو پوتی کا بھائی ح۔ ایک وہ جو پوتیوں کے درجہ میں ہو اور چچازاد بہنوں کو عصبہ کر دے + اور پوتی کو وہ بھائی حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اس کے نیچے کے درجہ میں ہو۔ تو ایسی کو بھی عصبہ کرے گا جو بچ رہی جائے اور اس کا کچھ حصہ نہیں ہو جیسا کہ مسئلہ تشبیب میں مذکور ہو چکا۔ طحطاوی۔ دیکھو دفعہ ۲۹ سند ۱۶ +

۴ سوائے بیٹی (یا پوتی وغیرہ) یا بہن ع یا بہن ح کے اور کوئی عورت اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہ ہوگی۔ دیکھو سند ۱۲

۵ بیٹے کی عدم موجودگی میں پوتا اس کا قائم مقام ہے۔ دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۱ +

۵۲ تمام بھائی بہنیں درصورتیکہ میت کا بیٹا موجود ہو یا پوتا ہو اگرچہ درجہ میں کتنا ہی نیچا ہو ساقط ہو جائینگے۔ فتاوی عالمگیری ۱۳۵ مسئلہ تشبیب دیکھو باب حجب غرائض

نقشہ ۵۱ عصبات درجہ اوّل
ترتیب وراثت بذریعہ نمبر شمار و زنجیر۔
زنجیر سے جڑے ہوئے عصبات درجہ اوّل ہیں
میت
بیٹا
بیٹی
پوتا
پوتی
نیچے تک لاحدود
نقشہ ۵۲ عصبات درجہ اوّل
ترتیب وراثت بذریعہ نمبر شمار و زنجیر
زنجیر سے جڑے ہوئے عصبات درجہ اوّل ہیں
(جبکہ بیٹے کے ساتھ بیٹی یا پوتے کے ساتھ پوتی ہو)
میت
بیٹا
بیٹی
پوتی
نیچے تک لاحدود

وراثت کی ترتیب میں تیسرا درجہ ہے
دیکھو فیتہ والا نقشہ

باب ۳ فصل سوم عصبات درجہ دوم باب ۳

(یعنی باپ دادا پردادا وغیرہ کی میراث)

خلاصہ - اگر عصبات درجہ اوّل میں کوئی بھی نہ ہو گو درجہ میں کتنا ہی نیچے ہو۔ تو عصبات درجہ دوم کی نوبت شروع ہوتی ہے ۔ ان میں سب سے پہلا ورثہ لینے میں باپ ہے ۔ جب وہ نہ ہو تو دادا ۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو پردادا اسی طرح سکڑ دادا وغیرہ اوپر تک ۔ عصبات درجہ دوم میں کوئی عصبہ بغیرہ یا مع غیرہ نہیں ہوتا ۔ ہاں باپ کی عدم موجودگی میں جب دادا کو ورثہ ملتا ہے تو دادی کو بھی ملتا ہے مگر وہ عصبہ نہیں ہوتی ۔ وہ اپنا فرضی حصہ لیتی ہے ۔

۴۲ - عصبات درجہ دوم ۔

دیکھو نقشہ ۱۳ ۵

۱ - باپ - اور باپ کا باپ - اور باپ کے باپ کا باپ - وغیرہ اوپر تک لامحدود عصبات درجہ دوم ہیں۔

ا - دادا پردادا وغیرہ سے یہاں مقصد دادا پردادا وغیرہ حقیقی ہیں ۔ ورنہ غیر حقیقی تو ہمیشہ ذوی الارحام میں شمار ہوتے ہیں - دیکھو دفعہ ۶۰ ۔

ب - دادا پردادا وغیرہ حقیقی ذوی الفروض بھی ہیں اور عصبات بھی - دیکھو دفعہ ۸

سندات

۱ عصبات درجہ دوم - اس کے بعد [یعنی بیٹا وغیرہ نہ ہوں تو] میت کی اصل وارث ہوتی ہے - یعنی باپ اور پھر دادا یعنی باپ کا باپ گو کتنا ہی اوپر ہوتا جائے - سراجی - نیز دیکھو دفعہ ۱۱ سند ۵ - دفعہ ۳۹ سند ۲ ۔

۲ عصبات درجہ دوم ذوی الفروض بھی ہیں اور عصبات بھی ہیں - اس کے بعد میت کی اصل یعنی باپ جو میت کی ایک یا زیادہ بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ بھی ہے اور ذوی الفروض بھی ہے - جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ۔ اس کے بعد دادا حقیقی جو باپ کا باپ ہے - گو کتنے ہی اوپر کے درجہ میں ہو - لیکن ماں کا باپ دادا غیر حقیقی ہے - اور اسی وجہ سے ذوی الارحام میں شمار ہوتا ہے - درمختار - (دیکھو دفعہ ۶۰) ۔ دیکھو دفعہ ۱۵ - مع سندات - و دفعہ ۱۷ -

۳ باپ دادا حقیقی - دیکھو نقشہ ۱۷ ۔

۴۳ - استقرار حق و تقسیم میراث -

۱ - وارث اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لینگے - (دیکھو نقشہ ۵۴ زنجیر و تیر کا رخ)

۱ - باپ (نمبر ۱) ۔ ۲ - دادا (نمبر ۲) ۔ ۳ - پردادا (نمبر ۳) ۔ ۴ - پردادا کا باپ (نمبر ۴) - وغیرہ اوپر تک ۔

(علامتوں کے ذریعہ - باپ - باپ ۱ - باپ ۱۱ - اسی ترتیب سے لامحدود)

۲ - تقسیم بطریق ابدان ہوگی - تو وہ ایک ہی وارث کل میراث کا مالک ہوگا -

طرز دیگر - چونکہ عصبات درجہ دوم میں مستحق ایک ہی ہوتا ہے - لہذا اس کی دوسری طرز نہیں ہو سکتی ۔

نقشہ ۵۳ - عصبات درجہ دوم
(ترتیب توریث بذریعہ نمبر شمار و زنجیر)
عصبات درجہ دوم زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں ۔ اوّل نمبر ۱ وارث ہوگا ۔ اسکی عدم موجودگی میں نمبر ۲ ۔ اور پھر نمبر ۳ وغیرہ جیسا کہ تیر کے رخ سے ظاہر ہے
اوپر تک لامحدود
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
میت

سندات ۱ ترتیب توریث عصبات درجہ دوم - یعنی یہ کہ پہلے باپ ورثہ لیگا پھر دادا پھر پردادا وغیرہ - دیکھو دفعہ ۳۹ سند ا و ۹ +

۲ باپ کب عصبہ ہے - دیکھو دفعہ ۱۴ سند ا و سند ۳ + ۳ - باپ کی موجودگی میں دادا محروم ہے - دیکھو دفعہ ۱۵ +

۴ - قریب کے درجہ کے دادا کے مقابلہ میں بعید کے درجہ کا محروم ہے - دفعہ ۳۹ سند ۲ +

۵ باپ (یا دادا) + بھائی بہن = کل + ، یعنی باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق تمام بھائی بہنیں ساقط ہو جائینگی - اور دادا کی موجودگی سے صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک ساقط ہو جائینگی ـــ فتاویٰ عالمگیری ـــ دفعہ ۳۷ سند ۱۱ و دفعہ ۳۳ سند ۹ +

۶ دادا کے ساتھ بھائی بہنوں کو بھی حصہ ملیگا (باپ کے ساتھ نہیں) نزد صاحبین - دیکھو دفعہ ۲۲ +

۷ باپ ملاعن - اُس بیٹے کے ورثہ سے محروم رہیگا - دفعہ ۲۸ سند ۱۷ +

۸ - تقسیم بطریق ابدان ہوگی - دفعہ ۳۹ سند ۸ - دیکھو باب حساب فرائض +

وراثت کی ترتیب میں چوتھا درجہ ہے

دیکھو فیتہ والا نقشہ

(باب ب) فصل چہارم - عصبات درجہ سوم (باب ب)

(یعنی بھائی اور اُن کے اولاد ذکور کی میراث)

عصبات درجہ سوم حقیقی و علاتی بھائیوں کی اولاد ذکور نیچے تک لامحدود ہیں - ان بھائیوں کی بہنیں بھی اپنے اپنے بھائی کے ساتھ عصبات درجہ سوم میں شامل ہیں - انکی ترتیب توریث یہ ہے کہ پہلے حقیقی بھائی وارث ہونگے - اور اگر انکے ساتھ بہنیں ہونگی تو انکو بھی ورثہ ملیگا - انکی عدم موجودگی میں علاتی بھائی وارث ہونگے - اور اگر انکے ساتھ علاتی بہنیں ہونگی تو انکو بھی ورثہ ملیگا - اگر یہ بھی نہ ہوں تو حقیقی بھائی کے بیٹے اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو علاتی بھائی کے بیٹے وارث ہونگے - اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود - اگر ورثہ میں بیٹی اور بہن ہوں تو بیٹی کا فرضی حصہ دیکر باقی بہن کو دو +

۴۴ - عصبات درجہ سوم -

۱ - حقیقی بھائی و علاتی بھائی اور اُن کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے نیچے تک لامحدود عصبات درجہ سوم ہیں +

ا - ان کے ساتھ ان کی بہنیں بھی حقیقی کے ساتھ حقیقی و علاتی کے ساتھ علاتی عصبہ ہو جائینگی ـــ نقشہ ۴۸)

اسی درجہ میں یہ بھی سمجھو

۲ - اگر بیٹی اور بہن موجود ہوں تو بہن عصبہ ہے - (دیکھو نقشہ ۱۴۸ و ۴۸)

ا - حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی بیٹی کی موجودگی میں بہن عصبہ ہے - دیکھو دفعہ ۴۴ سند ۵ +

سندات ۱ عصبات درجہ سوم - دیکھو دفعہ ۳۰ سند ۲ و ۲۰ و دفعہ ۱۱ سند ۵ +

۲ بہن عصبہ - دیکھو دفعہ ۳۲ سند ا +

نقشہ ۵۴ - عصبات درجہ سوم (ترتیب توریث بذریعہ نمبر شمار و زنجیر)

عصبات درجہ سوم زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں۔ اوّل نمبر ۱ وارث ہوگا۔ اسکی عدم موجودگی میں نمبر ۲ پھر نمبر ۳ وغیرہ جیسا کہ تیر کے رخ سے ظاہر ہے ؛

۴۵- استقرار حق و تقسیم میراث - (دیکھو نقشہ ۲۷-و ۲۷ الف)

۱- جبکہ سب حقدار بھائی اور بہن ہوں -

اس کی آٹھ صورتیں ہیں - (۱) یا تو سب ایک قسم کے بھائی ہونگے - (۲) یا ایک قسم کی بہنیں ہونگی - (۳) یا ایک ہی قسم کے بھائی بہن مخلوط ہونگے - (۴) یا دونوں قسم کے بھائی ہونگے - (۵) یا دونوں قسم کی بہنیں ہونگی - (۶) یا دونوں قسم کے بھائی بہن مخلوط ہونگے - (۷) یا بھائی حقیقی مع علاتی بہنوں کے ہونگے (۸) یا بھائی علاتی مع حقیقی بہنوں کے ہونگے + تو صورت اوّل و دوم و سوم میں سب کو ورثہ ملیگا - صورت چہارم پنجم ششم ہفتم میں حقیقی کے آگے علاتی محروم ہونگے - صورت ہشتم میں بہن کو مقررہ حصّہ ملیگا - باقی بھائی لیگا +

۲- جبکہ سب حقدار بھائی بہنوں کی اولاد ہوں اور ایک درجہ میں ہوں +

اس کی تین صورتیں ہیں - یا تو سب حقیقی بھائی کے بیٹے ہونگے - یا علاتی بھائی کے - یا دونوں کے - صورت اوّل و دوم میں سب کو ورثہ ملیگا - لیکن صورت سوم میں صرف حقیقی بھائی کے بیٹوں کو ملیگا - اور ہر صورت میں اگر انکے ساتھ انکی بہنیں ہونگی تو ان کو کچھ نہیں ملیگا + دیکھو سند ۹ + دیکھو دفعہ ۲۸ +

۳- جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں +

اس کی صورت یہ ہے کہ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہوں گے تو جب سب ایک درجہ میں ہوئے تو قاعدہ مذکورہ کے موافق عمل کرو +

۴- تقسیم بطریق ابدان ہوگی +

طرز دیگر - (دیکھو نقشہ ۵۴، ۵۵ زنجیر و تیر کا رخ)

۱- وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لینگے -

۱- حقیقی بھائی (یا بھائی بہن حقیقی) + ۲- حقیقی بہن (اگر بیٹی کی موجودگی سے عصبہ ہے) + ۳- علاتی بھائی (یا بھائی بہن علاتی) + ۴- علاتی بہن (اگر بیٹی کی موجودگی سے عصبہ ہے) + ۵- حقیقی بھائی کا بیٹا + ۶- علاتی بھائی کا بیٹا + ۷- حقیقی بھائی کا پوتا + ۸- علاتی بھائی کا پوتا + اسی ترتیب سے نیچے تک لا محدود + علاتنوں میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں +

۲- تقسیم بطریق ابدان ہوگی +

۱- جبکہ بیٹی اور بہن ہوں تو بہن عصبہ ہے (بیٹی یا بیٹیوں کے حصّہ دینے کے بعد باقی بہن کو ملیگا) دیکھو دفعہ ۳۸ سند ۶ دفعہ ۳۹ سند ۵ دفعہ ۳۰ سند ۱ (حدیث) +
- بیٹا + بھائی = کل + ۰ دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۹ +

نقشہ ۵۵ عصبات درجہ سوم (ترتیب توریث بذریعہ نمبر شمار و زنجیر)
عصبات درجہ سوم زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں۔ اوّل نمبر ۱ وارث ہوگا۔ اسکی عدم موجودگی میں نمبر ۲ پھر نمبر ۳ وغیرہ جیسا کہ تیر کے رخ سے ظاہر ہے؂
میت
بھائی
بہن
۱
بھائی
بہن
۲
بھائی
بہن
۳
۴
۵
۶
۷
۸
پیچ تک لامحدود

۲ — بہن عصبہ + بھائی ۳ کا بیٹا — کل + ۰ - دیکھو سند ۲ + ۳ — بہن عصبہ + بھائی ۶ = کل + ۰ - دیکھو سند ۹ +

۴ — بیٹی + بہن + بھائی ۶ + بہن ۶ - بھائی بہن علائی محروم - دیکھو دفعہ ۳۴ سند ۸ دیکھو سند ۹ - دفعہ ۳۹ سند ۳ و ۵ +

۵ — بہن + بیٹی + پوتی = ۱/۳ + ۱/۲ + ۱/۶ دیکھو دفعہ ۳۳ سند ۵ + ۶ — بیٹی + بہن ۳ + بھائی ۶ = ۱/۲ + ۱/۲ + ۰ دفعہ ۳۹ سند ۵ - و سند ۶ +

۷ — بہن ۳ + بھائی ۶ + بہن ۶ = ۱/۲ + ۱/۳ + ۱/۶ یعنی علاتیوں کو بقایا ۲ : ۱ سے ملیگا - اسی طرح اگر حقیقی بہنیں کئی ہونگی تو ۲/۳ میں سے بقایا ۲ : ۱ کی نسبت سے ملیگا - دیکھو دفعہ ۳۳ سند ۱۰ + ۸ — بھائی ۳ + بھائی ۶ + بہن ۶ = کل + ۰ + ۰ - دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۸ +

۹ — بھائی ۳ + بہن ۳ + بھائی ۶ + بہن ۶ = ۲/۳ + ۱/۳ + ۰ + ۰ ——— دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۱۱ +

۱۰ — بیٹی + بھائی = ۱/۲ + ۱/۲ (عصوبت) دفعہ ۲۴ سند ۵ +

———٥٥٥———

تشریحات

۱ — عصبات درجہ سوم کی ترتیب توریث — پھر (جد صحیح وغیرہ کے بعد) میت کے باپ کا جز یعنی سگا بھائی - اور اس کی عدم موجودگی میں میت کا علائی بھائی - پھر اس کی عدم موجودگی میں سگے بھائی کا بیٹا - اور پھر علائی بھائی کا بیٹا - اگرچہ اسی طرح سلسلہ نیچے تک چلا جائے - درمختار ۸۶۴ (ثم جزابیہ ...... وان سفل) نیز دیکھو دفعہ ۳۹ - سند ۱ و ۲ +

۲ بہن عصبہ ہو تو بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے - یعنی اگر بیٹی کی وجہ سے بہن عصبہ ہو اور بھائی کا بیٹا بھی وارث موجود ہو تو بھائی کا بیٹا محروم ہوگا - دیکھو دفعہ ۲۴ سند ۵ فقرہ دوم - دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۵ و دفعہ ۳ سند ۵ +

۳ بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جاتی ہے - اور اس کو بھائی سے نصف ملتا ہے - دیکھو دفعہ ۳ سند ۴ + دفعہ ۴۱ سند ۲ +

۴ - بہن عصبہ ہو جائے تو عصبہ بنفسہ کے حکم میں ہے - دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۳ - دیکھو سند ۹ - دیکھو ۳۲ سند ۸ +

۵ - ابن عباس کے نزدیک بیٹی کی موجودگی میں بہن عصبہ نہیں ہے - دیکھو دفعہ ۳۳ سند ۵ +

۶ بہن جو بیٹی کے ساتھ عصبہ ہے علاتی بھائی کو محروم کر دیگی - عصبہ مع غیرہ (جو غیر کے ساتھ عصبہ ہو جائے -) وہ ہر عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ عصبہ ہو جائے جیسے ایک ماں باپ سے حقیقی بہنیں یا علاتی بہنیں کہ میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں ہم اس کی مثال یہ ہے - ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک حقیقی بہن اور ایک بیٹی - اور ایک یا کئی علاتی بھائی چھوڑے تو نصف ترکہ تو بیٹی کو ملیگا - باقی نصف سگی بہن کو ملیگا - اور علاتی بھائیوں کو کچھ نہیں ملیگا - کیونکہ جب بہن عصبہ ہو گئی - تو وہ بمنزلہ حقیقی بھائی کے ہو گئی — فتاوی عالمگیری دیکھو دفعہ ۳۲ سند ۸ +

۷ دو قرابت والے کو ایک قرابت والے پر ترجیح ہے - دیکھو دفعہ ۴۳ — دیکھو سند ۶ +

۸ بھائی کے بیٹے کے ساتھ بھائی کی بیٹی عصبہ نہ ہوگی [۱] دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۶ (ابن مسعود کی رائے کی ذیل میں ضمناً) دیکھو دفعہ ۴۷ سند ۴

۹ ایک بھائی کا ایک بیٹا + دوسرے کے دس بیٹے = ۱/۱۱ ہر یک دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۸ +

۱۰ - حقیقی بھائی کے بیٹے کے سامنے علاتی بھائی کا بیٹا محروم ہے - حقیقی بھائی کا بیٹا اولی ہے علاتی بھائی کے بیٹے سے - کیونکہ اگرچہ درجہ میں دونوں مساوی ہیں مگر پہلا دو قرابت والا ہے شریفیہ ۸۴ (ابن الاخ لاب وام ... ذا قرابتین) نیز دیکھو دفعہ ۳۹ + **۱۱** تقسیم بطریق ابدان ہوگی - دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۸ -

———◇———

[۱] یعنی جس طرح بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جاتی ہے اس طرح بھائی کی اولاد میں بھائی بہن عصبہ نہ ہونگے اور صرف بھائی کو ورثہ ملیگا بہن محروم ہوگی - م

وراثت کی ترتیب میں پانچواں درجہ ہے
دیکھو فیتہ والا نقشہ

باب ۳ فصل پنجم ۔ عصبات درجہ چہارم باب ۳

(یعنی چچا اور ان کی اولاد ذکور کی میراث)

خلاصہ: چوتھے درجہ کے عصبات صرف دو ہیں چچا حقیقی و چچا علاتی اور ان کی اولاد ذکور نیچے تک لامحدود۔ ان کی عدم موجودگی میں میت کے باپ کے اور پھر دادا کے اور پھر پردادا کے چچا حقیقی و علاتی مع ان کی اولاد ذکور کے لامحدود ہیں۔ ان کی ترتیب توریث اجماعاً یہی ہے جو ہم نے دفعہ ۱۰۴ میں لکھی ہے۔ چچا اور ان کے سلسلہ ذکور کے علاوہ جو ان کے ہم درجہ واقع ہیں وہ سب ذوی الارحام ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں سب محروم ہیں مثلاً اگر مستحقین میں چچا اور پھوپی ہوں تو پھوپی ذوی الارحام سے ہے۔ وہ محروم ہوگی۔ اور چچا کو کل ترکہ ملجائیگا۔

۴۶ ۔ عصبات درجہ چہارم ۔ (دیکھو نقشہ ۵۶)

۱۔ حقیقی چچا و علاتی چچا۔ اور ان کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے نیچے تک لامحدود عصبات درجہ چہارم ہیں

۲۔ مذکورہ بالا کی عدم موجودگی میں یہ بھی عصبات درجہ چہارم ہیں۔ (جن کو ہمنے مزید عصبات درجہ چہارم کہا ہے۔)

- ا۔ باپ کا حقیقی چچا اور علاتی چچا اور ان کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے نیچے تک لامحدود۔
- ب۔ اگر یہ نہوں تو۔ دادا کا حقیقی چچا اور علاتی چچا اور ان کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے نیچے تک لامحدود۔
- ج۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو۔ پردادا کا حقیقی چچا اور علاتی چچا اور ان کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے نیچے تک لامحدود۔
- د۔ پھر ان کے بعد اسی طرح۔ داداؤں کے چچا اوپر تک لامحدود۔ اور اُن کی اولاد ذکور اسی ترتیب سے لامحدود۔

سندات

۱ عصبات درجہ چہارم۔ دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲۰۔

۲ عصبات و مزید عصبات درجہ چہارم = دیکھو دفعہ ۱۲ سند ۵۔ دفعہ ۳۹ سند ۴۳ و ۴۱۔

۴۷ ۔ استقرار حق و تقسیم میراث ۔ (دیکھو نقشہ ۵۷)

۱۔ جبکہ سب حق دار اوپر کے درجہ میں ہوں۔

اس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو سب حقیقی چچا ہونگے۔ یا سب علاتی چچا ہونگے۔ یا حقیقی چچا اور علاتی چچا ملے جلے ہونگے۔ پہلی اور دوسری صورت میں سب کو ورثہ ملیگا۔ تیسری صورت میں صرف حقیقی وارث ہونگے اگر وہ نہوں تو علاتی وارث ہونگے۔

اسی طرح سے ان کے بیٹے پوتے وغیرہ اولاد ذکور۔ پہلے حقیقی کی اولاد۔ اگر وہ نہوں تو علاتی کی اولاد وارث ہوگی ÷ لامحدود سلسلہ تک
اگر کوئی نہ ہو تو باپ کا حقیقی و علاتی چچا اور ان کی اولاد ذکور لامحدود سلسلہ تک۔ اگر یہ بھی نہ ہوں دادا کا حقیقی و علاتی چچا بطریق مذکور ÷
۱۔ اگر چچا کے ساتھ پھوپی ہوگی۔ تو وہ محروم رہیگی۔ اور اگر چچا کے بیٹے کے ساتھ چچا کی بیٹی یا پھوپی کی بیٹی ہوگی تو وہ بھی محروم ہوگی ÷

۲۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں ÷

اس کی صورت یہ ہے کہ اوپر کے درجہ والوں کے مقابلہ میں نیچے کے درجہ والے محروم ہونگے۔ تو جب سب ایک درجہ میں ہوئے تو قاعدہ مذکورہ کے موافق عمل کرو ÷

۳۔ تقسیم بطریق ابدان ہوگی ÷

طرز دیگر :- (دیکھو نقشہ ۴۹ و ۵۶ زنجیر و تیر کا رخ)

۱۔ وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے ورثہ لینگے۔ (ترتیب توریث بذریعہ زنجیر)۔

۱۔ حقیقی چچا ÷ ۲۔ علاتی چچا ÷ ۳۔ حقیقی چچا کا بیٹا ÷ ۴۔ علاتی چچا کا بیٹا ÷ ۵۔ حقیقی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ ۶۔ علاتی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود۔

مذکورہ بالا کی عدم موجودگی میں مزید عصبات میں ترتیب اس طرح ہے :۔

۱۔ باپ کا حقیقی چچا ÷ ۲۔ باپ کا علاتی چچا ÷ ۳۔ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ÷ ۴۔ باپ کے علاتی چچا کا بیٹا ÷ ۵۔ باپ کے حقیقی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ ۶۔ باپ کے علاتی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود ÷ اگر یہ بھی نہ ہوں تو :۔
۱۔ دادا کا حقیقی چچا ÷ ۲۔ دادا کا علاتی چچا ÷ ۳۔ دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا ÷ ۴۔ دادا کے علاتی چچا کا بیٹا ÷ ۵۔ دادا کے حقیقی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ ۶۔ دادا کے علاتی چچا کے بیٹے کا بیٹا ÷ اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود ÷ اگر یہ بھی نہ ہوں تو پردادا کا حقیقی و علاتی چچا کا سلسلہ
اگر وہ بھی نہ ہوں تو سکڑدادا کے حقیقی و علاتی چچا کا سلسلہ ــ اسی طرح اوپر تک لامحدود ÷

علامتوں کے ذریعہ۔ ۱۔ چچا ح۔ چچا ع۔ چچا ح ۱۔ چچا ع ۱۔ چچا ح ۱۱۔ چچا ع ۱۱۔ اسی ترتیب سے آگے تک لامحدود ÷
۲۔ اگر مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ ہو۔ تو پھر باپ کا چچا ح۔ باپ کا چچا ع۔ باپ کا چچا ح ۱۔ باپ کا چچا ع ۱۔ باپ کا چچا ح ۱۱۔ باپ کا چچا ع ۱۱۔ اسی ترتیب سے لامحدود ÷ ۳۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو۔ ۱۔ دادا کا چچا ح۔ دادا کا چچا ع۔ دادا کا چچا ح ۱۔ دادا کا چچا ع ۱۔ دادا کا چچا ح ۱۱۔ دادا کا چچا ع ۱۱۔ اسی ترتیب سے لامحدود ÷ ۴۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو پردادا کا حقیقی و علاتی چچا اسی طرح۔ اور پھر سکڑدادا کا حقیقی و علاتی چچا اسی طرح اوپر تک لامحدود ÷ (دیکھو شجرہ ترکہ جو چار درجہ تک قائم کیا گیا ہے)

۲۔ تقسیم بطریق ابدان ہوگی ÷

۱۔ چچا + دادی ۵/۶ + ۱/۶ ۔ دیکھو دفعہ ۳۶ سند ۱۹ ÷ ۲۔ چچا + پھوپی + چچا کی بیٹی = کل + ۰ + ۰ ۔ دیکھو سند ۲ و سند ۳۳ و دیکھو دفعہ ۳ سند ۴
۳۔ بیٹی + چچا + پھوپی = ۱/۲ + ۱/۲ عصوبت + ۰ دیکھو دفعہ ۳۴ سند ۵ ÷

۱۔ ترتیب توریث۔ پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا۔ پھر علاتی چچا۔ پھر سگے چچا کا بیٹا۔ اور پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ اسی

ترتیب سے وارث ہونگے گو نیچے تک سلسلہ چلا جائے + پھر باپ کا چچا۔ پھر دادا کا چچا۔ اسی طریق پر جیسا کہ ذکر کیا گیا [یعنی پہلے باپ کا سگا چچا۔ پھر باپ کا علاتی چچا۔ پھر دادا کا سگا چچا۔ پھر دادا کا علاتی چچا]۔ اگرچہ ان دونوں قسم کے چچاؤں کی اولاد کا سلسلہ نیچے تک چلا جائے ۔ در مختار ۸۶۴ (ثم جزء جدہ ..... وان سفل) نیز دیکھو نمبر

[۳] باوجود ایک درجہ میں ہونے کے قوت قرابت کو ترجیح ہے۔ ایسا ہی حکم میت کے چچاؤں میں ہے + پھر اس کے باپ کے چچاؤں میں + پھر اس کے دادا کے چچاؤں میں + یعنی ان اقسام عصبات میں جو چچاؤں سے متعلق ہیں پہلے تو درجہ کے قرب کا اور پھر قوت قرابت کا اعتبار کیا جائیگا۔ لہذا میت کا چچا مقدم ہے۔ اس کے باپ کے چچا سے اور یہ مقدم ہے اپنے دادا کے چچا سے۔ اور یہ قرب درجہ کی وجہ سے ہے + [اب قوت قرابت لو]۔ ان قسموں میں سے ہر ایک میں دو قرابت والا اولیٰ ہوگا ایک قرابت والے سے اگرچہ درجہ میں دونوں مساوی ہوں۔ چنانچہ میت کا چچا جو حقیقی ہو ترجیح دیا گیا ہے اس چچا پر جو علاتی ہو + پھر ایسا ہی طریق میت کے باپ کے چچاؤں اور دادا کے چچاؤں میں ہے + اور یہی حکم ان کی فروع میں کہ اول قرب درجہ مدنظر رکھا جائیگا اور پھر قوت قرابت۔ چنانچہ میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہے اس کے چچا کے بیٹے کے بیٹے سے۔ اور سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے علاتی چچا کے بیٹے سے ۔۔۔ شریفیہ ۴۸ (وکذا الحکم ..... ابن عم الاب) ۔ نیز دیکھو دفعہ ۳۱ سند ۲ +

[۴] عورتوں کو مردوں کے ساتھ حصہ نہیں ملیگا کیونکہ ذی فرض نہیں ہیں۔ عورتوں میں سے جو ذی فرض نہیں ہے۔ اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہو سکتی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کے عصبہ ہونے میں جو نص وارد ہوئی ہے۔ وہ دو ہی موقعوں کے واسطے مخصوص ہے ایک تو بیٹیاں بیٹوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ دوسرے بہنوں کے بھائیوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ (دیکھو آیات قرآنی دفعہ ۴)۔ اور وہ عورتیں ان دونوں موقعوں پر ذوی الفروض ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ جن عورتوں کا حصہ فرضی نہیں ہے وہ اس نص میں شامل نہیں ہیں [دیکھو سند ۵] +

اچھا پھر جب بھائی عصبہ کریگا اپنی بہن کو تو اس کے فرضی حصہ کو بھی عصوبت میں بدل دیگا [یعنی جو فرضی حصہ بہن کو ملتا تھا اس کے بدلہ اب اس کو عصوبت جو کچھ اس کے حصہ میں آئیگی ملیگی]۔ یہ عمل اس واسطے ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے بڑھ نہ جاے یا برابر نہ آجاے + تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ جب عورت ذوی الفروض سے نہ ہوگی تو بھائی کے ساتھ عصبہ ہونے میں یہ بات نہیں ہو سکے گی [یعنی جب اس عورت کا کوئی مقررہ حصہ ہی نہیں تو اس حصہ کو بدل کر عصوبت کس طرح دیجاے]۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر چچا اور پھوپی دونوں حقیقی یا علاتی کسی مسئلہ میں جمع ہوں تو کل ترکہ چچا کو ملیگا پھوپی محروم رہیگی۔ اور یہی حال ہے جبکہ جمع ہوں چچا کا بیٹا اور چچا کی بیٹی۔ دونوں حقیقی یا علاتی۔ اور جبکہ جمع ہوں بھائی کا بیٹا اور علاتی بھائی کی بیٹی ۔۔۔ شریفیہ ۴۸ ۔ ۴۹ (من لا فرض ..... بنت الاخ الاب)

نیز دیکھو دفعہ ۲۱ سند ۵ و ۶ +

[۵] چچا یا چچا کے بیٹے کے ساتھ اُن کی بہنوں کو کچھ نہیں ملیگا۔ [سوائے عصبات میں میراث صرف مردوں کو ملتی ہے۔ ان کے ساتھ ان کی بہنوں کو نہیں ملتی اور یہ چار شخص ہیں [جن کے ساتھ ان کی بہنوں کو کچھ نہیں ملتا]۔ چچا۔ چچا کا بیٹا[۱] ۔ بھائی کا بیٹا ۔ آزاد کنندہ کا بیٹا۔ عالمگیری + دفعہ ۲۴ سند ۱ نیز دیکھو سند ۴ وہ عورتیں جن کا مقررہ حصہ نصف یا دو تہائی ہے اپنے بھائیوں کی وجودگی سے عصبہ ہو جاتی ہیں۔ اور جن عورتوں کا مقررہ حصہ کچھ نہیں ہے اور ان کا بھائی عصبہ واقع ہو تو اس صورت کو اس کا بھائی عصبہ نہیں کریگا۔ جیسے چچا پھوپی کہ چچا کو کل مال ملجائیگا۔ اور پھوپی محروم رہیگی ۔۔۔ کنز + دیکھو دفعہ ۲۲ سند ۸ و ۲۳ ۔ دفعہ ۲۹ سند ۸ ۔ دفعہ ۴۴ سند ۵ ۔

[۶] دو قرابت دار دو طرف سے ورثہ لیگا۔ اگر میت نے چچا کے دو بیٹے چھوڑے کہ ایک ان میں سے اس کا اخیافی بھائی بھی ہے۔ تو اس بھائی کو چھٹا حصہ دیکر۔ باقی پھر دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا + اسی طرح اگر چچا کے دونوں بیٹوں میں سے ایک اس میت عورت کا خاوند ہو تو خاوند کو پہلے آدھا دیکر باقی آدھا دونوں کو نصف نصف تقسیم ہوگا۔ فتاوی عالمگیری (نقشہ و تشریح کے واسطے دیکھو دفعہ ۲۷ سند ۹) +

[۷] ایک چچا کا ایک بیٹا + دوسرے چچا کے دس بیٹے = ۱/۱۱ ہر ایک ۔ دفعہ ۳۰ سند ۱۲ +

[۸] تقسیم بطریق ابدان ہوگی ۔ دفعہ ۳۰ سند ۱۲ ۔ نیز دیکھو دفعہ ۵۴ +

---

[۱] یاد رہے کہ بعید کے درجہ سے مراد زنجیر کے لحاظ سے درجہ بعید ہے مثلاً پر دادا کا علاتی بھائی قریب ہے پر دادا کے ہم بھائی سے ۔ یا پر دادا کے ہم بھائی کے پوتے سے + [۲] چچا کا بیٹا ۔ بھائی کا بیٹا اور آزاد کنندہ کے بیٹے میں ان کے پوتے پڑپوتے بھی شامل ہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۵ سند ۲ ۔ و دفعہ ۴۰ سند ۲ + [۳] مثلاً اگر میت نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں تو اگر بیٹیوں کو انکا فرضی حصہ یعنی ۲/۳ دیدیا تو دو بیٹوں کے واسطے ۱/۳ بچتا ہے ۔ گویا عورتوں کو مردوں سے دگنا ملا۔ اور اگر میت نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی تو اگر بیٹی کو عصبہ نہ کریں تو بیٹی کو ۱/۲ ملیگا اور آدھا بیٹے کو ۔ یعنی مرد کو عورت کے برابر ملا ۔ حاشیہ شریفیہ +

نقشہ ۵۶ - عصبات درجہ چہارم (ترتیب توریث بذریعہ نمبر شمار و زنجیر)

عصبات درجہ چہارم زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں۔ اوّل نمبر۱ وارث ہوگا۔ اسکی عدم موجودگی میں نمبر۲ پھر نمبر۳ وغیرہ جیساکہ تیر کے رخ سے ظاہر ہے؏

وراثت کی ترتیب میں چھٹا درجہ ہے

دیکھو نمبر ۲ الاالقشہ

(باب ۳) فصل ششم ـ عصبات سببی یا مولی العتاقہ

خلاصہ:- اگر کوئی شخص غلام یا لونڈی کو آزاد کرے تو وہ اس کا معتق یعنی آزاد کرنے والا اور مولی العتاقہ کہلاتا ہے پھر اگر وہ غلام یا لونڈی کچھ ترکہ چھوڑ مرے تو قانون اسلام نے اس کے ترکہ میں سے اس کے آزاد کرنے والے کا حق بھی رکھا ہے۔ وہ اسی بنیاد پر کہ جیسے بیٹا باپ کے مرنے پر اس کے ورثہ کا مالک بنتا ہے کیونکہ باپ اس کی زندگی کا باعث بنا تو اسی طرح مالک اس غلام کی زندگی کا باعث بنا جبکہ اس نے اس کو غلامی سے دنیا میں آزاد کیا۔ مگر ترکہ میں سے مالک کا حق صرف اسی وقت ہے جبکہ آزاد شدہ غلام یا لونڈی کا کوئی وارث نہو۔ یعنی ذوی الفروض کا اپنا حق ملنے کے بعد بقائے کے لینے والا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔ تو یہ مالک عصبہ سببی بن کر کل بقایا لے لیتا ہے اور جب مالک بھی نہو تو اس مالک کا عصبہ درجہ اول یا دوم یا سوم یا چہارم جیسی کہ صورت ہو اس بقائے کو لیتا ہے مگر ان عصبات میں سے صرف مردوں ہی کو ورثہ ملتا ہے عورتوں کا کچھ حق نہیں یعنی عورتیں مردوں کے ساتھ عصبہ نہیں ہونگی جیسا کہ عصبات میں ہوا کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ اگر اس آزاد شدہ غلام کا مالک مرجائے تو اس کا متروکہ اس غلام کو کسی حالت میں نہیں ملسکتا۔

۴۸ ـ عصبہ سببی کس کو کہتے ہیں؟

۱۔ اگر کوئی شخص کسی کا غلام رہا ہو۔ پھر اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہو۔ پھر وہ مرجائے اور عصبہ نسبی نہ چھوڑے تو یہ آزاد کرنے والا (مرد ہو یا عورت) اس کا عصبہ قرار پائیگا کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا مال لیوے ـ اور چونکہ اس کا میت سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے۔ لہذا وہ عصبہ سببی کہلائیگا۔ اور اس آزاد کرنے والے کی عدم موجودگی میں اس کے عصبہ بنفسہ عصبہ سببی کہلائینگے۔

<——(۰)——>

سندات

۱ ـ عصبہ سببی ـ پر تقسیم شروع کی جائے گی اس شخص سے جو غلام کو آزاد کرنے والا ہے اگرچہ یہ آزاد کرنے والی عورت ہی کیوں نہ ہو۔ اس شخص کو عصبہ سببی کہیں گے۔ اس کی عدم موجودگی میں اس آزاد کرنے والے یا آزاد کرنے والی کے عصبات ذکور سے۔ کیونکہ ولا (جس کو آزاد کرنے کا صلہ کہیں گے۔ عورت کو نہیں ملتا سوائے اس صورت کے جو کہ اس عورت نے خود اس غلام کو آزاد کیا ہو۔ "در مختار ۸۶۲"

۲ معتق کا عصبہ بھی عصبہ سببی ہے ـ پر عصبہ اس کا۔ یعنی در صورت نہ ہونے مولی العتاقہ یعنی آزاد کرنے والے کے شروع کیجائیگی تقسیم اس کے عصبہ مذکر کے ساتھ۔ اور اس جگہ قید لگانا مذکر کی بوجہ اس دلیل کے ہے جس کا ذکر ہم کرتے ہیں یعنی قول علیہ السلام کا کہ نہیں ہے واسطے عورتوں کے ولاء میں سے مگر ولا اس کا جس کو عورتوں نے خود آزاد کیا ہو۔ یا ولا اسکا جس کو عورتوں کے آزاد کیئے ہوئے نے آزاد کیا ہو ـ تا آخر حدیث ـ شریفیہ (ثم عتقتہ ... الحدیث) ـ دیکھو دفعہ ۴۷ سند ۴

۴۹- ولا کیا ہے اور آزاد کرنیوالے کو کیوں ملتا ہے؟

۱- غلام آزاد کا ترکہ ولا کہلاتا ہے - اور اس کو ولاء نعمۃ اور ولاء عتاقہ بھی کہتے ہیں -

۲- مالک اپنے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا حقدار اس وجہ سے ہوتا ہے کہ غلامی سے آزاد کرکے گویا وہ اسکو زندگی دیتا ہے تو باپ بیٹے کا سا تعلق ہوا - تو جب یہ غلام مرجائے اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو تو یہ مالک عصبہ قرار پائے گا - اور اُس کے ذوی الفروض کا بچا ہوا مال یہ لیگا +

<—— ⇔ ——>

سندات ۱- **ولاء** میراث کو کہتے ہیں جسکا استحقاق کسی کو بہ سبب اپنے غلام کے آزاد کرنے کے یا بہ سبب مولی الموالات کے حاصل ہوا ہو شرح وقایہ

۳- آزاد کرنے والا مستحق ولا ہے - جس نے غلام یا لونڈی کو آزاد کیا - تو اس کو حق ولا ملیگا - اور وہ اس حق ولا کیوجہ سے وارث کہلائیگا - اور اس ولا یعنی ترکہ کو ولاء عتاقہ یا ولاء نعمت کہیں گے ـــ شریفیہ ۱۱ (مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا ...... وَلَاءُ الْعَتَاقَةِ وَالنِّعْمَۃِ)

۴- ولاء عتاقہ یا ولاء نعمت　　دیکھو سند ۲ +

۷- غلام کے مال کی مالک کو وراثت پہنچنے کی دلیل - آزادی انسان کیواسطے زندگی ہے کیونکہ اس آزادی سے انسان میں ملکو سے مالک بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ انسان (سوائے اپنی قسم کے انسان کے) کل حیوانات وجمادات سے اعلیٰ رتبہ کا ہو جاتا ہے - اور چونکہ رقیت یعنی غلامی فنا کے ہلاکت ہے لہذا آزاد کرنے والا آزاد کئے ہوئے (یعنی غلام) کے زندہ کرنے کا سبب ہے - جیسے کہ باپ بیٹے کو زندگی میں لانے کا سبب ہے جس طرح بیٹا باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے بہ سبب نسب کے اور باپ کے اقربا کی طرف بہ سبب باپ کے تابع ہونے کے - اسی طرح آزاد شدہ منسوب ہوتا ہے اپنے آزاد کرنے والے کی طرف بہ سبب ولا کے - اور آزاد کرنے والے کے عصبہ کی طرف بہ سبب آزاد کرنے والے کے تابع ہونے کے + تو گویا ثابت ہوتی ہے وراثت نسب کیوجہ سے جیسا کہ ثابت ہوتی ہے ولا کی وجہ سے [اس واسطے حدیث میں آیا ہے اَلْوَلَاءُ لُحْمَۃٌ کَلُحْمَۃِ النَّسَبِ] ـــ شریفیہ ۵۱ (اِنَّ الْحُرِّیَّۃَ ...... بالولاء)

۵۰- استقرار حق وتقسیم میراث -

۱- جس شخص نے غلام یا لونڈی کو آزاد کیا (اگرچہ شیطان کے نام پر کیا ہو یا حق ولا وغیرہ دانستہ چھوڑ دیا ہو) تو اگر وہ غلام یا لونڈی مرجائے تو اس کے مال یعنی ولا کا مالک یہ آزاد کنندہ شخص ہوگا چاہے یہ آزاد کرنیوالا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ اس مرنے والیکا کوئی وارث نہ ذوی الفروض سے نہ عصبات نسبی سے ہو: ہاں اگر کوئی ذوی الفروض ہو تو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی عصبات نسبی کی غیر موجودگی میں اس آزاد کرنے والے کو ملیگا (دیکھو نقشہ ۵۷ و ۵۸ +

۱- اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کو خریدے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے - اور خریدنے والا مستحق ولا ہے +

۲- جس صورت میں غلام یا لونڈی کا آزاد کرنے والا زندہ نہ ہو تو مذکورہ حالتوں میں اُس کے عصبات نسبی (صرف مذکر) بہ ترتیب عصبات ولا لیں گے -

نقشہ ۵۷ غلام مُعتق اور اسکے رشتہ دار
(غلام آزاد شدہ کا شجرہ۔ مولیٰ نے جس کا شجرہ نیچے ہے اس کو آزاد کیا تھا)
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
چچا
عصبات ۴
عصبات ۳
بھائی
بہن
غلام آزاد شدہ
عصبات ۱
غلام آزاد شدہ مرگیا ہے۔ اور اس نے کچھ ذوی الفروض وارث چھوڑے ہیں جنکے مقررہ حصے دیکر بقایا لینے کے واسطے نہ عصبہ درجہ اول ہے نہ دوم نہ سوم۔ لہذا اس کے مولےٰ کو وہ بقایا ملے گا۔ دیکھو شجرہ ذیل۔ زنجیر کے ذریعے دوسرے شجرہ میں بقایا گیا۔
نقشہ ۵۸ مولی العتاقہ اور اسکے رشتہ دار
(غلام آزاد کرنے والے کا شجرہ۔ جو غلام آزاد کیا تھا اس کا شجرہ اوپر ہے)
دادی
نانی
باپ
ماں
چچا
عصبات ۴
عصبات ۳
بھائی
بہن
آزاد کرنیوالا
عصبات ۱
نقشہ بالا میں ذوی الفروض کا بقایا کسی کو نہ مل سکا۔ لہذا وہ بقایا اس میت کے آزاد کرنے والے کو (کہ وہ آزاد کرنے والا مرد ہے یا عورت) مل گیا۔ اگر یہ آزاد کرنے والا بھی زندہ نہیں ہے تو یہ بقایا آزاد کرنے والے کے عصبات کو بہ ترتیب عصبات یکے بعد دیگرے دیا جائیگا مگر صرف مردوں ہی کو۔

مختلف صورتیں جن میں مولی العتاقہ مستحق ولا ہے

نقشہ ۵۹

متعلق سند ۸

مالکہ

مالکہ نے غلام آزاد کیا تھا
کہ اس غلام نے اور غلام
خریدا اور آزاد کردیا اور
خود مرگیا تو دوسرے غلام
کا ولا مالکہ کو ملے گا +

غلام — کہ آزاد ہوگیا تھا

غلام

نقشہ ۶۰

متعلق سند ۸

مالکہ

مالکہ بیچ کے زمانہ میں
چلی گئی اور مرتدہ ہوگئی
تھی اور قاضی نے اسکی
غیر حاضری میں اسکے غلام
کو آزاد کردیا پھر وہ
واپس آگئی اور اسلام
آئی تو غلام مرگیا تو ولا
مالکہ کو مل جائیگا۔

غلام مدبّر

نقشہ ۶۱

متعلق سند ۸

مالکہ

مالکہ بیچ کے زمانہ میں
چلی گئی تھی جیسا کہ ابھی
بیان ہوا اور قاضی نے
اُس کے غلام کو آزاد
کردیا تھا کہ اس نے
ایک اور غلام خرید کر
مدبّر کیا اور خود مرگیا تو
اس دوسرے غلام کا
ولا عورت کو ملیگا

غلام مدبّر

غلام مدبّر

ولا یا ترکہ کس طرح دوسری مالکہ کیطرف کھنچیگا

نقشہ ۶۲

متعلق سند ۱۲

مالکہ — غلام — غیر آزاد

مالکہ — لونڈی — آزاد

لڑکا — آزاد

نقشہ ۶۳

متعلق سند ۱۲

مالکہ — غلام — کہ آزاد ہوگیا تھا

غلام — غیر آزاد

مالکہ — لونڈی — آزاد

لڑکا — آزاد

ا۔ اگر آزاد کرنے والے نے بیٹا اور باپ چھوڑا تو حضرت ابو یوسف کے نزدیک باپ کو فرض حصہ ملیگا اور باقی بیٹے کو ملیگا۔[ف۱]

ب " " " بیٹا اور دادا چھوڑا تو اجماعاً کل ولا بیٹے کو ملے گا۔

ج " " " دادا اور بھائی چھوڑا تو صاحبین کے نزدیک دادا اور بھائی میں ولا نصف نصف تقسیم ہوگا (دیکھو دفعہ ۲۲)

۳ اگر میت کا باپ غلام ہے اور ماں آزاد ہے۔ تو ورثہ ماں کو ملیگا۔ ہاں اگر باپ آزاد ہو جائے گا تو ورثہ باپ کی طرف کھنچ آئے گا (دیکھو نقشہ ۵۹ تا ۶۳)

۴۔ اگر ایک غلام کے کئی مالک ہوں اور اس کو آزاد کر دیں تو اس کے مرنے پر اس کا ورثہ مالکوں کو ملکیت کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

۵۔ مالک اپنے آزاد کردہ غلام کی میراث کا مستحق ہے نہ غلام اپنے مالک کی۔

۶۔ بعض دفعہ غلام کا مال بھی اس کے ورثہ کو مل جاتا ہے۔

<————————————>

مستفادات ۱۔ آزاد کرنیوالا بطور عصبہ ورثہ لے گا۔ دیکھو دفعہ ۱۲ اسند ۸ و ۹ و ۴۶

۲ ۔ کسی طریق پر آزاد کیا ہو حق ولا مالک کو ملیگا (حنفیہ) پھر یہ آزاد کرنے والا مالک ہوگا اپنے آزاد کیے ہوئے کے ترکہ کا چاہے اسکو آزاد کیا ہو اللہ تعالیٰ کے نام پر یا شیطان کے نام پر یا یہ کہہ کر کہ یہ سائبہ ہے ۔ یا اس شرط پر کہ میں اس کا نہیں لونگا یا آزاد کیا ہو اس کو قیمت لینے یا نہ لینے کی شرط پر بطریق کتابت کے یا اور طریق پر ۔۔۔ شریفیہ ۴۹ و ۵۰ (ثم المعتق .... الی غیر ذالک)

۳۔ امام مالک کے نزدیک دو موقعوں پر ولا نہیں ملیگا۔ اور کہا امام مالک رح نے کہ اگر آزاد کیا ہو اس کو شیطان کے نام پر یا اس شرط پر کہ میں ولا نہیں لونگا۔ تو ولا کا مستحق نہ ہوگا۔ کیونکہ ولا ایک صلہ شرعی ہے اور شیطان کے نام پر آزاد کرنے والا آزاد کرنے کے ساتھ ہی گناہ کا بھی مرتکب ہوا ۔ تو وہ محروم رہے گا اس صلہ سے ۔۔ اور جس شخص نے ولا نہ لینے کے متعلق صاف الفاظ میں ظاہر کر دیا تو اس نے اپنا حق رد کر دیا۔ لہذا اس کا مستحق نہ ہوگا ۔۔۔ شریفیہ ۵۱ (وقال مالک .... فلا یستحقہا)

۴ دلیل امام حنفیہ ۔ اور ہماری (یعنی علماء حنفیہ کی) یہ دلیل ہے کہ سبب ولا کا اعتاق ہے [یعنی آزاد کرنا] جو مبنی ہے اس حدیث شریف پر الولاء لمن اعتق[ف۲]۔ اور یہ سبب سب صورتوں پر حاوی ہے (چاہے شیطان کے نام پر آزاد کیا ہو یا اور طریق پر] شریفیہ ۵۱ (ولنا ..... جمیع ھذا الصور)

۵ ۔ مولی العتاقہ نہ ہو تو اس کا عصبہ وارث ہوگا۔ اور کیونکر ۔ پھر عصبہ کو (یعنی مولی العتاقہ کے عصبہ کو) اس ترتیب سے (جس کا ہم نے ذکر کیا عصبات کے بیان میں) ترکہ ملیگا۔ تو اس کے عصبات نسبیہ مقدم ہونگے عصبات سببیہ پر۔ اور عصبات نسبیہ سے مراد صرف عصبات بنفسہٖ ہے (جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا) اور ترتیب توریث ان عصبات کی اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہو چکی [دیکھو دفعہ ۳۹ .... لہذا آزاد کرنے والے کا بیٹا سب سے پہلا عصبہ ہوگا۔ اس کی عدم موجودگی میں پوتا اگرچہ درجہ میں کیسے ہی نیچے ہو۔ پھر معتق کا باپ اور پھر دادا گو درجہ میں کتنا ہی اونچا ہو۔ اسی ترتیب سے جس کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں۔ اور عصبات کو ولا ملنے کی یہ دلیل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب۔ شریفیہ ۵۱ (ثم العصبۃ .... النسب) دیکھو دفعہ ۱۱ سند ۱۔ دفعہ ۳۸ سند ۱

۶ ۔ کسی کا ذو رحم محرم اس کے خریدنے سے آزاد ہے ۔ اگر کوئی شخص مالک بن جائے اپنے ذی رحم محرم[ف۳] کا [یعنی اسے خرید لے] تو آزاد ہو جاتا ہے وہ ذی رحم محرم اس پر اور اس کا ورثہ اس مالک کو پہنچتا ہے ۔

تشریح ۔ یہ بحث دراصل عصبات سببیہ کے بیان کا تتمہ ہے اور تنبیہ ہے اس امر کے متعلق کہ اگرچہ آزاد کرنا دانستہ نہ ہو تب بھی ولا کیواسطے

ف۱ ... ف۲ ولا اس کے واسطے ہے جس نے آزاد کیا۔ ف۳ ذی رحم محرم سے مراد ایسے قرابت دار کو کہتے ہیں جس سے نکاح ہمیشہ حرام ہے ۔

ایک سبب بنجاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ قرابت کی تین قسمیں قائم کی ہیں۔ اول قریبی۔ وہ ذی رحم محرم کی قرابت ہے اصل کی طرف ہو یا فرع کی طرف (جیسے ماں باپ یا دادا دادی وغیرہ یا اولاد اور اولاد الاولاد وغیرہ کی) تو اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو وہ مملوک نہیں رہیگا بلکہ مالک کے واسطے بالاتفاق آزاد ہے۔ خواہ اس کی آزادی کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ دوسری قرابت متوسطہ ہے جو اس محرم کی ہے جو سوائے عمودین[1] کے ہو یعنی قرابت بھائی بہنوں اور ان کی اولاد کی اور ماموں خالہ چچا پھوپی کی (سوائے ان کی اولاد کے) تو ان محرم میں سے بھی اگر کوئی شخص کسی کا مالک بنا تو وہ آزاد ہوگا ہمارے نزدیک (یعنی نزد علما حنفیہ) خلافاً للشافعی۔ تیسری قرابت بعیدہ ہے۔ وہ قرابت ذی رحم غیر محرم کی ہے جیسے ماموں خالہ چچا پھوپی کی اولاد۔ پس اگر اس قسم میں سے کوئی شخص کسی کا مالک ہو جائے تو وہ اسیر آزاد نہ ہوگا۔ بلا خلاف۔ یہ مسئلہ خلاف ہے (جس کا ابھی ذکر ہوا) شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ اس صورت میں مالک اور مملوک میں جزئیت نہیں جیسا کہ ہے جیسا اصول اور فروع میں ہوتی۔ تو ایک شخص ان میں سے دوسرے پر آزاد نہ ہوگا۔ جیسا کہ چچا کی اولاد میں ہوتا ہے۔ کیونکہ بھائی بہنوں کی قرابت کے احکام ماموں کی اولاد کی قرابت کے احکام کے مانند ہیں۔ کیونکہ ایک کی گواہی دوسرے کے واسطے قبول کی جاتی ہے (جیسے بھائی کی گواہی بھائی کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک بھائی دوسرے کو زکوٰۃ دیدے۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی کا قصاص دیدے اور ایک بھائی کی بیوی بعد طلاق کے دوسرے بھائی کے واسطے جائز ہے۔ بخلاف ماں باپ اور ان کی اولاد کے لیکن ہماری (یعنی علما حنفیہ کی) یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے دیکھا اپنے بھائی کو کہ وہ بک رہا تھا بازار میں تو میں نے اس کو خرید لیا۔ اب میرا ارادہ اس کو آزاد کرنے کا ہے فرمایا کہ اس کو تو آزاد کر دیا اللہ تعالے نے تیرے آزاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرابت جس کے ساتھ محرمیت بھی ہو تو وہ مالک ہونے پر آزادگی کا سبب ہوتی ہے جیسے والدین اور اولاد میں۔ شریفیہ ۵ (من ملک ذا رحم .... والاولاد)

▣ – آزاد کرنے والے کے عصبات میں سے عورتوں کا حق نہیں ہے غلام کے آزاد کرنے والے کے ورثا میں سے عورتوں کو کچھ نہیں ملیگا یعنی آزاد کرنے والے کے عصبوں میں سے (یعنی ان لوگوں میں سے جو وارث ہوں معتق کے) عصبہ بغیرہ مع غیرہ کے واسطے نہیں ہے جیسا کہ ہم تم کو پہلے بتا چکے ہیں اور یہ اس حدیث شریفیہ کی دلیل پر ہے کہ عورتوں کے واسطے ولا نہیں ہے مگر ولا اس کا جسکو عورتوں نے خود آزاد کیا ہو۔ یا اسکا ولا کہ عورتوں کے آزاد کئے ہوئے نے جس کو آزاد کیا ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ (ترجمہ) نہیں ہے واسطے عورتوں کے ولا میں سے کچھ مگر ولا اس کا جس کو عورتوں نے خود آزاد کیا ہو یا ولا اس کا جس کو عورتوں کے آزاد کئے ہوئے نے آزاد کیا ہو یا جس کو عورتوں نے آپ مکاتب کیا ہو یا ان کے مکاتب کئے ہوئے نے جس کو مکاتب کیا ہو۔ یا جس کو عورتوں نے مدبر کیا ہو یا ان کے مدبر کئے ہوئے نے جس کو مدبر کیا ہو۔ یا اس ولا نے اپنی طرف کھینچا ہو ان کے آزاد کئے ہوئے کو یا ان کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ کو — شریفیہ ۱۵ (وَلَاشَیْئَ مِنْہُ ...... مُعْتَقِیْنَ)

▣ – آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولا نقشہ ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ (۱) عورتوں کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولا۔ جیسا کہ ایک عورت نے غلام آزاد کیا اور اس آزاد شدہ غلام نے ایک اور غلام خریدا اور اس کو آزاد کیا۔ پھر یہ دوسرا غلام معتق مرگیا۔ اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے پہلا غلام مرگیا تھا اور اس کا بھی کوئی عصبہ نہیں تھا۔ تو میراث اس عورت کو ملیگی بطریق عصوبت بطور ولا۔ ایسا ہی حکم ان کے مکاتب کے مکاتب کے واسطے ہے (دیکھو نقشہ ۵۹) (۲) مثال ولا مدبر کی یہ ہے کہ ایک عورت نے ایک غلام کو مدبر کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں جاملی۔ اور قاضی نے اس غلام مدبر کو آزاد کرنیکا حکم دیا۔ پھر وہ اسلام لے آئی اور دارالاسلام میں آگئی۔ پھر مدبر مرگیا اور کوئی عصبہ نسبی نہیں چھوڑا تو یہ عورت اس کی عصبہ ہوگی (دیکھو نقشہ ۶۰) (۳) اسی طرح حکم ولا مدبر المدبر کا ہے یعنے جبکہ قاضی نے اس مدبر کی آزادی کا حکم کیا بہ سبب اس عورت کے دارالحرب میں مل جانے کے۔ پس اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام خریدا اور اس کو مدبر کیا اور یہ مر گیا اور پھر عورت دارالاسلام میں واپس آگئی۔ (یا تو اپنے مدبر کے مرنے سے پہلے یا بعد) پھر دوسرا مدبر مرگیا اور نہ چھوڑا اس نے کوئی عصبہ نسبی تو حق ولا عورت کو ملیگا۔ (دیکھو نقشہ ۶۱) — شریفیہ ۵۲

[1] یعنے سوائے اصل اور فرع کے۔ یعنے میت کے اوپر اور نیچے کے عمود کے علاوہ —

ولاء والمدبر کا ہے۔ یعنی جبکہ قاضی نے اس مدبر کی آزادی کا حکم کیا بسبب اُس عورت کے دارالحرب میں مل جانے کے۔ پس اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام خریدا اور اس کو مدبر کیا اور یہ مر گیا اور پھر عورت دارالاسلام میں واپس آگئی (یا تو اپنے مدبر کے مرنے سے پہلے یا بعد) پھر دوسرا مدبر مر گیا اور نہیں چھوڑا اس نے کوئی عصبہ نسبی، تو حق ولا عورت کو ملے گا۔ (دیکھو نقشہ ۶۲) شریفیہ ۵۲ (وَلَا مُعْتَقِ مُعْتَقِهِنَّ .... المرءة)

۹ - آزاد کرنے والے کا باپ اور بیٹا ہے۔ اگر معتق نے باپ اور بیٹا چھوڑا تو نزد ابویوسف رح چھٹا حصہ باپ کے واسطے اور باقی بیٹے کا ہے۔ یہ قول آخر ہے حضرت ابویوسف کا اور ابن مسعود کی دو روایتوں میں سے ایک ہے۔ اور اسی کی تائید کی شریح و نخعی نے، لیکن نزد ابوحنیفہ رح و محمد رح کل ولا بیٹے کو ملے گی۔ اور سعید بن المسیب نے یہی اختیار کیا ہے اور یہی مذہب شافعی رح کا ہے۔ اور حضرت ابویوسف کا قول اول بھی یہی ہے۔ شریفیہ ۵۳ (وَلَوْ تَرَكَ ..... بِلَا بِي يُوسُفَ) دلائل۔ حضرت ابویوسف کے آخر قول کی وجہ یہ ہے کہ ولا اثر ملک ہے۔ تو اس کا تعلق ہونا چاہئے حقیقت ملک سے۔ چنانچہ اگر چھوڑتا معتق مال اور وارث باپ اور بیٹا۔ تو باپ کو چھٹا حصہ ملتا اور باقی بیٹے کو۔ تو ایسا ہی عمل ہونا چاہئے جبکہ ولا چھوڑے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ولا اگرچہ اثر ملک ہے مگر وہ مال میں شمار نہیں ہوتا اور نہ اس پر مال جیسا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ مانند قصاص کے کہ جائز ہے عوض لینا اس سے مال میں بخلاف ولا کے (کہ اس میں عوض بالمال جائز نہیں) کہ نہیں جائز ہونگے اس میں سہام وارثوں کے بالفرضیت جیسا جاری ہوتے ہیں مال میں۔ بلکہ ولا ایک سبب ہے کہ جس کی وجہ سے وارث کیا جاتا ہے وہ شخص بطریق عصبہ۔ لہٰذا اس میں اعتبار کیا جائیگا مسئلہ الاقرب فالاقرب کا۔ اور بیٹا سب ہی تمام عصبات سے بہت قریب ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر وارثوں کے سہام اسمیں سے بالفرضیت جاری ہوتے جیسا کہ مال میں سے ہوتے ہیں تو ولا بالارث میں سے بھی عورتوں کو حصہ ملتا۔ علاوہ ازیں حدیث میں آیا ہے اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ۔ اور یہ دلیل حضرت ابویوسف کے قول اول پر جو کہ مذہب حضرت ابوحنیفہ اور امام محمد کا ہے واضح دلیل ہے۔ شریفیہ ۵۳۔ (وَجْهُ قَوْلِهِ الْآخَرِ .... يُورَثُ مِنْهُمَا)۔ دیکھو دفعہ ۱۸ سے ۲۱۔

۱۰ - آزاد کرنے والے کا دادا اور بیٹا ہے۔ اگر آزاد کرنے والے کا بیٹا اور دادا ہے تو کل ولا بیٹے کو ملے گا بالاتفاق۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ظاہر تو باپ اور بیٹا میت سے (ایسے قریب اور درجہ میں برابر ہیں کہ) بلا کسی واسطے کے ہیں۔ تو پھر بیٹے کا مقدم ہونا اس حکم کی رو سے ہے جو ذکر کیا جا چکا یعنی یہ کہ بیٹے کا زیادہ قریب ہونا حکماً ہے۔ تو یہاں دادا کے مقابلہ میں اختلاف واقع ہوا کیونکہ دادا کا تعلق باپ کے واسطے سے ہے تو باپ زیادہ قریب ہوا دادا سے اور بیٹا اس سے بھی قریب ہوا بلا مشبہ۔ تو اس صورت میں بیٹے کے حق ولا میں دادا مزاحم نہ ہوگا بالاتفاق۔ اور یہ مسئلہ ان مسائل اربعہ میں سے ہے جو مستثنیٰ کیا گیا ہے حضرت ابویوسف کے قول اخیر پر۔ کیونکہ وہ ولا کے معاملہ میں دادا کو باپ کے مانند نہیں قرار دیتے۔ شریفیہ ۵۳

۱۱ - آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی ہے۔ کہا شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہ اگر آزاد کرنے والے نے دادا اور بھائی چھوڑا تو کل ولا دادا کے واسطے ہے نزد امام ابوحنیفہ۔ کیونکہ وہ ان کے نزدیک میت سے بلحاظ عصبہ زیادہ قریب ہے۔ بمقابلہ بھائی کے۔ (دیکھو دفعہ ۱۹) اور صاحبین کے نزدیک ولا دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا (کیونکہ دونوں میت سے ایک واسطہ سے منسوب ہیں)۔ مگر ذکر کیا امام محمد نے

---

۵۴ حدیث کی تشریح۔ اس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے (شاذ وہ حدیث ہے جس کو کوئی ثقہ راوی اور راویوں کے خلاف روایت کرے) لیکن چونکہ وہ متلقی بالقبول ہو گئی ہے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام مثل حضرت عمر و حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اسی طرح پر فرمایا ہے تو یہ حدیث صحیح کی طرح ہو گئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہیں ہے عورتوں کے واسطے ولا میں سے کچھ بھی مگر ولا اس کا جسکو انھوں نے آزاد کیا ہو یا ان کے آزاد کئے ہوئے نے جن کو آزاد کیا ہو۔ یا ولا اس کا جسکو انھوں نے خود مکاتب کیا ہو۔ یا ولا اس کا جسکو انھوں نے خود مدبر کیا ہو یا ولا ان کا جنکو اُن کے مدبر کئے ہوئے نے مدبر کیا ہو۔ شریفیہ ۵۱-۵۲ (ہٰذَا الْحَدِيْثُ ...... مَنْ دَبَّرَ مَنْ) ما کا و من کیوں لائے گئے۔ کلمہ ما جو اس حدیث میں آیا ہے (ظاہر یا پوشیدہ) وہ اس غلام سے مطلب ہے جس سے اعتاق متعلق ہے۔ گویا وہ غلام بمنزلہ مال و متاع کے ہے کہ غیر ذی عقل ہوتے ہیں (اسی وجہ سے غلام لونڈیاں بازاروں میں فروخت ہوتی ہیں مثل اسباب اور جانوروں کے) جیسا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ کلمہ من اس غلام سے مطلب ہے جو آزاد ہو گیا اور مالک بن گیا تو اب اس امر کا مستحق ہو کر تعبیر کیجائے اس کی ذات اس کلمہ سے جو ذوی العقول کے واسطے بولا جاتا ہے لفظ او جو کہا اسکے واسطے ضرور ہے کہ مقدر ہو اور کہ جملہ کی تاویل بالمصدر صحیح ہو۔ شریفیہ ۵۱-۵۲ (کلمۃ ما ...... بالمصدر)۔ نوٹ ۵۵ و ۵۶ اس فصل کے آخر میں ملینگے۔

کتاب الولاء میں صحابہ کرام سے مثل حضرت عمر و علی و ابن مسعود و زید بن ثابت و ابی بن کعب وغیرہم سے کہ انہوں نے فرمایا کہ کل ولا اسکے واسطے ہے جو عمر میں زیادہ ہے۔ چنانچہ استدلال کیا بعض فقہاء نے ظاہر روایت سے اس پر کہ آزاد کرنے والے کے مرنے کے بعد حق ولا اس کو ملیگا جو آزاد کرنے والے کی اولاد میں بڑی عمر کا ہو۔ کیونکہ وہی اس کا بلحاظ رشتہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ لیکن احناف کبر سے مراد قرب لیتے ہیں یعنی مقدم کیا جائے گا استحقاق ولا میں جو سب سے قریب ہوگا آزاد کرنے والے کی اولاد میں اس کے مرنے کے دن۔ یہانتک کہ اگر مرا آزاد کرنیوالا بیٹا اور پوتا چھوڑ کر تو حق ولا اس کے بیٹے کو ملیگا کیونکہ وہ زیادہ قریب ہے۔ شریفیہ ۵۳-۵۴ (قال شیخ الاسلام ..... لانہ اقرب) دیکھو دفعہ ۲۰ ٭

۱۲ - ولا کا ایک مالک سے دوسرے کی طرف کھنچنا۔ (نقشہ ۶۲ و ۶۳) آزاد کردہ کے ولا کے کھنچنے کی یہ صورت ہے کہ (۱) ایک عورت کے غلام نے باجازت اپنی مالکہ کے کسی لونڈی آزاد شدہ سے نکاح کیا۔ اس سے ایک لڑکا ہوا۔ تو یہ اپنی ماں کے سبب سے آزاد ہے۔ کیونکہ غلامی اور آزادی کے جمع ہونے کی صورت میں بچہ ماں کے تابع ہے ٭ [اگر یہ بچہ مرجائے] تو اس بچہ کا ولا اس کی ماں کے آزاد کرنے والے کو ملیگا ٭ مگر جبکہ آزاد کیا اس عورت نے اپنے غلام کو [جس کا نکاح کیا تھا لونڈی آزاد شدہ سے] تو اس غلام نے بوجہ آزاد ہونے کے اپنے بیٹے کی ولا کو اس کی ماں کے مالک سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پھر اپنے مالکہ کی طرف۔ یہاں تک کہ جب وہ غلام آزاد مرے اور پھر مرے اس کا بیٹا اور اس عورت کو چھوڑے جس نے اس کے باپ کو آزاد کیا ہے تو ولا اس لڑکے کا اس عورت کو ملے گا۔ (۲) ولا کے کھینچنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے ایک غلام آزاد کیا اور پھر اس غلام آزاد شدہ نے ایک غلام خریدا۔ اور ایک لونڈی آزاد شدہ غیر سے اس کا نکاح کردیا اور ان سے لڑکا پیدا ہوا تو وہ بچہ آزاد ہے۔ اور ولا اس بچہ کا اس کی ماں کے آزاد کرنے والے کو پہنچیگا۔ تو جبکہ اس غلام آزاد شدہ نے اپنے غلام کو آزاد کیا [یعنی جس نے نکاح کیا تھا معتقہ مذکورہ کیساتھ] تو کھینچ کیا اس غلام نے خود آزاد کرنے کی وجہ سے اپنے آزاد شدہ کے بیٹے کی ولا کو اپنی طرف پھر اپنے مولاۃ کی طرف یعنی اس عورت کی طرف جس نے اس کو آزاد کیا تھا (دیکھو نقشہ ۶۲) ـــ شریفیہ ۵۴ (صورۃ جر المعتقین .... الی مولاۃ)

۱۳ - ولا کے کھینچنے کے متعلق دلائل - جر ولا پر کبھی اس روایت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ دیکھو حضرت زبیر نے چند جوان جنکی شجاعت دلیری نے ان کو تعجب میں ڈالا۔ مگر یہاں ان کی لونڈی تھی رافع بن خدیج کی اور باپ ان کا غلام تھا کسی اور شخص کا۔ پس حضرت زبیر نے ان کے باپ کو خرید لیا اور آزاد کردیا اور پھر فرمایا ان جوانوں سے کہ تم میری طرف سے منسوب ہو [تاکہ ان جوانوں کا حق ولا انکی طرف ہو]۔ تو حضرت زبیر اور حضرت رافع میں منازعت ہوئی اور رافع بولے کہ یہ تو میرے موالی ہیں پس وہ حضرت عثمان کے پاس آئے تو آپنے ولا کا حکم زبیر کے واسطے دیا۔ تو اس امر نے دلالت کیا کہ ولا منسوب ہوتا ہے اپنے ماں کے مولی کیطرف جبتک نہ ثابت ہو اسکا ولا اسکے باپ کیطرف۔ مگر جب ایسا ثابت ہو تو کھینچیگا باپ بیٹے کی ولا کو اپنے مولی کی طرف۔ اور کسی طرح نہ کھینچے کیونکہ نسبت ماں کیطرف بالضرورت پڑتی ہے جیسے ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کی صورت میں ہوتا ہے کہ جب جھوٹا بتائے ملاعن اپنے تئیں تو پھر بیٹا اس کی طرف منسوب ہوگا۔ شریفیہ ۵۲-۵۳۔ (وقد یستدل ... . ولہ منسوبا الیہ)

۱۴ - غلام کی میراث مالک کو ملتی ہے نہ مالک کی غلام کو۔ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد کو نہیں ملتی۔ نزد جمیع علماء۔ برخلاف اسحاق بن راہویہ و حسن بن زیاد۔ کیونکہ الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب میں ولاء سے مراد ولاء عتاقہ ہے۔ نہ ولاء میراث۔ اور عتاقہ کی ولا ایک قرابت ہے مثل قرابت حقیقی نسبی کے۔ (دیکھو سند ۱۰) کذا فی الطحطاوی ۔ ۔ ۔

۱۵ - اگر حق ولا چھوڑ دیا - دیکھو سند ۲، ۳ و ۴ ٭

۱۶ - اگر شدہ بالان کے نام پر آزاد کرے - دیکھو سند ۲ و ۳ و ۴ ٭

۱۷ - بطریق کتابت یا اور طریق پر آزاد کیا - سند ۲، ۳، ۴ ٭

۱۸ - غلام آزاد شدہ کے عصبات اس کے وارث بطریق عصبات - سند ۵ و ۷ ٭

۱۹ - مالک کی میراث غلام آزاد شدہ کو - دیکھو سند ۱۴ ٭

۲۰ - باپ غلام ماں آزاد تو بچہ - سند ۱۲ ٭

۲۱ - عصبات میں زیادہ عمر والا مستحق ولا ہے - سند ۱۱ ٭

۲۲ - اگر دانستہ آزاد نہیں کیا تھا تب بھی ولا کا مستحق ہے - سند ۸ ٭

۲۳ - عورت اپنے آزاد کردہ غلام کی ولا لے سکتی ہے - سند ۱۴ ٭

نوٹ ۱ و ۲ متعلق صفحہ ۱۳۴ - ۱ مطلب یہ ہے قرابت والی خالہ ہے قرابت متوسط اور بعیدہ سے بوجہ مشترک ہونے دونوں پہلی قسموں کے پہلی کے ساتھ ارحام ہیں ٭
۲ یہ آزاد کی لطور صلہ ہے اس قرابت کی وجہ ہے کہ نکاح ایسی میں حرام ہے کہ منکوحہ کو ذلت استفراش و استخدام سے بچایا جاسکے ۔ م

باب ۴

باب چہارم

ذوی الفروض پر رد

فصل ۱ - رد یعنی تقسیم واپسی

باب چہارم ذوی الفروض

وراثت کی ترتیب میں ساتواں درجہ ہے
دیکھو فہرست دوالا نقشہ

باب ۴ فصل اوّل ۔ رد یعنی تقسیم واپسی

خلاصہ ۔ ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو ترکہ بچے وہ عصبات کو ملتا ہے۔ مگر جب کوئی عصبہ نہ ہو۔ نہ نسبی نہ سببی۔ تو نزد علماء حنفیہ یہ بچا ہوا ترکہ پھر ذوی الفروض ہی پر بتناسب اُن کے حصوں کے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کو اصطلاح میں رد کہتے ہیں + لیکن ذوی الفروض سببی یعنی خاوند اور بیوی اس رد کے مستحق نہیں ہیں۔ یعنی جو حصہ ان کا مقرر ہے اس سے زیادہ ان کو نہیں دیا جاتا علماء حنفیہ کا عمل اسی پر ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے + مگر جس صورت میں کہ ذوی الفروض میں سے صرف خاوند یا بیوی ہی ہوں۔ اور کوئی اور نہ ہو تو ان کا مقرر حصہ دینے کے بعد بقایا کس کو دیا جائے۔ بیت المال تو موجود نہیں + تو اس زمانہ کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ بقایا بھی خاوند یا بیوی کو دیدیا جائے۔ یعنی خاوند یا بیوی سے بچا ہوا مال پھر بطور رد اُن ہی کو دیا جائے + اس موقع پر جبکہ خاوند یا بیوی ہی صرف وارث ہوں تو خاوند مال کے ۱/۲ کی وصیت کر سکتا ہے اور بیوی ۳/۴ کی۔ مگر یہ صرف اسی حالت میں ہے جبکہ کوئی ذوی الارحام میں سے موجود نہ ہو + اگر خاوند یا بیوی اور کوئی ذوی الارحام ہو تو بقایا ذوی الارحام لیگا +

۵۱ ۔ رد کس کو کہتے ہیں۔

(رد کے مسائل کامل باب حساب فرائض میں ملیگا)

۱ ۔ رد کے لفظی معنی واپسی کے ہیں۔

۲ ۔ اگر کسی مسئلہ میں عصبات نسبی یا سببی کوئی نہ ہوں تو ذوی الفروض کا مقررہ حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے اس کو دوبارہ اُنہی ذوی الفروض پر (سوائے خاوند اور بیوی کے) ان کے حصوں کے تناسب سے بانٹ دیتے ہیں اور اس عمل کو رد کہتے ہیں۔ (رد ضد ہے عول کی۔ دیکھو باب حساب فرائض)

۱ ۔ رد میں سہام کا مجموعہ ترکہ سے کم ہوتا ہے۔ اور عول میں سہام کا مجموعہ مال سے بڑھ جاتا ہے +

سندات ۱ رد اور عول میں فرق ۔ اَلرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ ۔ (رد عول کی ضد ہے) کیونکہ عول سے ذوی الفروض کے حصے کم ہوجاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے حصے بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ کم ہوجاتا ہے۔ یا دوسری عبارت میں یوں تعبیر کیا جائے کہ عول میں حصے مخرج سے زیادہ ہوجاتے ہیں اور رد میں مخرج حصوں سے بڑھ جاتا ہے ــــ شریفیہ ۸۷ (اَلرَّدُّ .... عَلَى السِّهَامِ)

۲ رد کیا ہے ۔ اگر مخرج میں ذوی الفروض کے مجموعی حصوں سے زیادتی ہوجائے اور کوئی مستحق عصبہ نہ ہو کہ اس کو یہ بقایا دیا جائے) تو یہ بقایا اُن ہی ذوی الفروض پر اُن کے حقوق کے اعتبار سے ان کے حصوں کے تناسب سے رد کر دیا جائے گا۔ مگر اس میں سے خاوند یا بیوی کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونو پر کبھی رد نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ شروع کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ شریفیہ ۸۸ (فَصْلٌ ..... اَوَّلَ الْكِتَابِ)

۵۳ تقسیم میراث بذریعہ رد اور علما کی رائے۔

۱- اگر خاوند یا بیوی مع دیگر ذوی الفروض ہوں — تو سب کا فرضی حصہ دینے کے بعد بقایا خاوند و بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الفروض کو انکے حصوں کے تناسب سے رد کرو — (یہ حضرت علی اور انکے تابعین کا قول ہے اور اصحاب ابوحنیفہ نے اسی کو اختیار کیا ہے) ۞

[علمائے شافعی کے نزدیک بجائے واپس تقسیم کئے جانے کے بقایا بیت المال کے سپرد کیا جائے بشرطیکہ بیت المال منتظم ہو ۞

۲- اگر خاوند یا بیوی بلا دیگر ذوی الفروض ہوں — تو اس زمانہ کے فتوے کے بموجب خاوند یا بیوی کا حصہ فرضی دے کر بقایا بھی خاوند یا بیوی ہی کو بذریعہ رد دے دیا جائے۔ (دیکھو نقشہ ۶۷) ۞

۳- اگر خاوند یا بیوی بلا دیگر ذوی الفروض و عصبہ ہوں - اور کوئی ذوی الارحام موجود ہو — تو خاوند یا بیوی کا حصہ دے کر جو کچھ بچے - وہ ذوی الارحام کو دو - (دیکھو نقشہ ۶۵) ۞

رد ہمیشہ ذوی الارحام سے پہلے ہے (دیکھو نقشہ ۴) مگر صرف اس صورت میں ذوی الارحام رد سے پہلے کیا گیا ہے۔ (دیکھو نقشہ ۵)

۴- اگر صرف ذوی الفروض ہوں (بلا خاوند یا بیوی) — تو ان کے فرضی حصے دینے کے بعد بقایا ان ہی پر بتناسب ان کے حصص کے رد کر دو ۞

حوالہ جات ۱ تمام ذوی الفروض پر سوائے خاوند یا بیوی کے رد جائز ہے (نزد علمائے حنفیہ) رد بطریق مذکور (یعنی کل ذوی الفروض پر سوائے زوجین کے) جائز ہے - قول جمہور صحابہ ہے جیسے حضرت علی رض اور ان کے تابعین اور اسی کو اصحاب ابوحنیفہ نے اختیار کیا ہے — شریفیہ ۸۸ - (الرد .... اصحابنا)

دلیل (۱) خدا تعالے نے فرمایا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ - یعنی بعض وارث میراث لینے میں بعض پر بوجہ قرابت رحمی کے ترجیح دیئے گئے ہیں (اور یہی وجہ ہے کہ زوجین پر رد نہیں ہوتا کیونکہ تعلق رحمی ان میں مفقود ہے) - تو یہ آیت تو دلالت کرتی ہے ان کے کل ترکہ پر مستحق ہونے کی بوجہ قرابت رحمی کے - اور آیت مواریث نے ہر وارث کو ترکہ کے خاص خاص حصہ پر وارث کر دیا (کیونکہ اس آیت میں ہر ایک کے حصے صاف طور پر مقرر ہیں) دیکھو دفعہ لہذا دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا۔ اس طرح پر کہ ہر وارث کو اس کا مقررہ حصہ آیت مواریث کی رو سے دیا جاوے۔ پھر باقی مال ذوی الفروض کو واپس دیا جائے اس آیت کے حکم سے [جو اوپر لکھی گئی] بوجہ تعلق رحمی کے - اور یہی وجہ ہے کہ زوجین پر رد نہیں ہوتا۔ کیونکہ تعلق رحمی ان میں نہیں ہے ۞ (۲) جب رسول اللہ صلعم سعد بن ابی وقاص رض کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے تو سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سوائے اس دختر کے میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں سب مال کی وصیت اس کو کر دوں فرمایا نہیں - پھر عرض کیا نصف مال کی کر دوں - فرمایا نہیں - پھر عرض کیا تہائی مال کی کر دوں - تو فرمایا کہ تہائی بہتر ہے اور تہائی بہت ہے ۞ اس سے ظاہر ہے کہ سعد کا خیال کہ لڑکی کل مال کی وارث ہوگی ٹھیک تھا کیونکہ آپ نے انکار نہ فرمایا اور تہائی سے زیادہ وصیت کرنے سے روکا - باوجودیکہ اکیلی لڑکی کے سوائے اور کوئی وارث نہ تھا ۞ تو اس حدیث نے رد کی صحت و ثبوت پر صاف دلالت کی - اس واسطے کہ اگر وہ لڑکی نصف حصہ سے زیادہ پر بوجہ رد کے نہ وارث ہوتی - تو اس کے واسطے نصف تک وصیت جائز ہوتی ۞ (۳) وہ حدیث جو روایت کی گئی ہے عمر بن شعیب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وارث کیا تھا لاعنہ کو اس کے بیٹے کے تمام مال کا - اور ایسا نہیں کیا جا سکتا تھا مگر بطریق رد - [اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک عورت تھی کہ اس کے خاوند نے اس کے ساتھ لعان کیا تھا تو اس کا بچہ اس کی طرف منسوب کیا گیا تھا - (دیکھو لعان - فتاوی عثمانی - کتاب الطلاق) جب وہ مر گیا اور سوائے ماں کے اس کا کوئی وارث نہ تھا تو رسول اللہ صلعم نے اس کی ماں کو اس کے کل مال کا وارث کر دیا مگر ماں کا حصہ صرف ⅓ ہے کل مال اس کو تو نہیں مل سکتا تھا لیکن بطریق رد] ۞ (۴) وہ حدیث جو واثلہ بن الاسقع سے روایت کی گئی ہے کہ عورت لیتی ہے میراث اپنے لقیط (یعنی وہ بچہ جو پڑا ہوا ملے) اور عتیق (یعنی وہ بچہ جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسے ولد ملاعن) سے ۞ (۵)

نقشہ ۶۴ ـ خاوند یا بیوی بموجودگی ذوی الفروض

میت کے ورثا یہ ہیں ـ بیوی ـ دادی ـ بھائی اخ ـ بہن اخ ـ (پہلی کسر حصہ ہے اور دوسری واپسی کا حصہ)

دادا — دادی $\frac{3}{12} + \frac{1}{6}$ — نانی

باپ — ماں

(متعلق دفعہ ۵۴)

خاوند یا بیوی $\frac{1}{4}$ — بھائی اخ $\frac{3}{12} + \frac{1}{6}$ — بہن اخ $\frac{3}{12} + \frac{1}{6}$

حل :ـ

بیوی	دادی	بھائی اخ	بہن اخ	
$\frac{1}{4}$	$\frac{5}{12}$	$\frac{5}{12}$	$\frac{5}{12}$	مسئلہ ۱۸ عولیہ

نقشہ ۶۵ ـ خاوند یا بیوی بموجودگی ذوی الارحام

میت کے ورثا یہ ہیں ـ خاوند ـ ماں کا باپ ـ تو نصف خاوند کو اور باقی نصف ماں کے باپ کو
کہ یہ ذوی الارحام درجہ دوم سے ملیگا۔

دادا — دادی — نانا $\frac{1}{2}$ — نانی

باپ — ماں

(متعلق دفعہ ۵۴)

خاوند یا بیوی $\frac{1}{2}$

حل ـ خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملا ـ باقی $\frac{1}{2}$ ماں کے باپ یعنی نانا کو ملا ـ اگرچہ وہ ذوی الارحام سے ہے۔

اصحاب فرائض بھی کسی میت کے متروکہ پر وہی حق رکھتے ہیں جو اور مسلمان رکھتے ہیں لیکن اُن کو ترجیح صرف اِس وجہ سے ہے کہ اُن کو میت کے ساتھ قرابت حاصل ہے۔ مگر یہ قرابت عصوبت لینے کے واسطے دلیل نہیں ہے۔ ہاں اس قرابت کی وجہ سے فرضی حصہ میں اور مسلمانوں پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ ماں کی قرابت حقیقی بھائی کے حق میں اگر یہ قرابت اکیلی ہو عصوبت کے واسطے دلیل نہیں ہے۔ ہاں مقابلۃً ترجیح ضرور دی جاسکتی ہے [یعنی حقیقی اور علاتی بھائی میں فرق یہ ہے کہ باپ کی قرابت تو دونوں میں ہے لیکن حقیقی بھائی میں ماں کی قرابت زیادہ ہے] لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ منکرین رد کا جو یہ قول ہے کہ اصحاب فرائض سے بچے ہوئے مال کا کوئی مستحق نہیں اور وہ بیت المال میں تمام مسلمانوں کے فائدہ کے واسطے رکھا جائے غلط ہے۔ اور جس حالت میں کہ اصحاب فرائض کو یہ ترجیح اس وجہ سے دی گئی ہے کہ ان کے حصے مقرر شدہ ہیں پس وہ اُن مقرر شدہ حصوں ہی کے لحاظ سے ترجیح دیئے جائیں گے۔ اور یہ بچا ہوا مال اسی ترجیح کی وجہ سے اصحاب فرائض پر ان کے حصص کے تناسب سے رد کیا جائے گا۔ اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ جیسے حقوق کا اندازہ لگانے میں زیادہ قریب ہونا دور ہونے کو ساقط کرتا ہے۔ اور زیادہ قوت قرابت کم قوت قرابت کو ساقط کرتی ہے۔ اسی طرح ہی استحقاق رد میں بھی لحاظ کیا جاتا ہے۔ شریفیہ ۸۸ و ۸۹ (وَلَنَا قَوْلُه ... یَسْتَحِقُّ الرَّدَّ)

۲ رد کے متعلق علماء شافعی کی رائے کہا زید بن ثابت نے کہ باقی ماندہ مال نہیں رد کیا جائے گا ذوی الفروض پر بلکہ وہ مال واسطے بیت المال کے ہے۔ اور اسی قول کو عروہ و زہری و امام مالک و امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے۔ شریفیہ ۸۸ (وَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ ..... وَالشَّافِعِیُّ)

محققین اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے۔ کہ اگر بیت المال معدوم ہو۔ تو ذوی الفروض پر رد کرو بتناسب اُن کے حصص کے۔ ورنہ اگر بیت المال موجود ہے۔ اور منتظم ہے۔ تو باقی ماندہ مال بیت المال کا حق ہے۔ شریفیہ ۸۸ (وَلٰکِنَّ الْمُحَقِّقِیْنَ ... بَیْتُ الْمَالِ) بیت المال منتظم و غیر منتظم کے واسطے۔ دیکھو دفعہ ۷۲

دلیل (۱) جبکہ خدا تعالےٰ نے خاص طور پر اصحاب فرائض کے حصے قرآن شریف میں مقرر کر دیئے تو اُس سے تجاوز کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا گویا حد شرعی سے تجاوز کرنا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا۔ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ (۲) یہ کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا مال [عصبہ کی عدم موجودگی میں] ایسا مال ہے کہ اس کا کوئی حقدار نہیں تو وہ بیت المال کو ملنا چاہئے (جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے) جبکہ میت بالکل کوئی وارث نہ چھوڑے۔ تو اس توریث کا اندازہ کل پر لگا لو [یعنی جیسا کہ کل ترکہ حقدار نہ ہونے کی صورت میں بیت المال کو دیا جاتا ہے تو حصہ ترکہ بھی حقدار نہ ہونے کی صورت میں بیت المال کو ملنا چاہئے] شریفیہ ۸۸ (وَاحْتَجَّ .... بِالْکُلِّ)

۳ جبکہ صرف خاوند یا بیوی وارث ہوں — جبکہ باقی مال کا کوئی مستحق نہیں ہے کیونکہ بیت المال معدوم ہے۔ اور اگر ہے تو غیر منتظم ہے۔ تو آج کل اسی وجہ سے فتوےٰ اس پر ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے۔ محمد بن یحییٰ بن سعد التفتازانی نے کہا ہے کہ اکثر مشائخ کرام نے اسی پر فتویٰ دیا ہے کہ زوجین پر رد جائز ہے بشرطیکہ سوائے ان دونوں کے کوئی اور ذوی الفروض سے نہ ہو۔ ردالمحتار والاشباہ والنظائر۔

۴ بیت المال سے زوجین کو کچھ نہیں ملے گا۔ (صرف امام مالک کے نزدیک) دیکھو اشیائے ترکہ (باب اول)

۵ رد کے متعلق حضرت عثمان کی رائے — حضرت عثمان نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے۔ ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے۔ میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اس پر یقین کیا ہے کہ حضرت عثمان کی نسبت ایسا کہنا راوی کا وہم ہے تو اس سے باز آنا چاہئے [مگر طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر شارحین سراجیہ کا اتفاق ہے۔ اور کنز کے شارحین نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اور قول کی صحت کی دلیل بھی دی ہے اور اس کا جواب بھی] درمختار ۸۶۸ (قَالَ عُثْمَانُ .... فَرَاجِعْهُ)

۶ بیت المال غیر منتظم اور رد۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے ہمارے زمانہ میں بسبب فساد بیت المال کے۔ اور ہم اس کو پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں۔ درمختار ۸۶۸ (وَفِی الْاَشْبَاهِ ..... قَدَّمْنَاهُ فِی الْوَلَاءِ)

۷ رد کا مال عالم محتاج کو دیدو۔ روح الشروح میں قنیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک عورت مرگئی اور صرف خاوند چھوڑا تو خاوند نے اپنا نصف حصہ لے لیا اور باقی ایک عالم محتاج کو دیدیا۔ تو لکھا ہے کہ وہ عنداللہ معذور ہوگا۔ روح الشروح منقول از قنیہ

۸ خاوند یا بیوی کی موجودگی میں ذوی الارحام کا ورثہ۔ ذوی الارحام جب ہی وارث ہونگے کہ جب اصحاب فرائض میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس کو باقی مال بطور رد کے دیا جاسکے اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو چنانچہ اس پر اجماع ہے کہ صرف خاوند یا بیوی ہی اگر وارث موجود ہوں تو ذوی الارحام محجوب نہ ہونگے بلکہ ان دونوں کے

ساتھ وارث ہوں گے۔ کیونکہ یہ ایسے ذوی الفروض نہیں جن کو باقی ترکہ بطور رد دیا جائے۔ لہذا خاوند کو یا بیوی کو ان کا حصہ دے کر باقی ترکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہوگا۔ جیساکہ اگر تنہا ذوی الارحام ہوں تو ان میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت مرگئی اور اس نے خاوند۔ بیٹی کی بیٹی۔ خالہ چچا کی بیٹی چھوڑی تو خاوند کو نصف ملیگا اور باقی بیٹی کی بیٹی کو ملیگا — عالمگیری۔ — ذوی الارحام نہیں وارث ہوتے ذوی الفروض کی موجودگی میں اور نہ عصبہ کی موجودگی میں۔ الا زوجین کی موجودگی میں وارث ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں پر رد نہیں ہوتا۔ اگر ذوی الارحام سے ایک ہی موجود ہو تو کل مال قرابت کی وجہ سے وہی لے گا (لہذا عصبات کی طرح سے ان کی بھی توریث ہوئی) اور ان میں سے قریب والا بعید والے کو محروم کرے گا جیساکہ عصبات میں صورت ہوتی ہے — درمختار ۸۷۰ (ولا میراث ترتیب التنفیات)

۹ خاوند اور بیوی کی موجودگی میں بعض اور رشتہ داروں کو بھی ورثہ ملتا ہے — دیکھو نقشہ ۵۰ سندات۔

۱۰ ملاعن پر رد نہیں ہوگا۔ دیکھو دفعہ ۲۸ سند ۱۷۔ **۱۱** ملاعن کے بیٹے پر بھی رد نہیں ہوگا۔ دفعہ ۲۸ سند ۱۔

۵۳۔ رد کن پر کیا جاتا ہے اور کن پر نہیں۔ اور کیونکر؟

(دیکھو نقشہ ۶۶)

۱۔ ان ورثاء پر رد کیا جاتا ہے۔ دادی۔ نانی۔ ماں۔ بہن حقیقی۔ بہن علاتی۔ بھائی بہن اخیافی۔ بیٹی۔ پوتی۔

ا۔ یاد رہے کہ یہ کل ذوی الفروض عورتیں ہیں جن پر رد کیا جاتا ہے۔ سوائے اخیافی بھائی کے کہ اس کا حصہ بھی اس کی بہن کے مساوی ہے۔

ب۔ حضرت علی کے نزدیک ان سب پر اگر سب یا کئی ایک موقع پر جمع ہوں رد جائز ہے۔ لیکن ابن مسعود کے نزدیک بعض کی موجودگی میں بعض پر رد نہ ہوگا دیکھو سند ۱۔

۲۔ ان ورثاء پر رد نہیں کیا جاتا۔ خاوند یا بیوی۔ (جبکہ اور ذوی الفروض ان کے ساتھ ہوں یا کوئی ذوی الارحام ہو) اگر خاوند یا بیوی

اکیلے ہوں تو بیت المال کی عدم موجودگی میں ان پر رد کیا جاتا ہے۔

۳۔ رد کا حصہ اصحاب رد کو ان کے سہام کے تناسب سے دیا جاتا ہے۔

سندات **۱** کن پر رد کیا جاتا ہے۔ جن ذوی الفروض پر باقی ماندہ ترکہ رد کیا جاتا ہے وہ سب سات ہیں۔ ماں۔ دادی۔ بیٹی۔ پوتی حقیقی بہن۔ علاتی بہن۔ اور اولاد اخیافی — فتاوی عالمگیری۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ زوجین پر رد کیا جائیگا۔ شریفیہ ۸۸ ردقال عثمان ... ر زوجین ایضاً

۲ کن پر رد نہیں کیا جاتا۔ فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا۔ مگر خاوند اور بیوی پر بالکل نہیں ہوگا۔ جیساکہ مذکور ہوا شروع کتاب میں شریفیہ ۸۸

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رد نہ کیا جائے تین پر۔ خاوند بیوی اور دادی پر — شریفیہ ۸۸

۳ ذوی الفروض سببیہ پر رد نہیں ہوگا۔ بصورت نہ ہونے عصبات سببیہ کے اہل فروض نسبیہ پر رد سے شروع کیا جاتے بوجہ باقی رہنے انکی قرابت کے بعد لینے حصوں مفروضہ کے سوائے ذوی الفروض سببیہ کے۔ کیونکہ زوجین (یعنی ذوی الفروض سببیہ) پر رد نہیں ہوتا۔ جیساکہ ذکر کیا گیا۔ کیونکہ زوجین کی حصہ مفروضہ لینے کے بعد قرابت باقی نہیں رہتی — شریفیہ

۴ رد علی الزوجین پر فتوی — ذوی الفروض سببی یعنی زوجین حصہ فرضی کے مستحق بہ سبب نکاح کے ہوئے ہیں۔ انہیں قرابت نہیں ہے۔ لہذا باقی مال ان پر رد نہیں ہوگا۔ مگر اشباہ والنظائر وغیرہ کتب فقہیہ میں مذکور ہوا کہ بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے رد علی الزوجین پر فتوی ہے۔ کیونکہ وہ میت سے زیادہ قریب ہیں بوجہ تعلق سببی کے بہ نسبت اور شخصوں کے اسیطرح دودھ پلانے کی وجہ سے جو بیٹا یا بیٹی بنی ہے اور میت کو آزاد کرنیوالے کی بیٹیاں اور انکے ذوی الارحام ہمارے زمانہ میں وارث ہوتے ہیں — جامع الرموز وذخیرہ

وہ ورثا جن میں واپسی کا حصہ تقسیم کیا جاتا ہے
(یہ نقشہ علمائے حنفیہ کے طریق کے موافق ہے ۔ طریق ابن مسعود و امام احمد بن حنبل کے متعلق دیکھو دفعہ ۵۱
واپسی کا حصہ ان کو ملتا ہے جن پر جمع کا نشان ہے ۔
دادا
دادی
نانی
باپ
ماں
نقشہ ۶۶ ۔
(متعلق دفعہ ۵۳)
بھائی ع
بھائی ح
بہن ح
بہن ع
بھائی اخ
بہن اخ
بیٹی
یوں سمجھو ۔ کہ کل ذوی الفروض پر رد ہوتا ہے سوائے باپ ۔ دادا ۔ پردادا وغیرہ کے ۔
نقشہ ۶۷ ۔ خاوند یا بیوی
بعدم موجودگی دیگر ورثاء
میت کا وارث صرف خاوند ہے نہ کوئی اور ذوی الفروض ہے نہ عصبہ نہ ذوی الارحام (پہلی کسر اصلی حصہ ہے اور دوسری واپسی کا حصہ)
باپ
ماں
خاوند بیوی
حل ۔ خاوند کو ½ پہلے ملا ۔ اور باقی ½ بذریعہ رد ۔

۵ بعض ورثاء کی موجودگی میں بعض پر رد نہ ہوگا۔ ابن مسعود اور احمد بن حنبل کے نزدیک بعض ورثا کی موجودگی میں بعض پر رد نہ ہوگا۔ چنانچہ —

بموجودگی بیٹی — خاوند اور بیوی پر — رد نہ ہوگا		
بموجودگی بیٹی — — پوتی پر — رد نہ ہوگا		نزد ابن مسعود و احمد بن حنبل۔
بموجودگی حقیقی بہن — علاتی بہن پر — رد نہ ہوگا		کذا فی ضوء السراج
بموجودگی ماں — ماں کی اولاد پر — رد نہ ہوگا		
بموجودگی کسی بھی ذی فرض کے — دادی پر … — رد نہ ہوگا		

۶۔ بیٹی کی موجودگی میں پوتی پر رد۔ حضرت علی رد جائز رکھتے ہیں پوتی پر بھی اگر بیٹی بھی موجود ہو۔ شریفیہ ۱۱۴ (اِلاّ بِرِیْ ….. الصُّلبِیۃ)

۷۔ رد کا حصہ تناسب سے ملے گا۔ رد میں اعتبار کیا جائے گا حصوں کی مقدار کی نسبت کا ایک دوسرے سے۔ اور لہٰذا رد کیا جائے گا ان پر اسی حساب سے — شریفیہ (تعتبر ….. علیہم بِنِسبتہا) دیکھو دفعہ ۵۱ مسئلہ ۲ ؛ دیکھو دفعہ ۵۲ مسئلہ ۲ —

۵۴۔ رد کے مسائل میں فریق ورثہ و مخارج۔

(مسائل کا حل۔ دیکھو باب حساب فرائض۔)

۱۔ رد کے مسائل میں تین فریق سے زیادہ ذوی الفروض نہیں ہوتے جن پر رد کیا جاتا ہے۔

۲۔ رد کے تمام مسائل چار قسم پر ہوتے ہیں۔ ان کی ترتیب یہ ہے:-

۱۔ ف	۳۔ ف + ف + ف	(یہاں ف سے مراد ذوی الفروض اور تین مرتبہ ف سے مطلب ذوی الفروض کے تین فریق ہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اور ب سے مراد بیوی یا خاوند)
۲۔ ف + ب	۴۔ ف + ف + ف + ب	

۳۔ رد کے مسائل میں ہمیشہ مخارج ۲ و ۳ و ۴ و ۵ ہونگے۔

مسئلہ ۱۔ رد تین فریق پر ہوتا ہے۔ رد کا عمل ایک فریق پر ہوتا ہے۔ اور دو پر ہوتا ہے۔ اور تین پر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ پر نہیں ہوتا — فتاویٰ عالمگیری۔

تتبع جزئیات اس پر دلالت کرتا ہے کہ من یرد علیہ یا تو دو فریق ورثا کے ہونگے یا تین فریق۔ اس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ شریفیہ ۸۹۔ (دلّ الاستقراء ….. جنسان او اکثر)

ملتقی الابحر میں لکھا ہے۔ وان کان جنسین او اکثر یعنی دو فریق ہوں یا زیادہ لیکن زیادہ کا یہاں یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ تین ہوں۔ کیونکہ تین سے زیادہ نہیں پائے گئے۔ استقراء یعنی تتبع جزئیات اس پر دال ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں پایا گیا جس میں چار فریق جمع ہوں۔ اور وہ مسئلہ ردیہ ہو۔ شریفیہ ۹۲۔ (انّ الاستقراء ….. ردیۃ)

۲۔ سہام۔ وہ سہام جن پر رد واقع ہوتا ہے چار ہیں یعنی دو۔ تین۔ چار۔ پانچ — فتاویٰ عالمگیری۔

۳۔ رد کے مسائل چار قسم کے ہیں۔ رد کے مسائل قائلین رد کے نزدیک چار قسم کے ہیں۔ اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ جن پر باقی ترکہ رد کیا جاتا ہے وہ مسئلہ میں یا تو ایک فریق ہوں گے۔ یا ایک سے زیادہ۔ پھر ان دونوں لحاظ سے مسئلہ میں (یا تو یہ صورت ہوگی) کہ جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے۔ وہ بھی موجود ہوں گے یا وہ موجود نہ ہونگے۔ تو اس طرح سے کل قسمیں چار ہوئیں۔ شریفیہ ۸۹ (ثم مسائل الباب ….. فی الاربعۃ)

باب ۵

باب پنجم

ذوی الارحام

وراثت کی ترتیب میں آٹھواں نواں دسواں گیارواں درجہ ہے
دیکھو نقشہ والا نقشہ

فصل اوّل۔ ذوی الارحام کا بیان

خلاصۂ بیان: - جو رشتہ دار نہ ذوی الفروض کی ذیل میں آتے ہیں اور نہ عصبات کی وہ ذوی الارحام کہلاتے ہیں۔ غرض یہ ایسے رشتہ دار ہیں کہ جن کی قرابت کسی ذوی فرض یا عصبہ سے کسی عورت کے ذریعہ ہو۔ چنانچہ خالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ ماں کی بہن ہے۔ فرائض میں ذوی الارحام سے بہت ہی کم کام پڑتا ہے۔ کیونکہ اول تو ذوی الفروض ہی پر تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ بچا بھی ہے تو عصبوں کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ وہ لپا پاکر کب چھوڑتے ہیں۔ پھر جب ذوی الفروض اور عصبہ بھی کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام پر نوبت پہنچتی ہے۔ یا اگر صرف خاوند یا بیوی ہوں تو ان کا بچا یا ذوی الارحام تک پہنچ جاتا ہے۔ ذوی الارحام کی توریث آیات قرآنی سے ثابت ہے۔

۵۵۔ ذوی الارحام کس کو کہتے ہیں؟

۱۔ ذوی الفروض وعصبات کے علاوہ جو رشتہ دار ہیں وہ ذوی الارحام کہلاتے ہیں (تو یہ ورثا کی تیسری قسم ہوئی)

۲۔ ذوی الارحام کے معنے قرابت داران کے ہیں۔ اس کا واحد ذو رحم ہے۔

تشریح۔ بعض شارحین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قاتل بھائی اور غلام بھی تو نہ ذوی الفروض سے ہیں اور نہ عصبہ ہیں تو وہ ذوی الارحام کہلانے چاہئیں۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ تو محروم الارث ہیں۔ ان کا تعلق رشتہ داری قطع ہو گیا۔ معنوں کے لحاظ سے تو ذوی الفروض اور عصبات بھی ذوی الارحام ہو سکتے ہیں۔ لیکن شرح محمدی میں ذوی الارحام سے وہ رشتہ دار مراد لئے گئے ہیں جو نہ ذوی الفروض ہیں اور نہ عصبہ۔ (ذوی الارحام کو اولوا الارحام بھی کہتے ہیں)

استنادات

۱ ذوی الارحام کسے کہتے ہیں۔ وہ تمام قرابت داران ہیں جو نہ صاحب فرض ہیں اور نہ عصبہ ہیں۔ تو اس طرح یہ ذوی رحم ورثا کی تیسری قسم ہوا ——— درمختار ۸۷۰۔ (وَهُوَ كُلُّ ... ثَالِثٌ) مطلق قرابت داران کو ذوی الارحام کہہ سکتے ہیں۔ چاہے وہ ذوی الفروض ہوں یا عصبہ۔ ان کے علاوہ۔ چاہے وہ میت سے منسوب ہوں یا میت اُنکی طرف منسوب ہو یا اُن کے اصول کی طرف ——— ردّ المحتار۔

۲ اعتراض۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ اس تعریف پر اعتراض لازم آتا ہے۔ کیونکہ محروم الارث جیسے قاتل بھائی یا غلام نہ ذوی الفروض ہے اور نہ عصبہ ہی تو چاہئے تھا کہ ذوی الارحام ہو جسکی وجہ سے مستحق میراث ہوتا مگر اسکے خلاف ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قاتل اور محروم تو وارث ہی نہیں رہا۔ تنویر الابصار ملتقطاً

۳ ذوی الارحام کے معنی و مفہوم۔ ذو رحم لغت میں یعنی صاحب قرابت کے ہیں مطلقاً۔ اور وہ ہر ایک وہ قرابت دار ہے جو نہ ذوی الفرض ہو یعنی (ان میں سے نہ ہو) جن کا حصہ قرآن مجید یا حدیث شریف یا اجماع امت سے معین و مقرر ہوا ہے۔ اور نہ عصبہ ہو۔ (یعنی ان میں سے بھی نہ ہو) جو بحالت منفرد ہونے کے سب مال میت کا لیوے ——— شریفیہ ۱۰۹ (وَذُو رَحِمٍ .... عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ)

ذوی الارحام ایسے رشتہ دار نسبی کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور نہ وہ عصبہ ہو ——— فتاوی عالمگیری۔ دیکھو دفعہ ۳۲۸ استنادات۔

ذوی الارحام کے معنی کی تشریح۔ پیٹ میں وہ جگہ جہاں بچہ رہتا ہے رحم کہلاتی ہے۔ تو اس لحاظ سے قرابت داران کو ذوی الارحام کہنے لگے (یعنی رحمی تعلق رکھنے والے) ۔ لیکن طحطاوی نے کہا کہ رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً۔ خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہ ہو۔م

۵۶- ذوی الارحام کو ورثہ ملنا بھی چاہیے یا نہیں

(ذوی الارحام کو ورثہ کب ملتا ہے دیکھو دفعہ ۵۷)

۱- ذوی الارحام کی توریث ذیل کی آیات قرآنی و احادیث پر مبنی ہے۔

ا- لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ الخ سورہ نساء۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۔ سورہ انفال۔ (دیکھو باب اوّل)

ب- الْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ ۔ اِبْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ (بخاری)

۲- ذوی الارحام کو ورثہ ملنا چاہیئے۔ اور یہی امر مسلّمہ ہے۔ (اور اسی پر فتوےٰ ہے)

ا- اکثر صحابہ کرام اسی پر متفق ہیں۔ مثلاً حضرت عمر رضہ۔ حضرت علی رضہ۔ ابن مسعود رضہ۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ معاذ بن جبل۔ ابوالدرداء۔ ابن عباس وغیرہ۔ اور ان کے تابعین۔ مثلاً حضرت علقمہ۔ حضرت ابراہیم نخعی۔ شریح۔ حسن بصری۔ ابن سیرین۔ عطاء۔ مجاہد۔ نیز امام ابوحنیفہ۔ ابویوسف۔ امام محمد۔ زفر۔ اور ان کے تابعین کہ اگر اصحاب فرائض و عصبات نہ ہوں تو متروکہ ذوی الارحام کو دیا جائے۔

۳- ذوی الارحام کو ورثہ نہ ملنا چاہیئے۔ (ایک فریق اسی کا پابند ہے)

ا- زید بن ثابت۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ اسی کے پیرو ہیں۔ نیز ابن عباس (بیک روایت) کہ اگر اصحاب فرائض و عصبات نہ ہوں تو متروکہ بیت المال کے سپرد کیا جائے۔ ذوی الارحام کو نہ دیا جائے۔ ان اماموں کے تابعین سعید بن المسیب و سعید بن جبیر رہے ہیں۔

شرح و حوالہ

۱- کن لوگوں کے نزدیک ورثہ ملنا چاہیئے۔ اکثر صحابہ کرام جیسے حضرت عمر و حضرت علی و ابن مسعود و ابی عبیدہ بن جراح و معاذ بن جبل و ابی الدرداء و ابن عباس (ایک مشہور روایت کے بموجب) وغیرہ توریث ذوی الارحام کے قائل ہوتے ہیں اور تابعین میں سے جو اس امر میں ان کے پیرو رہے ہیں علقمہ و ابراہیم و شریح و حسن و ابن سیرین و عطاء و مجاہد تھے۔ اور یہی قول ہے حضرت ابوحنیفہ کا و ابویوسف و محمد و زفر کا اور ان کے تابعین کا۔ شریفیہ۔ (کان عامۃ الصحابۃ ...... من تابعہم)

۲- کن لوگوں کے نزدیک ورثہ نہ ملنا چاہیئے۔ کہا زید بن ثابت نے (اور ابن عباس نے بروایت شاذ) کہ نہیں ہے میراث واسطے ذوی الارحام کے بلکہ متروکہ بیت المال میں رکھا جائے گا اصحاب فرائض اور عصبات کی عدم موجودگی میں۔ اور اس باب میں متابعت کی ان دونوں کی تابعین میں سے سعید بن المسیب و سعید بن جبیر نے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا۔ شریفیہ ۱۱۰ (وقال زید .... شافعی) دیکھو نقشہ نمبر۔

۳- ورثہ نہ ملنے کے دلائل۔ ذوی الارحام کی توریث کے انکار کرنے والوں کی یہ دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ نے آیات مواریث میں ذوی الفروض اور عصبات کے حقوق کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ذوی الارحام کے حقوق کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اگر ان کا کچھ حق ہوتا تو البتہ بیان

ہوتا۔ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا۔ (۲) جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوپی و خالہ کی میراث کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خبر دی مجھکو جبرئیل نے کہ ان دونوں کے واسطے کچھ نہیں ہے ــــ شریفیہ ۱۱۰ (اِحْتَجَّ ... لَا شَیْئَ لَہُمَا) دفعہ ۵۹ سندہ ۵۔

۴ ورثہ بطنے کے دلائل۔ اور ہمارے واسطے (یعنی علماء حنفیہ کے واسطے) قول حق تعالےٰ ہے۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ۔ یعنی قرابت والے ان میں سے بعض میراث لینے میں بعض پر ترجیح دیئے گئے ہیں کتاب اللہ میں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ بعض قرابت والا اولیٰ ہے میراث لینے میں بعض سے۔ اس طریق پر کہ لکھدیا ہے خدا تعالےٰ نے اور اس کے متعلق حکم فرمایا۔ تو اس آیت نے منسوخ کر دیا توارث موالات اور مواخات[۱] کو جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں ابتدائے تشریف آوری کے زمانہ میں تھا [کہ توارث بطور مولی الموالات کے مابین فقراء و مہاجرین و انصار و اغنیا کے ہوتا تھا] چنانچہ جو حقوق اس زمانہ میں موالات اور مواخات کو حاصل تھے وہ ذوی الارحام کو مل گئے۔ پھر اب جو کچھ باقی رہا وہ ہمارے نزدیک [یعنی علماء حنفیہ کے نزدیک] توریث ذوی الارحام سے موخر ہوا۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے (دیکھو نقشہ ۵) تو خدائے تعالیٰ نے [اس آیت میں] ذوی الارحام کی میراث کو بیان نہ کر کے صاف طور پر فرق ظاہر کر دیا کہ درمیان اُن ذوی الارحام کے کہ جن کا حصہ مقرر ہے یا جن کے واسطے عصوبت ہے۔ اور اُن کے کہ جن کے واسطے ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت سے عام طور پر ذوی الارحام کی میراث ثابت ہو گئی۔ اور آیات مواریث میں ان سب کی تفصیل کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ [حدیث قولی سے دلیل] اسیطرح روایت ہے کہ ایک شخص نے سہیل بن حنیف[۲] کی طرف تیر پھینکا وہ اسکی زد سے مر گئے۔ اور ان کا کوئی وارث نہ نکلا۔ سوائے ان کے ماموں کے۔ اُن کے ترکہ کی توریث کے بارہ میں ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت عمر رضی کو لکھا کہ آیا ماموں وارث ہوتا ہے یا نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول[۳] وارث ہے اُس کا جس کا کوئی مددگار نہیں۔ اور ماموں وارث ہے اُس کا جس کا کوئی وارث نہیں۔ [حدیث فعلی سے دلیل] اسی طرح ثابت بن دحداح مر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا لقیس بن عاصم سے کہ تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ اس متوفی کا کوئی رشتہ دار ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم میں ایک مسافر تھا ہم تو نہیں جانتے اس کا کوئی وارث۔ مگر اس کی ایک بہن کا بیٹا ہے جس کا نام ابوالبابہ بن عبدالمنذر ہے تو آپ نے اُس متوفی کی میراث ابوالبابہ کو دے دی ــــ شریفیہ ۱۱۰ و ۱۱۱ (ولنا قولہ .... بیٹھیں سے چھوڑ گیا ..... وارث لہ)۔ دفعہ ۵۸

۵ احناف و شوافع میں اختلاف کی وجہ۔ احناف نے جو روایت مطابق قرآن مجید کے بیان کی[۴] اور شوافع نے اُس کے خلاف۔ تو یہ بات ہو سکتی ہے کہ شوافع کی روایت آیۃ کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے کی ہو۔ یا یوں کہو کہ پھوپی اور خالہ نہیں وارث ہوتیں عصبہ اور ایسے ذوی الفروض کی موجودگی میں جن پر رد کیا جاتا ہے کیونکہ رَدّ ذوی الفروض توریث ذوی الارحام پر مقدم ہے۔ گو ذوی الارحام ایسے بھی ہوں کہ وارث ہوتے ہوں من لا یرد علیہ کی موجودگی میں۔ یعنی خاوند اور بیوی کی موجودگی میں ــــ شریفیہ ۱۱۱ (وَالتَّوْفِیْقُ ... وَالزَّوْجَۃِ)

۶ ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں باعتبار قرابت کے۔ نہ باعتبار عصوبت اور نہ باعتبار فرضیت کے۔ دفعہ ۴۵ سندہ ۴۔

۷ توریث ذوی الارحام امام شافعی جائز نہیں رکھتے ــــ دیکھو سندہ ۲۔

۸ پھوپی اور خالہ کی میراث ــــ دیکھو سندہ ۳۔

۹ بھانجہ کی میراث ــــ دیکھو سندہ ۴۔

---

[۱] دیکھو دفعہ ۶۷ و دفعہ ۱۲ سندہ ۸۔ [۲] سہیل بن حنیف ــــ دیکھو ضمیمہ ۷

[۳] رَوَی طَاؤُسٌ عَنْ عَائِشَۃَ رض عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من قولہ اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَہٗ۔

[۴] یعنی یہ حدیث کہ اَللّٰہُ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَہٗ۔ اور نیز ثابت بن دحداح کا واقعہ جو سندہ ۴ میں گذرا۔ اور مخالف یہ ہوئی کہ آپ نے فرمایا تھا پھوپی اور خالہ کے متعلق کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ ان دونوں کے واسطے کوئی میراث نہیں ہے۔

۵۷۔ ذوی الارحام اور ان کی ترتیب و قواعد توریث۔

۱۔ ذوی الارحام اور ان کی ترتیب حسب ذیل ہے۔ نزد امام اعظم۔ یہی ترتیب مسلمہ ہے اور الاقرب فالاقرب کے قاعدہ پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے

۱۔ درجہ اول یعنی بیٹی اور پوتی کی اولاد۔ لامحدود۔ (دیکھو دفعہ ۵۸)

۲۔ درجہ دوم۔ یعنی کل دادا دادی و نانا نانی غیر حقیقی۔ لامحدود۔ (دیکھو دفعہ ۶۰)

۳۔ درجہ سوم۔ یعنی تمام بھائی بہنوں کی اولاد (سوائے حقیقی و علاتی بھائیوں کی اولاد ذکور کے۔ لامحدود) لامحدود (دیکھو دفعہ ۶۲)

۴۔ درجہ چہارم۔ یعنی تمام ماموں، چچا، خالہ، پھوپیاں، اور ان کی اولادیں (سوائے حقیقی چچا اور علاتی چچا اور انکی اولاد ذکور کے لامحدود) لامحدود۔ (دیکھو دفعہ ۶۴) ؛ اِنکے علاوہ جو اور رشتہ دار ہیں وہ سب ذوی الارحام درجہ چہارم میں شامل ہیں۔

۲۔ ذوی الارحام کی اور ترتیب جس پر فتوےٰ نہیں ہے۔ (اُن درجوں کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئے)

۱۔ درجہ اول
۲۔ درجہ سوم
۳۔ درجہ دوم
۴۔ درجہ چہارم
} ترتیب نزد ابو یوسف و امام محمد ؛

۱۔ درجہ دوم
۲۔ درجہ اول
۳۔ درجہ سوم
۴۔ درجہ چہارم
} یہ ترتیب بھی امام اعظم کے نزدیک ہے ایک اور روایت کے بموجب ؛

۳۔ ذوی الارحام کی توریث کے عام قواعد یہ ہیں:۔

۱۔ ذوی الفروض اور عصبات میں سے اگر کوئی موجود نہ ہو تو ذوی الارحام وارث ہوں گے ؛ ہاں اگر ذوی الفروض میں سے صرف خاوند یا بیوی ہوں گے تب بھی ان کے ساتھ ذوی الارحام وارث ہونگے۔ مثلاً اگر خاوند اور نانا ہوں تو خاوند کا حصہ دے کر باقی نانا کو ملیگا۔ دیکھو نقشہ ۵۹ ۔

۲۔ اگر ذوی الارحام میں صرف اکیلا ہی شخص ہو تو کل ترکہ اُس کو مل جائیگا مثل عصبہ کے ؛

۳۔ جبتک درجہ اول کے ذوی الارحام میں کوئی بھی موجود ہو۔ گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو۔ درجہ دوم کے کسی ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملے گا ؛ اسی طرح درجہ دوم میں کوئی بھی ذوی الارحام ہو گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو درجہ سوم کے کسی ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملے گا۔ علیٰ ہذالقیاس۔ باقی درجوں میں بھی یہی حال ہے۔ دیکھو نقشہ والا نقشہ ؛

۴۔ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہونگے۔ گو قریب کے درجہ میں عورت ہی ہو ؛ پھر ان میں قوی قرابت والا دوسروں کو محروم کر دے گا ؛

۵۔ جب ذوی الارحام ایک درجہ میں واقع ہوں تو جس کی قرابت زیادہ قوی ہوگی وہ میراث پائیگا۔ باقی محروم ہونگے۔ (اقوی مذکر ہو یا مؤنث)

۶۔ اگر کسی ذوی الارحام کا دو طرف سے تعلق رشتہ ہو تو اُس کو دو طرف سے حصہ ملیگا۔ سوائے دادیوں کے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک صرف ایک ہی طرف سے ورثہ لے سکتی ہیں۔ دیکھو دفعہ ۳۶ سے نمبر ۱۲ و ۱۰ ؛

۷۔ اگر ایک درجہ میں ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام کی اولادیں جمع ہو جائیں تو عصبات کی اولاد کو میراث ملیگی۔ ان کی

عدم موجودگی میں ذوی الفروض کی اولاد کو اور پھر ذوی الارحام کی اولاد کو۔

۸- ذوی الارحام میں تقسیم بطریق ابدان ہوگی۔ اگر اصول متفق ہوں اور اگر اصول مختلف ہونگے تو بطریق اصول ہوگی۔ مگر ذوی الارحام درجہ دوم و چہارم میں اگر حقدار باپ اور ماں کی طرف کے ہوں مگر ایک درجہ میں ہوں تو پہلے باپ کی طرف والوں کو ⅔ اور ماں کی طرف والوں کو ⅓ دیا جائے گا۔ اور اس میں سے تقسیم ہوگی۔ ورنہ اگر باپ یا ماں ہی کی طرف کے ہوں تو کل ترکہ ایک ہی طرف تقسیم ہوگا۔

مسائل ۱ ترتیب مسلسلہ مثل عصبات کی ترتیب کے ہے۔ ان میں اعلیٰ درجہ قسم اول ہے اگرچہ وہ میت سے درجہ میں کتنی ہی دور ہوں اور پھر دوسری اور پھر تیسری قسم اور پھر چوتھی قسم جیسا کہ عصبات کی ترتیب ہے وہی اس میں لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور یہی مختار ہے ـــ فتاویٰ عالمگیری۔

۲ ترتیب کے متعلق حضرت امام اعظم کی مختلف روایتیں اور وہ روایت جس پر فتویٰ ہے۔ حضرت ابو حنیفہ سے مختلف روایتیں ہیں (ذوی الارحام کی) بعض قسموں کے بعض پر مقدم ہونے میں چنانچہ ایک روایت کی ابو سلیمان نے محمد بن حسن سے اور انہوں نے حضرت ابو حنیفہ سے کہ میت سے زیادہ قریب ان اقسام (اربعہ) میں سے اور سب سے مقدم ورثہ لینے میں قسم دوم ہے (یعنی دادا اور دادیاں غیر حقیقی) اگرچہ درجہ میں کتنی اوپر ہوں۔ اس کے بعد قسم اول ہے۔ اگرچہ درجہ میں کتنی نیچے ہوں۔ اس کے بعد قسم سوم ہے۔ اگرچہ درجہ میں کتنے نیچے ہوں۔ اس کے بعد قسم چہارم ہے۔ اگرچہ درجہ میں کتنی ہی دور تک جائیں۔ اس روایت میں ابو سلیمان متفق ہیں عیسیٰ بن آبان سے کہ انہوں نے روایت کی ہے امام محمد سے اور انہوں نے حضرت ابو حنیفہ سے۔

ایک اور روایت یہ ہے جو حضرت ابو یوسف و حسن بن زیاد نے حضرت ابو حنیفہ سے کی اور دوسری جو ابن سماعہ نے محمد بن حسن سے اور انہوں نے حضرت ابو حنیفہ سے کی کہ تمام قسموں میں زیادہ قریب اور مقدم ترین میراث لینے میں قسم اول ہے۔ پھر دوسری ہے۔ پھر تیسری ہے۔ پھر چوتھی ہے۔ جیسا کہ عصبات کی ترتیب ہے چونکہ (عصبات میں) سب سے مقدم بیٹا ہے۔ پھر باپ ہے۔ پھر دادا۔ پھر بھائی۔ پھر چچا۔ اور ایسی ترتیب ذوی الارحام کی بطور فتوے اختیار کی گئی ہے ـــ شریفیہ ۱۱۲ (وَاخْتَلَفَ ..... لِلْفَتْوٰی)

۳ حضرت امام اعظم کی دو روایتوں کی وجہ اور دوسری پر فتوے کی وجہ۔ حضرت عبد اللہ فرائضی سے منقول ہوا کہ وہ دونوں روایتوں کے توافق کے متعلق اس طرح فرماتے ہیں کہ جو کچھ روایت کی ہے امام محمد نے (حضرت ابو حنیفہ سے) وہ اُن کا قول اوّل ہے۔ اور جو ابو یوسف نے روایت کی ہے (حضرت ابو حنیفہ سے) وہ اُنکا قول آخر ہے۔ پہلی روایت اس بنیاد پر تھی کہ ماں کا باپ زیادہ قوی ہے از روئے سبب کے بمقابلہ بیٹیوں کی اولاد کے کیونکہ جو عورت (ماں کی ماں یعنی نانی) اس درجہ میں ہے وہ صاحب فرض ہے۔ بمقابلہ اُس عورت کے (کہ بیٹی کی بیٹی یعنی نواسی ہے) کہ بیٹی کے بیٹے کے درجہ میں ہے۔ وہ صاحب فرض نہیں بلکہ ذوی الارحام ہے [یعنی نانا ایسے درجہ میں ہے کہ ساتھ اس کے ایک صاحب فرض ہے حالانکہ نواسہ ایسے درجہ میں ہے کہ اس کے ساتھ صاحب فرض کوئی نہیں بلکہ ذوی الارحام ہے] اسی طرح اگرچہ ماں کا باپ میت سے ایک درجہ فرق ہونے میں بیٹی کے بیٹے سے مساوی ہے مگر دادا کو شرعاً زیادہ قرب حاصل ہے یہاں تک کہ فقہا نے لکھا ہے کہ نانا سے نواسہ کا قصاص نہیں لیا جاتا بخلاف نواسہ کے کہ اس سے نانا کا قصاص لیا جاتا ہے لہٰذا نانا کا درجہ مقدم ہوا۔ اور دوسری روایت جس پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ اُس کی بنیاد یہ ہے کہ ذوی الارحام ایک طرح تو عصبات کی ترتیب سے وارث ہوتے ہیں۔ کیونکہ (عصبات میں) مقدم کیا جاتا ہے الاقرب فالاقرب۔ تو ضرور ہوا کہ ان میں بھی توریث کا اعتبار کیا جائے عصبات کے طور پر ہر وجہ سے۔ اور چونکہ عصبات میں میت کے بیٹے کو مقدم رکھا گیا ہے دادا پر اور سب عصبات پر درحالیکہ دادا سے میت کا قصاص نہیں لیا جاتا اور پوتے سے لیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ذوی الارحام میں بیٹی کی اولاد مقدم کی جائے گی نانا پر ـــ شریفیہ ۱۱۳ - (وَحُکِیَ عَنْ .... اَبُ الْاُمِّ)

ا - امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں ایک کے بموجب نانا مقدم ہے نواسہ نواسی پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں ہے اور نہ اس پر فتویٰ ہے ہاں مشہور روایت یہ ہے کہ نواسہ نواسی نانا پر مقدم ہیں (اور بھانجا بھانجی اور بھتیجیوں پر بھی) اور اسی روایت پر فتوے ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک بھانجا بھانجی اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں۔ امام اعظم کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے۔ اسی وجہ سے دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر ـــ الطحطاوی۔

نقشہ ۶۸ ـ جملہ اقسام ذوی الارحام اور انکی ترتیب

ذوی الارحام میں عورتیں و مرد مخلوط ہیں ـ جو ذوی الفروض و عصبات کے ماں باپ یا اولادیں ہیں ـ (دیکھو شجرہ ۵ و ر اشجرہ ۴)

ذوی الارحام صرف ایک قسم کے ہوتے ہیں

نسبی

یعنی

۱ ـ فروع یعنی ذوی الارحام درجہ اول

جو ذوی الفروض درجہ اول کی اولاد ذکور و اناث سے ـ اور عصبات درجہ اول کی اولاد اناث ہے

چنانچہ بیٹیوں اور پوتیوں کے بیٹا بیٹی درجہ لامحدود تک ہیں

۲ ـ اصول یعنی ذوی الارحام درجہ دوم

جو ذوی الفروض درجہ دوم کے ماں باپ اور ان کے ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ ہیں

چنانچہ نانا اور نانا نانی کے ماں باپ درجہ لامحدود تک ہیں اور دادی و پردادی کے باپ اور انکے نانا باپ درجہ لامحدود تک

۳ ـ ماں باپ کے فروع یعنی ذوی الارحام درجہ سوم

جو ذوی الفروض درجہ سوم کے اولاد ذکور و اناث ہے ـ اور عصبات درجہ سوم کی اولاد اناث ہے

چنانچہ ہر قسم کی بہنوں اور اخیافی بھائیوں کی بیٹا بیٹی درجہ لامحدود تک اور بھائی حقیقی و علاتی کی بیٹیاں اور انکی اولاد اناث درجہ لامحدود تک

۴ ـ دادا دادی و نانا نانی کے فروع یعنی ذوی الارحام درجہ چہارم

جو ذوی الفروض درجہ دوم (یعنی دادا دادی و نانا نانی) کے اولاد ذکور و اناث ہیں سوائے دادا کی اولاد ذکور کے درجہ لامحدود تک

چنانچہ چچا و چچا ع اور ان کی اولاد ذکور کے علاوہ تمام چچا ـ پھوپی ـ ماموں خالہ اور انکی اولاد ذکور و اناث ہیں

(۴) ـ پردادا پردادی و پرنانا پرنانی کے فروع یعنی مزید ذوی الارحام درجہ چہارم

جو ذوی الفروض درجہ دوم (یعنی پردادا پردادی و پرنانا پرنانی) کی اولاد ذکور و اناث ہیں سوائے پردادا کی اولاد ذکور کے درجہ لامحدود تک

چنانچہ باپ کا چچا ع ـ باپ کا چچا ع اور انکی اولاد ذکور کے علاوہ تمام باپ کے چچا اور باپ کی پھوپیاں ماں کے ماموں ماں کی خالہ و انکی اولاد ذکور و اناث

حل ـ ذوی الارحام صرف نسبی ہوتے ہیں سببی کوئی نہیں ہے ـ اول میراث فروع میں ملیگی ـ پھر اگر فروع میں کوئی نہ ہو تو اصول میں جائیگی اگر ان میں بھی کوئی نہ ہو تو ماں باپ کے فروع میں ـ پھر دادا دادی اور نانا نانی کے فروع میں پھر پردادا پردادی اور پرنانا پرنانی وغیرہ کے فروع میں

۴ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول - امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک تیسری قسم یعنی بہنوں کی اولاد اور بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کی اولاد نانا پر مقدم ہے + اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے کہ دادا اور بھائی بہنوں کے مقاسمہ میں جبتک مقاسمہ بہتر ہو دادا کے واسطے تو دادا کو کل ترکہ کا تہائی دیا جائے گا۔ تو قسم سوم نہ مقدم کی جاتی نانا پر۔ کیونکہ صاحبین بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو محروم نہیں کرتے اور بصورت مقدم کرنے بھائی بہنوں کے نانا کا محروم کرنا جو دادا کے درجہ میں ہے لازم ہوگا۔ لیکن امام ابو حنیفہ ذوی الارحام کی ترتیب میں بھی اپنے مذہب کے موافق عصبات کی ترتیب پر قائم رہے چنانچہ انہوں نے نانا کو (جو دادا کے درجہ میں ہے) میت کے باپ کی اولاد پر (کہ بہنوں کی اولاد ہیں اور بھائیوں کی بیٹیاں ہیں) مقدم کیا تو وہ نہیں وارث ہونگے۔ نانا کی موجودگی میں جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا آخری قول ہے (کہ جو مذکور ہوا) اولاد میت کی مقدم ہے نانا پر لہٰذا یہ طریق راجح ہے مذہب امام ابو حنیفہ پر اور عصبات کے طریق کے متوازی ہے کیونکہ عصبات میں بھی بیٹے کا بیٹا مقدم ہے باپ کے باپ پر — شریفیہ صفحہ ۱۱۳ (وَعِنْدَهُمَا... عَلَى الْاَبِ)

۵ چار قسم کے ذوی الارحام کے علاوہ اور بھی ہیں جو چوتھی قسم میں شامل ہیں - پس یہ چاروں قسمیں [جن کا ذکر ہوا] اور جو ان کے واسطے سے میت سے منسوب ہوں وہ سب ذوی الارحام ہی ہیں - یہاں میت کے واسطے سے منسوب ہونے کا ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے کہ ان چاروں قسموں میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں جو پہلی تینوں قسموں میں "وَاِنْ عَلَوْا وَاِنْ سَفَلُوْا" سے ظاہر کئے گئے ہیں اور چوتھی قسم کی اولاد بھی شامل ہو جاتے لیکن پھر بھی وہ ماموں اور خالائیں چچا اور پھوپھیاں شامل ہونے سے رہ جاتی تھیں جو اوپر کے درجوں میں ہیں جیسے کہ میت کے ماں باپ کے ماموں اور چچا اور اسکے ماں باپ کے ماں باپ کے ماموں اور چچا حالانکہ وہ بھی ذوی الارحام ہیں - تو اس واسطے مِنْ تبعیض کا لایا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ جو چار قسم کے ذوی الارحام مذکور ہیں ان میں یا جو ان سے میت کے واسطے منسوب ہیں اُن ہی میں محدود نہیں ہیں - اگر بالفرض محال یہ بھی خیال کر لیا جائے کہ وہ اعلیٰ درجہ والے بھی اسمیں شامل ہیں کلمہ تبعیض کا اس واسطے لایا گیا کہ یہ معلوم ہو کہ ہر واحد ان میں سے اور جو ان سے واسطہ رکھتے ہیں ذوی الارحام ہیں — شریفیہ ۱۱۲ - (فَهٰؤُلَاءِ الْاَصْنَافُ .... ذَوِي الْاَرْحَامِ) دیکھو دفعہ ۶۵ - ۱۸

۶ جملہ ذوی الارحام بعض فقہائے چودہ قسم کے قرار دیتے ہیں - اول بیٹیوں کی اولاد نیچے تک + دوسرے پوتیوں کی اولاد نیچے تک + تیسرے دادا حقیقی اوپر تک + چوتھے دادیاں غیر حقیقی اوپر تک + پانچویں سگی بہنوں کی اولاد نیچے تک + چھٹے علاتی بہنوں کی اولاد نیچے تک + ساتویں اخیافی بہنوں کی اولاد نیچے تک + آٹھویں حقیقی بھائیوں کی بیٹیوں کی اولاد نیچے تک + نویں علاتی بھائیوں کی بیٹیوں کی اولاد نیچے تک + دسویں اخیافی بھائیوں کی اولاد نیچے تک + گیارہویں خالہ اور پھوپھیاں اور ان کی اولاد دور تک + بارہویں اخیافی چچا اور ان کی اولاد دور تک + تیرہویں ماموں اور ان کی اولاد دور تک + چودھویں حقیقی و علاتی چچاؤں کی بیٹیاں اور ان کی اولاد دور تک + — از حاشیہ شریفیہ +

۷ ذوی الارحام کی تقسیم حصص میں امام محمد کی تقسیم پر فتویٰ ہے - قَوْلُهٗ اَشْهَرُ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ فِيْ جَمِيْعِ اَحْكَامِ ذَوِي الْاَرْحَامِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى — قول امام محمد کا مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو حضرت ابو حنیفہ سے مروی ہیں کل احکام ذوی الارحام کے متعلق - اور اسی قول پر فتویٰ ہے + دو روایتوں میں مشہور تر کہنے سے یہ مطلب ہے کہ ابو یوسف کا قول بھی حضرت ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا ہے لیکن وہ روایت شاذ ہے اور ایسی مشہور نہیں ہے جیسی کہ یہ دوسری روایت ہے + علماء نے کہا ہے کہ بعض مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول ذوی الارحام کی توریث اور مسائل حیض کے متعلق اختیار کیا ہے - کیونکہ وہ زیادہ آسان ہے مفتی کے واسطے — شریفیہ ۱۲۱ (وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رح .... اَيْسَرُ عَلَى الْمُفْتِيْ)

۱ - شیخ اسبیجابی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رح کا قول اصح ہے - کیونکہ یہ زیادہ سہل ہے - اور صاحب محیط نے فرمایا ہے کہ مشائخ بخارا نے ایسے مسائل میں قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہے — فتاویٰ عالمگیری +

۸ ذوی الارحام کی توریث مثل عصبات کے ہے - رضی الدین نیشاپوری نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ اگر قسم اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود ہو اگرچہ وہ درجہ میں کتنے ہی نیچے ہو تو قسم دوم میں سے کوئی وارث نہ ہوگا - اگرچہ وہ کتنا ہی درجہ میں قریب ہو - اسی طرح دوسری قسم کی موجودگی

---

۵۱ جیسے نانا اور نانا کا باپ وغیرہ ۵۲ نانا کی ماں یا نانا کی نانی وغیرہ ۵۳ اور ملتقی میں ہے کہ قول امام محمد پر فتویٰ ہے — از در مختار -

نقشہ ۶۹ - جملہ ذوی الارحام بطور شجرہ درجہ وار
اس نقشہ میں سبز ذوی الارحام ہیں سرخ عصبات سیاہ ذوی الفروض۔ چاروں قسم کے ذوی الارحام علیحدہ علیحدہ خطوط منحنی سے گھرے ہوئے ہیں
باپ
ماں
۱ ح ۲ ح وغیرہ سے مطلب ہے ذوی الارحام درجہ اول ذوی الارحام درجہ دوم وغیرہ۔
۴ ح (۲) یا (۳) سے مطلب ہے ذوی الارحام درجہ چہارم دوسری پشت میں یا تیسری پشت میں۔

میں تیسری قسم کا حال ہے اور تیسری قسم کی موجودگی میں چوتھی قسم کا حال ہے۔ اور فرمایا کہ فتوے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے اور یہی مشائخ کی طرف سے عملدرآمد ہے کہ قسم اول مطلقاً مقدم ہے پھر قسم دوم اور پھر قسم سوم اور پھر قسم چہارم۔ ایسا ہی اُستاد صدر الکوفی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے۔ لہذا بیٹی کی بیٹی گو کتنے ہی درجہ میں نیچی ہو وہ ماں کے باپ سے مقدم ہے ـــــ فتاوی عالمگیری ـــ (عصبات کی ترتیب کے واسطے دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۲) ـ دیکھو دفعہ ۱۰ الاقتضاء وسندات +

۹ <u>عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد پر مقدم ہے</u>۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں اور جہت قرابت بھی متفق ہو [یعنی ایک طرف کے ہوں یا سب باپ ہی کی طرف کے ہوں یا ماں کی طرف کے] تو وارث کی اولاد غیر وارث کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ ہاں اگر جہت قرابت مختلف ہو تو باپ کی طرف والوں کو ⅔ ملے گا۔ اور ماں کی طرف والوں کو ⅓ ـــــ درمختار ۸۷۰۔ (وَاِذَا اِسْتَوَوْا ...... لِقَرَابَۃِ الْاُمِّ الثُّلُثُ)

۱۰ <u>تقسیم بہ فروع یا ابدان</u>۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں [چاہے جہت قرابت متفق ہو یا مختلف] تو اگر اصول متفق ہوں یعنی یہ کہ اُصول میں مرد ہی ہوں یا عورتیں ہی تقسیم ابدان فروع میں کی جائے گی بالاتفاق + مگر درحالیکہ اُصول مختلف ہوں اور فروع بھی جیسے کہ بیٹی کے بیٹے کی بیٹی ـ اور بیٹی کی بیٹی کا بیٹا ـ تو امام محمد اس صورت میں تقسیم اُصول پر کرتے ہیں اور مال کو پہلی پشت پر جہاں مردوں اور عورتوں میں اختلاف واقع ہوا تقسیم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مثال میں ایسا دوسری پشت میں ہے یعنی بیٹی کے بیٹے اور بیٹی کی بیٹی میں۔ تو امام محمد ہمارے اس مسئلہ میں اصول دوسری پشت میں شمار کرتے ہیں اور تقسیم کرتے ہیں تین تہائی کرکے اور اس طرح جو کچھ اصل میں تقسیم ہوا وہ فروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کو ⅔ جو اس کے باپ کا حصہ ہے دیتے ہیں اور ⅓ بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کو دیتے ہیں جو حصہ کہ اس کی ماں کا ہے ـ اس کا پورا حال سراجیہ اور اس کی شروح میں ہے۔ لیکن امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد صرف فروع ہی کا اعتبار کرتے ہیں [یعنی حقداران موجودہ کو تقسیم کر دیتے ہیں] ـــ درمختار ۸۷۰۔ (وَعِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ .... اِعْتَبَرَ الْفُرُوْعَ فَقَطْ)

۱۱ <u>ذوی الارحام درجہ سوم میں فروع کی تعداد اُصول میں شمار ہوگی</u>۔ مجھ سے سوال کیا گیا ایسی میت کے مسئلہ کے بارہ میں جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا بیٹا اور بیٹی چھوڑے تھے۔ تو میں نے جواب دیا کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے [یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد کر دیں گے] تو اس طرح سگی بہن دو سگی بہنوں کے برابر ہو جائے گی۔ تو اول اُصول میں بھائی اور بہن کو مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ پھر سگی بہن کا نصف حصہ اس کی اولاد میں تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگا ـــــ درمختار ۱-۸۷۰ (سُئِلْتُ ...... اَثْلَاثًا)

۱۲ <u>قریب کے درجہ والے بعید کے درجہ والوں کو محروم کرتے ہیں</u>۔ سند ۸ +

۱۳ <u>ذوی الارحام مثل عصبات کے ہیں</u>۔ دیکھو دفعہ ۱۷ سند ۱۲ +

۱۴ <u>اکیلا ذوی الارحام کل متروکہ لے گا</u> ـــ چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں اگر کوئی حقدار اکیلا ہی ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا۔ اور یہ حکم تمام قسم کے ذوی الارحام میں جاری ہے ـــــ فتاوی عالمگیری

درحالیکہ ذوی الارحام میں سے صرف ایک ہو اور کوئی اور وارث ساتھ نہ ہو تو سب مال اسی کو ملیگا لہذا وہ بھی مثل عصبات کے ہیں۔ ـــــ فتاوے عالمگیری + ـــ دیکھو سند ۸ +

حکم اِن میں (یعنی درجہ چہارم ذوی الارحام میں) یہ ہے کہ اگر انہیں سے ایک اکیلا ہوگا تو وہ تمام ترکہ کا مستحق ہوگا۔ بوجہ نہ ہونے کسی مزاحم کے۔ تو جس حالت میں کہ چھوڑی میت نے صرف ایک پھوپی یا ایک چچا اخیافی۔ یا ایک ماموں یا ایک خالہ تو سب مال اُس ایک ہی کو ملیگا بصورت نہ ہونے مزاحم کے ـــــ شریفیہ ۱۲۹ (اَلْحُکْمُ فِیْہِمْ .... عَمَّنْ یُزَاحِمُہٗ)

اگر یہ کہا جائے کہ کل مال کا مستحق ہونا بحالت نہ ہونے کسی مزاحم کے یہ تو کل اقسام ذوی الارحام کے متعلق ہے تو کیا وجہ ہے کہ مصنف نے اسکا ذکر چوتھی قسم میں کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ شاید مصنف نے اس حکم کو خصوصیت کے ساتھ بعید تر قسم (یعنی چوتھی قسم) میں اسوجہ سے بیان کیا کہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ یہ حکم کل اقسام ذوی الارحام پر حاوی ہونا سمجھا جائے۔ گویا یہ طریق مصنف نے مختصر طور پر بیان کر نیکا نکالا ـــــ شریفیہ ۱۳۰۔ (فَاِنْ قِیْلَ ...... طَرِیْقُ الْاِخْتِصَارِ)

وراثت کی ترتیب میں آٹھواں درجہ ہے
دیکھو فقرہ ۱ لنقشہ

باب ۵ فصل دوم - ذوی الارحام درجہ اول باب ۵

خلاصہ :- ذوی الارحام درجہ اول بیٹی اور پوتی کی اولاد ہوتی ہے۔ گو درجہ میں کتنی ہی نیچی ہو۔ تو درصورتیکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں تو وارث کی اولاد کو بمقابلہ دیگر حقداران کے ترجیح دی جائے گی۔ اگر سب حقدار ایک درجہ میں نہوں تو قریب کے درجہ والے بعید کے درجہ والوں کو محروم کردینگے۔ تو درصورتیکہ اصول متفق ہوں تو بطریق ابدان تقسیم کرنی چاہئے اور درحالیکہ اصول مختلف ہوں تو فتوی اس پر ہے کہ بطریق اصول تقسیم کیجائے۔ ذوی الارحام میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مرد و عورت دونوں حقدار ہوتے ہیں۔ اور مرد کو عورت سے دگنا ملتا ہے۔

۵۸ ذوی الارحام درجہ اوّل

۱- بیٹی اور پوتی و پڑپوتی وغیرہ کی اولاد نیچے تک لامحدود۔ ذوی الارحام درجہ اوّل ہے۔

مسئلہ ۱ ذوی الارحام قسم اوّل قسم اول وہ ہے جو منسوب ہو میت کی طرف۔ اور وہ بیٹی کی اولاد ہے۔ گو درجہ میں کتنی ہی نیچی ہو۔ اور خواہ مذکر ہوں خواہ مونث۔ اور اسی طرح پوتیوں کی (گو درجہ میں کتنی ہی نیچی ہوتی چلی جائے) ــــ شریفیہ ۱۱۔ (اَلصِّنفُ الْاَوَّلُ... اَوْلَادُ الْبَنَاتِ الْاِبْنِ کَذَالِکَ)
قسم اول ہیں اولاد بیٹیوں اور پوتیوں کی ــــ شریفیہ ۱۱۔ (اَلصِّنفُ الْاَوَّلُ ...... بَنَاتُ الْاِبْنِ)

۵۹- استقرار حق و تقسیم میراث

(دیکھو نقشہ ۷۰ و ۷۱)

۱- جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں

اُس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو سب ذوی الفروض کی اولاد ہونگے۔ یا سب ذوی الارحام کی یا ملے جلے۔ صورت اول و دوم میں سب کو ورثہ ملے گا۔ لیکن صورت سوم میں صرف ذوی الفروض کی اولاد کو ملیگا۔ باقی محروم ہوں گے۔

مثال صورت اول کی یہ ہے کہ اگر ۱ و ۱ موجود ہوں تو دونوں کو ورثہ ملیگا۔ مثال صورت دوم کی یہ ہے کہ اگر ۳ و ۳ و ۳ موجود ہوں تو چاروں کو حصہ ملے گا۔ مثال صورت سوم کی یہ ہے کہ اگر ۲ و ۲ و ۳ و ۳ و ۳ و ۴ موجود ہوں تو صرف ۲ و ۲ کو ورثہ ملیگا اور باقی سب محروم ہونگے (کیونکہ یہ باقی ذوی الارحام کی اولاد ہیں)۔

۲- جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں

اسکی صورت یہ ہے کہ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہونگے +

اب جبکہ سب ایک درجہ میں ہیں تو قاعدہ مذکورہ کے بموجب حق وراثت قائم کرو +

تشریح :- امام ابوحنیفہ اور صاحبین اور زفر اور عیسی بن ابان اسی امر پر متفق ہیں اور یہی امر مسلّمہ ہے اور فیصلہ جات اسی پر کئے جاتے ہیں - ہاں دیگر اقوال بھی ہیں جن کی رو سے بیٹی اور پوتی کی اولاد کو برابر ورثہ ملتا ہے - یعنی پوتی کی اولاد بیٹی کی اولاد کے مقابلہ میں محروم نہیں رہتی - دیکھو سندات +

۳- تقسیم کے دو طریق ہیں -

۱- جبکہ اصول متفق ہوں تو بطریق ابدان تقسیم کی جائے — نزد ابویوسف و امام محمد و حسن بن زیاد +

۲- جبکہ اصول مختلف ہوں تو { بطریق ابدان تقسیم کی جائے — نزد ابویوسف و حسن بن زیاد + / بطریق اصول تقسیم کی جائے — نزد امام محمد رح - فتوی اس پر ہے + }

اصول متفق و مختلف و تقسیم بطریق اصول و بطریق ابدان کے واسطے دیکھو دفعہ ۴۵ -

بطرز دیگر (دیکھو نقشہ ۱۷ زنجیر و تیر کا رخ)

۱- وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لیں گے -

۱- بیٹی کی اولاد (نمبر ۱ و ۱۱) + ۲- پوتی کی اولاد (نمبر ۲ و ۱۲) + ۳- بیٹی کی اولاد کی اولاد (نمبر ۳ و ۱۳) + ۴- پڑپوتی کی اولاد (نمبر ۴ و ۱۴) + ۵- بیٹی کی اولاد کی اولاد کی اولاد اور پوتی کی اولاد کی اولاد (نمبر ۱۱ و ۱۵) + اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود +

(یا یوں کہو - ۱- بیٹی کی اولاد + ۲- پوتی کی اولاد + ۳- پوتی کی اولاد کے درجہ میں دیگر مستحقین + ۴- پڑپوتی کی اولاد + ۵- پڑپوتی کی اولاد کے درجہ میں دیگر مستحقین + ۶- اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود +

(علامتوں کے ذریعہ - ۱- بیٹی ک + ۲- بیٹا ا ک + ۳- بیٹی ا ک ک + ۴- بیٹا ا ا ک + ۵- بیٹی ک ک ک ک + — بیٹا ا ک ک ک +

اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود +

۴- تقسیم - بیٹی کی اولاد - پوتی کی اولاد - پڑپوتی کی اولاد وغیرہ کی صورت میں تقسیم بطریق ابدان ہوگی + لیکن بیٹی کی اولاد کی اولاد - یا اولاد کی اولاد کی اولاد وغیرہ کی صورت میں تقسیم بطریق ابدان ہوگی اگر اصول متفق ہوں اور بطریق اصول ہوگی اگر اصول مختلف ہوں

(۵)

سندات ۱ ایک درجہ میں قریب والے کو ترجیح ہے (قول اہل قرابت جو مسلمہ ہے) اولٰہم بالمیراث اقربہم الی المیت - میراث لینے میں ترجیح اس کو ہے جو زیادہ قریب کے درجہ میں ہو میت سے - جیسے بیٹی کی بیٹی اولی ہے بیٹے کی بیٹی کی بیٹی سے [۱ بمقابلہ ۲ — کے] کیونکہ پہلی میت سے ایک درجہ نیچے ہے اور دوسری دو درجے — شریفیہ ۱۱۴ (اولٰہم ...... بواسطتین)

۲ اہل قرابت اور ان کی دلائل - یہ قول (یعنی مذکورہ بالا) اہل قرابت کا ہے [اسی وجہ سے اہل قرابت کہلاتے ہیں کہ قریب کو ترجیح

دیتے ہیں بمقابلہ بعید کے] اور یہ لوگ حضرت امام ابوحنیفہ ہیں۔ اور صاحبین اور زفر اور عیسیٰ بن آبان رح ۔ ان لوگوں کا مقولہ ہے کہ ذوی الارحام کا استحقاق عصبات کے طریق پر ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ (ذوی الارحام کی چار قسموں میں سے) وہ قسم مقدم کی گئی ہے جو میت سے زیادہ قریب ہے (یعنی قسم اول)۔ اور اس میں بھی [جیساکہ عصبات میں] اگر ایک حقدار ہو تو وہ ہی کل مال کا مالک ہوتا ہے۔ عصوبت حقیقی میں [یعنی عصبہ نسبی کی صورت میں] میت سے نزدیک ہونا کبھی درجہ میں قریب ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی سبب کے لحاظ سے جیساکہ بیٹا [دیکھو دفعہ ۱۳ سند ۲ و ۴] میت سے قریب مانا گیا ہے بمقابلہ باپ پن کے [یعنی باپ اور بیٹے کے مقابلہ میں بیٹے کو ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ عصبہ ہوکر باقی متروکہ کا مالک بنتا ہے] تو جس قسم کی توریث میں عصوبت کے معنی پائے جائینگے وہاں درجہ میں قریب ہونے یا سبب میں قوی ہونے کو ترجیح دیجائیگی لہذا صورت مذکورہ میں [سند ۱] کل ترکہ بیٹی کی بیٹی کو ملے گا ـــــ شریفیہ ۱۱۴ (وَ ہٰذا قول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بِنتُ البِنتِ)

۳ درجہ میں قریب والے کو ترجیح نہیں ہے (قول اہل الرحم جو غیر مسلّم ہے) ترکہ دونوں حقداروں کے درمیان نصف نصف کرکے تقسیم کرنا چاہیئے کیونکہ ذو رحم ہونے کے لحاظ سے اُن کا استحقاق گو کوئی قریب ہو یا بعید ہو برابر ہے (یعنی قریب ہوں یا بعید دونوں تعلق رحمی کے لحاظ سے برابر ہیں) شریفیہ ۔ ۔ ۔ ۔

۴ اہل الرحم اور ان کی دلائل اور طرز تقسیم ۔ نوح بن دراج اور حبیش بن مبشر اور انکے تابعین کا یہ قول ہے کہ ترکہ دونوں حقداروں میں [چاہیے وہ قریب ہوں یا بعید ہوں] نصف نصف تقسیم کر دینا چاہیئے کیونکہ ان کا استحقاق اُس معنی کے لحاظ سے ہے جو قریب اور بعید دونوں میں ایک ہی پایا جاتا ہے [یعنی ذو رحم ہونا] اور اس فریق کو [جو اس قول کے پابند ہیں] اہل الرحم کہتے ہیں۔ [کیونکہ یہ مطلق تعلق رحمی کا خیال کرتے ہیں] ـــــ شریفیہ ۱۱۵ (وَمَذہَبُ نُوحِ بنِ دراج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَہلُ الرَّحِم)

۵ اہل تنزیل اور ان کی دلائل اور طرز تقسیم ۔ اہل تنزیل وہ لوگ ہیں کہ مدلی کو مدلی بہ کا حق دیتے ہیں [یعنی موجودہ حقدار کو وہ حصہ دیتے ہیں جو اس کو اوپر کے کسی وارث سے پہنچتا ہے] یہ علقمہ ۔ شعبی ۔ مسروق ۔ ابوعبیدہ ۔ قاسم بن سلام ۔ حسن بن زیاد ہیں ۔ تو مال کو دونوں ورثا میں اسطرح تقسیم کرو ۔ کہ گویا یہ سمجھو کہ میت نے چھوڑا بیٹی کو اور پوتی کو تو مال انھیں تقسیم ہوگا یا تو اربا عاً (یعنی چار حصہ ہوکر) بقیاس قول سیدنا علی رض تو تین چوتھائی بیٹی کی بیٹی کو ملیگا ۔ اور ایک چوتھائی بیٹے کی بیٹی کی بیٹی کو ملیگا کیونکہ انکے نزدیک بیٹی کی بیٹی کو حقیقی بیٹی کی موجودگی میں رد کا حصہ ملجاتا ہے ۔ یا یہ مال تقسیم ہوگا اسداساً (یعنی چھ حصہ ہوکر) بقول سیدنا ابن مسعود رض تو پانچ چھٹا بیٹی کی بیٹی کو ملینگے اور ایک چھٹا بیٹے کی بیٹی کی بیٹی کو ملینگے ۔ کیونکہ ان کے نزدیک بیٹی کی موجودگی میں پوتی پر رد جائز نہیں ۔

[طریق تنزیل اختیار کرنے کے متعلق] یہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ورثا کے حصص کے قائم کرنے میں اپنی رائے کو دخل دینا تو ممکن نہیں ۔ اور کتاب اللہ میں کوئی نص نہیں کہ جس کی رو سے مقدار استحقاق معلوم ہو ۔ اور نہ سنت سے اور نہ اجماع امت سے مقدار استحقاق معلوم ہوتی ہے [دیکھو دفعہ ۳ و سند ۳] تو ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ مدلی بہ کا حق مدلی کو دیا جائے ۔ اس طرح پر اصل کا حصہ فرع میں منتقل کیا جائے ۔ اور طریق تنزیل کی تائید میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ (ذوی الارحام کی توریث میں) ترجیح دی جاتی ہے اس کو جو ذوی الفروض یا عصبہ کی اولاد ہو ۔ بمقابلہ اس کے کہ ایسا نہ ہو ۔ اور یہ مدلی بہ کے ہی اعتبار سے ایسا ہوتا ہے (چنانچہ مثال بالا میں جبکہ چھوڑا میت نے بیٹی کی بیٹی اور بیٹے کی بیٹی کی بیٹی تو ان دونوں میں ترکہ کی تقسیم (اہل تنزیل کے خیال میں) اس طرح ہوگی کہ گویا چھوڑا میت نے بیٹی کو اور بیٹے کی بیٹی کو ۔ تو یا تو اُن میں ترکہ تقسیم ہوگا (یعنی اہل تنزیل کی طریق پر چار حصہ ہوکر بقول حضرت علی رض کے ۔ تو مسئلہ ۴ سے ہوگا ¾ بیٹی کی بیٹی کو اور ¼ بیٹے کی بیٹی کی بیٹی کو ملینگے کیونکہ وہ رد جائز رکھتے ہیں پوتی پر بموجودگی بیٹی کے [دفعہ ۱۴ و سند ۵] یا ترکہ چھ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا ۔ ابن مسعود کے خیال کے بموجب جس میں ⅚ تو بیٹی کی بیٹی کو ملے گا اور ⅙ بیٹے کی بیٹی کی بیٹی کو ملیگا کیونکہ ان کے نزدیک بیٹی کی موجودگی میں بیٹے کی بیٹی پر رد جائز نہیں ـــــ شریفیہ ۱۱۴ (اَمَّا اَہلُ التَّنزِیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بِاعتِبارِ مُدلی بِہ)

۶ اہل قرابت کی طرز تقسیم بمقابلہ اہل تنزیل کے زیادہ مدلل ہے ۔ اس کے (یعنی اہل تنزیل کی تقسیم پر) ایک قباحت لازم آتی ہے ۔ وہ مدلی کا میراث سے محروم ہونا ہے جبکہ مدلی بہ غلام یا کافر ہو (یعنی اگر مدلی بہ غلام ہو یا کافر ہو تو اس طریق کی رو سے مدلی کو حصہ نہ ملنا چاہیئے) تو گویا حقدار شخص محروم ہوا کسی دوسرے شخص کے نقص کی وجہ سے ۔ لہذا ضرور ہوا کہ ذوی الارحام کی میراث کے استحقاق میں ان کی اپنی ذات کا اعتبار کیا جائے یعنی قرابت کا ۔ اور جبکہ ذوی الارحام کی توریث عصبات کے طریق پر خیال کی گئی ہے تو ضرور زیادہ قریب درجہ والے کو مقدم کیا جائیگا ـــــ شریفیہ ۱۱۵ ۔ (وَیَرِدُ عَلٰی قَولِہِم ۔ ۔ قُدِّمَ الاَقرَب)

نقشہ ۷۰- ذوی الارحام درجہ اول

(ترتیب توریث بذریعہ نمبر)

نقطہ دار لکیر کے نیچے کل ذوی الارحام محجوب ہیں۔ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ یکے بعد دیگرے وارث ہوں گے۔

اسی طرح نیچے تک لا محدود

نقشہ ۷۱- ذوی الارحام درجہ اول

کل ذوی الارحام زنجیر سے جڑے ہوتے ہیں تیر کا رخ اور نمبر سے ترتیب توریث معلوم ہوگی۔ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ یکے بعد دیگرے وارث ہوں گے۔

(ترتیب توریث بذریعہ زنجیر)

نیچے تک لا محدود

۷ ایک درجہ میں وارث کی اولاد کو ترجیح ہے غیر وارث کی اولاد پر۔ وَاِنْ اِسْتَوَوْا فِی الدَّرَجَةِ فَوَلَدُ الْوَارِثِ اَوْلٰی مِنْ وَلَدِ ذَوِی الْاَرْحَامِ

یعنی اگر برابر ہوں درجہ میں جیسا کہ سب کے سب میت سے واسطہ رکھتے ہوں دو درجہ کے فرق سے یا تین درجہ کے فرق سے۔ تو ایسی صورت میں وارث کی اولاد اولیٰ ہے ذوی الارحام کی اولاد سے۔ جیسا کہ بیٹے کی نواسی بیٹی کی نواسی سے بہتر ہے [۲ بہتر ہے ۱۲ سے] وجہ یہ ہے کہ پہلی سبیٹے کی بیٹی کی اولاد ہے [یعنی پوتی کی اولاد ہے] جو صاحب فرض ہے (یعنی ذی فرض کی اولاد ہے) اور دوسری بیٹی کی بیٹی کی اولاد ہے۔ [یعنی نواسی کی اولاد ہے] جو ذی رحم ہے (یعنی ذی رحم کی اولاد ہے) اور وجہ اولیٰ ہونے کی یہ ہے کہ وارث کی اولاد حکماً زیادہ قریب ہے اور ترجیح قرب حقیقی کو دی جاتی ہے۔ بشرطیکہ (قرب حقیقی) پایا جائے۔ ورنہ قرب حکمی کو — شریفیہ ۱۱۵ (وَاِنْ اِسْتَوَوْا ...... قربِ الحکمی)

تشریح :- وارث کی اولاد کی اولاد کے مقدم ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مقدم نہیں ہے — فتاوی عالمگیری

یعنی اگر پوتی کی بیٹی کا بیٹا اور بیٹی کا پڑپوتا وارث ہو۔ [یعنی ۲ کی اولاد اور ۱۲ کی] تو شخص اوّل کو ترجیح نہیں دی جائے گی دونوں کو ورثہ ملے گا۔

تو ولد وارث چاہئے وہ ولد صاحب فرض ہو یا ولد عصبہ ہو۔ جیسا کہ کافی اور تاتار خانیہ وغیرہ میں کہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ (عام طور پر) ولد وارث کہا اور صاحب فرض نہ کہا۔ تو لفظ "ولد وارث" اختصار کے طور پر کام میں لایا کہ ولد عصبہ اور ولد ذی فرض دونوں شامل ہو سکیں — از شرح بسیط ۰

۸ سب ایک درجہ میں اور وارث کی اولاد نہیں ہے۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں اور باوجود درجہ میں برابر ہونے کے ان میں کوئی وارث کی اولاد نہ ہو۔ جیسے بیٹی کے بیٹے کی بیٹی یا بیٹی کی بیٹی کا بیٹا [۱۱ و ۱۴] یا سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوں جیسے بیٹی کا بیٹا [۱ و ۱] یا بیٹی کی بیٹی تو ابو یوسف کے نزدیک (اُن کے آخر قول کے بموجب) اور حسن بن زیاد کے نزدیک لحاظ کیا جائیگا ابدان فروع کا۔ اور ان میں ترکہ مرد اور عورتوں کے لحاظ سے تقسیم کیا جائیگا۔ چاہے مرد یا عورت ہونے میں اُصول متفق ہوں (مثلاً اصول میں سب مرد ہی مرد ہوں یا سب عورتیں ہی عورتیں ہوں) جیسے ابھی مثال میں ہم نے ذکر کیا کہ وہ سب وارث کے واسطے سے منسوب ہیں۔ یا مرد اور عورت ہونے میں اُصول میں اختلاف ہو (مثلاً بعض اُصول میں مرد ہوں اور بعض عورتیں) جیسا کہ مثال مذکور میں ہے کہ کوئی وارث کی اولاد نہیں ہے [نواسہ مرد ہے کچھ اس کی اولاد ہے اور نواسی عورت ہے کچھ اس کی ہے] تو اگر فروع میں صرف مرد ہوں یا صرف عورتیں ہوں تو ترکہ سب کو مساوی تقسیم ہوگا۔ اور اگر مرد اور عورت مخلوط ہوں تو مرد کو عورت سے دگنا ملے گا۔ اور اس تقسیم میں انکی اصول کی صفات کا (یعنی اُصول مرد ہیں یا عورتیں) خیال کچھ بھی نہ کیا جائے گا۔ اور یہ روایت امام ابو حنیفہ سے شاذ ہے ۰ امام محمد اعتبار کرتے ہیں ابدان فروع کا۔ اگر متفق ہو اُصول مرد اور عورت ہونے میں۔ مگر درحالیکہ مختلف ہوں اصول مرد اور عورت ہونے میں تو موافق ہیں ابو یوسف سے (انکے قول آخر میں) اور حسن بن زیاد سے۔ اور اعتبار کرتے ہیں اُصول کا۔ اور فروع کو اُصول کی میراث پہنچاتے ہیں برخلاف ان دونوں کے ۰ یہ قول اول ابو یوسف کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دو روایتوں میں سے مشہور روایت ہے۔ اور امام اعظم کا ظاہر مذہب ہے — شریفیہ ۱۱۵ (فَاِنْ اِسْتَوَتْ دَرَجَاتُهُمْ ...... وَالظَّاهِرُ مِنْ مَذْهَبِهِ)

۹ قول اہل قرابت مسلہ ہے۔ یاد رہے کہ مصنف سراجی نے ذوی الارحام کی توریث میں اہل قرابت کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور چونکہ سراجی کی مبسوط شرح میں لکھا ہے کہ حسن بن زیاد اہل تنزیل سے ہے (اور ہم نے بھی اس کیطرف اشارہ کیا ہے) تو ان کا قول آخر (اور نیز ابو یوسف رح کا قول قابل غور ہے) ۰ ابدان فروع میں حقوق کا اعتبار خاص ان کے اپنی ذات کی وجہ سے ہونا چاہئے نہ شخص متوسط کی ذات کی وجہ سے۔ اور یہ حقوق جن کا اعتبار کیا جاتا ہے حقوق قرابت ہیں جو خاص فروع ہی کے حقداروں میں ہونے چاہئیں [دیکھو سند ۶] اور جبکہ جہت قرابت بھی متحد ہو جو کہ اولاد ہونا ہے (یعنی تعلق رحمی ہو تو استحقاق مساوی ہوا۔ گو اصول میں صفت مختلف ہو ۰ چنانچہ کافر اور غلام ہونے کی وجہ شخص متوسط میں معتبر نہیں مانی گئی بلکہ خاص حقدار میں اعتبار کی گئی ہے۔ اور اسی طرح مرد یا عورت ہونے کی صفت بھی خاص حقدار میں اعتبار کی گئی ہے — شریفیہ ۶ — ۱۱۵ — (اِعْلَمْ اَنَّ مُصَنِّفَ ...... فِيهِ فَقَطْ)

۱۰ امام محمد کی تقسیم پر فتویٰ۔ دفعہ ۱۵ سند ۸۔ **۱۱** اہل تنزیل کی تقسیم میں نقص — سند۔

۱۲ وارث کی اولاد ایک پشت کی دو پشت والی پر ترجیح نہ دی جائے گی۔ (ایک درجہ میں) یعنی ذوی الارحام ذوی الفروض کی پہلی پشت میں ہوں۔

یا دوسری یا تیسری وغیرہ پشت میں ہوں ورثہ لینے میں برابر ہیں ــــ پہلی پشت والوں کو ترجیح نہ ہوگی ــــ دیکھو سند، تشریح +

۱۳ بیٹی کا حصہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیٹی پر منتقل نہیں ہوتا ــــ دفعہ ۳۶ سند ۴ ضمناً +

۱۴ اکیلا ذوی الارحام کل ترکہ لے لیگا۔ ذوی الارحام درجہ اوّل میں اگر ایک اکیلا وارث ہو تو وہ کل ترکہ لے لیگا ــــ سند، تشریح +

۱۵ ذوی الفروض کی اولاد کو اولاد الاولاد پر ترجیح نہ دی جائے گی گو ایک درجہ میں ہوں۔ ــــ سند، تشریح +

۱۶ مثالیں فتاوے عالمگیری سے۔ دیکھو صفحہ ۱۴۶ +

وراثت کی ترتیب میں گیارہواں درجہ ہے

دیکھو فیتہ دالانقشہ

باب ۵ فصل سوم۔ ذوی الارحام درجہ دوم

خلاصہ۔ یہ کل دادا دادیاں غیر حقیقی ہیں۔ ان میں سے اگر کچھ مستحقین ماں کی طرف کے ہوں اور کچھ باپ کی طرف کے۔ تو ماں کی طرف والوں میں ترکہ کی ⅓ تقسیم ہوگی اور باپ کی طرف والوں میں ⅔ تقسیم ہوگی + اگر سب حقدار ماں کی طرف کے ہوں یا سب باپ ہی کی طرف کے ہوں۔ تو کل ترکہ کے وہی مالک ہیں + پھر اس ترکہ کی تقسیم اس طرح کی جائے گی کہ عورتوں کو ایک ایک حصہ اور مردوں کو دو دو حصے دیئے جائیں گے۔ یہ طریق تقسیم امام ابو یوسف کا ہے + مگر امام محمد کے نزدیک اگر ان مستحقین کے اصول متفق ہوں تب تو تقسیم اسی طرح کیجاتی جیسے امام ابو یوسف کرتے ہیں۔ ہاں اگر اصول مختلف ہوں تو جس پشت میں اختلاف واقع ہوا ہے وہاں سے تقسیم کرتے کرتے چلے آئینگے اور موجودہ مستحقین کو اس طرح جو کچھ ملے وہ دینگے۔ مثلاً کسی مسئلہ میں ماں کے باپ کے باپ کا باپ ہو اور ماں کے باپ کی ماں کا باپ ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک تو مسئلہ ۲ سے ہوگا اور ایک ایک حصہ دونوں حقداروں کو ملے گا۔ لیکن امام محمد کے نزدیک مسئلہ تین سے ہوگا اور ماں کے باپ کے باپ کو دو ملیں گے۔ اور ماں کے باپ کی ماں کے باپ کو ایک ملیگا۔ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے +

۶۰ ذوی الارحام درجہ دوم۔

۱۔ کل دادا دادی نانا نانی سوائے حقیقی دادا دادی و نانی کے۔ اوپر تک لا محدود۔ ذوی الارحام درجہ دوم ہیں دیکھو نقشہ ۴۲

۱۔ دادا دادی و نانا نانی غیر حقیقی کی شناخت اوپر کے کئی درجوں میں نقشہ ۴۲ و ۴۳ سے صاف ظاہر ہوگی +

سندات ۱ ذوی الارحام درجہ دوم۔ دوسری قسم ذوی الارحام کی وہ ہے کہ میت ان کی طرف منسوب ہو اور وہ دادا غیر صحیح[1] ہیں۔ گو درجہ میں کتنے ہی اوپر ہوں جیسے میت کی ماں کا باپ۔ اور ماں کے باپ کا باپ اور نیز وہ دادیاں غیر صحیح ہیں گو درجہ میں کتنی ہی اوپر ہوں۔ جیسے ماں کے باپ کی ماں اور ماں کے باپ کی ماں کی ماں ــــ شریفیہ ۱۱۱ (الصنف الثانی ...... آخر) -

۲ جد فاسد۔ جد فاسد (دادا غیر حقیقی) وہ ہے جس کی قرابت عورت کے واسطے سے ہو۔ جیسے نانا اور نانا کا باپ + اور جدہ فاسدہ (دادی غیر حقیقی) وہ ہے جس کی قرابت میت سے جد فاسد کے واسطے سے ہو۔ جیسے میت کے نانا کی ماں۔ یا نانا کی نانی۔ تو اس قسم میں بھی الاقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول

[1] ...... اتوا ملے، اصلی (یعنی غیر صحیح) اسوجہ سے کہا کہ وہ ذوی الفروض اور عصبات کی موجودگی سے ساقط ہو جاتے ہیں +

جن کے سر پر تاج ہے وہ حقیقی ہیں۔ باقی سب غیر حقیقی
دادا دادی و نانا نانی حقیقی و غیر حقیقی
ان نقشوں کو نیچے سے اوپر کو پڑھو جیسے سب سے آخر ماں کی ماں کے باپ کی ماں ہے۔
نقشہ ۲۷۔ (دادا دادی نانا نانی دوسرے تیسرے چوتھے درجہ میں)
دوسرے درجہ میں
باپ کی طرف والے
ماں کی طرف والے
تیسرے درجہ میں
باپ کی طرف والے
ماں کی طرف والے
چوتھے درجہ میں
باپ کی طرف والے
ماں کی طرف والے
نقشہ ۲۸۔ (دادا و نانا۔ دادی و نانی دوسرے تیسرے چوتھے درجہ میں)
باپ کی طرف والے
دادا
ماں کی طرف والے
نانا
درجہ دوم میں
درجہ سوم میں
درجہ چہارم میں
باپ کی طرف والے
دادی
ماں کی طرف والے
نانی
درجہ دوم میں
درجہ سوم میں
درجہ چہارم میں

کی طرح مطلقاً۔ خواہ یہ قرب باپ کی جانب سے ہو۔ یا ماں کی جانب سے ——— طحطاوی۔ دیکھو دفعہ ۴۲ سند ۲۔ دفعہ ۱۷ سند ۱۔

۳ دادا دادی غیر صحیح۔ اور یہ ذوی الارحام ہیں۔ اور جبکہ جدہ کو میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد داخل ہو تو وہ جدہ فاسدہ ہو جائیگی کہ منسوب ہوگی میت کی طرف مرد اور عورت دونوں کی موجودگی سے جیسے ماں کے باپ کی ماں اور باپ کی ماں کے باپ کی ماں۔ اور جدہ فاسدہ صاحبہ فرض نہیں ہے جیسا کہ جد فاسد بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ دونوں ذوی الارحام ہیں کہ وارث ہوتے ہیں ازروئے قرابت۔ نہ باعتبار عصوبت۔ اور نہ باعتبار فرضیت ——— شریفیہ ۲۲۔ (اِذْ دَخَلَ . . . . . . لَا بِالْفَرْضِ)

وَهُمُ السَّاقِطُوْنَ مِنَ الْاَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ یعنی [ذوی الارحام درجہ دوم] دادا دادی و نانا نانی غیر صحیح ہیں ——— شریفیہ ۱۲۳۔ دیکھو دفعہ ۳۵ سند ۳۔

۴ نانا ذوی الارحام سے ہے۔ لیکن ماں کا باپ تو دادا حقیقی نہیں ہے بلکہ دادا غیر حقیقی ہے اور ذوی الارحام سے ہے ——— درمختار ۴ ۸۶ (وَاَمَّا اَبُ الْاُمِّ . . . . ذَوِی الْاَرْحَامِ)

۵ دادی فاسد کی شناخت۔ جب دادی کی نسبت بیان کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ آوے۔ وہ دادی فاسد ہے ——— فتاوے عالمگیری

۶۱۔ استقرار حق و تقسیم میراث۔

۱۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں۔ (ماں اور باپ کی طرف ملاکر)

۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو سب وارث سے واسطہ رکھتے ہونگے۔ یا غیر وارث سے۔ یا ملے جلے ہونگے۔ صورت اول و دوم میں سب کو ورثہ ملیگا۔ لیکن صورت سوم میں صرف اُن کو ملیگا جو وارث سے واسطہ رکھتے ہوں۔ باقی محروم ہونگے۔

مثال صورت اول کی یہ ہے کہ اگر ۱ و ۲ موجود ہوں تو دونوں کو ورثہ ملیگا۔ مثال صورت دوم کی یہ ہے کہ ۳ و ۴ موجود ہوں تو دونوں کو ورثہ ملیگا۔ مثال صورت سوم کی یہ ہے کہ ۲ و ۳ و ۴ موجود ہوں تو صرف ۲ کو ملیگا اور ۳ و ۴ محروم رہینگے۔

ایک روایت کی موجب وارث سے واسطہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے سب ورثہ لینے میں برابر ہیں۔ یہ قول ابوسلیمان جرجانی اور ابوعلی بستی کا ہے۔ اور فتاوے عالمگیری نے اس کو خزانۃ المفتیین سے نقل کیا ہے۔ مثال اسکی یہ ہے کہ اگر ۲ و ۳ و ۴ موجود ہوں تو سب کو ورثہ ملے گا۔ یعنی ۲ کے مقابلہ میں ۳ و ۴ محروم نہونگے۔ یعنی ہمارے نزدیک وارث سے واسطہ رکھنے والوں کو جو ترجیح دی گئی ہے وہ صحیح ہے۔ م

۲۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں۔ (ماں اور باپ کی طرف ملاکر)

اس کی صورت یہ ہے کہ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے محروم ہونگے اب جبکہ سب ایک درجہ میں ہیں تو مذکورہ بالا قاعدہ کے موافق حق وراثت قائم کرو۔

۳۔ تقسیم کے دو طریق ہیں:۔

نقشہ ۴۷ - ذوی الارحام درجہ دوم (اور ان کی ترتیب توریث بذریعہ نمبر)

ذوی الارحام نقطہ دار لکیر سے گھرے ہوئے ہیں اور سیاہ ذوی الفروض ہیں ـــ ترتیب توریث نمبروں کے ذریعہ بتائی گئی ہے۔ اوّل نمبر ۱ وارث ہوگا - پھر نمبر ۲ - پھر نمبر ۳ - علی ہذا القیاس اور نمبر ۴

۱۔ جبکہ اُصول متفق ہوں تو بطریق ابدان تقسیم کی جائے (نزد ابو یوسف و امام محمد)۔

۲۔ جبکہ اصول مختلف ہوں تو [بطریق ابدان تقسیم کی جائے (نزد ابو یوسف)۔ / بطریق اُصول تقسیم کی جائے (نزد امام محمد) فتوےٰ اس پر ہے۔]

اگر مستحقین ماں اور باپ کی طرف کے ملے جلے ہوں تو پہلے مال کا دو تہائی باپ کی طرف والوں کو دو۔ اور ایک تہائی ماں کی طرف والوں کو دو اور پھر دونوں طرف علیحدہ علیحدہ بطریق ابدان یا اُصول جیسی صورت ہو تقسیم کرو۔ اور اگر کل مستحقین ایک ہی طرف کے ہوں تو کل مال ایک ہی طرف تقسیم ہوگا۔

بطرز دیگر۔ (دیکھو نقشہ ۷۵ زنجیر و تیر کا رخ)

۱۔ وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لیں گے۔

۱۔ نانا ۔ ۲۔ دادی کا باپ اور نانی کا باپ ۔ ۳۔ نانا کے ماں باپ ۔ ۴۔ پر دادی کا باپ اور پرنانی کا باپ اور دوسری پردادی کا باپ ۔ ۵۔ پرنانا کے ماں باپ ۔ دوسرے پرنانا کے اور نانی کے ماں باپ اور دوسرے پردادا کے ماں باپ ۔ اسی ترتیب سے اوپر تک لامحدود۔

(علامتوں کے ذریعہ) ۱۔ ماں .. ۲۔ باپ ۱ع ۳۔ ماں ۱ع د ماں ۱۱ ۔ ۴۔ باپ ۱ع۱ د ماں ع ع ۱ د باپ ع ع ۱ ۔
۵۔ باپ ۱۱ع ۱۰ باپ ع ۱ع و ماں ۱۱۱ و ماں ۱۱ع و ماں ۱ع۱ و ماں ع ع ۱ و ماں ع ۱۱ و ماں ع ۱ع ۔ اسی ترتیب سے اوپر تک لامحدود۔

۲۔ تقسیم ۔ وہی جو اوپر لکھی گئی۔

سندات ۱ جبکہ مستحقین مختلف درجوں میں ہوں۔ اولاہم بالمیراث اقرب الی المیت من ای جہت کان۔ انہیں سے میراث لینے میں ترجیح اُسکو ہے جو زیادہ قریب ہے میت سے گو کسی طرف سے ہو یعنے قرب چاہے باپ کی طرف سے ہو اور چاہے ماں کی طرف سے ۔ قرب کی وجہ سے اولیٰ ہونے کی وجہ ذوی الارحام قسم اوّل میں لکھی جا چکی ہے۔ لہذا ماں کے باپ کو ترجیح ہے میراث لینے میں ماں کی ماں کے باپ پر [یعنے نمبر ۱ کو ورثہ ملیگا نمبر ۲ محروم] اسطرح باپ کے ماں کا باپ اولیٰ ہے باپ کی ماں کی ماں کے باپ سے یعنے نمبر ۳ کو ورثہ ملیگا اور نمبر ۴ محروم ہوا اور ماں کا باپ اولیٰ ہے باپ کی ماں کے باپ سے (یعنے نمبر ۱ کو ورثہ ملیگا اور نمبر ۳ محروم) اسی طرح دادیوں کا حال ہے۔ سشریفیہ ۱۲۳ (ثم ... جدات)

۲ سب مستحقین ایک درجہ میں ہیں۔ کچھ وارث سے منسوب ہیں اور کچھ غیر وارث سے۔ جبکہ سب مستحقین قرب کے درجہ میں برابر ہوں تو جو میت سے وارث کے واسطہ سے منسوب ہوتا ہے وہ اولیٰ ہے بمقابلہ اسکے کہ وارث کے واسطہ سے منسوب نہو۔ یہ ابی سہیل فرائضی و ابی فضل الخفاف و علی بن عیسیٰ بصری کے نزدیک ہے۔ چنانچہ انکے نزدیک ماں کی ماں کے باپ کو ماں کے باپ کے باپ پر ترجیح ہے۔ (یعنے ۲ کو ۳ پر ترجیح ہے) کیونکہ اگرچہ دونوں درجہ میں برابر ہیں لیکن اول منسوب ہے وارث سے یعنے میت سے۔ اسکا نانی کے واسطے سے تعلق ہے اور دوسرا منسوب ہے غیر وارث سے یعنے میت سے اسکا تعلق نانا کے واسطے سے ہے جو ماں کی ماں کی موجودگی میں ورثہ سے محروم ہوتا ہے۔ تو چونکہ ماں کی ماں کا استحقاق میراث کے واسطے زیادہ قوی ہے تو اسکے باپ کا استحقاق نانا کے باپ کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوا۔ لیکن ابو سلیمان جوزجانی اور ابو علی بستی کے نزدیک مدلی بالوارث کو غیر مدلی بالوارث پر ترجیح نہیں ہے۔ چنانچہ اُنکے نزدیک (صورت مذکورہ میں) مال تین تہائی کر کے تقسیم ہوگا یعنے ⅔ ماں کے باپ کے باپ کو اور ⅓ ماں کے باپ کے باپ کو ملینگے نقص یہ نکالا گیا ہے کہ دادا دادی غیر حقیقی ہیں مدلی بالوارث کو ترجیح دینا

نقشہ ۷۵ - ذوی الارحام درجہ دوم (ترتیب توریث بذریعہ زنجیر)
کل ذوی الارحام زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں — تیر کے رخ اور نمبر سے ترتیب توریث معلوم ہوگی — یعنی نمبر ۱ کو پہلے ورثہ ملیگا پھر نمبر ۲ کو اور پھر نمبر ۳ کو۔ علےٰ ہذا القیاس اور نمبروں کو۔
میت
باپ
ماں
دادا
دادی
نانا
پردادا
پردادی
دادی کی ماں
پرنانی
سکردادا
سکردادی
سکرنانی
۱
۲
۳
۴
۵

تابع کو متبوع اور متبوع کو تابع کرنا ہے جسکو عقل تسلیم نہیں کرتی [یعنی بیٹے کے کسی حق کی وجہ سے باپ کو میراث کا اہل بنانا خلاف عقل ہے۔ حالانکہ باپ کے حق کا فائدہ بیٹے کو ملنا چاہیئے جیسا کہ ذوی الارحام درجہ اول میں ہی ہوتا ہے] چنانچہ اولاد کی توریث میں (یعنے ذوی الارحام درجہ اول میں) ہی یہ طریق نہیں اختیار کیا گیا۔ اور یہ فرق بیّن ہے — شریفیہ ۱۲۲ (وَ عِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ . . . فَافْتَرَقَ) ترجیح نہ دینا ہی صحیح ہے۔ جیسا اختیار اور مجمع الانہر وغیرہ میں لکھا ہے۔ اور روح الشرح میں ہے کہ مختلف روایات بھی اسکی تائید میں ہیں۔ رد المختار ٭۔ اگر نزدیکی میں سب برابر ہوں تو کسی کی اولاد کے وارث ہونیکے سبب سے اسکو ترجیح نہ ہوگی۔

[۳] ٭ سب ایک درجہ میں۔ اور ایک طرف کے۔ وارث سے منسوب۔ یا غیر وارث سے (اصول متفق) اگر برابر ہوں درجہ انکے قرب و بعد میں اور باوجود درجوں کے برابر ہونیکے انمیں کوئی ایسا نہ ہو جو میت سے وارث کے واسطہ سے منسوب ہو جیسے باپ کی ماں کا باپ کا باپ اور باپ کی ماں کے باپ کی ماں (لعدم الوارث) یا سب کے سب وارث سے واسطہ رکھتے ہوں جیسے باپ کے باپ کے باپ کی ماں کا باپ اور باپ کی ماں کی ماں کی ماں کا باپ اور اصول میں متفق ہوں کہ مرد ہی مرد ہوں یا عورتیں ہی عورتیں۔ جیسا کہ ہمنے ذکر کیا غیر مدلی بالوارث کی مثال میں جہاں کہ دادا (یعنے باپ کی ماں کے باپ کا باپ) اور دادی (یعنے باپ کے ماں کی باپ کی ماں) دونوں متحد ہیں انمیں سے کہ جس سے منسوب ہیں میت کیطرف (یعنے باپ کی ماں کے باپ کے ساتھ) تو وہاں پہلی پشت میں اختلاف متصور نہیں۔ اور پھر انکی قرابت بھی متحد ہو یعنے یہ کہ ہوں سب میت کی ماں کی طرف کے یا باپ کی طرف کے جیسا کہ مثال مذکور میں تھا۔ باعتبار ابدان فروع کے ثلثاً للذکر مثل حظ الانثیین ترکہ تقسیم ہوگا اور ⅔ باپ کی ماں کی ماں کے باپ کے باپ کو ملینگے اور ⅓ باپ کی ماں کے باپ کی ماں کو ملینگے۔ شریفیہ ۱۲۴ (فَاِنْ اِسْتَوَتْ مَنَازِلُهُمْ . . . . . . لِاُمِّ اَبِ الْاَبِ)

تشریح۔ مثال مذکورہ میں تین تہائی مال اسواسطے تقسیم ہوگا کہ اسمیں شرائط اربعہ پائی جاتی ہیں (۱) ہر ایک انمیں سے درجہ میں مساوی ہے۔ کیونکہ ہر ایک میت سے تین درجہ اوپر ہے (۲) وارث کے واسطے سے منسوب نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں جد فاسد کے واسطے سے ہیں (۳) مرد یا دونوں باہم کی صفت میں ہر دو متفق ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی اصل مذکر ہے (۴) اتحاد قرابت۔ یعنے دونوں باپ کی طرف والے ہیں۔ ہٰذا اگر سب حقدار مذکر ہونگے یا مؤنث تو تقسیم میں برابر کا ترکہ ملیگا اور اگر مختلف تو للذکر مثل حظ الانثیین ——— از حاشیہ شریفیہ۔ وکذا فی شرح شیخ الاسلام ٭

[۴] سب ایک درجہ میں۔ اور ایک طرف کے۔ وارث سے منسوب یا غیر وارث سے۔ (اصول مختلف) یعنے اگر درجہ برابر ہونیکی صورت میں اصول میں بلحاظ ذکورت اور انوثت اختلاف ہو جیسا کہ ذکر کیا ہمنے منسوب بوارث ہونیکی مثال میں۔ تو مال تقسیم کیا جائیگا پہلی پشت میں جہاں ذکورت اور انوثت میں اختلاف واقع ہوا ہے مثل قسم اول کے یعنے تقسیم کیا جائیگا للذکر مثل حظ الانثیین۔ اور مردوں کا ایک فریق قائم کرینگے۔ اور عورتوں کا ایک۔ جیسا کہ قسم اول میں کیا تھا — شریفیہ ۱۲۴ (وَاِنِ اخْتَلَفَتْ مَعَ اسْتِوَاءِ . . . . . . فِیْ الْاَوَّلِ) ٭

[۵] مستحقین ماں اور باپ کی طرف کے ہیں۔ طرز تقسیم۔ اگر درجہ برابر ہونیکی صورت میں جہت قرابت مختلف ہو مثلاً چھوڑا میت نے باپ کے باپ کی ماں کے باپ کی ماں اور ماں کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں (یا) کی ماں اور سہو کی ماں) تو اس صورت میں دو تہائی باپ کی طرف والوں کو دینگے جو کہ باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ماں کی طرف والوں کو دینگے جو کہ ماں کا حصہ ہے۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ باپ کی طرف والے باپ کے قایم مقام ہیں اور ماں کی طرف والے ماں کے قائم مقام ہیں۔ تو مال تین تہائی کرکے تقسیم ہوگا۔ گویا ایسا سمجھا جائیگا کہ میت نے باپ اور ماں چھوڑے تھے پھر جو کچھ ہر طرف دیا گیا ہے (یعنے باپ کی طرف والوں میں اور ماں کی طرف والوں میں) اسمیں اس طریق پر تقسیم کیا جائیگا۔ جیسا اتحاد قرابت کی حالت میں تقسیم ہوتا تھا۔ یعنے دو تہائی تقسیم کئے جائینگے باپ کے قرابت والوں میں اور ایک تہائی ماں کی قرابت والوں پر۔ اس قیاس پر کہ اتحاد قرابت کی حالت میں معلوم کر چکا ہے — شریفیہ ۱۲۴ (وَاِنِ اخْتَلَفَ قَرَابَتُهُمْ . . . . . . اِتِّحَادِ الْقَرَابَةِ)

[۶] ۔ جملہ احکام کا خلاصہ۔ مختصراً یہ ہے کہ یا تو سب درجہ میں برابر ہونگے یا نہیں۔ نہ ہونیکی حالت میں اقرب اولیٰ ہوگا۔ اور ہونیکی حالت میں یا قرابت متحد ہوگی یا مختلف۔ اگر مختلف ہوگی تو مال تین تہائی کرکے تقسیم کیا جائیگا۔ جیسا کہ ہمنے ابھی ذکر کیا اور اگر متحد ہوگی تو درصورتیکہ اصول متفق ہوں تو تقسیم بطریق ابدان ہوگی اگر مختلف ہوں تو تقسیم کیا جائیگا مال اس پشت میں جہاں اختلاف واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ قسم اول میں کیا گیا تھا —— شریفیہ ۱۲۴ — (دِ الضَّابِطَةِ . . . فِی الصِّنْفِ الْاَوَّلِ)۔ [۷] ذوی الارحام درجہ دوم کی مثالیں فتاوی عالمگیری سے۔ دیکھو صفحہ ۱۴۱

وراثت کی ترتیب میں دسواں درجہ پر
دیکھو نمبر ۵۰ والا نقشہ

باب ۵ فصل چہارم — ذوی الارحام درجہ سوم باب ۵

خلاصہ۔ ذوی الارحام درجہ سوم بھائی بہنوں کی اولادیں ہیں نیچے تک لامحدود۔ سوائے بھائی حقیقی اور بھائی علاتی کی اولاد ذکور کے نیچے تک لامحدود۔ ترتیب توریث یہ ہے۔ اول بھائی ح کی بیٹی اور بہن ح کے بیٹا بیٹی۔ اور بھائی و بہن اخ کے بیٹا بیٹی وارث ہونگے اگر وہ نہوں تو بھائی ع کی بیٹی اور بہن ع کے بیٹا بیٹی اور بھائی و بہن اخ کے بیٹا بیٹی وارث ہونگے۔ اگر وہ بھی نہ ہوں تو بھائی ح کی پوتی اور بھائی ع کی پوتی وارث ہونگی۔ پھر بھائی ح کے نواسہ نواسی اور بہن ح کے پوتا پوتی و نواسہ نواسی اور بھائی ع کے نواسہ نواسی اور بہن ع کے پوتا پوتی و نواسہ نواسی اور بہن اور بھائی اخیافی کے پوتا پوتی و نواسہ نواسی وارث ہوں گے اسی ترتیب سے نیچے کے درجوں میں ÷

۶۲ - ذوی الارحام درجہ سوم -

۱- تمام قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد نیچے تک لامحدود سوائے حقیقی بھائی و علاتی بھائی کی اولاد ذکور کے نیچے تک لامحدود ذوی الارحام درجہ سوم ہیں

مسئلہ ۱ ذوی الارحام درجہ سوم۔ تیسری قسم ذوی الارحام کی وہ ہے جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہو۔ اور وہ بہنوں کی اولاد ہیں گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہوں خواہ مذکر ہوں یا مونث۔ اور گو وہ بہنیں حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ اور نیز بھائیوں کی بیٹیاں ہیں گو درجہ میں کتنی ہی نیچی ہوں۔ گو وہ بھائی حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ اور نیز اخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں۔ گو درجہ میں کتنے ہی نیچے ہوں — سشریفیہ (۱) - (اَلصِّنْفُ الثَّانِیْ .... وَاِنْ سَفَلُوْا)

وہ بہنوں کی اولاد ہیں اور بھائیوں کی بیٹیاں مطلقاً اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں۔ سشریفیہ ۱۲۵ (ثُمَّ اَوْلَادِ .... لِاُمٍّ)

۲ ذوی الارحام درجہ سوم کی تشریح۔ اسکی تین قسمیں ہیں — اول حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں۔ اور بہنوں کی اولاد۔ سب نیچے تک لامحدود۔ دوم علاتی بھائیوں کی بیٹیاں اور علاتی بہنوں کی اولاد۔ نیچے تک لامحدود۔ سوم اخیافی بھائیوں اور بہنوں کی اولاد نیچے تک لامحدود — فتاوی عالمگیری ÷

۶۳ - استقرار حق و تقسیم میراث -

۱- جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں ہوں -

اسکی چار صورتیں ہیں یا تو سب ذوی الفروض کی اولاد ہونگے یا عصبات کی۔ یا ذوی الارحام کی یا ملے جلے۔ پہلی دو صورتوں میں حقیقی کی اولاد وارث ہوگی مع اخیافی کی اولاد کے۔ اگر وہ نہوں

تو علاتی کی اولاد مع اخیافی کی اولاد کے وارث ہوگی۔ تیسری صورتمیں سب وارث ہونگے۔
لیکن چوتھی صورتمیں عصبہ ذوی الفروض حقیقی و اخیافی کی اولاد منتخب ہوگی۔ اور انکی عدم موجودگی
میں عصبہ ذوی الفروض علاتی و اخیافی کی اولاد۔ اور انکی عدم موجودگی میں ذوی الارحام کی
اولاد منتخب ہوگی۔

۲۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں۔
اس کی صورت یہ ہے کہ قریب کے درجہ والوں کے مقابلہ میں بعید کے درجہ والے
محروم ہونگے۔ تو جب سب ایک درجہ میں ہوتے تو قاعدہ بالا کے
موافق عمل کرو۔

۳۔ تقسیم کے دو طریق ہیں۔
ا۔ جبکہ اصول متفق ہوں تو بطریق ابدان تقسیم کیجائے — نزد ابو یوسف۔

۲۔ جبکہ اصول مختلف ہوں تو	
بطریق ابدان تقسیم کیجائے —	نزد ابو یوسف۔
بطریق اصول تقسیم کیجائے —	نزد امام محمد۔ فتوی اسپر ہے۔

اصول متفق و مختلف و تقسیم بطریق اصول و بطریق ابدان کے واسطے دیکھو باب حصہ کتاب فرائض

طرز دیگر — (دیکھو نقشہ ۲۷ زنجیر و تیر کا رخ)

۱۔ وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لینگے۔

۱۔ بھائی ح کی بیٹی اور بہن ح کے بیٹا بیٹی اور بھائی و بہن خ کے بیٹا بیٹی۔ ۲۔ بھائی ع کی بیٹی اور بہن ع کے بیٹا بیٹی اور بھائی و بہن اخ کے بیٹا بیٹی۔ ۳۔ بھائی ح کی پوتی۔ ۴۔ بھائی ع کی پوتی۔ ۵۔ بھائی ح کے نواسہ نواسی اور بہن ح کے پوتا پوتی و نواسہ نواسی اور بھائی و بہن خ کے پوتا پوتی نواسہ نواسی۔ بھائی ع کے نواسہ نواسی اور بہن ع کے پوتا پوتی اور نواسہ نواسی اور بھائی و بہن اخ کے پوتا پوتی۔ اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود۔

علامتوں کے ذریعہ — ۱۔ بھائی ح ج، بہن ح ج۔ بھائی اخ و بہن اخ ج۔ ۲۔ بھائی ع ج۔ بہن ع ج۔ بھائی اخ و بہن اخ ج۔ ۳۔ بھائی ح ج ج۔ ۴۔ بھائی ع ج ج۔ ۵۔ بھائی ح ج ج۔ بہن ح ج ج۔ بھائی اخ و بہن اخ ج ج۔ بھائی ع ج ج، بہن ع ج ج۔ بھائی اخ و بہن اخ ج ج اسی ترتیب سے نیچے تک لامحدود۔

۲۔ تقسیم وہی جو اوپر لکھی گئی۔

مسئلہ نمبر ۱ جبکہ حقدار مختلف درجوں میں ہوں (تیسری قسم میں) حکم مثل قسم اول کے ہے (یعنے جیسا کہ بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد کے متعلق ذکر ہوا) یعنے انہیں بھی میراث لینے میں اسی کو ترجیح ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔ لہذا بہن کی بیٹی اولیٰ ہے بھائی کی بیٹی کے بیٹے سے۔ کیونکہ وہ درجہ میں زیادہ قریب ہے۔ شریفیہ ۱۲۵ (الحکم فیہم .... لانہا اقرب)

۲ عصبات کی اولاد اور ذوی الارحام کی اولاد مقابلۃً اگر حقدار ایک ہی درجہ میں واقع ہوں تو عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے اولیٰ ہوگی۔ جیسے بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا۔ دونوں حقیقی ہوں یا دونوں علاتی یا ایک انمیں سے حقیقی ہے اور دوسرا علاتی۔ تو سب مال بھائی کے بیٹے کی بیٹی کو ملیگا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے — شریفیہ ۱۲۵ (وان استووا فی الدرجۃ .... وَلَدِ العَصَبَۃِ)

۳ اخیافی کی اولاد کی صورت۔ اگر دونوں (یعنے بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا) [یعنے نمبر ۱۲ و ۱۶] اخیافی ہوں تو مال انمیں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم ہوگا (نزد ابو یوسف) باعتبار ابدان — کیونکہ تقسیم میراث میں عام طور پر مذکر کو مونث پر ترجیح دی گئی ہے — مگر یہ قاعدہ صرف اخیافی بھائی بہنوں کے متعلق اس نص کی رو سے ترک کیا گیا ہے کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے فَہُمْ شُرَکَاءُ فِی الثُّلُثِ ✤ جب یہ دونوں مستثنیٰ کر دیے گئے تو اب انہیں شامل نہیں ہو سکتے جمیع وجوہ سے۔ مگر انکی اولاد [اخیافی اولاد تو کہلا ہی نہیں سکتی لہذا] ہرگز مستثنیٰ نہیں کیجا سکتی۔ کیونکہ یہ اولاد بالفرضیت تو وارث نہیں ہوتی ✤ اور اگر اولاد کے متعلق بھی ایسا حکم ہوتا۔ تو برابر کی تقسیم کے متعلق صریح حکم ہوتا پھر یہ کہ ذوی الارحام کی توریث عصبات کی طریق پر ہوتی ہے تو اسمیں مذکر کو مونث پر فضیلت دیجانی چاہیئے جیسا کہ عصبات حقیقی میں دیجاتی ہے ✤ لیکن امام محمد کے نزدیک ترکہ ان دونوں کے درمیان نصف نصف کر کے تقسیم ہوگا ✤ باعتبار اصول کے اور یہ ظاہر روایت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا استحقاق ماں کی قرابت کی وجہ سے ہے اور اس قرابت کے اعتبار پر مذکر و مونث میں کوئی فرق نہیں کیا گیا بالکل۔ بلکہ اکثر مونث ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ ماں کی ماں [اگرچہ مونث ہے] صاحبہ فرض ہے بخلاف ماں کے باپ کے (کہ جد فاسد ہے)۔ لہذا اگر یہاں (بہن بھائی اخیافی کی اولاد میں) مونث کو مذکر پر ترجیح نہ دی جائے تو کم سے کم مدلی بہ کے اعتبار سے [جو اخیافی بھائی بہن ہیں] مساوی حصہ دیا جائے۔ شریفیہ ۱۲۶ (وَ لَوْ کَانَا .... بِاعْتِبَارِ مُدْلِیْ بِہٖ)

اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد (یعنے تیسری قسم)۔ ترکہ انمیں برابر تقسیم ہوگا۔ مرد اور عورت کو برابر ملیگا باعتبار انکے اصول کے۔ اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ لیکن ایک شاذ روایت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے انمیں ترکہ تقسیم ہوگا — عالمگیری

۔ اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد ورثہ لینے میں اخیافی بھائی بہنوں کی طرح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بالفرضیت وارث ہونیکے موقع پر تو ماں کا اخیافی بھائی بہنوں میں واسطہ تھا۔ مگر اب انکی اولاد میں ماں کا واسطہ اور اخیافی بھائی یا بہن کا واسطہ ہے۔ لہذا وہ قاعدہ اسپر عائد نہیں ہو سکتا۔ مصنف)

۴ ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام کی اولاد ملی جلی۔ اگر برابر ہوں وہ (مستحقین) درجہ میں (یعنے ایک ہی درجہ میں ہوں) اور انمیں کوئی ولد عصبہ بھی نہ ہو جیسے بھائی کی بیٹی کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی کا بیٹا (یعنے نمبر ۲۶ و ۳۵ ہوں) - یا سب عصبات کی اولاد ہوں۔ جیسے سگے بھائی کی دو بیٹیوں کی دو بیٹیاں (یعنے نمبر ۲۷) یا علاتی بھائی کی دو بیٹیوں کی دو بیٹیاں۔ (۲۹ و ۲۹) - یا بعض عصبات کی اولاد اور بعض اصحاب فرائض کی اولاد

سلہ مصنف نے اس مقام پر ولد عصبہ کہا اور ذوی الارحام درجہ اول میں ولد الوارث کہا اور وہاں ولد الوارث سے ولد صاحب فرض مراد لی اسکی کیا وجہ؟ وجہ یہ ہے کہ درجہ اول میں کوئی ذی رحم ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ولد عصبہ ہو اور ذوی الارحام کے درجہ میں ہو کیونکہ ولد ذوی رحم جو بطن ثانی میں ہے۔ یعنے جو میت سے دوسرے درجہ میں ہے وہ لڑکیوں کی اولاد سے ہے اور ولد عصبہ جو بطن ثانی میں ہے وہ بیٹوں کی اولاد سے ہے۔ لہذا ولد عصبہ یا تو خود عصبہ ہوگا جیسے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یا صاحب فرض ہوگا۔ جیسے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی۔ لہذا ولد وارث کہنا بجائے ولد صاحب فرض کے ہے جو عبارت کے مختصر کرنیکی غرض سے کہا گیا ہے۔ اور ذوی الارحام درجہ سوم میں جو ولد عصبہ کہا یہ اسوجہ سے ہے کہ اس درجہ میں کوئی ولد صاحب فرض نہیں ہو سکتا جو ذوی الارحام کے درجہ میں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ولد صاحب فرض جو بطن اول میں ہے وہ صرف اولاد اخوت سے ہے اور ولد ذوی رحم جو بطن ثانی میں ہے یا اس سے نیچے تو وہ ایک درجہ میں نہیں ہیں بمقابلہ ولد عصبہ کے کہ کبھی ولد ذوی رحم کے درجہ میں ہی ہوتا ہے جیسے بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کی بیٹی — شریفیہ ۱۲۵ (ثم ان المصنف .... ابن بنت الابن)

نقشہ ۷۶ ـ ذوی الارحام درجہ سوم (اور اُن کی ترتیب توریث بذریعہ نمبر شمار)

نقطہ دار لکیر کے نیچے کل ذوی الارحام درجہ سوم ہیں۔ سوائے اُن کے جو قلمزن کئے گئے ہیں ۔ یعنے نمبر ۱ کو پہلے ورثہ ملیگا۔ پھر نمبر ۲ کو اور پھر نمبر ۳ کو علے ہذالقیاس اور نمبروں کو ۔

میت
بھائی ح
بہن ح
بھائی ع
بہن ع
بھائی اخ
بہن اخ

۱ ۱ ۱ ۱ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲

ہوں جیسے سگے بھائی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کی بیٹی (دیکھو نقشہ) تو ان صورتوں میں ابو یوسف قوت قرابت کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہذا انکے نزدیک جسکی اصل سگا بھائی ہے وہ اسپر ترجیح دیا جائیگا جسکی اصل علاتی بھائی ہوگا یا اخیافی بھائی ہوگا۔ لہذا انکے نزدیک سگی بہن کی بیٹی کی بیٹی اولیٰ ہوگی میراث لینے میں بمقابلہ علاتی بھائی کی بیٹی کی بیٹی کے۔ اور جسکی اصل علاتی بھائی ہے وہ اولیٰ ہے اس سے جسکی اصل اخیافی بھائی ہے۔ جسکی تفصیل اوپر آچکی ہے لیکن امام محمد کے نزدیک ترکہ بھائیوں اور بہنوں میں فروع کی تعداد اور جہات کے لحاظ سے تقسیم کیا جائیگا جو اصول ہیں۔ (اور یہی ظاہر ہے قول امام ابو حنیفہ سے) لہذا جو کچھ ترکہ اصول سے لینگے تو وہ نیچے ان کے فروع میں تقسیم کیا جانے کا بعینہٖ اسی طرح جسطرح ذوی الارحام درجہ اول میں تقسیم ہوا تھا۔ ——— شریفیہ ۱۲۶ (دوالی رشتہ) ...... علی ما لقدرہ ھناک۔)

۵ ترتیب توریث — اگر سب قسم کے ذوی الارحام درجہ سوم موجود ہوں اور ایک درجہ میں واقع ہوں تو جسکی اصل وارث ہو وہ مقدم ہوگا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک جو شخص حقیقی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا۔ اسکی عدم موجودگی میں جو شخص علاتی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا۔ پھر اگر وہ بھی نہ ہو تو تیسرے مرتبہ پر اخیافی کی اولاد کو ورثہ ملیگا۔ امام محمد کے نزدیک ترکہ انکے اصول پر تقسیم کرکے ہر ایک کی اصل کا حصہ اسکی فرع پر منتقل کیا جائیگا۔ (دیکھو سند ۸ مثالیں ۷ و ۸ و ۹) فتاوی عالمگیری —

۶ عصبہ کی اولاد ذوی الفرض کی اولاد پر بھی مقدم ہے — دیکھو دفعہ ۶۳ سند ۲۰۲

۷ دو طرف سے تعلق رشتہ اور ورثہ ——— دیکھو دفعہ ۵ سند ۹

۸ ذوی الارحام درجہ سوم کی مثالیں فتاوی عالمگیری سے۔ دیکھو صفحہ ۱۴۹

۹ اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد میں بھی تقسیم مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے ہوگی (برخلاف امام قدیم) دیکھو سند ۲۱۱

۱۰ بھائی و بہن حر کی اولاد کی عدم موجودگی میں بھائی و بہن کا وہی حق ہے — علاتی بھائی و بہنوں کی اولاد کا حال درصورتیکہ حقیقی بھائی و بہنوں کی اولاد موجود نہ ہو وہی ہے جو حقیقی کا تھا ——— عالمگیری

وراثت کی ترتیب میں گیارہواں درجہ ہے

دیکھو فہرست ذوالقربیٰ

باب ۵ فصل پنجم — ذوی الارحام درجہ چہارم

خلاصہ — ذوی الارحام درجہ چہارم چچا پھوپھیاں اور ماموں خالائیں اور انکی اولادیں ہیں نیچے تک لا محدود — سوائے چچا حقیقی اور چچا علاتی اور انکی اولاد ذکور کے لا محدود۔ تو متروکہ کے دو حصے کئے جائینگے — ۲/۳ باپ کی طرف والوں کے واسطے اور ۱/۳ ماں کی طرف والوں کے واسطے۔ اگر دونوں طرف کے مستحقین موجود ہوں۔ ورنہ کل ترکہ ایک ہی طرف تقسیم ہوجائیگا — ترتیب توریث وہی ہے جو نمبر دفعہ ۶۵ میں مفصل لکھی ہے۔

۶۴ — ذوی الارحام درجہ چہارم —

۱ — کل ماموں خالائیں۔ چچا پھوپھیاں۔ اور انکی اولادیں نیچے تک لا محدود۔ سوائے چچا حقیقی و علاتی اور انکی اولاد ذکور نیچے تک لا محدود کے ذوی الارحام درجہ چہارم ہیں — دیکھو نقشہ ۱۸۸

۴ - پھر ماں باپ کے ماموں خالائیں اور چچا پھوپیاں - اور انکی اولادیں نیچے تک لامحدود سوائے حقیقی و علاتی چچا اور انکی اولاد ذکور نیچے تک لامحدود کے - پھر اسیطرح نانا نانی دادا دادی کے بھی رشتہ دار - پھر اوپر اور نیچے تک اسی ترتیب سے لامحدود ذوی الارحام درجہ چہارم میں داخل ہیں ؛

---

(۱) ذوی الارحام درجہ چہارم - چوتھی قسم وہ ہے جو منسوب ہے میت سے اسکے دو داداؤں کے واسطے سے (یعنے باپ کے باپ اور ماں کے باپ کے واسطے سے) یا دو دادیوں کے واسطے سے (یعنے باپ کی ماں اور ماں کی ماں کے واسطے سے) چنانچہ وہ تمام قسم کی پھوپیاں ہیں - اور اخیافی چچا ہیں - اور کل قسم کی خالائیں اور ماموں ہیں ——— شریفیہ ۱۲۹ (الصنف الرابع الذی . . . . . مطلقا)

(۲) ذوی الارحام درجہ چہارم کی تفصیل - اور چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کے دو داداؤں یعنے باپ کے باپ اور ماں کے باپ یا دو دادیوں یعنے باپ کی ماں اور ماں کی ماں کی طرف منسوب ہوں - تو وہ ہیں پھوپیاں کل قسم کی کہ وہ میت کی باپ کی بہنیں ہیں (تو اگر وہ ہونگی باپ کی حقیقی بہنیں یا علاتی تو وہ دادا کی طرف منسوب ہونگی باپ کے واسطے سے - اور اگر وہ ہونگی باپ کی اخیافی بہنیں تو وہ دادی یعنے باپ کی ماں کی طرف منسوب ہونگی باپ کے واسطے سے) اور چچا اخیافی ہیں کہ وہ باپ کے بھائی ہیں ماں کی طرف سے - تو وہ بھی منسوب ہیں میت کی دادی کی طرف یعنے باپ کی ماں کی طرف باپ کے واسطے سے ؛ (چچاؤں میں اخیافی کی قید اسواسطے لگائی کہ حقیقی و علاتی چچا تو عصبات ہیں - دیکھو دفعہ ۴/۶۰) - اور ماموں اور خالائیں ہیں کہ یہ ماں کے بھائی اور بہن ہیں (اگر یہ حقیقی ہوں یا علاتی ہوں تو نانا کی طرف یعنے ماں کے باپ کیطرف منسوب ہیں ماں کے واسطہ سے - اگر وہ اخیافی ہیں تو نانی یعنے ماں کی ماں کیطرف منسوب ہیں ماں کے واسطہ سے) ——— شریفیہ ۱۱۲ (الصنف الرابع . . . . من قبل الام)

(۳) ذوی الارحام درجہ چہارم میں اور منتعلقین بھی داخل ہیں ——— دیکھو دفعہ ۵۶ — سند ۵ — دفعہ ٦٥

٦٥ - استقرار حق و تقسیم میراث

۱ - جبکہ سب حقدار اوپر کے درجہ میں ہوں - (دیکھو نقشہ ۱/۶۵ .....)

۱- اسکی چار صورتیں ہیں - یا تو سب حقیقی ہونگے یا علاتی - یا اخیافی - یا ملے جلے - صورت اول و دوم و سوم میں سب کو ورثہ ملیگا - لیکن صورت چہارم میں صرف حقیقی وارث ہونگے - اگر وہ نہوں تو علاتی اگر وہ بھی نہ ہوں تو اخیافی - (ماں اور باپ کی طرف میں علیحدہ علیحدہ انتخاب ہوگا)

۲ - جبکہ سب حقدار نیچے ایک ہی درجہ میں ہوں -

اسکی چھہ صورتیں ہیں - یا تو سب عصبہ حقیقی کی بیٹیاں ہونگے - یا حقیقی کی اولاد - یا عصبہ علاتی کی بیٹیاں - یا علاتی کی اولاد - یا اخیافی کی اولاد - یا ملے جلے ؛ صورت اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم میں سب کو ورثہ ملیگا - لیکن صورت ششم میں اول عصبہ حقیقی کی بیٹیوں کو ملیگا -

اگر وہ نہوں تو حقیقی کی اولاد کو۔ اگر وہ نہوں تو عصبہ علاتی کی بیٹیوں کو۔ اگر وہ نہوں تو علاتی کی اولاد کو۔
اگر وہ نہوں تو اخیافی کی اولاد کو ورثہ ملیگا۔ (ماں اور باپ کی طرف میں علحدہ علحدہ انتخاب ہوگا)

۳۔ جبکہ سب حقدار ایک درجہ میں نہ ہوں۔
اسکی صورت یہ ہے کہ اوپر کے درجہ والوں کے مقابلہ میں نیچے کے درجہ والے محروم ہونگے۔
اب جبکہ سب ایک درجہ میں ہیں تو مذکورہ بالا قواعد کے موافق حق وراثت قائم کرو۔

۴۔ تقسیم کے دو طریق ہیں۔

جبکہ اصول متفق ہوں تو بطریق ابدان تقسیم کیجائے — نزد ابو یوسف +

جبکہ اصول مختلف ہوں تو { بطریق ابدان تقسیم کیجائے — نزد ابو یوسف +
بطریق اصول تقسیم کیجائے — نزد امام محمد فتوی اسی پر ہے +

مگر درحالیکہ حقدار دونوں طرف کے ہوں (یعنے باپ کی طرف کے بھی اور ماں کی طرف کے بھی) تو ⅔ حصہ باپ کی طرف والوں میں اور ⅓ ماں کی طرف والوں میں تقسیم کرو۔ ورنہ کل ایک ہی طرف تقسیم کردو +
اصول متفق و مختلف و تقسیم بطریق اصول و بطریق ابدان کیواسطے دیکھو باب حساب فرائض۔
بطرز دیگر (دیکھو نقشہ ۱۱۔ الف زنجیر و تیر کا رخ)

۱۔ وارث (ایک ہو یا کئی ہوں) اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے ورثہ لینگے۔ (ایک طرف یا دونوں طرف مقابلۃً ایک درجہ میں)

اوپر کے درجہ میں۔ (باپ کی طرف والے) ۔ ۱۔ پہوپی حقیقی + ۲۔ پہوپی علاتی + ۳۔ چچا اخ و پہوپی اخ + (ماں کی طرف والے)
۱۔ ماموں حقیقی و خالہ حقیقی + ۲۔ ماموں علاتی و خالہ علاتی + ۳۔ ماموں اخیافی و خالہ اخیافی + دوسرے درجہ میں۔ (باپ کی طرف والے)
۴۔ چچا حقیقی کی بیٹی + ۵۔ پہوپی حقیقی کے بیٹا بیٹی + ۶۔ چچا علاتی کے بیٹی + ۷۔ پہوپی علاتی کی بیٹا بیٹی +
۸۔ چچا اخیافی و پہوپی اخیافی کے بیٹا بیٹی + (ماں کی طرف والے)۔ ۴۔ ماموں ح کی اولاد و خالہ ح کی اولاد + ۵۔ ماموں علاتی کی اولاد و خالہ علاتی کی اولاد + ۶۔ ماموں اخ کی اولاد اور خالہ اخ کی اولاد + تیسرے درجہ میں۔ (باپ کیطرف والے) ۔ ۹۔ چچا ح کے بیٹے کی بیٹی اور چچا ح کی بیٹی کی اولاد۔
۱۰۔ پہوپی ح کی اولاد کی اولاد ۔ ۱۱۔ چچا ع کے بیٹے کی بیٹی اور چچا ع کی بیٹی کی اولاد ۱۲۔ پہوپی علاتی کی اولاد کی اولاد ۔ چچا اخ و پہوپی اخ کی اولاد کی اولاد + (ماں کی طرف والے) ۔ ۷۔ ماموں ح و خالہ ح کی اولاد کی اولاد ۔ ۸۔ ماموں ع و خالہ ع کی اولاد کی اولاد + ۹۔ ماموں اخ و خالہ اخ کی اولاد کی اولاد +

(علامتوں کے ذریعہ) ۔ اوپر کے درجہ میں (باپ کی طرف والے) ۱۔ پہوپی ح + ۲۔ پہوپی ع ۔ ۳۔ چچا اخ و پہوپی اخ
(ماں کیطرف والے) ۔ ۱۔ ماموں ح و خالہ ح + ۲۔ ماموں ع و خالہ ع ۳۔ ماموں اخ و خالہ اخ + دوسرے درجہ میں (باپ کیطرف والے)
۴۔ چچا ح ع + ۵۔ پہوپی ح ع + ۶۔ چچا ع ع + ۷۔ پہوپی ع ع ۔ ۸۔ چچا اخ و پہوپی اخ ع + (ماں کی طرف والے) ۴۔ ماموں ح ع

و خالہ ح × - ۵ - ماموں ع خ ع - خالہ ع خ ع - ۶ - ماموں اخ ع - خالہ اخ ع ÷ تیسرے درجہ میں - باپ کی طرف والے
۹ - چچا ح ع - چچا ح ع - ۱۰ - پھوپی ح ع - ۱۱ - چچا ع - پھوپی ع ع - ۱۲ - پھوپی ع ع - چچا اخ پھوپی اخ ع ع - (ماں کی طرف والے
۷ - ماموں ح و خالہ ح ع ع - ۸ - ماموں ع و خالہ ع ع ع - ۹ - ماموں اخ و خالہ اخ ع ع ÷

۲ تقسیم وہی جو اوپر لکھی گئی ÷

ذوی الارحام درجہ چہارم اور سکے درجہ والے ÷ **سوال** ۱ ایک طرف کے حقدار و نمیں انتخاب - جبکہ کئی حقدار جمع ہوں - اور جہت قرابت انکی متحد ہو یعنے یہ کہ کل حقدار یا باپ کی جانب کے ہوں یا کل ماں کی جانب کے ہوں - جیسے پھوپیاں اور چچا اخیافی کہ سب باپ کی جانب کے ہیں - یا ماموں اور خالائیں کہ سب ماں کی جانب کے ہیں - تو انہیں سے جو قرابت میں زیادہ قوی ہوگا وہی اولی ہوگا - بالاجماع - یعنے حقیقی علاتی سے اور علاتی اخیافی سے اولی ہوگا - اسواسطے کہ دو جانب کی قرابت زیادہ قوی ہے - اور یہ ظاہر ہی ہے ÷ پھر علاتی و اخیافی میں قرابت پدری زیادہ قوی ہے - قرابت مادری سے - (حقدار) مرد ہوں یا عورتیں - یعنے کوئی فرق نہیں ذوی قرابت والا مرد ہو یا عورت - چنانچہ پھوپی حقیقی اولی ہوگی پھوپی علاتی سے اور نیز پھوپی و چچا اخیافی سے بوجہ اپنی قوت قرابت کے - اور وہ کل ترکہ لیگی - اور پھوپی علاتی اولی ہے پھوپی اور چچا اخیافی سے بوجہ قوت قرابت کے - اور اسیطرح ماموں اور خالہ حقیقی اولی ہے میراث لینے میں ماموں اور خالہ علاتی سے اور ماموں اور خالہ اخیافی سے - اور ماموں اور خالہ علاتی اولی ہے - ان دونوں سے جبکہ یہ اخیافی ہوں - شرح بقیہ ۱۳۰ (و اذا اجتمعوا . . . . و اذا کان لاب)

۲ ایک طرف کے حقدار و نمیں تقسیم بصورت متحد ہونے جہت قرابت کے اگر حقدار و نمیں مرد اور عورتیں ہوں اور قوت قرابت انکی ایک ہو - یعنے یہ کہ سب حقیقی ہوں یا سب علاتی یا سب اخیافی ہوں تو انمیں میراث للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگی - جیسے چچا اخیافی اور پھوپی اخیافی یا ماموں حقیقی اور خالہ حقیقی یا ماموں علاتی اور خالہ علاتی یا ماموں اخیافی اور خالہ اخیافی ÷ یہ اسوجہ سے ہے کہ چچا اور پھوپی دونوں کی اصل متحد ہے - یعنے انکی اصل باپ ہے - اسیطرح سے ماموں اور خالہ کی اصل ایک ہے کہ وہ ماں ہے - اور جب اصل میں اتفاق ہے - تو ایسی صورت میں صاحبین کے نزدیک تقسیم باعتبار ابدان ہوگی - شرح بقیہ ۱۳۰ (فروع ان کانوا . . . . . فیقسم بالسویۃ)

۳ دو طرف کے حقدار و نمیں انتخاب و تقسیم - اگر انکی جہت قرابت مختلف ہو - اسطرح سے کہ بعض باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی طرف کے ہوں تو ان دونوں مختلف طرفوں میں (ملاکر) قوت قرابت کا اعتبار نہ ہوگا - بلکہ ہر جہت میں جو زیادہ قوی ہے قرابت میں وہ دونوں جانب سے (یعنے حقیقی ہے) یا صرف باپ کی جانب سے (یعنے علاتی ہے) اولی ہوگا اس سے جسکی قرابت صرف ماں کی جانب سے ہے یعنے اخیافی ہے - جیساکہ پھوپی حقیقی اور خالہ اخیافی یا خالہ حقیقی اور پھوپی اخیافی - دو تہائی باپ کی طرف والونکو ملیگا کہ وہ باپ کا حصہ ہوتا ہے اور ایک تہائی ماں کی طرف والونکو کہ وہ ماں کا حصہ ہوتا ہے چنانچہ جبکہ چھوڑا میت نے پھوپی حقیقی کو اور پھوپی اخیافی کو اور خالہ حقیقی کو اور خالہ علاتی کو تو دو تہائی مال کے باپ کے قرابت والوں کو ملینگے یعنے پھوپیوں کو اور ایک تہائی مال کے ماں کے قرابت والونکو یعنے خالاؤں کو - پھر ہر ایک فریق میں ماں اور باپ دونوں کی قرابت سے پہنچا ہے - وہ تقسیم کیا جائیگا انکے فروع میں - جیساکہ جہت قرابت کے متحد ہونیکی صورتمیں تقسیم ہوتا تھا - لہذا مثال مذکور میں پھوپی حقیقی دو تہائی لیگی کیونکہ اسکی قرابت زیادہ قوی ہے - اسیطرح خالہ حقیقی تہائی لیگی - بوجہ قوت قرابت کے - اور اگر پھوپیاں حقیقی کئی ہوں تو دو تہائی مال انہیں برابر تقسیم ہوگا - اسیطرح اگر خالائیں حقیقی کئی ہوں تو ایک تہائی مال انہیں برابر حصوں پر تقسیم ہوگا - شرح بقیہ ۱۳۰ (و ان کان حیز قرابتہم . . . . . . مکے انثیین ٹم)

۴ قوت قرابت کے معنے - اگر یہ کہا جاے کہ مصنف کا یہ کہنا کہ قرابت پدری والونکو دو تہائی ملینگے - یہ مخالف ہے مصنف کے دوسرے قول کے - کہ قوت قرابت کا کچھ لحاظ نہیں تو اسکے جواب میں ہم یہ کہینگے کہ قوت قرابت کے لحاظ سے یہ مراد ہے کہ جو قرابت میں سب سے افضل ہے وہ سب مال لے لیوے - جیساکہ دونوں سے پایا جاتا ہے - شرح بقیہ ۱۳۱ (ثم انما فیلہ . . . . . کما مر ثم)

نقشہ ۷۸ ۔ ذوی الارحام درجہ چہارم (ترتیب توریث بذریعہ نمبر)

یہ سب ذوی الارحام درجہ چہارم ہیں سوائے اُنکے جو سیاہ ہیں کہ ذوی الفروض ہیں اور اُنکے جو قلمزن کئے گئے ہیں ۔

نمبر ا پھر ۲ پھر ۳ مقابل کے درجہ کے نمبر ا پھر ۲ پھر ۳ کے ساتھ وارث ہونگے۔
یا ایک ہی درجہ میں اسی ترتیب سے نیچے نیچے کے درجوں میں۔

دادا ، دادی ، نانی

باپ کی طرف والے — ماں کی طرف والے

پھوپی اخ ۳ ، چچا اخ ۳ ، پھوپی ع ۲ ، چچا ع ، پھوپی م ۱ ، چچا م ، باپ ، ماں ، ماموں م ۱ ، خالہ م ۱ ، ماموں ع ۲ ، خالہ ع ۲ ، ماموں اخ ۳ ، خالہ اخ ۳

میت

۵ <u>باپ کی طرف دو تہائی اور ماں کیطرف تہائی دو</u>۔ اگر انکی قرابت مختلف ہو یعنے پھوپی حقیقی ہو اور خالہ اخیافی ہو یا ماموں حقیقی ہو اور پھوپی اخیافی ہو تو انہیں ترکہ انکے اصول کے لحاظ سے تقسیم ہوگا۔ تو باپ کی طرف والیکو دو تہائی ملیگا جو باپ کا حصہ ہے اور ماں کی طرف والیکو ایک تہائی ملیگا جو ماں کا حصہ ہے — فتاوی عالمگیری

تشریح۔ صورت اول میں پھوپی کو $\frac{2}{3}$ اور خالہ کو $\frac{1}{3}$ ملیگا۔ صورت دوم میں ماموں کو $\frac{1}{3}$ اور پھوپی کو $\frac{2}{3}$ ملیگا۔ یہ بلحاظ انکے اصول کے ہے ؛

۶ <u>الاقرب فالاقرب کا قاعدہ کیوں نہ لگایا</u>۔ صاحب شریفیہ نے الاقرب فالاقرب (یعنے جو قریب ہے اسی کو ترجیح ہے) کے مسئلہ کو یہاں اسوجہ سے ذکر نہ کیا کہ اس قسم میں سب حقدار ایک ہی درجہ میں ہیں تو انمیں قرب کا سوال بیجا ہے۔ بخلاف انکی اولاد کے کہ انہیں قرب و بعد کو دخل ہے ؛ چونکہ صرف اوپر کے درجہ کے حقدار علحدہ بیان کئے ہیں اور انکی اولاد علحدہ اسواسطے صاحب شریفیہ نے الاقرب فالاقرب کا ذکر نہ کیا — بہنوں اور ماموؤں اور خالاؤں کی اولادیں سے جو (درجہ میں) قریب ہو وہ استحقاق میراث میں اس سے جو (درجہ میں) بعید ہو مقدم ہوگا۔ گو جہت ایک ہو یا مختلف ہوں [یعنے گو حقدار صرف ماں کی طرف والے ہوں یا صرف باپ کی طرف کے یا دونوں طرف کے] — اور قریب اور بعید کا فرق باعتبار پشت کے ہوتا ہے۔ تو جو پہلی پشت میں ہو وہ بمقابلہ اسکے جو دوسری پشت میں ہو مقدم ہوگا — اور جو دوسری پشت میں ہے وہ تیسری پشت والے پر مقدم ہے — فتاوی عالمگیری ؍؍ اسکی مثالیں مسئلہ ۱۹ میں دیکھو۔

<u>ذوی الارحام درجہ چہارم کی اولاد</u>۔

۷ <u>درجہ چہارم کی اولاد کا علحدہ ذکر کیوں کیا</u>۔ چوتھی قسم کہ وہ خالہ اور ماموں اور چچا اور پھوپی ہیں انمیں انکی اولاد شامل نہیں خیال کیجاتی۔ اسوجہ سے اولاد کا ذکر مع احکام کے علحدہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ شریفیہ — (الصِّنفُ الرَّابِعُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیانِ احکامہم)

۸ <u>قریب کو بعید پر ترجیح ہے۔ باپ اور ماں کی طرف والوں میں ملاکر</u>۔ چوتھی قسم کی اولاد میں حکم مثل قسم اول کے ہے۔ یعنے اولی بالمیراث انمیں وہ ہوگا جو درجہ میں زیادہ قریب ہو میت سے۔ گو کسی جہت سے ہو۔ چاہے باپ کی جہت سے زیادہ قریب ہو اور چاہے دوسری جہت سے۔ پس پھوپی کی بیٹی یا پھوپی کا بیٹا اولی ہوگا میراث پانے میں پھوپی کی بیٹی کی بیٹی سے اور پھوپی کی بیٹی کے بیٹے سے اور پھوپی کے بیٹے کی بیٹی سے۔ اسواسطے وہ دونوں باوجودیکہ ایک ہی طرف کے ہیں [یعنے باپ کی طرف کے] ان تینوں مذکورین سے درجہ میں زیادہ قریب ہیں — اور اسیوجہ سے خالہ کی بیٹی اور خالہ کا بیٹا اولی ہے خالہ کی بیٹی کی بیٹی سے اور خالہ کی بیٹی کے بیٹے سے کیونکہ میت سے درجہ میں زیادہ قریب ہے۔ اسیطرح پھوپی کی اولاد اولی ہے خالہ کی اولاد سے اور اسکے برعکس (یعنے خالہ کی اولاد اولی ہے پھوپی کی اولاد کی سے) کیونکہ درجہ میں باوجودیکہ مختلف جہت (طرف) کے ہیں — شریفیہ ۱۳۱ — (والحکم فیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من اختلاف الجہت) ✤

۹ <u>ایک حقدار دو طرف سے ورثہ لے سکتا ہے</u> — اس قسم کے ذوی الارحام میں ایک ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جسکی دو قرابتیں ہوں [یعنے دو طرف سے تعلق رشتہ داری ہو]۔ یہ اسطرح ہے کہ ایک عورت کا ایک اخیافی بھائی اور ایک علاتی بہن ہے۔ جنکا آپسمیں نکاح ہوا اور ان دونوں سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو یہ عورت اس لڑکے کی خالہ ماں کی طرف سے ہوئی اور پھوپی باپ کی طرف سے ہوئی۔ [نقشہ سے یہ صورت صاف ظاہر ہوگی] — عالمگیری

بیوی　خاوند　بیوی　خاوند

بیٹی　بیٹی

بیچ کی خالہ بھی ہے اور پھوپی بھی ہے

بیچ والی بیٹی بچہ کی خالہ بھی ہے اور پھوپی بھی

بچہ

نقشہ ۹۷

نیز دیکھو دفعہ ۵۷　(دیکھو ضمیمہ مسئلہ ۱۴)

۱۰ <u>ایک طرف کے حقداروں میں انتخاب (دولا عصبہ نہیں ہے)</u>۔ اگر سب ایک درجہ میں ہوں اور جہت قرابت انکی متحد ہو۔ یعنے یہ کہ سب کے سب میت کے باپ کی طرف کے ہوں یا میت کی ماں کی طرف کے ہوں۔ تو اس صورتمیں قوی قرابت والا اولی ہوگا۔ بالاجماع۔ بمقابلہ ضعیف قرابت والیکے۔ مثلاً اگر میت نے تین اولاد مختلف پھوپیوں کی چھوڑیں [یعنے حقیقی پھوپی کی اور علاتی پھوپی کی اور اخیافی پھوپی کی] تو اس صورتمیں کل ترکہ حقیقی پھوپی کی اولاد کو ملیگا

نقشہ ۸۰ ۔ ذوی الارحام درجہ چہارم (ترتیب توریث بذریعہ زنجیر)
یہ سب ذوی الارحام درجہ چہارم ہیں سوائے انکے جو سیاہ ہیں کہ ذوی الفروض ہیں اور اُن کے جو قلمزن کی گئی ہیں
نمبر ۱ پھر ۲ پھر ۳ مقابل کے درجہ کے نمبر ۱ پھر ۲ پھر ۳ کے ساتھ ورثہ لینگے ۔
یہ ایک ہی درجہ میں اسی ترتیب سے ۔ اسیطرح نیچے کے درجوں میں ۔
نانی
دادا
دادی
ماں کے بھائی بہن
باپ کے بھائی بہن
ماں
باپ
خالہ
ماموں
پھوپی
چچا

اگر وہ نہ ہو تو پھوپی علاتی کی اولاد کو - اگر وہ بھی نہ ہو تو اخیافی پھوپی کی اولاد کو - اسی طرح حکم مختلف ماموؤں اور خالاؤں کی اولاد میں ہے - اور یہ اولی بالاجماع ہونا اس وجہ سے ہے کہ اگرچہ سب حقدار میت سے قرب کے لحاظ سے ایک ہی درجہ میں واقع ہیں - لیکن دو قرابت والا زیادہ سبب کے زیادہ قوی ہے - تو جبکہ سبب بھی پایا گیا [حالانکہ درجہ میں یگانگت ہے] - تو یہ سبب والا درجہ کے لحاظ سے قریب شمار کیا گیا - لہذا اور باقیوں سے اولی ہوا ۔ اسیطرح علاتی کی اولاد بوجہ قرابت باپ کے اولی ہوگی [اخیافی کی اولاد سے] اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ استحقاق عصوبت میں باپ کی قرابت مقدم ہوگی بمقابلہ ماں کی قرابت کے [دیکھو دفعہ ۳۸ سند ۸] - یاد رہے کہ صورت مذکورہ میں جاننا چاہئے مطلقاً یہ بات نہیں ہے کہ قوی قرابت والا اولی ہوگا - بلکہ یہ مخصوص ہے اس حالت میں جبکہ انمیں ولد عصبہ کوئی نہ ہو - شریفیہ - ۲۳۲ (وان استووا فی القرب الی المیت ... زمانہم کونا اعصبہ)

(۱۱) ایک طرف کے حقداروں میں انتخاب (ولد عصبہ اور حقیقی اولاد) - اگر مذکورہ حقداروں میں کوئی ولد عصبہ ہو تو قوی قرابت والا اجماعاً اولی نہیں ہوگا - بلکہ ظاہر الروایت اور بعض مشائخ کرام کی رائے میں اختلاف ہے - جو ہم ابھی بیان کرتے ہیں انشاء اللہ تعالی ۔ (۱) اگر درجہ کے لحاظ سے بھی برابر ہوں اور قرابت کے لحاظ سے بھی ایک ہوں - (یعنی سب حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی) اور جہت بھی انکی متحد ہو [یعنی ایک ہی طرف کے ہوں] یعنی یا تو سب باپ کی طرف کے ہوں یا ماں کی طرف کے ہوں - تو ولد عصبہ غیر ولد عصبہ سے اولی ہوگا - جیسے چچا کی بیٹی اور پھوپی کا بیٹا - دونوں حقیقی ہوں یا دونوں علاتی - تو کل ترکہ چچا کی بیٹی کو ملیگا - کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے بمقابلہ پھوپی کے بیٹے کے - اور یہ اس وجہ سے ہے کہ چچا حقیقی اور علاتی عصبات میں سے ہیں بخلاف پھوپی کے کہ وہ ذوی الارحام سے ہے - جیسا کہ اخیافی چچا بھی ذوی الارحام سے ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ ولد عصبہ کی جانب قوت و رجحان مدلی بہ کے لحاظ سے ہے کہ وہ عصبہ ہے - اور جس حالت میں کہ سب حقدار درجہ میں بھی برابر ہیں اور قوت قرابت میں بھی برابر ہیں - تو عصبہ کا تعلق ایک اور زائد قوت ہوئی جسکی وجہ سے ترجیح دیجائیگی ۔ ہاں اگر جانب مختلف ہوں [یعنی حقدار دونوں طرف میں واقع ہوں] تو عصبہ کی قوت کو کچھ دخل نہیں ہوگا [یعنی دونوں طرف زائد کر عصبہ کے تعلق کو ترجیح نہیں دیجائیگی] - جیسا کہ انشاء اللہ تعالی ابھی ذکر ہوگا ۔ اگر ان دونوں مذکورین میں سے کہ چچا اور پھوپی ہیں ایک حقیقی ہے دوسرا علاتی تو قوی قرابت والے کو پورا ترکہ ملیگا - تو گویا اگر پھوپی حقیقی اور چچا علاتی ہو تو کل مال پھوپی کے بیٹے کو ملیگا - بموجب ظاہر الروایت - اس وجہ سے کہ پہلی کو قوت قرابت حاصل ہے - اور علاتی چچا کی بیٹی کو کچھ نہ ملیگا - اگرچہ وہ وارث کی اولاد ہے - اور یہ قیاس لگایا گیا ہے خالہ علاتی پر کہ وہ اگرچہ ذوی الارحام کی اولاد ہے (یعنی نانا کی اولاد ہے) تب بھی میراث لینے میں خالہ اخیافی پر ترجیح دی گئی ہے - کیونکہ پہلی کو باپ کی وجہ سے قوت قرابت حاصل ہے اگرچہ دوسری وارث کی اولاد ہے (یعنی ماں کی ماں کی) - اسواسطے کہ نانی یعنی (جدہ صحیحہ) وارث ہے (یعنی ذی فرض ہے) بخلاف نانا کے [کہ وہ ذوی الارحام سے ہے] - خالہ علاتی کو خالہ اخیافی پر ترجیح ہونیکی دلیل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیگئی ایسے صفت کے لحاظ سے جو خاص اسکی ذات میں موجود ہے یعنی قوت قرابت اور وہ خالہ علاتی کو حاصل ہے باپ کی وجہ سے - تو ایسی ترجیح [جو ذاتی صفت کی وجہ سے ہو] اور طریق کی ترجیح سے بہتر ہے - چنانچہ اگر اس صفت کے لحاظ سے ترجیح دیجائے جو خاص اس چیز میں موجود نہ ہو بلکہ اُسکے متعلق چیز میں موجود ہو جیسا کہ مدلی بالوارث ہونیکی صفت ہے کہ خالہ اخیافی کو حاصل ہے - کیونکہ وارث کی صفت اس خالہ کی ذات میں موجود نہیں ہے بلکہ اسکی ماں میں ہے جو کہ میت کی نانی ہے - [گویا وراثت کی صفت اسکی ماں سے اخذ کی گئی] — اچھا جبکہ مدلی بالوارث ہونیکی صفت دوسری خالہ میں ہے تو پہلی میں بھی تو قوت قرابت کی صفت موجود ہے - مگر بات یہ ہے کہ جو وجہ یا صفت جسکی وجہ سے

---

(۱) لیکن یاد رہے کہ ماں کیطرف والوں میں نہ کوئی عصبہ ہے اور نہ ولد عصبہ - ج ؛ ۲ اس عبارت کے مفہوم سے کوئی نقص عائد نہ ہوگا - کیونکہ جس صورت میں کہ چچا و پھوپی حقیقی اور پھوپی یا علاتی تو کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں کہ کل ترکہ چچا کی بیٹی کو ملیگا کیونکہ وہ ولد عصبہ ہے - اور اسکو قوت قرابت بھی حاصل ہے - ہاں اگر پھوپی حقیقی اور چچا علاتی تو کل مال اسکو ملیگا جسکو قوت قرابت حاصل ہے اور وہ پھوپی کا بیٹا ہے - تو اب جو اختلاف رائے ہے اسکو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کر دیتے ہیں ؛ ۳ یعنی عصبہ کی ؛ ۴ خالہ اخیافی وارث کی اولاد ہے کیونکہ نانی کی بیٹی ہے جو ذوی الفروض ہوتی ہے ؛ ۵ محمدن لا مرتسا ملاحظہ ۔ ۶ وارث سے واسطہ رکھنا ؛

ترجیح دیجاتی ہے وہ تو وراثت ہے اور یہ خاص اسکی ذات میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے متعلق شخص میں ہے۔ اور اسکی اولاد میں یہ صفت شمار کی گئی چنانچہ اگر یہ بات نہ ہو تو نہ ترجیح دیجائیگی نہ خالہ۔ ہاں۔ پھر یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھوپی کے بیٹے اور چچا کی بیٹی کی وراثت کا مقابلہ خالہ علاتی اور خالہ اخیافی کی مشابہت سے کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہر اعتبار سے صفت وراثت ذاتی طور پہ موجود ہے۔ اور خالہ اخیافی میں دیکھا جائے تو ایسی یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ صفت اسکی اصل میں ہے [تو ظاہر روایت پہ قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے] مگر بات یہ ہے کہ قوت قرابت اصل ایک سے ایک میں سرایت کرتی ہے] یعنی اسے اسکے فروع میں سرایت کرتی ہے چنانچہ پھوپی حقیقی کی بیٹی اولیٰ ہے پھوپی علاتی کی بیٹی سے اور یہ قوت قرابت کی سرایت ہی کی وجہ سے ہے جو اصل سے فرع میں آتی ہے۔ اگر یہ سرایت نہ ہوتی تو دونوں پھوپھیوں کی بیٹیاں ترکہ نصف نصف بانٹ لیتیں۔ کیونکہ دونوں عصبہ کی اولاد ہیں۔ لیکن یہ صورت کا اور دوسرا ہے۔ وہ سرایت تو کرتی ہے مگر اصل سے اکتسابی فرع کی طرف نہیں کرتی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ چچا کا بیٹا عصبہ ہوتا ہے اور بیٹی نہیں ہوتی۔ تو جبکہ قوت قرابت نے سرایت کی چچا سے اسکی مذکر اولاد میں۔ تو اس بیٹے کی ذات نے قوت قرابت حاصل کرلی۔ اور وہ بیٹی سے اولیٰ ہو گیا۔

شریفیہ ص ۳۰۳ (اما اذا کان بعضہم ولد العصبۃ .... فیکون اولیٰ من بنت العم)

۱۲ - اگر حقیقی کی اولاد ہو اور ولد عصبہ علاتی ہو تو ولد عصبہ کو ترجیح ہے (یعنی ہر دو کنند دیگر) - بعض علماء نے ظاہر روایت کے خلاف یہ بھی کہا ہے کہ مذکورہ صورتمیں [یعنی جبکہ علاتی چچا کی تو بیٹی ہے اور حقیقی پھوپی کا بیٹا] کل مال علاتی چچا (کی بیٹی) کو ملیگا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔ اور پھوپی کا بیٹا ذوی الارحام ہے۔ ظاہر روایت کے مقابلہ میں بعض مشائخ کا قول اسواسطے ترجیح دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت پر عمل کرنے سے لازم آتی ہے ترجیح فرع اصل مرجوح کی فرع اصل راجح پر۔ [یعنی اصول میں صفت ترجیح قائم کرکے فروع میں منتقل کی گئی] دیکھو جب ایسی صورت واقع ہوتی کہ میت حقیقی پھوپی اور چچا علاتی چھوڑتا تو کل مال چچا علاتی کو ملتا اور پھوپی محروم رہتی [اسی طرح انکی اولاد بھی ایک دوسرے پر ترجیح دیجانی چاہیئے] تو چچا کی بیٹی پھوپی کے بیٹے پر ترجیح دیجانی چاہئے۔

شریفیہ ص ۳۰۳ (وقال بعضہم .... کان اولیٰ عندہم)

۱۳ - ایک طرف کے حقداروں میں تقسیم دیکھو مسئلہ ۱۰ و ۱۱ **۱۴ - دو طرف کے حقداروں میں انتخاب و تقسیم** دیکھو مسئلہ ۱۷

۱۵ - خالہ اور پھوپی میں تقسیم دیکھو مسئلہ ۱۴ و ۱۷

۱۶ - طرفین میں عصبہ کی اولاد کو ترجیح ہے - اگر میت نے چچا کی بیٹی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی چھوڑی تو چچا کی بیٹی کو ⅔ اور خالہ یا ماموں کی بیٹی کو ⅓ ملیگا۔ کیونکہ اس صورت میں جہت مختلف ہیں۔ تو عصبہ کی اولاد ہونیکی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی۔ اور یہ حکم ابن ابی عمران نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے۔ لیکن ظاہر الروایت کے موافق فرزند عصبہ مقدم ہوگا۔ خواہ جہت مختلف ہو یا متحد۔ اسواسطے کہ فرزند عصبہ میت سے بہت متصل ہے۔ تو گویا وہ میت سے بہت قریب ہوا۔ اسطرح گویا کل مال چچا کی بیٹی کو ملیگا اور ماموں کی بیٹی محروم رہیگی۔

فتاوی عالمگیری ———

۱۷ - دونوں جانب میں علیحدہ علیحدہ انتخاب ہوگا - اگر قرب میں برابر ہوں لیکن جہت قرابت انکی مختلف ہو یعنی بعض باپ کی جانب کے ہوں اور بعض ماں کی جانب کے تو قوت قرابت کا اعتبار ہوگا اور نہ ولد عصبہ ہونیکا باعتبار ظاہر روایت کے۔ پس اگر حقیقی پھوپی کی اولاد ماموں اور خالہ علاتی یا اخیافی کی اولاد سے اولیٰ نہیں ہوگی۔ کیونکہ قوت قرابت کا پھوپی میں اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور اسیطرح چچا حقیقی کی بیٹی خالہ حقیقی اور ماموں حقیقی کی بیٹی سے اولیٰ نہیں ہوگی اگرچہ چچا کی بیٹی عصبہ کی بیٹی ہے۔ اور یہ قیاس کیا گیا ہے پھوپی حقیقی پر کہ باوجودیکہ وہ دو قرابت والی ہے کیونکہ وہ دونوں طرف سے وارث کی اولاد ہے (یعنی ماں اور باپ کی طرف سے کیونکہ باپ اسکا حقیقی دادا ہے اور عصبہ ہے۔ اور ماں اسکی دادی حقیقی ہے جو صاحب فرض ہے) مگر پھر بھی وہ ایسی خالہ علاتی یا اخیافی سے اولیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ چوتھی قسم میں ذکر کیا جا چکا۔ تو انمیں نہ قوت قرابت ہی کا لحاظ کیا گیا اور نہ ولد عصبہ ہونے کا۔ چنانچہ مسئلہ زیر بحث میں بھی ایسا ہی ہوگا [یعنی چوتھی قسم کی اولاد میں بھی ایسا ہی ہوگا] لیکن دو تہائی ملینگے باپ کی قرابت والوں کو بوجہ اسکے کہ وہ باپ کے قائم مقام ہیں۔ پھر باپ والوں کی جہت میں باوجود درجہ میں مساوی ہونیکی قوت قرابت دیکھی جائیگی اور پھر ولد عصبہ ہونا۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ان مذکورین نے اپنا حصہ پا لیا۔ تو اب حصہ پانے کے لحاظ سے سب جہت میں متحد ہیں یعنی باپ کی طرف والے سب ہی ہیں۔ تو گویا یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ میت نے مال اتنا ہی چھوڑا ہے جتنا انکا حصہ انکو ملا ہے [یعنی ⅔ مال چھوڑا] تو اب اول تو قوت قرابت کا اور دوسرے ولد عصبہ ہونیکا لحاظ رکھا

جائیگا جیسا کہ لحاظ رکھا جاتا تھا بصورت متحد ہونے جہت کے اصل میں اس قاعدہ کی بناپر جو ذکر کیا جاچکا۔ تو تہائی حصہ انکو ملیگا جو ماں کی طرف سے قرابت دار ہیں کیونکہ وہ ماں کے قائم مقام ہیں۔ اور اب انہیں قوت قرابت دیکھی جائیگی اس قیاس پر جسکا ابھی ذکر ہوا باپ کے قرابت داروں کے ذکر میں ✤ اب یہاں [یعنے ماں کی قرابت داروں میں] ولد عصبہ کا ذکر نہ کیا کیونکہ ماں کی قرابت داروں میں عصوبت نہیں پہنچتی ✤ امام السرخسیؒ نے ذکر کیا کہ دو تہائی اور ایک تہائی کا استحقاق ایسا نہیں ہے کہ ایک جانب میں حقداروں کے زیادہ ہونے یا دوسری جانب میں کم ہونے کی وجہ سے اسمیں بھی کمی بیشی کیجائے کیونکہ یہ استحقاق [یعنے ⅔ یا ⅓ کا] مدلی کے اعتبار سے ہے یعنے باپ اور ماں کے اعتبار سے اور انہیں کمی بیشی ہوتی ہی نہیں ✤ اب یہاں امام ابو یوسف نے امام محمد پر ایک اعتراض کیا ہے کہ جیسا کہ لڑکیوں کی اولاد میں لحاظ مدلی بہ کا کیا گیا ہے اور انکی تعداد میں کمی بیشی ہوجانیسے تقسیم نہیں بدلتی داور یہ بالاتفاق ہی) تو یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ تو امام محمد اولاد بنات اور اس درجہ چہارم کی اولاد میں اسطرح فرق بتاتے ہیں۔ کہ اولاد بنات میں مدلی بہ حکماً متعدد ہوتا ہے جبکہ فروع متعدد ہوجاتی ہیں۔ اور یہاں چوتھی قسم کی اولاد میں مدلی بہ حکماً نہیں متعدد ہوتا۔ کیونکہ کوئی شے حکماً متعدد اس صورتمیں ہوتی ہے جبکہ اس شے کا ثبوت حقیقتاً متصور کیا جائے۔ تو بیٹے بیٹی کی اولاد میں تعدد ہونا ممکن ہے لہذا انمیں بوجہ تعدد فروع کے تعدد حکماً ثابت ہوگا۔ اور باپ اور ماں میں تعدد حقیقتاً غیر متصور ہے تو انکی قرابت منشعبہ دیعنے انکی فروع) میں بھی تعدد نہ ثابت ہوگا ✤ یہاں پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر فریق کو جو کچھ انکے ماں یا باپ سے پہنچا ہے تقسیم کیا جائیگا انکے فروع میں فی کس لیکن بلحاظ عدد جہات کے انکے نیچے کے فروع میں۔ اور امام محمد کے نزدیک مال تقسیم کیا جائے گا اول پشت ہی میں جہاں اختلاف (ذکورت وانوثت) واقع ہوا ہے لیکن بلحاظ عدد فروع کے اور جہات کے اصول ہیں۔ جیسا کہ انکا تقسیم طریق ذوی الارحام درجہ اول میں ہے۔ یعنے اولاد بنات اور بنات الابن میں جسکا ذکر ہوچکا۔ شریفیہ ۱۳۴ ص ۱۳۵ (وَاِنِ اسْتَوَوا فِي الْقُرْبِ...... عَلٰى مَا سَلَفَ)

۱۸ مزید ذوی الارحام درجہ چہارم اور انکی توریث۔ پھر منتقل ہوگا یہ حکم دیعنے وہ حکم جسکا ہمنے ذکر کیا مفصل میت کی چچا پھوپی اور ماموں خالہ اور انکی اولاد کے بیان میں) میت کے ماں باپ کے چچا پھوپی اور ماموں خالہیں اور پھر انکی اولادیں ✤ اور پھر [انکی عدم موجودگی میں] یہی حکم منتقل ہوگا میت کے دادا کے چچا پھوپی اور ماموں خالہیں۔ اور پھر انکی اولاد کی طرف جیسا کہ عصبات میں تھا ✤ یعنے جبکہ نہ پایا جائے میت کے چچا پھوپی اور ماموں خالہیں سے کوئی اور انکی اولادیں سے تو منتقل ہوگا حکم مذکورہ میت کے باپ کے چچا اور پھوپی اور خالہ اور ماموں کیطرف۔ اور میت کے ماں کے چچا اور پھوپی اور خالہ اور ماموں کیطرف۔ تو اگر انہیں سے ایک بھی موجود ہوگا تو وہ کل مال لے لیگا کیونکہ اسکے واسطے کوئی مزاحم نہیں ہے۔ اور اگر جمع ہونگے کئی اور بہت قرابت انکی متحد ہو تو انہیں سے اقوی اولی ہوگا گو مذکر ہو یا مونث۔ اگر انکی قرابت سبکی برابر ہو تو عورت سے مرد کو دگنے کے حساب سے تقسیم کرلیں۔ اور اگر جہت قرابت مختلف ہو تو باپ کی طرف والوں کو ⅔ اور ماں کی طرف والوں کو ⅓ ملیگا اور پھر وہی عمل کیا جائیگا جو ابھی اولاد کے متعلق ذکر کیا جاچکا ہے۔ اگر یہ نہ پائے جائیں تو اب انکی اولاد کے واسطے وہی حکم ہے جو حکم اولاد قسم چہارم کا ہے ✤ اب اگر انکی اولاد بھی زندہ نہ ہو تو یہ حکم منتقل ہوگا میت کے ماں باپ کے ماں باپ کے چچا پھوپی خالہ ماموں کی طرف اور پھر انکی اولاد کیطرف الی غیر النہایہ ✤ اور مصنف نے یہ جو کہا کہ کما فی العصبات یہ اشارہ ہے کہ توریث ذوی الارحام باعتبار یعنے عصوبت کے ہے جیسا کہ مذکور ہوچکا۔ پس وہاں عصوبت حقیقی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور جبکہ حقیقی عصوبت کا حال معلوم ہوچکا ہے کہ حکم میت کے چچاؤں کا منتقل ہوتا ہے میت کے باپ کے چچاؤں میں پھر اسکے دادا کے چچاؤں میں۔ تو ذوی الارحام میں بھی اسیواسطے بلحاظ عصوبت کے یہ ترتیب لی گئی ہے۔ شریفیہ ۱۳۸ (ثُمَّ يَنْتَقِلُ هٰذَا الْحُكْمُ .... فِي مَعْنَى الْعُمُوْمَةِ)

۱۹ ذوی الارحام درجہ چہارم کی مثالیں جو فتاوی عالمگیری سے لی گئی ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۴۶ ✤

باب ۶

باب ششم

مولی الموالات ـ مقر لہ بالنسب ـ موصیٰ لہ بجمیع المال

بیت المال

فصل ۱ ـ ذوی الارحام کے بعد کی توریث
فصل ۲ ـ مولی الموالات
فصل ۳ ـ مقر لہ بالنسب علی الغیر
فصل ۴ ـ موصی لہ بجمیع المال
فصل ۵ ـ بیت المال

باب ۶ فصل اوّل۔ ذوی الارحام کے بعد کی توریث

خلاصۂ ہا۔ درصورتیکہ کسی میت کے ذوی الفروض وعصبات وذوی الارحام نہ ہوں۔ تو پھر متروکہ مولی الموالات کو دیا جاتا ہے۔ یعنی اس شخص کو جس سے میت نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ میرے مرنیکے بعد تو میرے ترکہ کا وارث ہوگا۔ اگر ایسا وارث بھی نہ ہو تو پھر مقرلہ بالنسب کو متروکہ جاتا ہے یعنی اس شخص کو جس کو مورث نے اپنا بھائی بند مان رکھا تھا۔ اگر یہ بھی نہ ہو کل ترکہ موصی لہ بجمیع المال کو مل جاتا ہے۔ یا اگر موصی لہ بجمیع المال کی بجائے ایسا موصی لہ ہو کہ اس کو تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی گئی ہو تو تہائی مال لینے کے بعد بقایا میں سے جس قدر کی وصیت کی گئی تھی وہ پورا کیا جائیگا۔ اور پھر باقیماندہ بیت المال کے سپرد ہوگا۔ یا اگر موصی لہ بھی نہ ہو تو کل کا کل ترکہ بیت المال کے سپرد ہوگا۔

۶۶۔ ذوی الفروض وعصبات وذوی الارحام نہ ہونے کی صورت میں توریث۔ (دیکھو نقشہ ۳)

۱۔ جبکہ میت کا وارث نہ کوئی ذی فرض ہو۔ نہ عصبہ ہو۔ نہ ذی رحم تو اس کا ترکہ مولی الموالات کے سپرد ہوگا۔ مولی الموالات کی عدم موجودگی میں مقرلہ بالنسب کے۔ اور مقرلہ بالنسب کی عدم موجودگی میں موصی لہ بجمیع المال کے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں ترکہ بیت المال کے سپرد ہوتا ہے (نزد علماء حنفیہ)۔

۲۔ علماء شافعی کے نزدیک مولی الموالات۔ مقرلہ بالنسب۔ موصی لہ بجمیع المال کو کچھ نہیں ملیگا۔ بلکہ ذوی الفروض و عصبات وذوی الارحام کی عدم موجودگی میں ترکہ بیت المال کے سپرد ہوگا۔ (دیکھو نقشہ)

۳۔ یہ ترتیب بذریعہ نقشہ اس طرح ہے۔

نقشہ ۸۱

ترتیب توریث بعد ذوی الارحام

ذوی الفروض و عصبات وذوی الارحام نہ ہونیکی صورت میں ترتیب توریث نزد علمائے حنفیہ

۴	۳	۲	۱
بیت المال	موصی لہ بجمیع المال	مقرلہ بالنسب	مولی الموالات
دیکھو دفعہ ۷۱	دیکھو دفعہ ۷۰	دیکھو دفعہ ۶۹	دیکھو دفعہ ۶۸

سندات ۱ مولی الموالات۔ پھر مولی الموالات سے شروع کیا جائے یعنے ان مذکورہ بالا [یعنی عصبات وغیرہ] کی عدم موجودگی میں شروع کی جائے کل میراث کی تقسیم مولی الموالات سے درحالیکہ اصحاب زوجین نہ ہوں۔ اور اگر ہوں تو ان سے ہی شروع کیا جائے۔ اس طرح کہ اصحاب زوجین کا حصہ دیکر جو کچھ باقی رہے وہ مولی الموالات کو دیا جائے۔ جیسا کہ فرائض عثمانیہ میں مذکور ہوا ۔۔ شریفیہ ۱۱ (ثم مولی الموالات ..... فرائض عثمانیہ)

تشریح۔ اس زمانہ کے فتوی کے بموجب احد الزوجین کی موجودگی میں مولی الموالات کو ورثہ نہیں ملیگا کیونکہ رد ہو کر ان کو بقایا مال جائیگا۔ دیکھو دفعہ ۵۰۲ ✤

۲ ۔ ولی الموالات۔ ذوی الارحام کے بعد مستحق میراث ہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۲ ✤

۳ ۔ مقرلہ بالنسب ۔ پھر یہ مقرلہ ورثہ لینے میں مولی الموالات کے بعد ہے اور موصی لہ بجمیع المال سے پہلے ہے۔ شریفیہ ۱۳ (اِنَّ ہٰذا المُقَرّلہ .... بِجَمِیعِ المَال)

پھر جس غیر کے واسطے نسب کا اقرار کیا اور اس کا نسب اس غیر سے اس اقرار سے ثابت نہیں ہوا۔ مگر مقر اپنے اقرار پر اڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ تو مقرلہ اس مرتبہ وارث ہوگا مثلاً کسی کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ یا یہ میری بہن ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ✤

۴ ۔ موصی لہ بجمیع المال مقرلہ کے بعد مستحق میراث ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۲ ✤

زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقرلہ مقدم نہیں کیا گیا مگر اس سبب سے کہ مقرلہ میں ایک طرح کی قرابت ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اس میں قرابت کا احتمال نہیں ہے درمختار ۸۶۲ ۔ (وَاِنَّمَا قُدِّمَ عَلَیْہِ ... بِخِلافِ المُوصٰی لَہ) ✤ مقرلہ کا حق زیادہ قوی ہے بمقابلہ موصی لہ کے۔ کیونکہ یہ بھی تو خیال ہے کہ شاید مقر صحیح کہتا ہو۔ بلکہ ظاہر حال تو یہی ہے کہ وہ اپنا رشتہ دار بتاتا ہے اور اسی اقرار پر وہ مرتے وقت تک قائم رہا ہے۔ لہٰذا وارث مقدم ہو زائد علی الثلث کے موصی لہ پر۔ م ✤

۵ ۔ علماء شافعی کے نزدیک مولی الموالات۔ مقرلہ۔ موصی لہ کی توریث۔ علمائے شافعی کے نزدیک کچھ میراث نہیں ہے مولی الموالات۔ مقرلہ۔ موصی لہ کے واسطے۔ شریفیہ ۱۴ (وَلَا مِیرَاثَ .... جَمِیعِ المَال)

۶ ۔ بیت المال۔ پھر مراتب نسعہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال کے سپرد کیا جائے نہ ارث کی راہ سے بلکہ مال لاوارثی سمجھ کر جملہ مسلمانوں کے فائدہ کی غرض سے درمختار ۸۶۲ (ثُمَّ یُوضَعُ فِی بَیْتِ المَال .... لِلمُسلِمِین)

٦٧۔ مولی الموالات وغیرہ کو ورثہ ملنا بھی چاہیے یا نہیں۔

۱۔ مولی الموالات کی توریث ذیل کی آیات قرآنی و احادیث پر مبنی ہے ✤

ا۔ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ ✤

ب۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِتَمِیْمِ الدَّارِیِّ ھُوَ اَخُوْکَ وَمَوْلَاکَ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِمَحْیَاہُ وَمَمَاتِہٖ۔ (ترمذی و دارمی) ✤

۲۔ علماء حنفیہ مولی الموالات کی توریث جائز رکھتے ہیں برخلاف علماء شافعیہ کے ✤

ا۔ حضرت علی و حضرت عمر و ابن مسعود کا طریق علماء حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ اور زید بن ثابت کا طریق علماء شافعیہ نے ✤

۳۔ مقرلہ بالنسب کی توریث وصیت کے حکم میں ہے۔ پھر میت کا اقرار۔

۴۔ موصی لہ بجمیع المال کو میراث میں سے وصیت کے طریق پر ملتا ہے۔

استدلال ۱ ۔ علماء حنفیہ کا مذہب۔ علماء حنفیہ کی دلیل کہ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدًا۔ مطلب یہ ہے کہ جن سے تم نے اقرار کیا ہے پھر ان کا حصہ ان کو دو۔ مفسرین لکھتے ہیں۔ مراد اس سے عقد موالات ہے اور امر ہے واسطے وجوب کے۔ اس کے متعلق بہت احادیث ہیں۔ چنانچہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آ کر میرے ہاتھ پر مسلمان ہو تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیرا بھائی ہے اور مولی ہے تو اس کی زندگی اور موت میں زیادہ حقدار ہے (یعنی اس کی طرف سے جرم کا جرمانہ دے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی میراث لے)۔ کذا فی الطحطاوی۔ دیکھو مسئلہ ۲ تشریح نصیب کی جو اضافت انکی طرف ہے وہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور استحقاق کی دلیل ہے اور اگر [illegible] اور معونت کے ہوتا تو اسطرح ارشاد ہوتا فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبًا۔ اور اس بیان سے یہ خیال رفع ہو گیا کہ آیت کریمہ میں قسم مراد ہے کیونکہ اس صورت میں فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ۔ اس سے مترادف نہیں بلکہ مراد [illegible] سے ہے غالباً۔ اسطرح کہ ہر شخص [illegible] کے وقت دوسرے کا کام [illegible] کرتا ہو ✤

۲ - علماء شافعی کا مذہب - شعبی کا مقولہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ولاء مگر ولاء عتاقہ [یعنی غلام آزاد کرنے کے سوا اور کسی قسم کی ولا مالک کو نہیں ملیگی] اور امام شافعی نے بھی یہی اختیار کیا ہے اور یہی مذہب زید بن ثابت کا ہے اور جس طرف ہم نے رجوع کیا ہے (یعنی علماء حنفیہ نے) وہ مذہب حضرت عمر و علی و ابن مسعود رضی کا ہے — شریفیہ ۱۳ (کَانَ الشَّعْبِی . . . . . رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ) (بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر رضی کا بھی یہی مذہب تھا) ✤

۳ - مقر لہ بالنسب کی توریث - وصیت کے حکم میں ہے - چنانچہ میراث کی آیت میں ہے - مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِھَا اَوْ دَیْنٍ - پھر میت کا اقرار جس کی نسبت آیا ہے کہ اِنَّ الْمَرْءَ یُؤْخَذُ بِاِقْرَارِہٖ ✤

۴ - موصیٰ لہ بجمیع المال - کو وہی ملتا ہے جو مورث کہہ مرے بشرطیکہ موانع نہ ہوں - اور اگر ہوں تو وصیت کی تہائی ملتی ہے ✤

وراثت کی ترتیب میں بارھواں درجہ ہے

دیکھو نقشہ والا نقشہ

باب ۶ فصل دوم - مولی الموالات باب ۶

خلاصہ - اگر کوئی مجہول النسب شخص چاہے وہ عورت ہو یا مرد کسی سے یہ معاہدہ کرے کہ تم میرے آقا یا سردار ہو - اور اگر میں تمہارے سامنے مر جاؤں تو تم ہی میرے ترکہ کے مستحق ہو اور اگر میں کوئی قصور کروں تو تم ہی تاوان بھی دینا - تو اگر دوسرا شخص اس کو قبول کر لے تو وہ مولی الموالات کہلائیگا - تو جب یہ مجہول النسب مر جائے تو اس کی میراث مولی الموالات کو پہنچیگی کیونکہ میت کا کوئی وارث نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی ہو یا خاوند - تو اس کا حصہ دے کر باقی مولی الموالات کو ملیگا بموجب شرع شریف قتل خطا اور بعض اور جرموں میں مجرم کے اقارب اور برادری والوں پر جو اس کے بھلے برے کے شریک ہوں اور اس کے مددگار رہتے ہوں تاوان دینا لازم آتا ہے - اسے دیت عاقلہ اور عقل کہتے ہیں - تو جس حال میں کہ مولی الموالات نے دوسرے شخص مجہول النسب کا تاوان دینا اپنے ذمہ لے لیا تو ضرور تاوان اس کے ذمہ ہوگا - مولی الموالات کی وراثت مثل ذوی الارحام کے ہے کہ اکیلا ہو تو کل مال لیگا - اور بموجودگی بیوی یا خاوند کے ان کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ مولی الموالات کا ہے - لیکن اس زمانہ کے فتوے کے بموجب خاوند یا بیوی کی موجودگی میں مولی الموالات کو کچھ نہیں ملیگا - کیونکہ خاوند یا بیوی کا مقررہ حصہ دیا جا کر بقایا ان ہی پر رد ہوگا -

۶۸ - مولی الموالات کس کو کہتے ہیں؟

۱ - مولی الموالات وہ شخص ہے جس سے کسی مجہول النسب نے یہ عہد کیا ہو کہ تو میرا آقا ہے اور جب میں مر جاؤں تو تو میری میراث لیجیو - اور اگر مجھ سے کوئی جرم ثابت ہو جس سے تاوان لازم آوے تو تو دیجیو اور شخص مذکور اس بات کو قبول کر لے ✤

ا - اگر دو مجہول النسب اسی طریق پر معاہدہ کریں - تب بھی وہ ایک دوسرے کے مولی الموالات ہونگے ✤

ب - یہ معاہدہ عقد موالات کہلاتا ہے - اور جو میراث اس طریق پر پہنچتی ہے وہ ولاء موالات کہلاتی ہے ✤

۱ مولی الموالات کون ہوتا ہے - صورت مولی الموالات کی یہ ہے کہ ایک شخص مجہول النسب نے دوسرے سے کہا کہ تو میرا مولی ہے - جب میں

مرجاؤں تو تو ہی میرے مال کا وارث ہوگا۔ اور میری طرف سے خون بہا کا بدلہ بھی تو ہی دے گا اگر مجھ سے کوئی قتل ہوجائے۔ اور دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو علماء حنفیہ کے نزدیک یہ عقد درست ہے اور قبول کرنے والا شخص اس کا وارث بن جائے گا [اور جنایت کی صورت میں دیت دیگا] — شریفیہ ۱۱۔ (صُورَۃُ الْمَوْلَی الْمُوَالَاتِ . . . . وَارِثًا عَاقِلًا)

۲۔ آپس میں مولی الموالات۔ اگر پہلے عاقد کی طرح دوسرا بھی مجہول النسب ہے اور اس نے بھی اسی طرح کہا اور پہلے نے قبول کیا تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور دیت دیں گے۔ شریفیہ ۱۱ (صُوْرَۃُ مَوْلَی الْمُوَالَاتِ . . . . عَقَلَ عَنْہٗ)

اکثر کتب میں اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ لیکن علامہ قدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ قول صاحبین کا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک دوسرا شخص پہلے کا وارث ہوگا اور پہلے کی ولا باطل ہوجائے گی۔ کیونکہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع۔ ہکذا فی الطحطاوی۔ نیز دیکھو دفعہ ۷ ج ۲۔

۳۔ موالات کے معنی و شرائط وغیرہ۔ مولی الموالات کے لغوی معنی مصادقت کے ہیں۔ جو ضد ہے معادات کی۔ اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی ہے۔ جب میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور اگر کوئی جنایت کروں تو اس کا جرمانہ بھی تو ہی دیگا۔ اور دوسرا اس بات کو منظور کرلے۔ تو عقد ولا صحیح ہوجائے گا۔ اور یہ پہلا شخص دوسرے کا مولی ہوجائے گا۔ اور اگر پہلا شخص مرجائے گا تو دوسرا شخص اس کا وارث ہوگا۔ اور اگر پہلا کوئی جرم کرے گا تو یہ دوسرا اس کا تاوان دے گا۔ اور اگر ایسی شرط جانبین میں قرار پاجائے۔ تو ایک دوسرے کے مولی الموالات ہوں گے۔ اگر ان میں سے ایک نے قبول نہ کیا تو اس کا ورثہ بیت المال کے سپرد ہوگا۔ اور یہ معاہدہ فسخ بھی ہوسکتا ہے جبتک کہ تاوان ادا نہ کیا ہو۔ اور تاوان ادا کرنے کے بعد نہیں ہوسکتا۔ صدر الشریعۃ نے کہا ہے کہ شرط یہ ہے کہ ایسا معاہدہ کرنے والا مجہول النسب ہو۔ لیکن ابن کمال نے کہا کہ مجہول النسب ہونا ضروری شرط نہیں ہے۔ طحطاوی۔

۴۔ موالات و مواخات۔ دیکھو دفعہ ۵ سند ۴۔

۵۔ موالات کے معنے۔ کسی سے دوستی کرنا۔ منتخب اللغات۔

۶۹۔ عقد موالات کے واسطے شرائط۔

۱۔ غلام اپنے مالک کی اجازت سے اور نابالغ اپنے ولی کی اجازت سے موالات کرسکتے ہیں۔

۲۔ اگر ماں عقد موالات کرے تو اس کا بچہ بھی موالات میں شامل ہے۔ (وہ ساتھ لائی ہو یا حمل کی صورت میں ہو)۔

۳۔ اسلام لانا عاقد کے ہاتھ پر شرط نہیں ہے۔ ۱۔ مسلمان ہوں یا ذمی موالات کرسکتے ہیں۔

۴۔ کسی کا آزاد کردہ غلام عقد موالات نہیں کرسکتا۔

۵۔ موالات کے متعلق اور شرائط کے واسطے دیکھو سند ۱۔

سند دفعہ ۱۔ غلام اور نابالغ بھی عقد موالات کرسکتے ہیں۔ اگر عقد موالات منعقد کرے نابالغ عاقل اپنے باپ کی اجازت سے یا وصی کی اجازت سے تو صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی امر مانع نہیں۔ اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کی اجازت سے کسی شخص سے عقد موالات کرے تو صحیح ہے اور یہ غلام وکیل ہوگا اپنے مالک کی طرف سے اس عقد موالات میں [نہ اصیل قرار پائے گا کیونکہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے]۔ درمختار ۶۷۹ (وَلَوْ وَالٰی صَبِیٌّ . . . . . . بِعَقْدِ الْمُوَالَاتِ)

۲۔ ماں کے ساتھ مجہول النسب بیٹا بھی معاقدہ میں شامل ہے۔ ایک عورت نے موالات منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جس کا باپ معلوم نہیں) جنی تو وہ لڑکا اس عقد میں اپنی ماں کے تابع ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے عقد موالات کا اقرار کیا یا عقد منعقد کیا اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی ہے۔ تو یہ بچہ بھی اس عقد کے تابع ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک بڑا فائدہ ہے بچہ کے حق میں جس کا باپ معلوم نہیں۔ درمختار ۶۷۹ (اِمْرَءَۃٌ وَالَتْ . . . . . لَمْ یُدْرَکْ اَبٌ)

۲ ۔ مولی الموالات کی تعریف میں اختلاف ۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی اسلام لائے کسی شخص کے ہاتھ پر اور پھر وہ باہم موالات کریں تو صحیح ہے لیکن شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ عقد موالات میں اس کے ہاتھ پر اسلام لانا ضروری نہیں ۔ اور ابراہیم نخعی نے علی سبیل العادت ذکر کیا (یعنی یہ اکثر ایسا ہوا کرتا ہے کہ جب کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے تو اسی سے عقد موالات کر لیا کرتا ہے ۔ مگر یہ ضروری شرط تو نہیں کہ اسلام اس کے ہاتھ پر لائے جب ہی موالات قائم ہو) ۔ سراجیہ شریفیہ ۱۲ ۔ (وَکَانَ اِبْرَاہِیْمُ نَخْعِی . . . . اَلْعَادَۃ) ۔ دیکھو دفعہ ۶۴ سند ا ؂

۴ ۔ عقد موالات مسلمان بھی کر سکتا ہے ذمی بھی ۔ چونکہ اسلام عقد موالات میں شرط نہیں تو مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کا ذمی سے موالات کرنا جائز ہے اگرچہ مولائے اسفل اسلام قبول کر لے ۔ کیونکہ موالات مثل وصیت کے ہے جیسا کہ بدائع میں اس کی تفصیل کی گئی ہے ۔ درمختار ۶۷۹ ۔ (وَاَمَّا الْاِسْلَامُ . . . . تَبَسَطُ فِی الْبَدَائِعِ)

(فرق صرف اتنا ہے کہ موصیٰ لہ وصیت کا مستحق موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے باوجود اختلاف دین کے ۔ اور موالات کا مولیٰ وارث نہیں ہوتا اختلاف دین کی صورت میں)

۵ ۔ اعتاق کی ولا کو موالات کی ولا نہیں توڑ سکتی ۔ عقد موالات منعقد نہیں کر سکتا کسی کا آزاد کردہ غلام ۔ کیونکہ ولاء عتاقہ اس پر لازم ہو چکی ہے ۔ درمختار ۶۷۹ (وَلَا یُوَالِی . . . . وَلَاءُ الْعِتَاقَۃِ)

۶ ۔ عقد موالات میں شرائط ۔ اور عقد موالات کی شرط یہ ہے (۱) عاقد آزاد ، مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہ ہو ۔ اور غیر شخص کا منسوب ہونا اس کی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہیں ۔ کذا فی العنایہ ۔ [لیکن فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی] ۔ (۲) عاقد عربی نہ ہو ۔ (۳) عاقد پہلے سے ولاء عتاقہ یا ولاء موالاۃ میں کسی کی وجہ سے تابع نہ ہو کہ اس نے دیت بھی دیدی ہو ۔ (۴) عاقد کی طرف سے کبھی بیت المال نے دیت نہ دی ہو ۔ [کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اس کی میراث تو بیت المال میں جائے گی کہ تمام مسلمانوں کے واسطے ہے ۔ چنانچہ شرح طحطاوی میں لکھا ہے کہ لقیط آزاد مانا گیا ہے ۔ اور اس کی جنایت بیت المال کے ذمہ ہے ۔ اور اس کی میراث بھی بیت المال ہی لے گا ۔ پھر جب وہ بڑا ہو جائے تو چاہے جس سے موالات کرے ۔ مگر درحالیکہ ایک مرتبہ بھی بیت المال دیت دے چکا ہے پھر عقد موالاۃ نہیں ہو سکتا] (۵) عاقد نے شرط کی ہو کہ اس کی جنایت کا بدلہ دیا جائے اور میراث حاصل کی جائے ۔ درمختار ۶۷۹ ۔ (عَقْدُ الْمُوَالَاتِ شَرْطُہٗ . . . . الْعَقْلُ وَالْاِرْثُ)

۷۰ ۔ فسخ موالات یا انتقال موالات ۔

۱ ۔ مولی الموالات اُس وقت تک عقد فسخ کر سکتا ہے جبتک مالک نے اُس کے یا اُس کے بیٹے کے جرم کے بدلے جرمانہ نہ دیا ہو ۔ ادائیگی جرمانہ کے بعد اُس کو فسخ عقد کا اختیار نہیں ۔ اور آپس کا عقد بالکل پختہ ہے ؂

۱ ۔ اگر عتق کی موالات کر چکا ہے تو ولاء کی موالات قائم نہیں کر سکتا ؂

تشریحات ۱ معاقدہ کب تک جاری ہے ۔ مجہول عاقد کے واسطے یہ جائز ہے کہ اُس وقت تک عقد موالات فسخ کر دے جبتک کہ مولی نے اُس کی طرف جنایت کی دیت نہ دی ہو ۔ سراجیہ شریفیہ ۱۱ (وَلِلْمَجْہُوْلِ . . . . مَوْلَاہُ) ۔

۲ ۔ عقد موالات منتقل ہو سکتا ہے ۔ عاقد اسفل کو اس عقد کو دوسرے کی طرف منتقل کر دینا بموجودگی عاقد اعلیٰ کے درست ہے بشرطیکہ عاقد اعلیٰ نے عاقد اسفل یا اس کے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو ۔ اور اگر دیت ادا کر چکا ہے اس کی طرف یا اس کی اولاد کی طرف سے تو منتقل نہ ہو سکے گی ۔ کیونکہ عقد موالات اس طرح پختہ ہو گیا تھا ۔ درمختار ۶۷۹ (وَلَہُ النَّقْلُ . . . . لِتَاکِیْدِہِ) ۳ ۔ اعتاق کی ولا پر موالات کی ولا ۔ دیکھو دفعہ ۶۹ سند ۵ ؂

۱۷ - استقرارِ حق و تقسیمِ میراث - (دیکھو نقشہ ۸۲)

۱- مولی الموالات کل ورثہ کا مالک ہوگا۔ اگر عقدِ موالات فسخ نہیں ہوا ہے (جبکہ میت کے ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو) نزد علماء حنفیہ ؛

۱- اگر عورت نے عقدِ موالات کیا اور ایک مجہول النسب بچہ جنا یا ساتھ لائی تھی تو بچہ بھی عقدِ موالات میں عورت کے ساتھ شامل ہے۔

۲- مولی الموالات کو علماء شافعی کے نزدیک ورثہ نہیں ملتا ؛

۳- اگر آپس میں ایک دوسرے سے موالات کریں تو پہلا شخص دوسرے کا وارث ہوگا نہ اُس کے برعکس۔

(نزد علمائے حنفیہ برخلاف صاحبین)؛ اگر دو معاقدین میں سے ایک نے موالات فسخ کیا تو اس کا متروکہ بیت المال کے سپرد ہوگا۔

نقشہ ۸۲ - مولی الموالات کی دونوں صورتیں

حل - صورت اول میں ایک مجہول النسب نے عقدِ موالات ایک صحیح النسب شخص زید سے کیا ہے جسکے ذوی الفروض و عصبات وغیرہ موجود ہیں؛ صورت دوم میں دو مجہول النسب شخصوں نے آپس میں عقدِ موالات کیا ہے۔

۱ مولی الموالات کو ورثہ ملنا۔ بحالت نہ ہونے اشخاص مذکورین کے (یعنی ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام) شروع کیجائیگی میراث مولی الموالات سے درحالیکہ احد الزوجین نہ ہوں۔ اگر ہوں تب بھی مولی الموالات سے شروع کی جائے۔ مگر احد الزوجین کا حصہ دے کر باقی ماندہ سے جیساکہ فرائض عثمانیہ میں مذکور ہوا - شریفیہ ۱۱ (عند عدم مولاہ ...... الفرائض العثمانیہ)

۲ - مولی الموالات کو علماء شافعی کے نزدیک ورثہ نہیں ملتا۔ دیکھو دفعہ ۶۶ سند ۵ ؛

۳ - ماں کے ساتھ مجہول النسب بچہ بھی فریق معاقدہ ہے۔ دیکھو دفعہ ۶۹ ؛

۴ - آپس کے موالات میں پہلا دوسرے کا وارث ہوگا نہ برعکس (نزد علماء حنفیہ برخلاف صاحبین) ...... دیکھو دفعہ ۶۸ سند ۲ ؛

وراثت کی ترتیب میں تیرھواں درجہ
دیکھو فیتہ دالانقشہ

باب ۶ فصل سوم - مقرلہ بالنسب علی الغیر باب ۶

خلاصہ: - اگر کوئی شخص کسی کو اپنا رشتہ دار مان لے اور مرتے تک اس بات پر قائم رہے تو یہ مانا ہوا رشتہ دار مقرلہ ہے۔ بشرطیکہ تعلق رشتہ داری کا ثبوت مقر کے کہنے پر مبنی نہ ہو بلکہ نسبی لحاظ سے کسی خاص رشتہ دار کے اقرار پر مبنی ہو اور وہ خاص رشتہ دار منکر ہو۔ تو یہ شخص اس موقع پر مستحق ورثہ ہے جبکہ میت کا نہ کوئی ذی فرض ہو۔ نہ عصبہ ہو۔ نہ ذی رحم ہو۔ نہ مولی الموالات ہو۔ (یاد رہے کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ کسی شخص کو کسی دوسرے کے نسب میں داخل کر دے۔ ہاں اگر ایسی صورت میں کوئی شخص کسی مجہول النسب لڑکے یا لڑکی کو اپنا بیٹا یا بیٹی کہے اور اقرار کرے کہ یہ اس کے بیٹا یا بیٹی ہیں اور عمر کے لحاظ سے بھی یہ تعلق ٹھیک ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی عصبہ یا ذوی الفروض مانے جائیں گے اور میراث لیں گے) ایسے شخص کو بیٹا بنا لینے میں اور متبنیٰ کرنے میں بڑا فرق ہے۔ مقرلہ بالنسب تو ایسا شخص ہے جو مجہول النسب ہے۔ نہ اس کے باپ کا پتہ نہ دادا کا۔ اور عمر کے لحاظ سے بھی ایسا ہو کہ بیٹا مانا جا سکتا ہے (مثلاً پچیس برس کے آدمی نے اگر پندرہ برس کے لڑکے کو اپنا لڑکا مانا تو معتبر نہیں) اور متبنیٰ میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ غیر کی اولاد ہوتا ہے اور اس کے باپ دادا معلوم ہوتے ہیں۔ تو بھلا اس کے اولاد ہونے کا کس طرح دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح دینی بھائی یا بہن بنا لینے میں حقیقی قرابت کا اقرار نہیں ہوتا تو کس طرح ورثہ لے۔ مقرلہ میں وہ شخص حقیقی قرابت کو تسلیم کرتا ہے اور مجہول النسبی تو شرط ہے ہی۔ گویا مقرلہ بالنسب ایک طرح کا موصیٰ ہے۔ کہ مورث اپنا ترکہ اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔

۷۲ - مقرلہ بالنسب کون ہوتا ہے -

مقرلہ ایک مجہول النسب شخص ہے جسکو کوئی شخص اپنے نسب میں بتائے مگر اس طرح پر کہ نسب کا ثبوت تیسرے شخص پر مبنی ہو۔ اور یہ تیسرا شخص اس نسب کو صحیح نہ بتائے مگر مقر موت تک اس کو اپنے ہی نسب میں بتائے جائے۔

مثلاً۔ اگر کسی شخص نے کسی مجہول النسب کو اپنا بھائی مانا ہو۔ تو یہ مانا ہوا بھائی مقرلہ ہے۔ کیونکہ اس کا نسب ایک تیسرے شخص یعنی ماننے والے کے باپ کے تسلیم کرنے پر مبنی ہے۔ مگر وہ تسلیم نہیں کرتا۔ اور ماننے والا اس کو مرتے وقت تک بھائی کہتا ہے۔

سندات ۱ مقرلہ بالنسب۔ پھر وہ مقرلہ جو غیر کے نسب پر ہے اور اس کا نسب اس غیر سے نہ ثابت ہوا باوجود اس شخص کے اقرار کے جبکہ مر جاتے مقر اپنے اقرار پر ــــ سراجی۔ (ثم المقرلہ .... علی اقرارہ) ــ

۲ مقرلہ کے واسطے شرائط۔ علماء نے اس کے متعلق کئی قیدیں لگائی ہیں۔ اول یہ کہ مقر کا اقرار مقرلہ کے نسب کی نسبت کسی اور کے اقرار پر مبنی ہو [مثلاً اگر کسی شخص نے کسی مجہول النسب کے متعلق اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے تو یہ اقرار مبنی ہے مقر کے باپ کے اقرار کرنے پر کہ یہ میرا بیٹا ہے] دوم یہ کہ وہ اقرار ایسا ہو کہ اسکا نسب اس غیر سے نہ ثابت ہو۔ [جیسا کہ نہیں تصدیق کیا ہو مقر کے اقرار کو اس کے باپ نے اس نسب میں] سوم یہ کہ مقر اس اقرار پر قائم رہے حتی کہ مر جائے ــــ

شریفیہ ۱۳ - (اعتبرت فیہ .... علی اقرارہ)

۲ شرائط بالا کی تشریح - اور ان شرائط کے فوائد ظاہر ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر اس شخص کا اقرار مجہول النسب کے نسب کے متعلق نہ مبنی ہو غیر کے اقرار پر جبکہ وہ اقرار حالت صحت میں کیا جائے (مثلاً اقرار کرتے وقت عقل وغیرہ درست ہے) تو مقرلہ کا نسب اس مقر سے ثابت ہے اور وہ ورثاء نسبیہ میں شمار کیا جائے گا [کیونکہ پھر تو وہ مقر کا بھائی از روئے نسب ہے] جس کا ذکر کیا جا چکا۔ گویا (شخص غیر) اقرار کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے ۔ دوسرے جب اُسکے باپ نے اس نسب کے متعلق تصدیق کی (یعنی باپ نے کہدیا کہ مقرلہ مقر کا بھائی ہے) تو اب اس اقرار سے نسب اُس کا مقر کے باپ سے بھی ثابت ہوگا اور قرار دیا جائے گا وہ مجہول النسب مقر کا بھائی [یعنی وہ بھی عصبہ شمار ہوگا] ۔ ایسا ہی حال اُس صورت میں ہوگا جبکہ مقر اقرار کرے مقرلہ کے چچا ہونے کا۔ اور تصدیق کرے اس کے چچا ہونے کی مقر کا دادا۔ تو وہ مقر کا چچا مانا جائے گا اور شمار ہوگا اس مقام پر جہاں اس کا ذکر ہو چکا۔ [یعنی عصبات درجہ چہارم میں شمار ہوگا] ۔ تیسرے جب مقر اپنے اقرار سے پھر جائے تو پھر کچھ اعتبار نہیں۔ اور نہ ثابت ہوگی میراث اُس کی اس مقر سے بالکل ــ شریفیہ ۱۳ - (فوائد القیود .... ارثہ اصلاً)

مزید تشریح ۔ مثال ۔ زید نے خالد کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقرلہ۔ اور زید کا باپ مقر علیہ ہے۔ تو جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اس کا بھی باپ ہوا۔ تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس نے مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اس کا مال بطور میراث کے پا دیگا لیکن مقر کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور نہ اس کی میراث پاویگا۔ کیونکہ ہر شخص کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر۔ مقر کی تصدیق اس طرح ہے کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے۔ اور اسی طرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں۔ مثلاً زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اس طرح ہو کہ وہ کہے بغیر دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ ہر چند رجوع اقرار سے منع ارث کے واسطے معتبر ہے۔ لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا۔ اور مانع ارث نہ ہوگا۔ یہ دوسرا فقرہ طحطاوی سے لیا گیا ہے ۔

۴۳۔ استقرار حق وتقسیم میراث۔

۱۔ جس مقرلہ میں تمام شرائط پائی جائینگی تو اس موقع پر (علماء حنفیہ کے نزدیک) کل ترکہ لیگا۔ (یعنی ذوی الفروض وعصبات و ذوی الارحام نہ ہونے کی صورت میں کل ترکہ مقرلہ کو ملے گا) ۔

۲۔ اگر مقر کا اقرار مقرلہ کی نسبت کسی طور پر ثابت ہو جائے۔ تو مقرلہ رشتہ داران نسبی میں شمار ہوگا۔ اور اپنے موقع پر میراث لے گا۔ نہ اس موقع پر۔

۳۔ علماء شافعی کے نزدیک مقرلہ کو اس حالت میں ترکہ میں سے کچھ نہیں ملیگا۔ (بلکہ ترکہ بیت المال میں جائیگا) ۔

شرح **۱** استقرار حق۔ جبکہ جمع ہوں سب صفات مذکورہ مقرلہ میں تو وہ حنفیہ کے نزدیک (برخلاف امام شافعی کے) درجہ مذکورہ میں وارث ہوگا۔ (یعنی اس درجہ میں جس کا ذکر نقشہ ۴۲ میں ہے) ــ شریفیہ ۱۳ - (اذا اجتمعت .... المذکورۃ)

۲ ۔ دلائل۔ مقر اس صورت میں گویا اقرار کرنے والا ہے دو امر کا۔ ایک تو نسب کا (جس کا ثبوت غیر پر ہے) دوسرے استحقاق مال کا بذریعہ ورثہ کے (یعنی یہ کہ مقرلہ مقر کے مال کا وارث ہوگا) لیکن اقرار اس کا نسب کے متعلق تو باطل ہے۔ کیونکہ مقرلہ کا نسب تو مبنی ہے غیر کے اقرار پر۔ اور اقرار کرنا (بغیر ثبوت پیش کئے غیر کے اقرار کے خیال سے صرف پیش بندی ہے جو قابل سماعت نہیں۔ ہاں مال کے متعلق اقرار قائم رہے گا (کیونکہ یہ اقرار دوسرے کے اقرار پر مبنی نہیں ہے) جس حال میں کہ نہ ہو واسطے مقر کے کوئی وارث ظاہرا ــ شریفیہ ۱۳ - (لان المقر .... وارث معروف)

۳ ۔ مقرلہ از روئے نسب کب بھائی ہوگا۔ اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہو گیا اس طرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی [یعنی یہ کہ مقرلہ نے کہا کہ ہاں میں بھائی ہوں]

یا اقرار کیا جیسا کہ مقر نے اقرار کیا [یعنی اس نے بھی کہا کہ ہاں درحقیقت یہ میرا بھائی ہے] یا کسی تیسرے شخص نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی۔ تو اب اس کا نسب حقیقۃً ثابت ہو جائے گا۔ اور اب وہ مقر کے ورثاء میں شمار ہوگا۔ اگرچہ مقر اس کے بعد اپنے اقرار سے انکار کرے۔ اسی طرح مقر لہ کا نسب ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کے بیان کی تصدیق کی قبل اس کے کہ مقر اپنے بیان سے انکار کرے۔ اس کا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح میں مفصل ہے۔ خصوصاً در الشروح میں۔ اور میں نے اس کا خلاصہ سراجیہ کی شرح میں بھی بیان کیا ہے [لیکن طحطاوی نے کہا کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی۔ اور ہمارے خیال میں یہی صحیح ہے۔ م] در مختار ۸٦٢ (فلو ثبت۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعلمه علیها)

۲ ـ مقر لہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ (شافعی) اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بھائی مان لے تو شخص مذکور کے ترکہ میں سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ منہاج۔

وراثت کی ترتیب میں چودھواں درجہ ہے

دیکھو نقشہ والا نقشہ

(یا موصی لہ بما زاد علی الثلث و یا لکل)

خلاصہا :- میت نے اگر یہ وصیت کی ہو کہ اس کا کل مال کسی شخص کو دیا جائے (ایسے شخص کو موصی لہ بجمیع المال کہتے ہیں) تو تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے بعد بوجہ اس کے کہ اور حقدار بھی موجود ہوں مثلاً ذوی الفروض و عصبات وغیرہ تو وصیت میں صرف تہائی مال دیا جاتا ہے۔ (دیکھو باب اوّل) اور باقی ورثاء کو تقسیم ہوتا ہے۔ ہاں اگر ورثاء نہ ہوں تو پھر تہائی سے زیادہ یا کل مال دیئے جانے میں کوئی امر مانع نہیں۔ لہذا اس موقع پر جبکہ کوئی وارث موجود نہیں ہے تو کل متروکہ موصی لہ بجمیع المال کے سپرد کیا جاتا ہے۔ یعنی اس موقع پر میت کی وصیت پوری کی جاتی ہے۔ ورنہ تہائی سے کسی حالت میں موصی لہ بجمیع المال کو زیادہ نہیں مل سکتا۔ اگر وارث صرف خاوند یا بیوی ہوں تو ان کے حصہ سے بچا ہوا مال موصی لہ بجمیع المال کو ملے گا۔

۴۷ - موصی لہ بجمیع المال کون ہوتا ہے -

١ - موصی لہ بجمیع المال وہ شخص ہے جس کو میت نے کل ترکہ دینے کی وصیت کی ہو۔

تشریح۔ موصی لہ بما زاد علی الثلث (یعنی موصی لہ جس کو تہائی مال سے زیادہ دیئے جانے کی وصیت کی گئی ہو) کو عام طور پر موصی لہ بجمیع المال یا صرف موصی لہ کہہ دیتے ہیں۔

۲ - کل مال کے متعلق وصیت کرنے کی بعض موقع پر اجازت نہیں۔ دیکھو سند ۲ و ۳۔

سندات **١** تعریف موصی لہ بجمیع المال۔ پھر موصی لہ بجمیع المال کو ترکہ ملیگا یعنی درصورت نہ ہونے اُن لوگوں کے جن کا ذکر کیا گیا ہے تقسیم کی جائیگی میت کے مال کی اس شخص سے جس کے متعلق میت نے کل مال دینے کی وصیت کی ہو۔ شریفیہ ١٣ (ثم الموصی بجمیع المال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بجمیع المال)

۲ - کل مال کی وصیت کب کی جائے۔ کل مال کے متعلق وصیت کرنی جب ہی جائز ہے جبکہ کسی شخص کو بغیر نقصان پہنچائے ایسا کیا جاسکے اگر اور کوئی وارث معلوم ہو تو ایسی وصیت کرنی درست نہیں۔ کذا فی الطحطاوی۔

۳ - مقدار وصیت - دیکھو باب اوّل۔

۷۵۔ استقرار حق و تقسیم میراث۔

۱۔ موصی لہ بجمیع المال کو اس موقع پر میت کا کل متروکہ ملے گا۔ جبکہ نہ کوئی ذوی الفروض نہ عصبات نہ ذوی الارحام نہ مولی الموالات نہ مقر لہ موجود ہے۔

ا۔ یاد رہے کہ موصی لہ بجمیع المال (یا موصی لہ بما زاد علی الثلث) کو اس موقع پر کچھ نہیں ملے گا اگر ذوی الفروض یا عصبات یا ذوی الارحام یا مولی الموالات یا مقر لہ میں سے کوئی بھی موجود ہو گا۔ تو جو کچھ اس کو ثلث کے بموجب مل چکا ہے وہی رہیگا۔

ب۔ خاوند یا بیوی کا حصہ دے کر بقایا موصی لہ بجمیع المال کو ملے گا۔ اگر صرف خاوند یا بیوی وارثان میں موجود ہوں۔

۲۔ علماء شافعی کے نزدیک اس موقع پر موصی لہ بجمیع المال کو سوائے اُس تہائی کے جو اُس کو مل چکا ہے اور کچھ نہیں ملے گا۔ یہ بقایا بیت المال میں جائے گا۔

۳۔ موصی لہ کا حق اعیان ترکہ میں سے یا دیت میں سے یا وصیت کے بعد ترکہ بڑھ جانیکی صورت میں کیا ہے۔ دیکھو سندات

سندات ۱ موصی لہ کو متروکہ۔ پھر موصی لہ بجمیع المال کو ترکہ ملیگا یعنی جب اشخاص مذکورین میں سے کوئی نہ ہو تو تقسیم کی جائیگی میت کے مال کی اس شخص سے جس کے متعلق میت نے کل مال دینے کی وصیت کی ہو پس اس موقع پر اُس کی وصیت پوری کی جائیگی۔ کیونکہ تہائی سے زیادہ دیا جانا بوجہ وارثوں کی موجودگی کے ممنوع تھا پس جب نہ پایا جائے گا ورثا میں سے کوئی تو موصی لہ کو وہی پورا دیا جائے گا جو اُس کے واسطے معین کیا گیا تھا۔ شریفیہ ۱۳ (ثم موصی لہ بما عین لہ کملاً

پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میت کا ترکہ لیگا جس کے واسطے تہائی سے زیادہ کی میت نے وصیت کی تھی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو۔ در مختار ۸۶۲ (ثم بعدہم .... ولو بالکل) ۲ علمائے شافعی کے نزدیک موصی لہ کو کچھ نہیں ملتا۔ دیکھو دفعہ ۶۶ سند ۵۔

۳ ترکہ و عیان ترکہ میں موصی لہ کا حق شامل ہے۔ دیکھو باب اوّل

۴ موصی لہ کا حق جبکہ وصیت کے بعد ترکہ بڑھ جائے۔ دیکھو باب اوّل۔ ۵ موصی لہ کا حق دیت میں سے۔ دیکھو باب اوّل۔

وراثت کی ترتیب میں پندرھواں درجہ ہے

دیکھو فہرست والانقشہ

باب ۶

فصل پنجم بیت المال

خلاصہ: بیت المال اس خزانہ کو کہتے ہیں جس میں لاوارث کا مال اور مال غنیمت اور زکوٰۃ وغیرہ کا مال ذخیرہ کر کے رکھا جائے۔ تو جس حالت میں میت کا کوئی وارث نہ ذوی الفروض نہ عصبات نہ ذوی الارحام نہ مولی الموالات نہ مقر لہ بالنسب نہ موصی لہ بجمیع المال موجود ہو۔ تو اب اس کے مال کے تمام مسلمان مستحق ہوں گے۔ کیونکہ میت کا ان سے بھی تعلق ہے۔ یعنی تعلق اسلامی۔ لیکن اگر اس مال کو مسلمانوں کو تقسیم کریں تو ان کے حصہ میں ایک ایک کوڑی بھی مشکل سے آئے گی۔ اس واسطے یہ مال بادشاہ اسلام کے

خزانہ میں داخل کر دیا جاتا ہے جس کو بیت المال کہتے ہیں۔ کہ اس مال سے رفاہ عام اور مفید خلائق کاموں میں صرف ہو۔ اور جملہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ چنانچہ جہاد کے لئے فوج کی تیاری میں صرف ہوتا ہے۔ پل۔ سڑکیں۔ مہمانسرائے وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر بیت المال موجود ہی نہ ہو تو اس مال کو کیا کریں۔ تو جب میت کے بعض ایسے رشتہ دار موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں۔ جیسے اولاد رضاعی اور معتق کی بیٹیاں اور معتق کے ذوی الارحام۔ تو یہ مال متروکہ ان کو دلایا جائے۔ چنانچہ نقشہ ۵ میں بھی یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر متروکہ کے مستحق صرف خاوند یا بیوی ہوں تو بقایا متروکہ بطور رد بھی انکو حتی المقدور دیا جائے۔ بلکہ اولاد رضاعی اور سوتیلی اولاد اور معتق کی بیٹیاں۔ بلکہ معتق کے ذوی الارحام تک کو رد پر مقدم کر دیا جاتا ہے۔

۷۶ - بیت المال کس کو کہتے ہیں۔ اور کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟

۱۔ بیت المال وہ خزانہ ہے جو زکوٰۃ کے مال اور دفینہ اور غنیمت کے مال اور لاوارثی مال سے جمع کیا جائے۔

۲۔ بیت المال چار ہوتے ہیں۔

۱۔ جس میں چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ اور عشر یا جو کچھ مسلمان تاجروں سے عاشر کے ہاتھ جمع کیا جائے۔ (بیت المال قسم اوّل)

۲۔ جس میں مال غنیمت اور کان سے حاصل کئے ہوئے مال اور مدفون مال کا پانچواں حصہ جمع کیا جائے۔ (" " قسم دوم)

۳۔ جس میں خراج اور جزیہ کی آمدنی اور جو کچھ عاشر کو حربی مستامن سے اور ذمی تجارت کے لئے جمع کیا جائے۔ (" " قسم سوم)

۴۔ جس میں پڑا ہوا مال۔ لاوارث میت کا مال۔ یا ایسے خاوند یا بیوی کا ترکہ جن کا کوئی وارث نہ ہو جمع کیا جائے[1]۔ (" " قسم چہارم)

حوالہ جات ۱ چار بیت المال۔ امام پر واجب ہے کہ چار بیت المال قائم کرے۔ اور ہر قسم کے مال کے واسطے جدا جدا گھر بنائے۔ اس لئے کہ ہر قسم کے مال کے متعلق علیحدہ علیحدہ حکم ہے۔ جو اسی مال کے واسطے مخصوص ہے ——— فتاوے عالمگیری۔

۲۔ پہلی قسم کا بیت المال۔ بیت المال کے چار حصے ہوتے ہیں۔ پہلا یہ ہے اول چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ اور عشر اور جو کچھ کہ عاشر مسلمان تجارت سے حاصل کرتا ہے جو اس کے پاس ہو کر گذریں شامل ہے۔ ان سب کا مصرف وہی ہے جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ فتاوے عالمگیری (کتاب الزکوٰۃ)

۳۔ دوسری قسم کا بیت المال۔ دوسرے وہ بیت المال جس میں لوٹ کا مال۔ دفینہ۔ اور زمین سے برآمد شدہ مال کا پانچواں حصہ رکھا جاتا ہے[2]۔

۴۔ تیسری قسم کا بیت المال۔ تیسرے وہ بیت المال جس میں خراج اور جزیہ کی آمدنی رکھی جاتی ہے اور نیز وہ کپڑے اور غلہ جن پر بنی نجران سے صلح ہوئی تھی۔ اور وہ دو چند صدقہ جو بنی تغلب سے لیا جاتا ہے اور جو مال کہ عاشر حربیوں سے لیتا ہے جو امن پا کر ہمارے ملک میں آویں اور نیز ذمی تاجروں سے لیتا ہو ——— فتاوی عالمگیری

۵۔ چوتھی قسم کا بیت المال۔ چوتھے وہ بیت المال جس میں پڑا ہوا مال جمع کیا جاتا ہے۔ یا لاوارث کا ترکہ یا ایسے ترکہ کا باقی ماندہ جسکے صرف خاوند یا بیوی وارث ہوں ——— فتاوی عالمگیری

۷۷ - افسر بیت المال یعنی امام اور اُس کے فرائض۔

۱۔ بیت المال میں سے حقداروں کے حقوق ادا کرنا۔ امام کے فرائض میں سے ہے۔

۲۔ چاروں بیت المال کی آمدنی اور خرچ کا حساب علیحدہ علیحدہ رکھنا۔

[1] موجودہ زمانہ کے فتویٰ کے بموجب خاوند یا بیوی سے بچا ہوا مال بیت المال میں نہیں جاتا بلکہ ان ہی کو بطل رد دیا جاتا ہے۔ [2] فتاوی عالمگیری۔

۳۔ایک بیت المال کے واسطے ضرورۃً دوسرے بیت المال سے بطور قرض لے لینا۔ الابعض صورتوں میں۔

۴۔اپنے اور اپنے نائب وغیرہ کے واسطے صرف اس قدر بیت المال سے لینا کہ اہل وعیال کے واسطے کافی ہو۔ (دیکھو مسئلہ ۱)
اگر اتفاقاً زیادہ لیا گیا تو بقایا فقرا کو تقسیم کر دینا چاہیئے۔ ۱ (دیکھو دفعہ ۷۸)

مسئلہ ۱۔چاروں بیت المال کے اخراجات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ امام پر واجب ہے کہ چار بیت المال قائم کرے اور ہر قسم کا مال علیحدہ علیحدہ بیت میں رکھے۔کیونکہ ہر قسم کے مال کا حکم علیحدہ ہی ہے۔جو اس ہی سے مخصوص ہے۔اور دوسری قسم کا مال اس میں شامل نہیں ہو سکتا ــــ اگر کسی قسم کا مال بالکل نہ ہو تو امام کے واسطے جائز ہے کہ دوسری قسم کے مال میں سے بطور قرض لیلے۔چنانچہ اگر صدقہ کے بیت المال (یعنی بیت المال قسم اول) میں سے خراج کے بیت المال (یعنی بیت المال قسم دوم) کے واسطے قرض لے تو جب خراج وصول ہو جائے تو قرضہ ادا کر دے۔لیکن اگر وہ مال لڑائی کے واسطے دیا ہو یا ایسے شخصوں کو جو فقیر ہوں۔تو قرضہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ صدقہ کے بیت المال میں بھی ان فقراء کا حصہ ہے۔لہذا وہ قرضہ نہ رہا لیکن اگر خراج کے بیت المال (یعنی بیت المال قسم سوم) میں سے صدقہ کے بیت المال کے واسطے قرض لے اور اُس کو فقرا میں صرف کرے تب بھی قرضہ نہ ہوا۔کیونکہ خراج کے واسطے حکم اُس مال کا ہے جو دشمنوں سے بطور صلح یا غنیمت کے وصول ہوا اور اُس میں فقراء کا بھی حق ہے۔مگر خراج کے بیت المال میں سے) اسلئے نہیں دیا جاتا کہ صدقات کا مال اُن کے واسطے بہت کافی ہوتا ہے ــــ فتاوئے عالمگیری۔

۲۔حقداروں کے حقوق نگاہ رکھنا۔امام کو لازم ہے کہ حقداروں کے حقوق اُن کو ادا کرے۔اور مال ان کو دینے سے نہ روکے۔ اور امام کو اور اُسکے مددگاروں کو اُن مالوں میں سے صرف اسی قدر اپنے صرف میں لانا جائز ہے جو اُن کے اور اُن کے اہل وعیال کے واسطے کافی ہو۔ اور مال لے کر اپنے پاس جمع نہ رکھیں۔اگر کچھ مال ضرورت سے بچ رہے تو فقراء کو تقسیم کر دیں۔اگر اِن اُمور کی انجام دہی میں قصور کریں گے تو اس کا گناہ انکی گردن پر ہوگا ــــ فتاوئ عالمگیری۔

۳۔امام کو بیت المال سے حقداروں کو ازروئے حقوق دینا چاہیئے۔دیکھو مسئلہ ۲۔

۴۔امام و مددگار امام بیت المال سے تنخواہ لیں گے۔دیکھو مسئلہ ۲۔امام کو اور صدقات وصول کرنے والوں کو افضل یہ ہے کہ اپنی تنخواہ پیشگی کسی آئندہ مہینہ کی نہ لیں۔ہاں جو مہینہ شروع ہو گیا ہے اس کا لے سکتے ہیں ــــ فتاوئ عالمگیری۔

۷۸ بیت المال کا اور بیت المال سے استحقاق۔

۱۔جب میت کا کوئی بھی وارث نہ ہو۔(نہ کوئی ذی فرض نہ عصبہ نہ ذی رحم نہ مولی الموالات نہ مقر لہ بالنسب نہ موصیٰ لہ بجمیع المال) تو متروکہ بیت المال کے سپرد ہوتا ہے۔ تاکہ تمام مسلمانوں کے کام آئے (نزد علماء حنفیہ)۔

ا۔بیت المال کے مال کا سپرد ہونا بطریق توریث نہیں ہے۔اسی وجہ سے لاوارث ذمی کا مال بھی بیت المال کے سپرد ہوتا ہے۔

ب۔اگر ذوی الفروض میں صرف زوجین ہوں تو ان کا حصہ دے کر جو کچھ باقی رہے وہ (بعدم موجودگی عصبہ یا ذوی الارحام یا مولی الموالات یا مقر لہ بالنسب یا موصیٰ لہ بجمیع المال) بیت المال کے سپرد ہوگا۔

ج۔مستامن اگر لاوارث مر جائے تو اس کا ترکہ دار حرب میں واپس جائیگا۔بیت المال میں نہیں جا سکتا۔

۲۔علماء شافعی کے نزدیک اگر بیت المال منتظم ہے تو ذوی الارحام پر بلکہ رد پر بھی مقدم ہے۔اور اگر غیر منتظم ہے تو حصہ رد بجائے خاوند یا بیوی کے دینے کے ذوی الارحام کو دیا جاتا ہے۔

۳- مستامن لاوارث کا مال دارحرب میں اس کے ورثا کو بھیجا جائے گا۔ اور ذمی لاوارث کا مال بیت المال کو ملے گا۔

۴- مرتد کی حالت ارتداد کی کمائی بیت المال کے سپرد ہوگی۔

۵- بیت المال میں سے حسب ضرورت ذیل کے اخراجات کئے جاتے ہیں۔ (ضرورت میں مرد اور عورت کا حق برابر ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ مرد کو عورت سے دگنا ملے جیسے وراثت میں ملتا ہے۔ اور ذمی کو بیت المال سے کچھ نہیں ملے گا۔

۱- بیت المال قسم اول سے ——— دیکھو کتاب الزکوٰۃ۔

۲- بیت المال قسم دوم سے ——— یتیم۔ مسکین۔ ابن السبیل کو دیا جاتا ہے۔

۳- بیت المال قسم سوم سے ——— قلعوں کا بنانا۔ راستوں کی درستی۔ پلوں کی ساخت۔ بڑی نہروں کی درستی (مثلاً دجلہ وغیرہ وغیرہ)۔ مسجد بنانا۔ مسافر خانے قائم کرنے۔ سیلاب کا روکنا اور جاری کرنا۔ فوج کے اخراجات۔ ملک کی حفاظت۔ راہزنوں کو روکنا۔ حکام کی تنخواہیں۔ قاضیوں، مفتیوں، محتسبوں کے وظیفے۔ معلموں کی تنخواہیں۔ طلباء کے وظیفے دینے۔ اور اس شخص پر صرف کرنا جو مسلمانوں کی بہتری کے واسطے خدمت کرتا ہو۔ امام اور اس کے مددگاران کی تنخواہیں۔

۴- بیت المال قسم چہارم سے ——— تنگدست مریضوں کے علاج۔ بے کس و بے مال میت کی تکفین۔ ان بچوں کی حفاظت جو پڑے ہوئے ملیں اور ان کے قصور کے جرمانہ کی ادائگی۔ اور ایسے شخص کا نفقہ جو روزی کمانے سے عاجز ہو۔ اور ایسے ہی کاموں میں صرف کریں۔

۶- اگر پڑا ہوا مال ملے تو بیت المال کے سپرد کرنا چاہیئے۔

تشریحات ۱ ترکہ بیت المال کو کب ملتا ہے۔ جبکہ مذکورین (یعنی ذوی الفروض عصبات ذوی الارحام مولی الموالات۔ مقرلہ۔ موصی لہ) میں سے کوئی نہ پایا جائے تو میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے۔ اس بنا پر کہ وہ ترکہ اس صورت میں مال ضائع ہو۔ لہٰذا وہ مال تمام مسلمانوں کے واسطے ہونا چاہئے۔ تو اس غرض سے بیت المال میں رکھا جائیگا۔ شریفیہ ۱۴ (ثم... ہنا لک)

۲- بیت المال کا استحقاق۔ بیت المال کا استحقاق بطریق ارث نہیں ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ جملہ مسلمان اس میت کے بھائی ہیں۔ اور یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جب ذمی کوئی وارث نہیں چھوڑتا تو اس کا مال بھی بیت المال کے سپرد ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو کفار سے میراث نہیں ملتی تو یہ مال بیت المال کو بطور ارث نہیں ملتا ہے] اور اس سے بھی ظاہر ہے کہ بیت المال سے مرد کا بھی وہی حق ہے جو عورت کا۔ اور ورثہ میں سے دونوں برابر حصہ نہیں لیتے ——— شریفیہ ۱۴۔ (ولیس ذالک........ فی المواریث)

۳- علماء شافعی اور بیت المال۔ علمائے شافعی کے نزدیک اگر بیت المال منتظم ہے تو ذوی الارحام اور رد پر بھی مقدم ہے۔ اگر منتظم نہیں ہے تو پہلے بقایا ذوی الفروض نسبیہ پر رد ہوگا بہ تناسب انکے حصوں کے۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو تو ذوی الارحام کو یہ بقایا دیا جائیگا۔ شریفیہ ۱۴ (وعند الشافعیہ..... الی ذوی الارحام)

نقشہ ۸۳- بیت المال کے چاروں حصے

۲	۱
اس میں غنیمت کا مال اور کانوں اور دفینوں کا پانچواں حصہ جمع ہوتا ہے	اس میں جانوروں کی زکوٰۃ عشر۔ یا جو کچھ مسلمان تاجروں سے بذریعہ عاشر کے جمع کیا جاتا ہے
۴	۳
اسمیں پڑا ہوا مال لاوارث میت کا مال یا خاوند اور بیوی کا ترکہ جنکا کوئی اور وارث نہو جمع کیا جاتا ہے	اس میں خراج کی آمدنی اور جزیہ اور حربی مستامن اور ذمی تجار سے حاصل ہو جمع کی جاتی ہے

۴ - قسم اول کے بیت المال کا مصرف — (دیکھو کتاب الزکوٰۃ)

۵ - قسم دوم کے بیت المال کا مصرف — اس کے مصرف اس زمانہ میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ یتیم اور مسکین اور ابن السبیل — فتاویٰ عالمگیری ٭

۶ - قسم سوم کے بیت المال کا مصرف — اس کو لڑنے والوں کے انعاموں اور حدود ملک کی محافظت میں اور قلعوں کے بنانے میں اور مراصد الطریق (یعنی اسلام کے راستوں پر جو محافظت کی چوکیاں اس لئے بنا دیں کہ راہزنوں سے امن ہو) اور پلوں وغیرہ کی درستی میں صرف کریں۔ نیز بڑی نہروں کے کھودنے میں جو کسی کی ملک نہیں ہوتیں صرف کریں۔ جیسے درستی فرات اور دجلہ۔ نیز اس سے مسافر خانے اور مسجدیں بنا دیں۔ اور پانی کی طغیانی وغیرہ روکیں، اور جہاں پانی کے روکنے سے نقصان کا خوف ہو اس کی درستی کریں۔ حکام اور ان کے مددگار اور قاضیوں اور مفتیوں اور محتسبوں کا روزینہ بھی اسی میں سے دیا جاتا ہے۔ اور معلموں اور طالبعلموں کو بھی اسی میں سے دیں۔ اور جو شخص اُمورِ مسلمین میں سے یا اُن اُمور میں سے جن میں مومنین کی بہتری ہو کوئی خدمت کرتا ہو اس پر بھی اسی میں سے صرف کریں — فتاویٰ عالمگیری ٭

۷ - قسم چہارم کے بیت المال کا مصرف۔ فقیر مریضوں کا علاج اور ان کی دواؤں میں صرف کریں۔ اور مردوں کے کفن دینے میں جن کے پاس کچھ مال نہ ہو۔ اور ان بچوں کی حفاظت میں جو کہیں پڑے ہوئے ملیں اور ان کی خطا کے جرمانے میں۔ اور اس شخص کے نفقہ میں جو کسب سے عاجز ہو اور اس کا کوئی نفقہ دینے والا نہ ہو۔ اور اسی قسم کے اور کاموں میں صرف کریں — فتاویٰ عالمگیری ٭

۸ - ذمی کو بیت المال سے کچھ نہیں ملے گا۔ ذمیوں کا بیت المال میں کچھ حق نہیں۔ لیکن اگر امام کو معلوم ہو کہ کوئی ذمی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جائیگا تو اسکو بیت المال میں سے کچھ دیدے۔ کیونکہ وہ دار اسلام کے لوگوں میں سے ہے اور اس کی زندگی قائم رکھنا امام کے ذمہ ہے — فتاویٰ عالمگیری ٭

۹ - کوئی مال ملجائے تو بیت المال میں پہنچا دو۔ جس شخص کا بیت المال میں کوئی حق ہو اس کو اگر ایسا مال ملے جو بیت المال میں پہنچانا چاہیے تو اس کو جائز ہے کہ ایمانداری سے لے کر پہنچا دے۔ امام کو اپنے حکم کا اختیار ہے چاہیے اُس مال کو رکھے یا اُسی کو دیدے — فتاوےٰ عالمگیری ٭

۷۹ - بیت المال منتظم و غیر منتظم و معدوم اور ترکہ کی صورت۔

۱ - بیت المال منتظم وہ ہے جس میں سے مستحقین کو حسب قاعدہ حق پہنچتا ہو ورنہ وہ غیر منتظم ہے ٭

۲ - بیت المال معدوم وہ ہے کہ بیت المال موجود ہی نہ ہو۔ نہ منتظم نہ غیر منتظم ٭

۳ - بیت المال منتظم ہونے کی صورت میں دفعہ ۷۰ کے مطابق عمل ہوگا۔ ورنہ بیت المال کا حق میت کے دور دراز کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔ جیسے اولاد رضاعی اور سوتیلی اولاد۔ معتق کی بیٹیاں۔ معتق کے ذوی الارحام اور پھر جب یہ بھی نہ ہوں تو مسلمان فقراء کو دیدیا جائے۔ یا کسی عالم محتاج کو ٭

(٭)

شرح وضاحت ۱ - بیت المال منتظم۔ بیت المال منتظم اس کو کہتے ہیں کہ جس میں سے یہ مصارف باقاعدہ کئے جاتے ہوں۔ کفاف علماء و طلباء و حفظا و مرضی و اکفان موتی و نفقات عاجزین۔ نفقات لقیط۔ بناء مساجد و رباط وغیرہ حسنات جاریہ۔ از حاشیہ شریفیہ ٭

۲ - بیت المال نہ ہو تو متروکہ کیا ہوگا۔ وہ عمل کرو جو دفعہ ۱۳ سند ۲۲ میں مذکور ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور اشباہ و النظائر اور ذخیرہ اور جامع الرموز کے مطالعہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ بہتر صورت یہی ہے کہ اولاد رضاعی اور سوتیلی اولاد۔ اور معتق کی بیٹیوں اور معتق کے ذوی الارحام کو متروکہ دیا جائے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو فقراء کو دیا جائے۔ چنانچہ احادیث سے پایا جاتا ہے کہ خزاعہ اور معتق کو اکثر میراث دی گئی تھی ٭

۳ - کیا متروکہ کسی عالم محتاج کو دیا جا سکتا ہے - دیکھو دفعہ ۷۴ سند ۴ - ٭

باب ۷

باب ہفتم

حساب فرائض

فصل ۱۔ کسرات و سہام و مخارج وغیرہ *

فصل ۲۔ تقسیم حصص بابدال و اصول *

فصل ۳۔ مسائل کی تصحیح *

فصل ۴۔ رد۔ تخارج۔ خنثیٰ۔ حمل مفقود *

فصل ۵۔ کئی اموات دفعتہً (غرقی و حرقی وغیرہ) کئی اموات یکے بعد دیگرے (مناسخہ)۔ عول۔ ولا *

فصل ۶۔ ترکہ کی تقسیم بموجب سہام یا بہ تناسب قرضہ قرض خواہاں۔ *

فصل ۷۔ مسئلہ لکھنا اور فائم کرنا اور فتویٰ لکھنا *

خلاصہ - عربی مدارس میں اکثر طلبا کسرات وغیرہ سے ناواقف ہوتے ہیں اس واسطے ہم نے کسرات و سہام وغیرہ کی تشریح کردی ہے + ورثا کے حصے جو قرآن شریف میں مقرر کئے گئے ہیں وہ سب چھ ہیں اور کسرات ہیں۔ جیسے $\frac{1}{2}$ ، $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{8}$ ایک قسم کے ہیں اور $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ دوسری قسم کے + ان سہام کے جو مخرج (یا مسئلہ) نکالا جاتا ہے وہ کل سہام کا ذواضعاف اقل ہوتا ہے - مگر جو لوگ علم ریاضی سے اچھی مہارت نہیں رکھتے ان کے واسطے مسئلہ نکالنے کے کئی آسان طریق بتائے گئے ہیں - بلکہ ایک نقشہ کی صورت میں اکثر سہام سے جو مخارج برآمد ہوتے ہیں وہ جمع کر دیے گئے ہیں +

۸۰ - اعداد و کسرات و سہام وغیرہ -

۱ - ہندسوں کو اعداد کہتے ہیں - اور اعداد دو قسم کے ہیں - صحیح یا کسر + صحیح پورے عدد کو کہتے ہیں - جیسے ۲ - ۸ - ۱۵ - وغیرہ + اور کسی عدد کے حصہ کو کسر کہتے ہیں - جیسے $\frac{1}{2}$ (نصف) ایک کا آدھا ہے - اور $\frac{2}{3}$ (دو تہائی) دو کا تیسرا حصہ ہے +

۱ - کسر کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد لکیر کے اوپر اور ایک نیچے لکھتے ہیں - نیچے کے عدد کو نسب نما یا مخرج یا مقام کہتے ہیں اور اوپر کے عدد کو شمار کنندہ یا کسر یا بسط کہتے ہیں - اس طرح $\frac{\text{شمار کنندہ}}{\text{نسب نما}}$ + اوپر کا عدد وہ ہے جس کے حصے کئے جاتے ہیں اور نیچے کا عدد وہ ہے جتنے حصے کئے جاتے ہیں - مثلاً $\frac{9}{3}$ لکھیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ نو روپے میں سے تیسرا حصہ یعنی تین روپے - $\frac{1}{4}$ روپیہ لکھیں تو یہ معنی ہوئے کہ ایک روپیہ کا چوتھا حصہ یعنی چار آنے +

۲ - کسرات کی شناخت نقشہ ذیل سے صاف طور پر ظاہر ہوگی +

۱ - ذیل میں ۲۴ روپے برابر برابر رکھے ہوئے سمجھو - جن کا چھٹا حصہ (یعنی $\frac{24}{6}$) چار روپے ہوئے - اور تہائی (یعنی $\frac{24}{3}$) آٹھ روپے ہوئے اور دو تہائی (یعنی $\frac{24}{1} \times \frac{2}{3}$) سولہ روپے ہوئے +

اسیطرح چوبیس روپے کا آٹھواں حصہ (یعنی $\frac{24}{8}$) تین روپے ہوئے - اور چوتھائی (یعنی $\frac{24}{4}$) چھ روپے ہوئے - اور نصف یعنی ($\frac{24}{1} \times \frac{1}{2}$) بارہ روپے ہوئے +

۳ - کل حصے جو قرآن شریف میں مقرر کئے گئے ہیں وہ کسرات ہی ہیں (اور ان کو سہام کہتے ہیں) اور یہ چھ ہیں +

نوع اول $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{4}$ و $\frac{1}{8}$ + نوع دوم $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ +

ا۔ یہ دو نوع کے ہیں پہلی نوع میں کل ترکہ کا آٹھواں حصہ لے کر اس کا دگنا اور چوگنا کیا ہے۔ دوسری نوع میں کل ترکہ کا چھٹا حصہ لیکر اس کا دگنا اور چوگنا کیا ہے

ب۔ ان حصوں کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۴

ج۔ نوع اوّل کو پہلے کیوں قائم کیا۔ دیکھو سند ۳ ٭

۴۔ کسر کو پورا عدد بنانے کے واسطے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو اس کے نسب نما میں ضرب دے دیتے ہیں ٭

ایسی عدد جو کئی کسروں کو سہام واقع ہوں پورا تقسیم کرے تو مخرج یا مسئلہ کہلاتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۸۱

سندات

۱ کسر۔ کسر و اعداد وغیرہ کی سند کی ضرورت نہیں ٭

۲ سہام مقدرہ۔ سہام مقدرہ چھ ہیں۔ چھٹا۔ تہائی۔ دو تہائی۔ اور یہ سب ایک نوع کے ہیں۔ اور آٹھواں۔ چوتھائی۔ آدھا۔ یہ سب دوسری نوع کے ہیں۔ ان سہام میں سے ہر ایک کا ایک مخرج ہے سوائے آدھے کے اپنے نام کے عدد سے نکلتا ہے جیسے آٹھواں آٹھ سے چوتھائی چار سے تہائی اور دو تہائی تین سے۔ اور چھٹا چھ سے ——— فتاوی عالمگیری۔ دیکھو دفعہ ۸۱ ٭

مختصراً یوں کہا جائے کہ ربع و ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند۔ تو اس مختصر فقرہ میں چھ فرض نہایت اختصار سے جمع ہو گئے۔ درمختار

۳ حصوں کی تشریح۔ کسرات کو دگنا کرنا اس طور پر ہے کہ آٹھویں کو جب دگنا کرو تو چوتھائی حاصل ہوتا ہے۔ اور چوتھائی کو دگنا کرو تو نصف حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جب چھٹے کو دگنا کرو تو تہائی حاصل ہوتا ہے۔ اور تہائی کو دگنا کرو تو ⅔ ٭ اب تنصیف لیجیے۔ نصف کو جب نصف کرو تو چوتھائی حاصل ہوتا ہے۔ اور چوتھائی کو نصف کرو تو آٹھواں۔ اسی طرح دو تہائی اور تہائی کی تنصیف کا حال ہے ٭ مطلب یہ ہے ان دونوں نوع میں سے ہر ایک کو دو طریق پر بیان کر سکتے ہیں ٭ نوع اوّل میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک تو نصف ہے۔ پھر نصف کا نصف یعنی چوتھائی۔ پھر نصف کے نصف کا نصف یعنی آٹھواں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک تو آٹھواں ہے۔ پھر اس کا دگنا یعنی چوتھائی۔ پھر اس کے دگنے کا دگنا یعنی نصف ٭ نوع ثانی میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اول تو دو تہائی ہے۔ پھر اس کا نصف [یعنی تہائی] پھر اس کا نصف [یعنی چھٹا حصہ] دوسری طرز پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک تو چھٹا ہے۔ پھر اس کا دگنا [یعنی تہائی] پھر اس کے دگنے کا دگنا [یعنی دو تہائی] ٭ اب یہ معلوم کرنا کہ اہل فرائض نے فروض ستہ کو دو قسم پر کیوں قائم کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے چھوٹی کسر تلاش کی۔ تو یہ معلوم ہوا کہ آٹھواں ہے جس کا مخرج آٹھ ہے کہ اس سے چوتھائی اور نصف بھی نکلتے ہیں بغیر کسر کے۔ تو ان تینوں حصوں کو ایک نوع کر دیا ٭ پھر معلوم کیا کہ آٹھویں کے بعد چھوٹے سے چھوٹی کسر چھٹا حصہ ہے جس کا مخرج چھ ہے کہ اس سے تہائی اور دو تہائی نکلتے ہیں بلا کسر۔ تو ان تینوں کو دوسری نوع کر دیا ٭ نوع اول کو پہلی نوع اس واسطے قائم کیا کہ اس میں اوّل مخلوقات [حضرت آدم و حوا] زوجین کے حصے جو نصف اور چوتھائی ہیں پائے جاتے ہیں ——— شریفیہ ۶۲۔ (ان الثمن ...... لا یوجد الا فیہ)

۴ فروض ستہ دو قسم پر کیوں ہیں۔ دیکھو سند ۳ ٭

۵ سہام ایک کا ایک دگنا یا نصف ہے۔ دیکھو سند ۳ ٭

۶ پہلی نوع میں حضرت آدم و حوا کے حصے ہیں۔ دیکھو سند ۳ ٭

۷ دو نوع کے فروض میں نوع اول پہلے کیوں قائم کئے۔ دیکھو سند ۳ ٭

۸۱ ـــ سہام سے مخرج (یا مسئلہ) نکالنا۔

فرائض یا حصص کسرات میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ پھر کسرات کے پورے پورے عدد بنا کر ان کا جوڑ بھی پورے عدد میں لیتے ہیں۔ اور اس میں سے کل جائداد تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔ اگر کسی ترکہ کے مستحقین ایک یا کئی فریق ورثا کے ہوں تو وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد جو اس ایک فریق یا سب فریقوں کے حصوں پر بلا کسر پورا پورا تقسیم ہو سکے مسئلہ یا مخرج کہلاتا ہے۔ اسی کو علم

ریاضی کی اصطلاح میں ذو اضعاف اقل کہتے ہیں۔ (دیکھو دفعہ ۴۳ ۔ ۴)

۱۔ جملہ سہام سے جو مخرج قائم ہوتے ہیں۔ وہ سات ہیں۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۶۔ ۸۔ ۱۲۔ ۲۴۔ ان کے علاوہ کوئی عدد مخرج نہیں ہوتا۔ الا مسئلہ تصحیح شدہ (جسکو عام طور پر مسئلہ ہی کہتے ہیں) دیکھو دفعہ ۴۷ ۔ مسئلہ ۳)

ب۔ کل سہام سے جتنے مسائل قائم ہو سکتے ہیں مع مستحقین سہام دفعہ ۸۷ میں ایک نقشہ میں دکھائے گئے ہیں۔

ج۔ اگر مستحقین صرف ایک فریق ہوں تو اس کے حصہ کا نسب نما مخرج یا مسئلہ ہوگا۔

۲۔ اگر چند فریق ورثاء کے کسی مسئلہ میں جمع ہوں تو ان کے حصص کا مخرج (یا وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد جس میں یہ سب حصے پورے پورے دیے جا سکیں) قواعد ذیل کے تابع ہے۔

۱۔ جب فروض مقررہ میں سے ایک ہی ایک ہو تو اس کے نیچے کا عدد مخرج ہے۔ جیسے $\frac{1}{2}$ کا مخرج ۲ ہے۔ $\frac{1}{3}$ کا مخرج ۳ ہے علیٰ ہذا القیاس

۲۔ جب ایک نوع کے کل فروض یا بعض جمع ہوں تو بڑے سے بڑا نسب نما عدد مخرج ہے۔ جیسے $\frac{1}{2}+\frac{1}{8}$ کا ۸ مخرج ہے۔ $\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ کا ۶ مخرج ہے۔

۳۔ جب $\frac{1}{2}$ دوسری نوع کے سب فروض یا بعض کے ساتھ ہو تو مخرج ۶ ہوگا۔ جیسے $\frac{1}{2}+\frac{2}{3}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ ۔ مخرج ۶ ہے۔

۴۔ جب $\frac{1}{4}$ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲ ہوگا۔ جیسے $\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ ۔ مخرج ۱۲ ہے۔

۵۔ جب $\frac{1}{8}$ 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۴ ہوگا۔ جیسے $\frac{1}{8}+\frac{2}{3}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ ۔ مخرج ۲۴ ہے۔

۶۔ جب $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{4}$ 〃 〃 〃 〃 ۱۲ ہوگا۔ جیسے $\frac{1}{2}+\frac{1}{4}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ ۔ مخرج ۱۲ ہے۔

۷۔ جب $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{8}$ 〃 〃 〃 〃 ۲۴ ہوگا۔ جیسے $\frac{1}{2}+\frac{1}{8}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ ۔ مخرج ۲۴ ہے۔

۸۔ جو کسی کسر کا مخرج ہے۔ وہی اس کے دگنے تگنے چوگنے وغیرہ کا ہوگا۔

۳۔ اگر ریاضی کے جدید طریق پر مخرج نکالنا ہو تو سب کسروں کے نسب نما کا ذو اضعاف اقل لے لو۔

جیسے $\frac{1}{2}+\frac{1}{8}+\frac{1}{6}$ کے نسب نما کا ذو اضعاف اقل ۲۴ ہے۔ تو یہ ۲۴ مخرج (یا مسئلہ) ہے۔

تشریحات ۱۔ مخرج۔ مخرج وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد جس سے ہر وارث کا حصہ پورا پورا اس سکے۔ اور اہل حساب کی اصطلاح میں ایک کا ہندسہ چھوٹے سے چھوٹا ہندسہ نہیں شمار کیا گیا ـــــ رد المختار۔

۲۔ **مخارج یا مسئلے کل سات ہیں۔** یاد رہے کہ کل مخارج سات ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں جو فرائض مذکور ہوئے ہیں وہ چھ ہیں۔ یعنی آدھا۔ چوتھائی آٹھواں۔ دو تہائی۔ تہائی۔ چھٹا۔ اور ان کے مخرج ۵ ہیں۔ یعنی دو۔ تین۔ چار۔ چھ۔ آٹھ۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دو تہائی اور تہائی کا ایک ہی مخرج ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ اور یہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دو نوع کے حصص میں سے کسی ایک نوع کے حصص جمع ہو جائیں تو مخرج ان مذکورہ مخرج سے باہر نہیں ہوگا ہاں اگر دو نوع کے حصص باہم جمع ہو جائیں تو تین مخرج بڑھ جائیں گے یعنی ۶ و ۱۲ و ۲۴ ۔ جن میں سے چھ کا مخرج تو مخارج خمسہ ہی میں سے ہے۔ باقی دو یعنی بارہ اور چوبیس زیادہ ہوئے۔ تو جب وہ پانچ مخارج میں شامل ہوئے تو یہ سات مخرج ہوگئے ـــــ شریفیہ ۶۸ ۔ باب الاول (اعلم ان المخارج ..... سار المجموع سبعۃ)

۳۔ **اکیلے حصے کا مخرج کیا ہوگا۔** اگر ان حصوں میں سے اکیلا اکیلا کسی مسئلہ میں واقع ہو۔ تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہمنام ہوتا ہے۔ مگر نصف کہ اس کا مخرج اثنین ہے ورنہ چوتھائی سے چار اور آٹھویں سے آٹھ اور تہائی سے تین اور چھٹے سے چھ ہوگا ـــــ سراجی۔

۴۔ **ایک نوع کے حصوں کا مخرج** ۔ جب کسی مسئلہ میں فروض مذکورہ میں سے دو یا تین آئیں۔ بشرطیکہ وہ سب ایک ہی نوع سے ہوں تو جو عدد کسی جزو کا مخرج ہے وہی اس کے دو چند اور سہ چند کا مخرج ہے جیسے چھ کہ مخرج ہے چھٹے کا (کہ نوع ثانی میں سے ایک ہے) تو یہی مخرج ہے اس کے دگنے کا یعنی تہائی کا اور یہی مخرج ہے۔

۸

$\frac{1}{8}+\frac{7}{8}$ ...... بیوی - بیٹا (۷)

$\frac{1}{8}+\frac{1}{2}$ ...... بیوی - بیٹی (۱۵)

$\frac{1}{8}+\frac{1}{2}+\frac{3}{8}$ بیوی - بھائی ح - بیٹی (۱۱)

$\frac{1}{8}+\frac{1}{2}+\frac{3}{8}$ بیوی - بیٹی - عصبہ (۲)

۱۲

$\frac{1}{4}+\frac{3}{4}$ ..... بیوی - بہن اخ (۹)

$\frac{1}{4}+\frac{3}{4}$ ..... خاوند - ۳ بیٹیاں (۹)

$\frac{1}{4}+\frac{3}{4}$ ..... بیوی - ماں (۹)

$\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{12}$ ...... بیوی - اخ ح - ۲ بہن ح (۳) (۹) ۱۵

$\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{12}$ ...... بیوی - ۲ بہن ح - بھائی ع (۱۲)

$\frac{1}{4}+\frac{1}{6}+\frac{2}{3}$ ...... بیوی - ماں - ۲ بہن ح (۹) ۱۳

$\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{12}$ ...... بیوی - ۲ بہن ح - بہن اخ (۴) ۱۳

$\frac{1}{4}+\frac{1}{6}+\frac{1}{3}$ ...... بیوی - ماں - ۲ بہن اخ (۹)

$\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{6}+\frac{1}{6}$ { بیوی - ۲ بہن ح - بہن اخ - ماں (۳) ۱۵ / خاوند - ۳ بیٹیاں - باپ - ماں ۱۵ }

$\frac{1}{4}+\frac{2}{3}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$ { بیوی - ۲ بہن ح - ۲ بہن اخ - ماں (۹)(۳) ۱۷ / ۳ بیوی - ۸ بہن ح - ۴ بہن اخ - ۲ ماں ۱۷ مسئلہ ام الارامل }

۲۴

$\frac{2}{3}+\frac{1}{8}$ .... ۲ بیٹیاں - بیوی (۱۰)

$\frac{1}{6}+\frac{1}{8}+\frac{17}{24}$ ...... ماں - بیوی - بیٹا

$\frac{1}{3}+\frac{2}{3}+\frac{1}{8}+$ ۰ ...... ۲ بہن اخ - ۲ بہن ح - بیوی - بیٹا کافر ۱۰

$\frac{1}{8}+\frac{1}{3}+\frac{1}{6}+$ ۰ ...... بیوی - ماں - ۲ بہن اخ - بیٹا کافر ۱۰

$\frac{2}{3}+\frac{1}{6}+\frac{1}{8}$ .... ۲ بیٹیاں - ماں - بیوی (۱۰)

$\frac{1}{8}+\frac{2}{3}+\frac{1}{6}+\frac{1}{6}$ ...... بیوی - ۲ بیٹی - ماں - باپ (۵) ۲۷ مسئلہ

$\frac{1}{8}+\frac{1}{6}+\frac{2}{3}+\frac{1}{3}$ ...... بیوی - ماں - ۲ بہن ح - ۲ بہن اخ ۳۱ { بیٹا کافر (۱۰، ۲) نزد ابن مسعود }

مسئلہ ۱ - وہ مسائل جن میں عول نہیں ہوتا - دو میں عول نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ جب دو سے ہوگا تو اس میں دو نصف جمع ہونگے جیسے خاوند اور بہن ح یا $\frac{1}{2}$ اور باقی جمع ہوں گے جیسے خاوند اور بھائی ح ٭ نہ تین میں عول ہوتا ہے - کیونکہ اس میں مخرج سے یا تو $\frac{1}{3}$ اور باقی جمع ہوں گے جیسے ماں اور بھائی) یا $\frac{2}{3}$ اور باقی جمع ہونگے جیسے دو بیٹیاں اور بھائی ح - یا $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ جمع ہوں گے جیسے دو بہن اخ اور دو بہن ح ٭ نہ چار میں عول ہوتا ہے کہ اس میں یا تو $\frac{1}{4}$ اور باقی جمع ہونگے جیسے خاوند اور بیٹا یا $\frac{1}{4}$ و $\frac{1}{2}$ اور باقی جمع ہوں گے جیسے خاوند اور بیٹی اور بھائی ح - یا $\frac{1}{4}$ اور باقی کا تہائی اور باقی جمع ہونگے جیسے بیوی اور ماں باپ ٭ نہ آٹھ میں عول ہوتا ہے کیونکہ اس میں $\frac{1}{8}$ اور باقی جمع ہوں گے جیسے بیوی اور بیٹا - یا $\frac{1}{8}$ و $\frac{1}{2}$ و باقی جمع ہوں گے جیسے بیوی بیٹی اور بھائی ح ٭ تو گویا ان چار مخرجوں کے مسائل میں عول نہیں ہوا کرتا ـــــــ شریفیہ ۴۸ (وَلَا عَوْلَ . . . . اَلْمَخَارِجُ الْاَرْبَعَۃ)

۲ - جن مسائل میں عول ہوتا ہے دیکھو باب ۲۴ عول ٭

۳ - ۶ کا عول ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - اسے ٭ عول کرتا ہے $\frac{1}{6}$ بڑھ کر یعنی ایک بڑھا کر سات ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{2}{3}$ - جیسے خاوند اور دو بہن ح - یا جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے خاوند اور بہن ح اور بہن اخ ٭ ۶ عول کرتا ہے $\frac{2}{6}$ بڑھ کر یعنی ۲ بڑھا کر ۸ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے خاوند - دو بہن ح اور ماں - یا جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{3}$ جیسے خاوند و بہن ح اور ۲ بہن اخ ٭ ۶ عول کرتا ہے $\frac{3}{6}$ بڑھ کر یعنی تین بڑھا کر ۹ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ جیسے خاوند - ۲ بہن ح ۲ بہن اخ ٭ یا جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے خاوند و بہن ح و ۲ بہن اخ و ماں - ۶ عول کرتا ہے $\frac{4}{6}$ بڑھ کر یعنی ۴ بڑھا کر ۱۰ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{2}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے خاوند - دو بہن ح - دو بہن اخ - ماں [یہ مسئلہ شریحیہ ہے - دیکھو ضمیمہ ۵] ـــــــ شریفیہ ۴۸ - (اِذَا اجْتَمَعَ نِصْفٌ . اَخْتَیْنِ لِاُمٍّ وَاُمٍّ)

۴ - ۱۲ کا عول ۱۳ - ۱۵ - ۱۷ اسے - ۱۲ عول کرتا ہے $\frac{1}{12}$ بڑھ کر یعنی ایک بڑھا کر تیرہ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{4}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے بیوی - ۲ بہن ح - بہن اخ ٭ ۱۲ عول کرتا ہے $\frac{3}{12}$ بڑھ کر یعنی ۳ بڑھا کر ۱۵ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{4}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ جیسے بیوی - ۲ بہن ح - ۲ بہن اخ - یا جمع ہوں $\frac{1}{4}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے بیوی - ۲ بہن ح - بہن اخ - ماں ٭ ۱۲ عول کرتا ہے $\frac{5}{12}$ بڑھ کر یعنی ۵ بڑھا کر ۱۷ ہو جانے سے - جب جمع ہوں $\frac{1}{4}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ - جیسے بیوی - بہنیں ح - بہنیں اخ - ماں ـــــــ شریفیہ ۴۹ - (تَعُوْلُ بِنِصْفِ . . . . . . اَخْتَیْنِ لِاُمٍّ وَاُمٍّ)

۵ - ۲۴ کا عول ۲۷ سے - ۲۴ عول کرتا ہے ۲۷ کی طرف صرف ایک عول - جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں - جب جمع ہوں $\frac{1}{8}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے بیوی دو بیٹیاں - ماں - باپ ـــــــ شریفیہ ۴۹ - (اَمَّا اَرْبَعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ . . . اَبَوَانِ) دیکھو ضمیمہ ۵ مسئلہ ۹ ٭

۶ - ۲۴ کا عول ۳۱ سے دیکھو ضمیمہ ۵ ثلاثہ ابن مسعود ٭

۷ - جبکہ مسئلہ میں دو دو مستحق ہوں - اگر مسئلہ میں فقط $\frac{1}{2}$ آئے - جیسے میت نے چھوڑے بیٹی اور بھائی ح تو مسئلہ ۲ سے ہوگا ٭ اگر مسئلہ میں $\frac{1}{4}$ آوے جیسے میت نے چھوڑے خاوند اور بیٹا تو مسئلہ ۴ سے ہوگا ٭ اگر مسئلہ میں فقط $\frac{1}{8}$ آوے جیسے میت نے چھوڑی بیوی اور بیٹا تو مسئلہ ۸ سے ہوگا ٭ اگر مسئلہ میں فقط $\frac{1}{3}$ آوے جیسے میت نے چھوڑی ماں اور بھائی ح یا صرف $\frac{2}{3}$ آوے جیسے میت نے چھوڑیں دو بیٹیاں اور چچا تو مسئلہ دونوں صورتوں میں تین سے ہوگا ٭ اگر مسئلہ میں فقط $\frac{1}{6}$ آوے جیسے میت نے چھوڑا باپ اور بیٹا تو مسئلہ ۶ سے ہوگا ـــــــ شریفیہ ۴۲ (فَاِنْ کَانَ . . . . فَہِیَ مِنْ مَسْئَلَۃٍ) ٭

۸ ان صورتوں میں مسئلہ ۳، ۶، ۸ و ۴ ہوگا۔ جبکہ جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{3}$ جیسے چھوڑا میت نے ماں کو اور دو بہنوں اخیافی کو تو مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور جبکہ جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$۔ مثلاً چھوڑا میت نے ماں کو اور دو حقیقی بہنوں کو۔ یا جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{6}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ مثلاً چھوڑا میت نے ماں کو اور دو بہنیں ح اور دو بہنیں اخ۔ تو بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ جبکہ جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ جیسے چھوڑا میت نے دو بہنوں اخ کو اور دو بہنوں ح کو تو مسئلہ ۳ سے ہوگا۔ جبکہ جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{8}$ و $\frac{1}{2}$ جیسے چھوڑا میت نے بیوی اور بیٹی کو تو مسئلہ ۸ سے ہوگا۔ جبکہ جمع ہوں مسئلہ میں $\frac{1}{4}$ و $\frac{1}{2}$ جیسے کہ چھوڑا میت نے خاوند و بیٹی کو تو مسئلہ ۴ سے ہوگا۔ شریفیہ ۴۲ و ۴۳ (وإذا ... من الاربعة)

۹ ان صورتوں میں مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ جبکہ نوع اول میں سے $\frac{1}{2}$ اور کل نوع ثانی کے حصے جمع ہوں یعنی $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جمع ہوں۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور ماں اور دو بہن ح اور دو بہن اخ۔ یا بعض نوع ثانی کے حصوں کے ساتھ جمع ہوں۔ مثلاً صرف $\frac{2}{3}$ ہی ملایا جائے۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور دو بہن ح۔ یا صرف $\frac{1}{3}$ ملایا جائے جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور دو بہن ح۔ یا ملایا جائے صرف $\frac{1}{6}$ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا ماں اور بیٹی کو۔ یا ملایا جائے $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ کے ساتھ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند کو اور دو بہنیں ح اور دو بہنیں اخ۔ یا ملایا جائے $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ کے ساتھ۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور دو بہن ح اور ماں۔ یا ملایا جائے $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور دو بہنیں اخ اور ماں۔ تو ان تمام صورتوں میں $\frac{1}{2}$ کے مل جانے سے مخرج ۶ ہوگا۔ یعنی کل فروض کا جو مخرج ان مخلوط صورتوں میں نکلے گا وہ چھ ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ نصف کا مخرج ۲ ہوتا ہے اور مخرج $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ کا ۳ ہوتا ہے اور یہ دونوں [یعنی ۲ و ۳] چھ میں داخل ہیں۔ لہٰذا وہ مخرج قرار پایا نصف کا جبکہ اس کے ساتھ نوع ثانی کے فروض ملے ہوئے ہوں جمیع وجوہ مذکورہ پر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں مخرجوں یعنی ۲ و ۳ کے درمیان مباینت ہے۔ تو جب ایک کو دوسرے میں ضرب دیا تو ۶ حاصل ہوئے تو وہی ان دونوں کا مخرج ہوا ۔۔۔۔ شریفیہ ۴۶ (وإذا اختلط ...... مخرج لهما)

۱۰ ان صورتوں میں مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ جبکہ نوع اول میں سے $\frac{1}{4}$ اور کل نوع ثانی کے حصے جمع ہوں یعنی $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ کے ساتھ جمع ہوں جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا بیوی اور ماں اور دو بہن ح اور دو بہن اخ۔ یا بعض نوع ثانی کے حصوں کے ساتھ جمع ہوں۔ مثلاً صرف $\frac{2}{3}$ ملایا جائے۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا خاوند اور دو بیٹیاں۔ یا صرف $\frac{1}{3}$ ملایا جاوے جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا بیوی اور ماں کو۔ یا صرف $\frac{1}{6}$ ملایا جائے جیسا کہ اگر میت نے چھوڑیں بیوی اور بہن اخ۔ یا $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ کے ساتھ ملایا جاتے جیسا کہ اگر میت نے چھوڑیں بیوی اور ماں اور دو بہن ح۔ یا $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ ملایا جائے جیسا کہ میت نے چھوڑا بیوی کو اور دو بہن ح اور دو بہن اخ۔ یا $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جیسا کہ چھوڑا میت نے بیوی کو اور ماں کو اور دو بہن اخ۔ تو مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ گویا یہ مخرج ہے ان حصص کا جو $\frac{1}{4}$ کے ساتھ نوع دوم میں دو دو اور تین تین اور چار چار حصوں کے باہم ملنے سے بنتے ہیں۔ کیونکہ مخرج $\frac{1}{4}$ کا ۴ ہے۔ اور اس میں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{4}$ دونوں کا مخرج داخل ہے۔ لہٰذا ہم نے $\frac{1}{4}$ پر اکتفا کیا کہ وہ سب کا مخرج ہے۔ پھر ہم نے $\frac{1}{6}$ کا مخرج لیا کہ وہ چھ ہے پس ہم نے پایا چار اور چھ میں توافق بالنصف تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا تو بارہ حاصل ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ مخرج $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ کا ۳ ہے اور یہ متباین ہیں چار کے واسطے۔ لہٰذا ضرب دیا ہم نے کل کو کل میں تو یہی بارہ حاصل ہوئے۔ لہٰذا ان سب فروض مختلط مذکورہ کا مخرج یہی بارہ ہوئے۔ اور اسی سے سب مسائل مذکورہ نکل آئے ۔۔۔۔ شریفیہ ۴۷ (وإذا اختلط ...... المسائل المذكورة)

۱۱ ان صورتوں میں مسئلہ ۲۴ ہوگا۔ جب نوع اول کا $\frac{1}{8}$ اور کل نوع ثانی کے حصے جمع ہوں یعنی $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ کے ساتھ۔ جمع ہوں۔ اور یہ اختلاط نہیں متصور ہوتا لیکن ابن مسعودؓ کے مذہب پر۔ کیونکہ ان کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے حجب نقصان کے ساتھ۔ مثلاً جبکہ چھوڑا میت نے ابن کافر۔ بیوی۔ ماں۔ ۲ بہن ح۔ دو بہن اخ۔ تو ابن محروم بیوی کا حاجب ہوگا اور $\frac{1}{4}$ سے $\frac{1}{8}$ کر دیگا لیکن ہماری رائے میں (یعنی علماء حنفیہ کی) یہ غیر متصور ہے۔ کیونکہ جب زوجہ کا $\frac{1}{8}$ ہوا تو واجب ہوا کہ $\frac{2}{3}$ کی لینے والی دو بیٹیاں ہوں۔ اور $\frac{1}{6}$ کی ماں ہو یا دادی۔ اور اس وقت $\frac{1}{3}$ کا لینے والا معدوم ہوگا۔ کیونکہ $\frac{1}{3}$ لینے والی یا تو ماں ہے یا اسکی اولاد [یعنی اخیافی بہنیں] اور ماں یہاں محجوب ہو چکی ہے $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{6}$ پر۔ اور اس کی اولاد بھی $\frac{1}{3}$ سے محجوب ہے [کیونکہ دو بیٹیاں موجود ہیں] لہٰذا $\frac{1}{8}$ کا اختلاط فقط $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ کے ساتھ ہوا۔ نہ $\frac{1}{3}$ کے ساتھ۔ یا نوع ثانی کے بعض حصوں کے ساتھ جمع ہوں مثلاً $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ ملایا جائے جیسے بیوی اور دو بیٹیاں اور ماں ہوں۔ یا $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ ملایا جائے (ابن مسعودؓ کے مذہب پر) جیسے بیوی اور ماں اور دو بہنیں اخ اور بیٹا محروم ہو۔ یا $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ ملایا جائے (ابن مسعودؓ کے مذہب پر) جیسے بیوی اور بیٹا کافر اور دو بہن ح اور دو بہن اخ۔ یا صرف $\frac{2}{3}$ ملایا جائے۔ جیسے بیوی اور دو بیٹیاں۔ یا صرف $\frac{1}{6}$ ملایا جائے جیسے بیوی اور ماں اور بیٹا عصبہ۔ یا صرف $\frac{1}{3}$ ملایا جائے جیسے بیوی۔ بیٹا غلام اور دو بہن اخ (ابن مسعودؓ کے مذہب پر)۔ تو ان صورتوں میں مسئلہ ۲۴ سے ہوگا۔ ان سب اختلاط کی صورتوں میں مخرج سب فرائض کا یہی ۲۴ کا عدد ہے۔ اور بیان اس کا یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی کسر نوع ثانی سے کہ وہ $\frac{1}{6}$ ہے۔ اس میں مخرج $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ کا داخل ہے۔ لہٰذا چھ پر

اکتفا کرنا واجب ہوا۔ اور ۶ اور $\frac{1}{8}$ کے مخرج یعنی ۸ میں توافق بالنصف ہے۔ تو ہم نے ضرب دیا ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں تو حاصل ہوئے ۲۴۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ کے مخرج ۳ اور $\frac{1}{8}$ کے مخرج ۸ کے درمیان مباینت ہے۔ پس ضرب کیا ہم نے ایک کو دوسرے میں تو حاصل ہوئے ۲۴۔ پس اسی سے سب فروض جو مختلط $\frac{1}{8}$ کے ساتھ ہوں گے نکل آوینگے ——— شریفیہ ۶۵ (اِذَا اخْتَلَطَ . . . . بِالثُّمُنِ)

۱۲ مسئلہ الزام۔ ام الارامل وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو ضمیمہ ۵۔

۱۳ رد کے مسائل جبکہ فریق دو دو اور تین تین آویں[۱]۔ مسئلہ دو سے کرو جبکہ مسئلہ میں $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{6}$ ہوں۔ جیسے دادی اور بہن اخ۔ تو مسئلہ اس صورت میں ۶ سے ہوگا [بوجہ جمع ہونے دو چھٹے حصوں کے] اور اس میں دونوں کو بوجہ فرضیت دو ملتے ہیں۔ لہذا قرار دو تم اصل مسئلہ ۲ سے اور تقسیم کرو ترکہ کو نصف نصف۔ تو دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا نصف نصف ملیگا۔ مسئلہ ۳ سے کرو جبکہ مسئلہ میں $\frac{1}{3}$ و $\frac{1}{6}$ ہوں۔ جیسے دو اخیافی بھائی اور ماں ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور سب سہام جو ورثا کے واسطے لئے گئے ہیں وہ تین ہیں۔ تو قرار دو ان سہام کو اصل مسئلہ اور تقسیم کرو ترکہ تین تہائی کرکے بقدر ان سہام کے۔ تو دونوں اخیافی بھائیوں کو $\frac{2}{3}$ مال کے ملے اور ماں کو $\frac{1}{3}$۔ مسئلہ ۴ سے کرو جبکہ مسئلہ میں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$ جیسے بیٹی اور پوتی ہوں یا بیٹی اور ماں ہوں۔ اس واسطے کہ اس صورت میں بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور سب سہام جو ورثا کے واسطے لئے گئے ہیں وہ چار ہیں۔ یعنی تین بیٹی کے واسطے اور ایک پوتی یا ماں کے واسطے۔ تو قرار دو اصل مسئلہ ۴ سے اور تقسیم کرو ترکہ کو چار حصہ کرکے جس میں $\frac{3}{4}$ بیٹی کو دو اور $\frac{1}{4}$ ماں کو یا پوتی کو دو۔ مسئلہ ۵ سے کرو جبکہ ہو مسئلہ میں $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ جیسے دو بیٹی اور ماں ہوں یا $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{6}$ ہوں جیسے بیٹی اور پوتی اور ماں ہوں۔ یا $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{3}$ ہوں۔ جیسے حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنیں ہوں۔ یا حقیقی بہن اور ماں ہو۔ تو ان تینوں صورتوں میں مسئلہ ۶ سے ہوگا اور سب سہام جو ورثا کے واسطے لئے گئے ہیں وہ پانچ ہیں۔ تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے واسطے ۴ سہام ہیں اور ماں کے واسطے ۱ سہام۔ تو متروکہ کے پانچ حصے کئے جن میں چار دو بیٹیوں کو دیئے اور ایک ماں کو۔ دوسری صورت میں تین قسم کے وارث جمع ہوئے اور منجملہ ۶ سہام کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہیں۔ جن میں سے تین سہام بیٹی کو ملے اور ایک پوتی کو [تاکہ $\frac{2}{3}$ پورا ہوجائے] اور ایک سہام ماں کو۔ لہذا تقسیم کیا جائے گا ترکہ ان پر پانچ حصے کرکے بقدر ان کے سہام کے۔ تو بیٹی کے واسطے $\frac{3}{5}$ اور پوتی کے واسطے $\frac{1}{5}$ اور ماں کے واسطے بھی $\frac{1}{5}$۔ اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہام ماخوذ ہیں۔ تو بہن ح کو تین سہام ملے اور اخیافی بہنوں کو دو سہام۔ اور اسی طرح ماں کے واسطے سگی بہن کے ساتھ ۲ سہام ہیں۔ پس مسئلہ ۵ سے قرار دیا جائیگا اور متروکہ ۵ حصے کرکے تقسیم ہوگا۔ اور کل صورتوں میں یہ بات طول عمل کے کم کرنے کو ہے تاکہ ایک ہی دفعہ تقسیم کی جائے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب تم نے ہر ایک حقدار کو بقدر اس کے حق کے سہام دئے تو پھر تقسیم کی جائیگی باقی سہام کی اُن میں بتناسب اُن سہام کے تو اس طرح تقسیم دو بار ہوگی۔ پھر اگر تقسیم بوجود مذکورہ وارثوں پر مستقیم ہوجائے تو نہا۔ اور اگر مستقیم نہ ہو جیسے میت نے چھوڑی ایک بیٹی اور تین پوتی۔ تو مسئلہ ۴ سے ہوگا۔ تین سہام بیٹی کو ملیں گے اور وہ مستقیم ہیں [یعنی اُس پر پورے بٹتے ہیں] اور پوتیوں کو ایک سہم ملے گا۔ وہ اُن پر مستقیم نہیں ہے۔ تو اس صورت میں مسئلہ کی تصحیح کی جائیگی۔ اُن اصول پر جن کا ذکر باب تصحیح میں ہوا۔ تو ضرب دو تین کو یعنی ان اعداد رؤس کو جن پر سہام منکسر ہوتے ہیں اصل مسئلہ میں جو کہ ۴ ہے۔ تو اس طرح ۱۲ حاصل ہوئے۔ اس میں سے ۹ سہام تو بیٹی کو ملے اور ۳ پوتی کو۔ اور اب یہ مستقیم ہیں اُن پر ——— شریفیہ ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - (اَجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنِ اثْنَيْنِ . . . . مُسْتَقِيْمَةً عَلَيْهِنَّ)

۱۴ باقی مسائل کا حل۔ میت نے دو مادری بھائی اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا۔ تو تہائی اور باقی کی ضرورت ہے۔ ٭ میت نے دو بہن ح اور بھائی م چھوڑا۔ تو $\frac{2}{3}$ اور باقی کی ضرورت ہے ٭ تو ان دونوں میں اصل مسئلہ ۳ سے ہوگا۔ ٭ میت نے خاوند اور بیٹی اور عصبہ چھوڑا تو چوتھائی اور نصف اور باقی کی ضرورت ہے۔ تو اصل مسئلہ ۴ سے ہوگا۔ ٭ میت نے بیوی اور بیٹی اور عصبہ چھوڑا تو آٹھواں اور نصف اور باقی کی ضرورت ہے۔ ٭ اصل مسئلہ ۸ سے ہوگا۔ ٭ میت نے دادی اور حقیقی بہن اور علاتی بہن اور اخیافی بہن چھوڑی۔ ٭ تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا۔ اور اسی سے صحیح نکل آوے گا۔ ٭ اگر دو بہنیں اخ ہوں اور ایک بہن ح اور ایک علاتی یا بجائے اس کے دادی۔ تو تہائی اور نصف اور چھٹا حصہ چاہئے۔ تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور عول ۸ سے۔ ٭ خاوند اور ماں اور تین بہنیں متفرق ہیں یعنی ایک حقیقی ایک علاتی اور ایک اخیافی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۹ سے کہ خاوند کو تین اور ماں کو ایک اور اخیافی بہن کو ایک اور حقیقی بہن کو تین اور علاتی بہن کو دو تہائی پورا کرنے کو چھٹا حصہ یعنی ایک دیا جائے گا۔ ٭ میت نے بیوی اور دو بہن ح و بھائی علاتی چھوڑا۔ تو اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اور اسی سے اس کی تصحیح ہوگی ——— فتاوی عالمگیری

۱۵ رد کے باقی مسائل کا حل۔ میت نے دادی اور بہن اخ چھوڑی۔ تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور تصحیح ۲ سے ہوگی اور دادی کو ایک اور بہن کو

[۱] تین سے زیادہ فریق مسئلہ ردیہ میں نہیں ہوسکتے۔

کو ایک سہم ملیگا ۞ اگر کسی مسئلہ میں $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{3}$ جمع ہوں۔ جیسا کہ میت چھوڑے دادی اور دو بہن اخ۔ اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور تصحیح ۳ سے ہوگی۔ دادی کو ایک سہم۔ اور بہنوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملےگا ۞ اگر مسئلہ میں $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$ ہوں تو مسئلہ ۴ سے ہوگا اور بیٹی کو تین سہام ملیں گے اور پوتی کو ایک سہم ۞ اگر مسئلہ میں $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ ہوں جیسا کہ میت نے بیٹیاں اور ماں چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور تصحیح ۵ سے ہوگی تو ماں کو ایک سہم اور ہر بیٹی کو دو سہام ۞ اگر مسئلہ میں نصف اور دو چھٹے حصے ہوں۔ یا نصف اور تہائی ہو تو مسئلہ کی تصحیح ۵ سے ہوگی۔ جیسا کہ میت نے ایک بہن ح اور بہن اخ اور ماں چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور تصحیح ۵ سے ہوگی۔ تو حقیقی بہن کو تین سہام ملیں گے اور ماں کو ایک اور ایک مادری بہن کو ۞ یا جیسے میت نے چھوڑے ماں اور ایک بہن ح۔ تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور تصحیح ۵ سے ہوگی۔ ۲ ماں کو ملینگے اور ۳ بہن کو — کنز

۸۳ — مسئلہ کے نام میں تبدیلی فرائض کے پورا بٹنے نہ بٹنے پر۔

۱- اگر متروکہ حصہ داروں پر پورا تقسیم ہو جائے۔ چاہے ذوی الفروض ہی پر ہو یا ذوی الفروض اور عصبہ پر۔ تو ایسے حصّے فریضہ عادلہ کہلاتے ہیں ۞

۱- جیسے ۲ بہن حقیقی اور ۲ بہن اخیافی ہوں تو $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{3}$ حصے ملے کچھ نہ بچا۔ یا دادی اور بیٹا ہو تو $\frac{1}{6}$ و $\frac{5}{6}$ حصے ہوئے تقسیم پوری ہوئی اور کچھ نہ بچا ۞

۲- اگر متروکہ ذوی الفروض پر پورا تقسیم نہ ہو سکے اور کچھ بچ رہے کہ پھر وہ ان ہی ذوی الفروض پر بہ تناسب اُن کے حصص کے تقسیم جائے۔ تو ایسے حصّے فریضہ قاصرہ کہلاتے ہیں ۞

۱- جیسے دو سگی بہنیں اور ماں ہو تو $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ حصے ہوئے۔ $\frac{1}{6}$ بچا جو بہنوں اور ماں کو ان کے حصوں کے تناسب سے ملجائیگا ۞

۳- اگر متروکہ ذوی الفروض پر پورا تقسیم نہ ہو سکے۔ اور کچھ کمی واقع ہو کہ انہیں کچھ بڑھا کر تقسیم کیا جائے کہ سب حصے داروں کے حصوں میں تناسباً کمی ہو تو ایسے حصے فریضہ عائلہ کہلاتے ہیں ۞

۱- عول کی مثالوں کے واسطے دیکھو باب حساب فرائض ۞

سنذرات ۱ فرائض کی تین قسمیں ہیں۔ فرائض تین قسم کے ہوتے ہیں۔ فریضہ عادلہ۔ فریضہ قاصرہ۔ فریضہ عائلہ۔ پس فریضہ عادلہ وہ ہے جس میں اصحاب فرائض کے سہام ترکہ کے سہام کے موافق ہوں مثلاً ایک شخص نے دو بہنیں حقیقی اور دو اخیافی چھوڑیں تو تہائی مال اخیافی بہنوں کا حصہ ہے اور باقی دو تہائی دونوں حقیقی بہنوں کا ہے۔ اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے حصے ترکہ کے حصوں سے کم ہوں مگر ورثا میں سے کوئی عصبہ ہو کہ اصحاب فرائض کا باقیماندہ مال لے لے تو یہ بھی فریضہ عادلہ ہے۔ فریضہ قاصرہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام بمقابلہ ترکہ کے سہام کے کم ہوں اور کوئی عصبہ بھی انہیں نہ ہو کہ باقی ماندہ مال لے مثلاً میت نے دو بہنیں حقیقی چھوڑیں اور ایک ماں چھوڑی۔ تو دونوں بہنوں کو دو تہائی اور ماں کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور چھٹا حصہ باقی رہیگا۔ اور کوئی عصبہ نہیں کہ اس باقیماندہ کو لے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ باقیماندہ مال رد کر دیا جائے اصحاب فرائض پر۔ فریضہ عائلہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام بمقابلہ ترکہ کے سہام کے زیادہ ہوں مثلاً اصحاب فرائض میں دو تہائی کے اور نصف کے مستحق ہوں جیسے بہنوں کے ساتھ میت کا خاوند بھی ہو۔ یا دو نصف اور تہائی ہو جیسے میت کا خاوند ہو اور ایک بہن حقیقی اور ماں ہو تو ایسی صورتوں میں حکم یہ ہے کہ عول کیا جائے اور یہی اکثر صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کا قول ہے۔ — فتاوی عالمگیری

(باب) فصل دوم - تقسیم حصص بابدان و اصول (باب)

و مثالیں مع حل (متعلق ذوی الفروض و عصبات و ذوی الارحام)

خلاصۃً ؛ - فرائض میں حصوں کی تقسیم دو طریق پر ہوتی ہے - یا تو بابدان ہوگی یا باصول ۔ بابدان سے مطلب یہ ہے کہ جو مستحقین موجود ہیں ان کے حصے اس طرح دیئے جائیں کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ ملے ۔ ورجن کے حصے مقرر ہیں ان کو وہی دیئے جائیں ۔ اور تقسیم باصول یہ ہے کہ موجودہ مستحقین کو اُن کے حصے نہ دیئے جائیں بلکہ اُن کے آباو اجداد کو جو حصے ملتے وہ پشت در پشت تقسیم کرتے کرتے جو کچھ موجودہ مستحقین کو پہنچیں وہ ان کو دیں ۔ اور یہ تقسیم صرف ذوی الارحام میں ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک ذوی الارحام کا کوئی حق میراث کا نہیں خیال کیا گیا ۔ تو ان کے آباء و اجداد کا حصہ جو ذوی الفروض یا عصبات ہوں گے یا ان سے متعلق ہوں گے پشت بہ پشت اتار کر ان کو دیا جاتا ہے ۔ چنانچہ امام محمد صاحب اسی امر کے قائل ہیں کہ ذوی الارحام میں تقسیم باصول کی جائے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ مگر امام ابو یوسف صاحب ذوی الارحام میں بھی تقسیم بابدان ہی پسند کرتے ہیں ۔ اور بعض صورتوں میں ایک خاص طریق پر یہ تقسیم ہوتی ہے کہ مفصل کیفیت سطور آئندہ کے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے ۔

۸۴ - تقسیم بابدان و اصول (و قواعد)

۱ - تقسیم بطریق ابدان سے یہ مطلب ہے کہ مستحقین کو ترکہ میں سے اُن کے حصوں کے موافق فی کس دیا جائے اور یہ طریق تقسیم معمولی ہے ۔ قاعدہ - قاعدہ یہ ہے کہ مستحقین میں سے مرد کو عورت سے دگنا دو ۔

۲ - تقسیم بطریق اُصول سے یہ مطلب ہے کہ موجودہ مستحقین کے حصے قائم نہ کئے جائیں ۔ بلکہ اوپر کی کسی پشت میں حصے قائم کر کے نیچے تک اولادوں میں تقسیم کرتے چلے آئیں کہ موجودہ حقداروں تک پہنچ جائیں ۔ سب سے پہلی پشت جہاں سے یہ تقسیم شروع ہوگی وہ ہے جہاں اُصول مختلف ہوتے ہیں ۔ مثلاً نقشہ ۹۶ میں اگر دونوں لڑکیاں وارث ہوں تو امام محمد کی تقسیم کے بموجب پہلی کو وہ حصہ ملے گا جو اس کے باپ کا ہے ۔ اور دوسری کو وہ ملے گا جو اس کی ماں کا ہے ۔ اگرچہ ماں اور باپ دونوں زندہ نہیں ہیں ، تقسیم اصول میں ہوگی ۔ یعنی نشان کا پر جو پہلے درجہ تقسیم کریں گے ۔ تو جو کچھ انھیں ملتا اگر زندہ ہوتے وہ اب ان کی اولاد یعنی لڑکیوں کو ملے گا ۔

قاعدے -

قاعدہ ۱ - سب سے پہلی پشت جہاں سے تقسیم شروع کی جاتی وہ ہے جہاں اصول میں اختلاف واقع ہوا ہے ۔ چاہے اختلاف میت سے پہلی پشت میں ہو جائے دوسری تیسری یا وغیرہ میں ۔ گویا میت سے سب سے پہلی پشت یا بطن ہے جہاں اختلاف واقع ہوا ہے ، وہاں سے تقسیم شروع کی جائے تو

وہاں عورتوں کا ایک فریق قائم کرو اور مردوں کا دوسرا۔ پھر ترکہ کو اس طرح تقسیم کرو کہ فی مرد دو اور فی عورت ایک حصہ دو۔ پھر ان کے نیچے بھی مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ فریق بنالو۔ اور اوپر کے حصوں میں سے فی مرد دو اور فی عورت ایک حصہ دو۔ اسی طرح مردوں و عورتوں کے فریق بناتے اور تقسیم کرتے نیچے تک چلے آؤ۔ اور تصحیح کی ضرورت ہو تو بیچ میں تصحیح کرلو۔ آخر میں جو حصے آئینگے وہی تقسیم ہوگی ۞

دیکھو مثال ۱۱ دفعہ ۸۷ ـ فتار ایک میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ موجودہ حقداروں کے حصے پندرہ ہیں جو اصول میں تقسیم کئے گئے۔ پھر مردوں اور عورتوں کے فریق بناتے اور تقسیم کرتے نیچے تک چلے آتے ۞

<u>قاعدہ ۲</u> - اگر کسی اصل کے نیچے کئی فروع ہوں۔ چاہے لڑکیاں ہوں چاہے لڑکے۔ تو اگر اصول میں مرد ہے تو اتنے ہی مرد شمار کرو۔ اور اگر عورت ہے تو اتنی ہی عورتیں۔ پھر فی مرد دو حصہ اور فی عورت ایک حصہ حساب میں لگا کر فریق بناتے اور تقسیم کرتے نیچے تک چلے آؤ۔ دیکھو مثال ۱۲ دفعہ ۸۷۔ مطلب یہ ہے کہ عدد تو ابدان سے لو اور صفت اس پشت سے جس میں اختلاف واقع ہوا ہے ۞

<u>قاعدہ ۳</u> - فروع کے حقداروں میں اگر کوئی شخص دو طرف سے تعلق رشتہ رکھتا ہو۔ اس کو دونوں طرف سے حصہ ملیگا۔ (صرف جدات کو ایسی صورت میں ایک طرف سے حصہ ملے گا)۔ امام محمد کے نزدیک اصول ہی میں سے یہ حصہ ملتا چلا آئے گا۔ (فتوے اسی پر ہے) ۞ دیکھو ۸۷-۱۳

<u>قاعدہ ۴</u> - اگر اصول میں کوئی محروم الارث ہو یا بیچ میں آجائے تو اس کو شمار نہ کریں گے۔ دیکھو دفعہ ۹۵ ۞

(۞)

سندات ۱ <u>تقسیم باصول وابدان سے مطلب</u> - دیکھو دفعہ ۹۳ سند ۸۔ دیکھو سند ۲ ۞

۲ <u>تقسیم باصول کے متعلق امام محمد کے دلائل</u> - امام محمد نے (باتفاق صحابہ) یہ دلیل پیش کی کہ اگر صرف پھوپی اور خالہ وارث ہوں تو $\frac{2}{3}$ پھوپی کا حصہ ہوگا اور $\frac{1}{3}$ خالہ کا [دارمی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اسی طرح تقسیم کیا تھا] ۞ اگر ابدان فروع [یعنی موجودہ حقداروں میں فی کس] کے حساب سے تقسیم کیا جاتا تو پھوپی اور خالہ کو برابر برابر نصف نصف ملتا ۞ لہذا معلوم ہوا کہ اس تقسیم میں مدلی بہ کا اعتبار کیا گیا کہ پھوپی کے واسطے تو باپ ہے اور خالہ کے واسطے ماں [یعنی پھوپی کو باپ کے واسطے سے اور خالہ کو ماں کے واسطے سے حصہ ملا] ۞ اور نیز (حضرت ابویوسف اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کہ ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا وارث ہو تو دوسرے پر ترجیح دیا جائے گا اس حق کے لحاظ سے جو مدلی بہ کا ہے) چنانچہ جبکہ چھوڑا میت نے بیٹی کا بیٹا اور بیٹی کی بیٹی تو ابویوسف اور حسن بن زیاد کے نزدیک باعتبار ابدان لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا یعنی فروع کے حقداروں کو ان کے اپنے حقوق کے موافق۔ چنانچہ $\frac{2}{3}$ بیٹی کے بیٹے کو۔ $\frac{1}{3}$ بیٹی کی بیٹی کو ملیگا۔ امام محمد کے نزدیک بھی یہ ترکہ اسی طرح تقسیم ہوگا۔ کیونکہ اصول متفق ہیں بلحاظ عورت ہونے کے [یعنی اصول میں عورت یا عورتیں ہیں] لہذا ان کے نزدیک بھی فروع ہی میں تقسیم ہوگی ۞ اگر میت نے چھوڑا بیٹی کے بیٹے کا بیٹا اور بیٹی کی بیٹی کا بیٹا تو ان دونوں کے نزدیک ترکہ فروع میں تین حصے ہوکر بلحاظ ابدان تقسیم ہوگا۔ $\frac{2}{3}$ مرد کو اور $\frac{1}{3}$ عورت کو ملے گا ۞ لیکن امام محمد کے نزدیک ترکہ اصول میں یعنی دوسری پشت میں (یعنی جہاں کہ اول ہی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہوا ہے) یعنی بیٹی کی بیٹی اور بیٹی کے بیٹے کو تین تہائی کے حساب سے دیں گے۔ اس طرح کہ بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کو $\frac{2}{3}$ جو اس کے باپ کا حصہ ہے منتقل ہوکر اس کو ملے گا اور $\frac{1}{3}$ بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کو جو کہ اس کی ماں کا حصہ ہے منتقل ہوکر اس کو ملے گا۔ گویا تقسیم میراث بالکل برعکس ہوئی ـ کیونکہ عورت کو دگنا ملا مرد کی نسبت ـــــ شریفیہ ۱۱۶ (و اِسْتَدَلَّ مُحَمَّدٌ ...... یُضْعِفُ مَا لِلذَّکَرِ)۔ دیکھو مثال ۱۰ دفعہ ۸۷ ۞

۳ - <u>ایک پشت کے فرق سے اصول مختلف ہوں تو اصول میں تقسیم</u> - دیکھو سند ۲ ۞

۴ <u>۲ پشت کے فرق سے اصول مختلف ہوں تو اصول میں تقسیم</u> - دیکھو سند ۲ ۞

۵ <u>کئی پشت کے فرق سے اصول مختلف ہوں تو اصول میں تقسیم</u> - اسی طرح امام محمد کے نزدیک جیسا کہ دوسری پشت میں اصول پر تقسیم کیا جاتا ہے [دیکھو سند ۲] اسی طرح ان کے نزدیک اصول پر جب بھی تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ کئی پشت پرے ہوں۔ گر صورت وہی ہو کہ سب ایک درجہ میں ہوں۔ تو اب ترکہ کی تقسیم اسی جگہ سے کہ وہ پہلی پشت ہے (جس مقام پر تذکیر و تانیث مختلف ہوئے ہیں) شروع کی جائے گی۔ بحساب مردوں کو دو.

حصے اور عورتوں کو ایک کے، اس کے بعد مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ فریق بنا دیئے جائیں گے، پھر جو کچھ مردوں کو اس پشت اوّل سے ملا ہے۔ (جس مقام پر تذکیر و تانیث میں اختلاف ہوا ہے) وہ جمع کرکے ان کے فروع کو آخر میں پہنچا دیا جائے گا بلحاظ ان کے حقوق کے بشرطیکہ ان مردوں کے فریق اور فروع کے درمیان پشت میں ذکورت و انوثت میں فرق نہ ہو [یعنی ان کے درمیان کسی پشت میں مرد اور عورتیں مخلوط نہ ہوں بلکہ مرد ہی مرد یا عورتیں ہی عورتیں ہوں] اگر فرق ہو تو یہ مردوں کا حصہ نیچے اس پشت میں دیا جائے جہاں مرد اور عورتوں میں اختلاف واقع ہوا ہے اور یہ مردوں کا ایک فریق اور عورتوں کا ایک فریق بنایا جائے جیسا کہ پہلے بنایا گیا تھا، اب اسی طرح عورتوں کو جو پہلی پشت سے ملا تھا ان کے فروع کو بعینہٖ اسی طرح دیا جائے۔ بشرطیکہ نیچے کی پشتوں میں کچھ اختلاف نہ ہو۔ اگر اختلاف واقع ہو تو جمع کیا جائے جو کچھ کہ پہنچا ہے پہلی پشت سے اور پھر تقسیم کیا جائے اس پشت میں جہاں اختلاف واقع ہوا ہے، اسی طرح عمل کرتے چلے جاؤ۔ کہ آخر کار آخر فروع پر عمل ختم ہو جائے۔
شریفیہ ۱۱۶ و ۱۱۷۔ وکذلک عند محمد .... الیٰ آخرہٖ) دیکھو مثال ۱۱ دفعہ ۸۷۔

۶ فریق بندی کی تقسیم۔ دیکھو سند ۴۔ **۷**۔ فروع میں جتنے مستحق ہیں اتنے ہی اصول میں (اصول میں تقسیم) دیکھو سند ۲

۸ فروع میں کئی مستحق اور اصول میں ایک۔ (اصول میں تقسیم) اسی طرح امام محمد جب تقسیم کرتے ہیں تو تذکیر و تانیث کے حقوق کا لحاظ کرکے فروع کے اصلی مستحقین کی تعداد اصول میں حساب میں لیتے ہیں یعنی جب وہ ترکہ کو اصول پر تقسیم کرتے ہیں تو مردوں اور عورتوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے فروع کی تعداد کو حساب میں لیتے ہیں ـــــ شریفیہ ۱۱۹ ـ ۱۲۰۔ (وکذالک محمد رحمہ اللہ ..... عدد الفروع)

اگر ماؤں اور باپوں کی صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار کرکے تمام مال ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ مستحقین فروع سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں، اگر مرد و عورت ملے جلے ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا۔ امام محمد کے نزدیک عدد تو اُن کے ابدان سے لیا جائے گا اور وصف اس پشت سے لیا جائے گا جس میں اختلاف واقع ہوا ہے ـــــ فتاویٰ عالمگیری ۔

۹ فروع میں بعض مستحقین کا دو طرف سے رشتہ (اصول میں تقسیم) علمار حنفیہ ذوی الارحام کی توریث میں قرابت کی جہتوں کا لحاظ کرتے ہیں [یعنی اگر کسی کا رشتہ دو طرف سے ہو تو اس کو دو طرف سے حصہ ملتا ہے]۔ [جس طرح وہ ذوی الفروض اور عصبات کی توریث میں کرتے ہیں] ہاں ابو یوسف قرابت کی جہتوں کا اعتبار تو کرتے ہیں مگر ابدان فروع میں۔ اس واسطے کہ وہ تقسیم کرتے ہیں ترکہ کو فروع پر ابتداءً۔ لہٰذا وہ اس وقت جہتوں کا اعتبار کرتے ہیں۔ علمار عراق و خراسان کہتے ہیں کہ ابو یوسف جہتوں کا لحاظ ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک دو جہتوں والے اور ایک جہت والے کو ایک ہی ورثہ ملتا ہے۔ جیسا کہ مذہب ابو یوسف کا دادیوں کے متعلق ہے (جس کا بیان گزر چکا) دیکھو دفعہ ۳۶ سند ۹۔ لیکن علمار ماوراء النہر کہتے ہیں کہ ابو یوسف اعتبار کرتے ہیں جہات کا۔ اور یہی قول صحیح ہے۔ [چنانچہ اسی وجہ سے اس قول کو صاحب ضیاء السراج نے بھی اختیار کیا اور شارح نے بھی۔ شرح بسیط]۔
اب یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں تو جہات کا لحاظ کیا گیا اور دادیوں کی توریث میں نہیں کیا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دادیوں کا استحقاق بالفرضیت ہے اور تعدد جہات کے لحاظ سے ان کا فرض حصہ زیادہ تو نہیں ہو سکتا۔ اور ذوی الفروض میں استحقاق بطریق عصوبت ہے۔ لہٰذا یہ استحقاق عصوبت کے استحقاق کے طریق پر مانا جائے گا۔ تو حقیقی عصوبت میں کبھی تو تعدد جہات کا لحاظ بنا بر ترجیح ہوتا ہے جیسے سگے بھائی کو ترجیح دی جاتی ہے علاتی بھائی پر۔ اور کبھی استحقاق کی غرض سے ہوتا ہے جیسے اخیافی بھائی کہ وہ چچا کا بیٹا بھی ہو۔ [دیکھو دفعہ ۴۶ نقشہ ۳۴۳] اور ایسا ہی چچا کا بیٹا جبکہ وہ خاوند بھی ہو۔ [دیکھو دفعہ ۳۶ نقشہ ۵۴] تو یہاں دونوں سببوں کا استحقاق معاً خیال کیا جائے گا۔ اسی طرح ذوی الارحام کی توریث میں بھی دونوں سببوں کا معاً خیال کیا جائے گا تو امام ابو یوسف تو تعدد جہات کا لحاظ ابدان فروع میں کرتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ وہ ترکہ کو ابتداءً فروع پر تقسیم کرتے ہیں۔ تو وہ فروع میں تعدد جہات کا لحاظ کر لیتے ہیں۔ اور امام محمد تعدد جہات کا اصول میں لحاظ کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ تقسیم کرتے ہیں ترکہ کو اوّل پشت پر جہاں سے اصول میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور اصول میں فروع کی تعداد شمار کرتے ہیں۔ یہ مردوں اور عورتوں کی علیحدہ علیحدہ فریق بناتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے۔
شریفیہ ۱۲۱۔ (علمائنا .... فی المسئلۃ السابقۃ) یہ مثال نہ واسطے دیکھو دفعہ ۸۷ مثال ۱۳ و ۱۴۔ دیکھو دفعہ ۹۰ سند ۱۱۔

اگر بعض ذوی الارحام کی قرابت دو طرف سے زیادہ سے ہو تو دو سے زیادہ طرف کا لحاظ رکھا جائے گا چنانچہ وہ ہر طرف سے وارث ہوگا۔ لیکن

امام ابویوسف کے نزدیک تھوڑا سا اختلاف ہے ۔ وہ یہ ہے کہ وہ جہات کا اعتبار فروع میں کرتے ہیں اور امام محمد اصول میں بھی کرتے ہیں ۔ بخلاف دادیوں کے کہ امام ابویوسف کے نزدیک صرف ایک ہی طرف سے وارث ہوسکتی ہیں ۔ اور باقی ذوی الارحام ان کے نزدیک صحیح روایت کے بموجب دونوں جہت سے وارث ہوسکتے ہیں ۔ فتاویٰ عالمگیری ۱۰ اگر دو طرف سے تعلق رشتہ ہو تو دونوں طرف سے ورثہ پائیگا ۔ سند ۹ ۰

۱۱ - ذوی الارحام میں قوت قرابت کو ترجیح ہے ۔ سند ۹ ۰ ۱۲ دادیوں میں تعدد جہات کا لحاظ نہیں کیا جاتا ۔ سند ۹ دفعہ ۳۶ سند ۹ و ۱۰

۱۳ - ابویوسف کا خیال تعدد جہات کے متعلق ۔ سند ۹ ۰

۸۵ - اصول متفق و مختلف کس کو کہتے ہیں؟

دیکھو نقشہ ۸۵، ۸۶ -

ا - جب دو زیادہ مستحقین ذوی الارحام ایسے ہوں کہ میت سے ایک یا کئی پشت نیچے ہوں (یا بعض دفعہ کئی پشت اوپر ہوں) تو ان مستحقین کے حصے جڑوں یعنی اصول سے تقسیم کرکے اُن تک پہنچاتے ہیں اور جن جڑوں سے تقسیم شروع کرتے ہیں وہ یا تو عورتیں ہی ہونگی یا مرد - مگر ایک ہی درجہ میں - تو ایسے اصول متفق ہیں - اور اگر دو یا کئی مستحقین میں سے کسی کی اصل میں مرد ہو اور کسی کی اصل میں عورت - تو یہ اصول مختلف ہیں ۰

سندات ۱ اصول متفق و مختلف - دیکھو دفعہ ۸۶ و سند

۸۶ - کب تقسیم بہ ابدان کیجائے اور کب بہ اصول (دو قاعدے)

۱ - ذوی الفروض و عصبات میں حصص کی تقسیم ہمیشہ با بدان ہوگی ۰

ا کسی قسم کا رشتہ دار ہو اگر صاحب فرض یا عصبہ واقع ہوگا تو تقسیم با بدان کے تابع ہوگا ۔

۲ - ذوی الارحام میں حصص کی تقسیم اگر اصول متفق ہوں تو با بدان ہوگی - اور اگر اصول مختلف ہوں تو بہ اصول ہوگی - یہ طرز تقسیم امام محمد کے طریق پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ دیکھو دفعات ۵۹ - ۶۱ - ۶۳ - ۶۵ ۰

امام ابویوسف کے نزدیک اصول متفق ہوں یا مختلف تقسیم با بدان کی جائے ۔

ب - کسی قسم کا رشتہ دار ہو اگر ذوی الارحام واقع ہوگا تو تقسیم میں مذکورہ قواعد کے تابع ہوگا ۰

سندات ۱ ذوی الفروض میں تقسیم - چونکہ ذوی الفروض کے حصے مقرر ہیں اس واسطے ان کی تقسیم با بدان ہی ہوتی ہے ۰ اُن کے مقررہ حصے دفعہ ۱۴ میں ملیں گے ۰ ۲ عصبات میں تقسیم دیکھو دفعہ ۳۹ سند ۸ ۰ ۳ ذوی الارحام میں تقسیم دیکھو دفعہ ۵۷ سندات ۰

اُصول مُتّفق اور مُختلف کے نقشے (متعلق دفعہ ۸۵)

ذیل کے نقشوں میں پہلی دو صورتیں اصول مختلف کی ہیں اور میت سے دوسری پشت میں نشان + پر اختلاف واقع ہوا ہے۔ دوسری دو صورتیں اصول متفق کی ہیں میت سے پہلی پشت میں نشان + پر اتفاق واقع ہوا ہے ۰

نقشہ ۸۵- فروع نیچے کی طرف (یعنی ذوی الارحام درجہ اول سوم وچہارم میں)

۱- اُصول مختلف

۲- اُصول متفق

نقشہ ۸۶- فروع اوپر کی طرف (یعنی ذوی الارحام درجہ ۲ میں)

۱- اُصول مختلف

۲- اُصول متفق

۸۷ تقسیم بابداں واصول کی مستند مثالیں (وحل)

ض = مثالیں متعلق ذوی الفروض
ع = " " عصبات
ح = " " ذوی الارحام
اح ۲ح وغیرہ = ذوی الارحام درجہ اوغیرہ

ا ۔ ذوی الفروض کی مثالیں ۔ (تقسیم بابداں ہوگی)

کیونکہ جو ان کے مقررہ حصے ہیں وہی دیئے جائینگے لہذا تقسیم بابداں ہی ہوسکتی ہے

۱ ۔ میت نے خاوند ۔ بہن ح ۔ بہن ع چھوڑی ۔ تو حصص کی تقسیم کس طرح ہوگی ؟

۲ ۔ میت نے خاوند ۔ بہن حقیقی ۔ بہن علاتی اور بھائی علاتی چھوڑے تو حصص کی تقسیم کس طرح ہوگی (دیکھو مثال گذشتہ پر ایک بھائی ع اور بڑھ گیا ہے)۔

۳ ۔ میت نے دو بہن حقیقی اور ایک بہن علاتی چھوڑے ۔ تو حصص کی تقسیم کس طرح ہوگی ۔

۴۔ میت کے ورثا یہ ہیں۔ خاوند۔ ماں۔ بہن ح۔ بہن ع۔ بہن اخ۔ تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ (دیکھو دفعہ ۸۲)

نقشہ ۹۰

باپ — ماں ۱/۶

خاوند ۱/۲ — بہن ح ۱/۲ — بہن ع ۱/۶ — بہن اخ ۱/۶

حل۔ خاوند + ماں + بہن ح + بہن ع + بہن اخ۔

خاوند	ماں	بہن ح	بہن ع	بہن اخ	
۱/۲	۱/۶	۱/۲	۱/۶	۱/۶	
۳	۱	۳	۱	۱	مسئلہ ۶ عولیہ ۹

۵۔ میت نے خاوند۔ ماں۔ باپ۔ بیٹی۔ پوتی چھوڑے۔ ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۹۱

باپ ۱/۶ ۲ — ماں ۱/۶ ۲

خاوند ۱/۴ ۳ — بیٹی ۱/۲ ۶ — پوتی ۱/۶ ۲

حل۔ خاوند + ماں + باپ + بیٹی + پوتی

خاوند	ماں	باپ	بیٹی	پوتی	
۱/۴	۱/۶	۱/۶	۱/۲	۱/۶	
۳	۲	۲	۶	۲	مسئلہ ۱۲ عولیہ ۱۵

مسئلہ ۱۲ ہوا عولیہ ۱۵

کتاب المیراث
۲۱۸
۸۷
۶ ۔ میت کے ورثا یہ ہیں ۔ بہن ح ۔ بہن اخ ۔ ماں ۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ (دیکھو دفعہ ۷۸)
باپ
ماں
نقشہ ۹۲
یا خاوند بیوی
میت
بھائی ح
بہن ح
بھائی ع
بہن ع
بھائی اخ
بہن اخ
ض
حل ۔ بہن ح + بہن اخ + ماں
مگر ۱/۶ ترکہ باقی رہا جو رد ہو کر ان ہی ورثا کو گیا۔
...... بعد پانچ حصہ رد کے مسئلہ ۵
بیٹی
۲ ۔ عصبات کی مثالیں (تقسیم بابداں ہوگی)
جو کچھ ذوی الفروض کی تقسیم سے باقی بچتا ہے وہ عصبہ لیتا ہے ۔ لہذا تقسیم بابداں ہی ہوسکتی ہے
۷ ۔ میت کے ورثا یہ ہیں ۔ ایک بیٹی ایک سگی بہن ۔ ایک علاتی بھائی ۔ تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی ۔
نقشہ ۹۳
مسئلہ ۲
محروم
یہ بہن عصبہ ہوئی
نیز دیکھو دفعہ ۳۰ مسئلہ ۶
نیز دیکھو دفعہ ۳۶
ع
۸ ۔ میت نے دو بہنیں حقیقی ۔ ایک بہن علاتی اور ایک بھائی ع چھوڑا ۔ ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟
نقشہ ۹۴
دو بہن
مسئلہ ۳

۹۔ میت کے ورثا۔ خاوند۔ ماں۔ باپ۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتا ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟
ماں
باپ
نقشہ ۹۵
میت
بیٹی
محروم
محروم
۳۔ ذوی الارحام کی مثالیں (تقسیم با صول ہوگی)
گر تقسیم با بیان بھی ہر مثال کیساتھ دکھائی گئی ہے (جو امام ابو یوسف کے طریق پر ہے) پھر ہر مثال کے دو دو نقشے دیئے گئے ہیں۔ پہلے میں پرانے طریق پر تقسیم بتائی گئی ہے۔ دوسرے میں جدید طریق پر کہ سرا نشان ہیں + جو وارث قلمزن کئے گئے ہیں وہ معدوم سمجھنے چاہئیں باقی موجودہ مستحقین ہیں + جہاں جمع کا نشان ہے وہاں سے تقسیم شروع ہوگی +
۱۰۔ میت نے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی۔ اور بیٹی کے بیٹے کی بیٹی۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟
نقشہ ۹۶
اہل فرائض کا عربی طریق
نقشہ ۹۷
وہی مثال کسر سے
حل
میت

۱۱۔ میت نے چھٹی پشت میں بارہ وارث تین مرد اور نو عورتیں چھوڑیں جس کا شجرہ حسب ذیل ہے — تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

(ح ا)

اُصول کے ورثہ کے مقابلہ میں فروع میں ایک ہی ایک مستحق ہے۔

نقشہ ۹۸

حل ۔ اہل فرائض کا عرفی طریق۔

قطار ۱ — ۳۶ = ۴×۹ ، ۹ ، ۲۴ = ۴×۶ ، ۶

اس قطار میں اصول مختلف ہوگئے ہیں۔ ۹ عورتیں ہیں اور ۳ مرد۔ انکے دو فریق کر دیئے۔ اصلی حقداروں کے حصہ کی تعداد ۱۵ ہے (دیکھو قطار ۶) تو یہ ۱۵ ان دو فریقوں میں ۹ و ۶ کے حساب سے تقسیم ہونگے۔ (قاعدہ ۱)

قطار ۲ —

اس قطار میں اُصول متفق ہیں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اوپر کے حصے بعینہٖ اس قطار میں آجائیں گے (گویا سمجھ لینا چاہیے کہ یہ قطار ہے ہی نہیں)۔

قطار ۳ — ۱۲ ، ۱۲ ، ۱۸ ، ۱۸

اس قطار میں چار فریق ہے جنہیں پہلے دو فریقوں کو اوپر کا ۹ ملنا چاہیے اور باقی دو فریقوں کو اوپر کا ۶ ملنا چاہیے مگر نہ اوپر کا ۹ اُن لڑکے لڑکیوں پر برابر بٹتا ہے اور نہ ۶۔ لہذا بعد تصحیح ۹ کی بجائے ۳۶ رکھے اور ۶ کی بجائے ۲۴۔

قطار ۴ — ۱۲ ، ۱۲ ، ۹ ، ۹ ، ۱۲ ، ۶

اس قطار میں ۶ و ۱۲ اور ۹ و ۹ و ۱۲ اور ۱۲ حصے ہوتے۔ جبکہ مردوں کو عورتوں سے دگنا ملا۔

قطار ۵ — ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۹ ، ۹ ، ۶ ، ۶ ، ۳ ، ۳

اس قطار میں حصے اس طرح ملے۔ ۳ و ۳ و ۶ و ۶ و ۹ و ۹ و ۴ و ۸ و ۱۲ ۔ مردوں کو عورتوں سے دگنا ملا۔

قطار ۶ — ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

اس قطار میں اوپر کے حصے تقسیم ہوئے۔ (موجودہ ورثا یہ ہیں) —

امام محمد کے نزدیک یہ حصے ہوئے (مسئلہ ۶۰) = ۱ ۲ ۳ ۴ ۲ ۹ ۹ ۳ ۹ ۴ ۸ ۱۲ تقسیم باصول

امام ابو یوسف کے نزدیک حصے ہوئے (مسئلہ ۱۵) = ۱ ۲ ۱ ۲ ۱ ۱ ۲ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ تقسیم بابدان

ف۔ جیسے پہلے کل حصے ۱۵ مانے گئے تھے۔ کیونکہ نیچے حقداروں کے حصے ۱۵ تھے اور قطار ۳ کے حقداروں میں پورے تقسیم نہیں ہوتے تھے تو ہم نے تصحیح کر کے گویا کل حصے ۶۰ مان لئے۔ حصہ چاہے کچھ ہی مان لیا جائے کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر ایسا عدد فرض کرنے میں جو سب حقداروں میں پورا تقسیم ہو جائے عمل میں آسانی کر دیتا ہے اگر چاہو تو کل حصہ ۱ فرض کر لو۔ اور اس طرح اصول میں $\frac{1}{15}$ فی لڑکی اور $\frac{2}{15}$ فی لڑکا تقسیم ہوگا یعنی لڑکیوں کے فریق کو $\frac{9}{15}$ یعنی $\frac{3}{5}$ دیں اور لڑکوں کے فریق کو $\frac{2}{5}$ دیں۔ اس طرح عمل میں بہت پیچیدگی ہو جائے گی۔ مگر حقداروں کو وہی حصے پہنچینگے۔

(۱ج)

وہی مثال کسرات میں۔

نقشہ ۹۹

حل۔ اہل ریاضی کا جدید طریق۔

قطار ۱ ... حسب معمول مذکر ایک فرض کیا گیا جس میں سے فی مرد $\frac{۲}{۱۵}$ اور فی عورت $\frac{۱}{۱۵}$ ملا۔ لہذا مردوں کے فریق کو $\frac{۲}{۵}$ اور عورتوں کے فریق کو $\frac{۳}{۵}$ ملا۔ (مردوں کا حصہ $\frac{۲}{۵}$، عورتوں کا حصہ $\frac{۳}{۵}$)

قطار ۲ ... اب اوپر کے حصے نیچے اس قطار میں اتارنے لگے تو معلوم ہوا کہ اس قطار میں تمام ورثا ایک ہی قسم کے ہیں یعنی عورتیں ہی عورتیں۔ تو تقسیم بدستور رہی۔

قطار ۳ ... اب حصے اس قطار میں اتارے اور مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ فریق قائم کئے تو $\frac{۲}{۵}$ میں سے مردوں اور عورتوں کے فریق کو $\frac{۱}{۵}$ و $\frac{۱}{۵}$ ملے۔ اور $\frac{۳}{۵}$ میں سے $\frac{۳}{۱۰}$ و $\frac{۳}{۱۰}$ ملے۔ (حصے: $\frac{۱}{۵}$، $\frac{۱}{۵}$، $\frac{۳}{۱۰}$، $\frac{۳}{۱۰}$)

قطار ۴ ... اس قطار میں یہ حصے ہوئے $\frac{۱}{۵}$ و $\frac{۱}{۵}$ و $\frac{۳}{۱۰}$ و $\frac{۳}{۲۰}$ و $\frac{۲}{۱۰}$ و $\frac{۱}{۱۰}$۔ (حصے: $\frac{۱}{۵}$، $\frac{۱}{۵}$، $\frac{۳}{۲۰}$، $\frac{۳}{۲۰}$، $\frac{۲}{۱۰}$، $\frac{۱}{۱۰}$)

قطار ۵ ... اس قطار میں یہ حصے ہوئے $\frac{۱}{۵}$ و $\frac{۲}{۱۵}$ و $\frac{۱}{۱۵}$ و $\frac{۳}{۲۰}$ و $\frac{۳}{۲۰}$ و $\frac{۱}{۱۰}$ و $\frac{۱}{۱۰}$ و $\frac{۱}{۲۰}$ و $\frac{۱}{۲۰}$۔

قطار ۶ ... اس قطار میں اوپر کے حصے تقسیم ہوئے (یہی موجودہ ورثا ہیں)

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
وہ تقسیم جو امام محمد کے نزدیک ہوئی	$\frac{۱}{۶۰}$	$\frac{۱}{۳۰}$	$\frac{۱}{۲۰}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۳۰}$	$\frac{۱}{۱۰}$	$\frac{۱}{۱۰}$	$\frac{۱}{۲۰}$	$\frac{۳}{۲۰}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۲}{۱۵}$	$\frac{۱}{۵}$
وہ تقسیم جو امام ابو یوسف کے نزدیک ہوئی	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۲}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۲}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۲}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$	$\frac{۱}{۱۵}$

کسر دور کرنے سے وہی حصے ہونگے جو نقشہ ۹۸ میں ہیں۔

کتاب المیراث
۲۲۳
۱۴۔ میت کے وارث یہ ہیں۔ ایک بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کے دو بیٹے۔ اور ایک بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کی ایک بیٹی۔ اور ایک بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کی دو بیٹیاں۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟
اصول کے ورثہ کے مقابلہ میں فروع میں کئی مستحقین ہیں۔
نقشہ ۱۰۰
قطار ۱
قطار ۲
قطار ۳
۱
۲
۳
۶
۵
۴
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
اوپر کے ۸ حصے اس قطار میں اُتارے۔ تو اس قطار میں نمبر ۹ کو ۸ ملنے چاہیے تھے مگر اس کے نیچے دو لڑکیاں ہیں تو یہ دو شمار ہوئے تو ۸ ملے۔ تو اوپر کے حصے بھی ۸ ہوتے اور ۳ کے ۲ بیٹے تو ۴ ہیں نمبر ۸ کو چار اور نمبر ۷ کو دو ملنا چاہیے تھا مگر ۷ کے نیچے دو لڑکے ہیں تو دو کے برابر ہوئے لہٰذا نمبر ۲ میں ضرب دیا گیا تو اسطرح ۳ کے ۱۲ اور ۸ کے ۱۶ ہوگئے
مسئلہ ۲۸ (تقسیم امام محمد)
مسئلہ ۷ (تقسیم امام ابو یوسف)
وہی مثال کسرات میں
نقشہ ۱۰۱
تقسیم یہاں سے شروع ہوگی۔ نمبر ۴ دو مرد شمار ہوں گے جس کے ۴ حصے ہوئے اور نمبر ۵ صرف ایک ہی شمار ہوگا۔ نمبر ۶ کے نیچے دو لڑکے ہیں وہ دو شمار ہوگی گویا کل حصے اسطرح ہوئے جن کی تقسیم اسطرح ہوئی جیسی لکھی گئی۔
اس قطار میں نمبر ۹ کو ملے مگر نمبر ۷ کے نیچے ۲ لڑکے ہیں لہٰذا وہ دو شمار ہوگی تو گویا نمبر ۷، ۸ کو برابر کے حصے ملے
امام محمد کی تقسیم میں یہ حصے ملے۔
امام ابو یوسف کی تقسیم میں یہ حصے ملے۔

۱۴۔ میت کے ورثا یہ ہیں۔ بیٹی کے بیٹے کی دو بیٹیاں۔ جو کہ ایک بیٹی کی بیٹی کی بھی دو بیٹیاں ہیں اور نیز ایک بیٹی کی بیٹی کا بیٹا بھی ہے۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

اُصول کے ورثہ کے مقابلہ میں فروع کے مستحق دو طرف سے رشتہ رکھتے ہیں۔

میت

نقشہ ۱۰۲

تقسیم اس جگہ سے شروع ہوگی حسب قاعدہ۔ لڑکے نمبر ۶ کی دو لڑکیاں ہیں [۸ ، ۷] تو وہ دو شمار ہوگا۔ اسی طرح لڑکی نمبر ۵ کے نیچے دو لڑکیاں ہیں [۷ ، ۸] تو وہ دو شمار ہوگی تو کل لڑکیاں ۴ ہوئیں یعنی مسئلہ ۷ ہوا جس میں سے لڑکیوں کے فریق کو یعنی نمبر ۴ و ۵ کے فریق کو ۳ ملے اور لڑکے کو یعنی نمبر ۶ کو ۴ ملے۔

۴ ۳ ۴

۱۶ = ۴ × ۴ ۱۲ = ۳ × ۴

اب اس قطار میں لڑکیوں کے فریق کے نیچے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں [۹ ، ۸ ، ۷] جنھیں ۳ حصہ پورا تقسیم نہیں ہوتا۔ لہذا ۴ سے تقسیم ہوئی۔ تو ۱۲ آئے لڑکے کو اور ۳ ، ۳ فی لڑکی ملا۔ اب ان لڑکیوں نے باپ کا حصہ ۱۶ میں سے ۸ ، ۸ لیا۔ تو کل اداائے لڑکیوں کے ۱۱ اور لڑکے کے ہوئے ۶

۹	۸	۷
۶	۳	۳
	۸	۸
۶	۱۱	۱۱
۱	۱	۱

امام محمد کی تقسیم سے یہ حصے ملے (مسئلہ ۲۸)

امام ابویوسف کی تقسیم سے یہ حصے ملے (مسئلہ ۳)

امام ابویوسف کے نزدیک یہ دو لڑکیاں حصہ لینے میں گویا دو تو باپ کی جانب سے ہیں اور دو ماں کی جانب سے اور لڑکے کو صرف اپنی ماں کا حصہ ملے گا۔ اسطرح گویا لڑکیوں اور لڑکے کو برابر حصہ ملے گا۔ اور مسئلہ ۳ سے ہوگا۔ ہر ایک کا حصہ ۱ ہوگا۔

وہی مثال کسرات میں۔

میت

نقشہ ۱۰۳

تقسیم اس جگہ سے شروع ہوگی حسب قاعدہ لڑکے نمبر ۶ کی دو لڑکیاں ہیں تو وہ دو شمار ہوگا۔ اسیطرح لڑکی نمبر ۵ کے نیچے دو لڑکیاں ہیں۔ تو وہ دو شمار ہوگی تو کل لڑکیاں ۴ ہوئیں لہذا $\frac{4}{7}$ ، $\frac{3}{7}$ ملے۔

جو کچھ مردوں اور عورتوں کی قطار سے ملا وہ نیچے لکھا گیا۔

	۹	۸	۷
عورتوں کی قطار سے ملے =	$\frac{3}{14}$	$\frac{3}{28}$	$\frac{3}{28}$
مرد سے ملے =		$\frac{2}{7}$	$\frac{2}{7}$
امام محمد کی تقسیم میں یہ حصے ملے =	$\frac{3}{14}$	$\frac{11}{28}$	$\frac{11}{28}$
ابویوسف کی تقسیم میں یہ حصے ملے =	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$

اگر ان کی کسریں دور کریں تو وہی حصے ملے جو اوپر ذکر ہوئے۔

۱۴ـ میت کے ورثہ یہ ہیں: بیٹی کے بیٹے کا بیٹا جو اس کی بیٹی کی بیٹی کا بیٹا بھی ہے۔ اور بنیز ایک بیٹی کی بیٹی کی بیٹی تو بتاؤ کہ نانا کی جائیداد نواسہ نواسی میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ فروع کے مستحقین دو طرف سے رشتہ رکھتے ہیں۔

نقشہ ۱۰۴ (ح)

چونکہ نمبر ۱ کے نیچے صرف ایک بچہ ہے تو وہ صرف ایک ہی شمار ہوگا یعنی دو لڑکوں کے برابر۔ نمبر ۲ کے نیچے دو بچے ہیں۔ تو وہ دو شمار ہوں گے گویا دو لڑکیوں کے برابر۔ تو گویا نصف نصف ترکہ دونوں میں تقسیم ہوگا۔

یہاں اُصول مختلف ہوتے ہیں۔ یہاں سے میراث تقسیم ہوگی۔ اور نمبر ۳ کا نسبی تعلق نہیں ہے۔

$\frac{1}{5}$ .... نزد ابو یوسف — $\frac{4}{5}$

$\frac{1}{6}$ .... نزد امام محمد — $\frac{5}{6}$

وہی مثال کسرات میں۔

نقشہ ۱۰۵ (ح)

یہی کیفیت جو اوپر لکھی جا چکی۔

یہاں اُصول مختلف ہوتے ہیں۔ یہاں سے میراث تقسیم ہوگی۔ اور نمبر ۳ کا نسبی تعلق کچھ نہیں ہے۔

$\frac{1}{5}$ .... نزد ابو یوسف۔ — $\frac{4}{5}$

$\frac{1}{6}$ .... نزد امام محمد۔ — $\frac{5}{6}$

(یعنی $\frac{1}{2} + \frac{2}{6}$)

نقشہ ۱۰۶

۱۵- میت کے ورثہ یہ ہیں۔ باپ کے باپ کی ماں کا باپ۔ باپ کی ماں کے باپ کا باپ۔ دونوں باپ کی طرف والے ہیں اور ماں کے باپ کی ماں کا باپ۔ ماں کی ماں کے باپ کا باپ۔ دونوں ماں کی طرف والے۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

(مسئلہ ۶) ...... یہ تقسیم امام ابو یوسف کی ہے۔	۱	۱	۲	۲
(مسئلہ ۹) ...... یہ تقسیم امام محمد کی ہے۔	۱	۲	۴	۴

ماں کی طرف والے — باپ کی طرف والے

پھر اس درجہ میں اتارے گئے یعنی وہی سب سے نیچے کے حصے اوپر کے درجہ میں لائے گئے۔ کیونکہ بیچ میں کوئی تغیر و تبدیل نہ ہوگا۔

یہ حصص اس درجہ میں اتارے گئے یعنی نیچے کے اوپر لائے گئے تو وہی حصے رہے۔

۱ ...... مسئلہ ۹ (۸ کو یہ حصے ہوئے)

$\frac{1}{9}$ ...... حصص (باپ اور ماں کے ماں باپوں کو یہ حصے ملے)

$\frac{1}{9}$ ......

۱ — ۲ — ۳ — ۴

$\frac{1}{9}$ + $\frac{2}{9}$ — $\frac{2}{9}$ + $\frac{4}{9}$

حصہ $\frac{1}{3}$ — حصے $\frac{2}{3}$

باپ کی طرف $\frac{2}{3}$ حصہ دیا گیا اور ماں کی طرف $\frac{1}{3}$۔

میت

وہی مثال کسرات میں۔

نقشہ ۱۰۷

...... تقسیم امام ابو یوسف صاحب کی ہے۔

...... یہ تقسیم امام محمد کی ہے۔

ایضاً

ایضاً

$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$
$\frac{1}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{4}{9}$

ماں کی طرف والے — باپ کی طرف والے

$\frac{1}{9}$ ...... حصص (باپ اور ماں کے ماں باپوں کو یہ حصے ملے)

$\frac{1}{9}$ + $\frac{2}{9}$ — $\frac{2}{9}$ + $\frac{4}{9}$

حصہ $\frac{1}{3}$ — حصہ $\frac{2}{3}$

باپ کی طرف $\frac{2}{3}$ حصہ گیا اور ماں کی طرف $\frac{1}{3}$۔

میت

۱۶۔ میت کے ورثا یہ ہیں۔ سب قسم کے بھائیوں کی ایک ایک بیٹی اور سب قسم کی بہنوں کی ایک ایک بیٹا بیٹی
تو تقسیم ترکہ کسطرح ہوگی
نقشہ ۱۰۸
خاوند یا بیوی
میت
بھائی ح
بہن ح
بھائی ع
بہن ع
بھائی اخ
بہن اخ
محروم
تقسیم یہاں سے شروع ہوگی دونوں حقیقی کو ⅔ ملا اور اخیافی کو ⅓ یعنی ۲ او ا ملا اور علاتی محروم رہے سب جنکے
مسئلہ ۹ (امام محمد) = ۱ ۱ ۱ x x x ۱ ۲ ۳
مسئلہ ۴ (نزد ابو یوسف) = ۱ ۲ ۱ مسئلہ ۴ = ۱ ۲ ۱ مسئلہ ۴ = ۱ ۲ ۱
فروع میں درمیان ان کو دگنا دے کر یہ حصے ہوئے۔ ۳ میں ضرب دے کر کسر دور کی تو ۳ و ۳ و ا و ۲ حصے رہے (اخیافیوں کو برابر کا حصہ ملیگا)۔
۔ کل ترکہ حقیقی کو ملا اور ان کی عدم موجودگی میں علاتی کو۔ اور حقیقی و علاتی کی عدم موجودگی میں اخیافی کو۔
وہی مثال کسرات میں۔
نقشہ ۱۰۹
وہی کیفیت جو اوپر لکھی گئی۔
(امام محمد)
(امام ابو یوسف)

۱۷۔ میت کے ورثا یہ ہیں۔ بھائی ح کے بیٹے کی بیٹی۔ بھائی ع کے بیٹے کی بیٹی۔ بھائی اخ کے بیٹے کی بیٹی۔
تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی۔

ولد عصبہ حقیقی کو ترجیح ہے ولد عصبہ علاتی و ولد ذوی الارحام پر

وہی مثال کسرات میں۔

۱۱۱ ۱۸۔ میت کے ورثا یہ ہیں۔ بھائی علاتی کی بیٹی کا بیٹا۔ اور بہن علاتی کے بیٹے کی دو بیٹیاں کہ وہی بہن حقیقی کی بیٹی کی بھی بیٹیاں ہیں۔ اور بہن اخیافی کے بیٹے کی بیٹی۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ جس کے دو فروع ہوں گے وہ خود دو بیٹیاں یا بہن جائے گی۔

ح۳ نقشہ ۱۱۲

باپ خالہ زاد بھائی بہن — میت

بھائی ع: $\frac{1}{12}$ — ۱
بہن ع: $\frac{1}{12}$ — ۱
بہن ح: $\frac{2}{3}$ — ۸
بہن اخ: $\frac{1}{6}$ — ۲

تقسیم یہاں سے ہوگی۔ بہن اخ کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ بہن ح کہ برابر دو بہن کے ہے $\frac{2}{3}$ لے گی۔ بہن ع بھی دو بہنوں کے برابر ہے تو $\frac{1}{6}$ جو باقی رہا ہے بھائی ع و بہن ع کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا یعنی $\frac{1}{12}$ و $\frac{1}{12}$ ملے گا۔ تو کسر دور کرنے سے حصے ۱ و ۱ و ۸ و ۲ ہوئے۔

اوپر کے حصے یہاں اتارے گئے۔ ۲ { ۴ ، ۴ } ۱
$\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$

کسر دور کرنے سے مسئلہ ۲۴ (نزد امام محمد) ۴ ۹ ۹ ۲
مسئلہ ۲ (نزد امام ابو یوسف) محروم ۱ ۱ محروم

ح۳ نقشہ ۱۱۳

وہی مثال کسرات میں۔

باپ خالہ زاد بھائی بہن — میت

سہام ......
بھائی ع: $\frac{1}{12}$
بہن ع: $\frac{1}{12}$
بہن ح: $\frac{2}{3}$
بہن اخ: $\frac{1}{6}$

بیوی

$\frac{1}{6}$ { $\frac{1}{3}$ ، $\frac{1}{3}$ } $\frac{1}{12}$
$\frac{1}{24}$ $\frac{1}{24}$
$\frac{3}{8}$ $\frac{3}{8}$

(تقسیم نزد امام محمد) $\frac{1}{6}$ $\frac{3}{8}$ $\frac{3}{8}$ $\frac{1}{12}$
(تقسیم امام ابو یوسف) محروم $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ محروم

ذوی الفروض

۱ مثال اور اس کا حل۔ ایک عورت مرگئی اور اس نے خاوند اور ایک ماں باپ کی طرف سے سگی بہن چھوڑی اور ایک بہن باپ کی طرف سے چھوڑی۔ تو خاوند کو نصف ملے گا۔ اور سگی بہن کو نصف ملے گا۔ اور علاتی بہن کو چھٹا ملے گا تاکہ دو تہائی پورا ہو جائے۔ تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور اس کا عول ۷ سے ہوگا ــــ فتاوی عالمگیری۔

۲ مثال اور اس کا حل۔ [مسئلہ بالا میں] اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو جو اس کو عصبہ کر دے۔ تو علاتی بہن کو کچھ میراث نہ ملے گی۔ اور ایسا بھائی منحوس ہے ــــ فتاوئے عالمگیری۔

۳ مثال اور اس کا حل۔ میت نے دو بہنیں حقیقی اور ایک بہن علاتی چھوڑی۔ تو حقیقی بہنوں کو دو تہائی فریضہ دے کر باقی بھی ان ہی دونوں پر رد کر دیا جائے گا۔ اور علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا ــــ فتاوی عالمگیری۔

۴ مثال اور اس کا حل۔ حل کے واسطے دیکھو دفعہ ۸۷ مسئلہ ۱۱۔

۵ مثال اور اس کا حل۔ ایک عورت مرگئی اور اس نے خاوند اور ماں باپ چھوڑے اور بیٹی و پوتی بھی چھوڑی۔ تو اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اور اس کا عول ۱۵ سے۔ تو خاوند کو چوتھائی یعنی ۳ ملیں گے اور ماں و باپ کو چھٹا چھٹا حصہ یعنی دو دو یعنی ۴ ملیں گے۔ اور بیٹی کو نصف یعنی ۶ ملیں گے اور پوتی کو چھٹا حصہ یعنی دو ملیں گے ــــ فتاوئے عالمگیری۔

۶ مثال اور اس کا حل۔ حل کے واسطے دیکھو دفعہ ۸۷ مسئلہ ۱۲۔

عصبات

۷ مثال اور اس کا حل۔ ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک بیٹی چھوڑی اور ایک سگی بہن ایک ماں و باپ سے چھوڑی۔ اور ایک بھائی یا کئی بھائی علاتی چھوڑے۔ تو نصف تو بیٹی کو ملیگا۔ اور باقی نصف سگی بہن کو ملے گا۔ اور باپ کی طرف سے جو بھائی ہیں ان کو کچھ نہیں ملیگا۔ کیونکہ جب بہن مذکورہ عصبہ ہو گئی تو وہ بمنزلہ سگے بھائی کے ہو گئی جو ایک ماں باپ سے ہوتے ہیں ــــ فتاوی عالمگیری۔

۸ مثال اور اس کا حل۔ [مثال سوم میں] اگر علاتی بہن کے ساتھ اس کا کوئی بھائی ہو جو اس کو عصبہ کر دے تو باقی ایک تہائی اس بھائی و بہن کو ملیگا جو دونوں میں مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور ایسا بھائی مبارک ہے ــــ فتاوئے عالمگیری۔

۹ مثال اور اس کا حل۔ [پانچویں مثال میں] اگر پوتی کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہو جو اس کو عصبہ کر دے تو یہ پوتی بھی ساقط ہو جائے گی اور مسئلہ کا عول ۱۳ سے ہوگا۔ اور ایسا بھائی منحوس ہے ــــ فتاوی عالمگیری۔

ذوی الارحام

۱۰ اصول میں تقسیم کی ایک آسان مثال (مثال ۱۰ کا حل) اگر میت نے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی اور بیٹی کے بیٹے کی بیٹی چھوڑی۔ تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام مال دونوں میں باعتبار ابدان کے نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور امام محمد کے نزدیک، مال دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی (یعنی دو) بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کو ملے گا۔ اور ایک تہائی (یعنی ۱) بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کو ملے گا۔ کیونکہ اُن کے اصول میں اسی طرح کا اختلاف ہے یعنی اصول میں ایک کا باپ ہے جو مرد ہے۔ اور دوسرے کی ماں ہے جو عورت ہے۔ تو یوں سمجھو کہ گویا میت نے بیٹی کا بیٹا اور بیٹی کی بیٹی چھوڑی۔ تو جو کچھ بیٹی کے بیٹے کو ملنا تھا وہ اس کی بیٹی کو مل گیا۔ اور جو کچھ بیٹی کی بیٹی کو ملنا تھا وہ اس کی بیٹی کو مل گیا ــــ فتاوئے عالمگیری ــــ نیز دیکھو دفعہ ۵۹ الف مسئلہ ۵۔

۱۱ اصول کے ورثہ کے مقابلہ میں فروع میں ایک ہی ایک مستحق۔ (مثال ۱۱ کا حل)۔ نقشہ اس طرح ہوگا۔ محمد رح کے نزدیک مسئلہ ۱۵ سے ہوگا اور اس کی تصحیح ۶۰ سے۔ اس مسئلہ میں ۱۲ شخص وارث ہیں جن میں سے نو عورتیں ہیں اور تین مرد ہیں اور یہ سب ایک درجہ میں ہیں۔ یعنی چھٹی پشت میں کہ وہاں وارث کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو اب یہ مسئلہ امام ابو یوسف کے نزدیک، اور حسن بن زیاد کے نزدیک ۱۵ سے صحیح ہوگا کیونکہ ہر بیٹا بمنزلہ دو بیٹیوں کے ہے۔ تو اس طرح گویا سب ۱۵ بیٹیاں ہو گئیں لہذا ان کا عدد ہی صحیح مسئلہ ہے۔ تو نو بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ ایک سہام اور ہر بیٹے کے دو سہام۔ لیکن امام محمد کے نزدیک یہ مسئلہ ۶۰ سے صحیح ہوگا۔ کیونکہ جب ہم نے تقسیم کیا ترکہ پہلی پشت میں جہاں ۹ بیٹیاں اور ۳ بیٹے ہیں۔ تو فروع کی تعداد کے قیاس پر (جیسا کہ ابو یوسف کی طریق تقسیم ہے) تین بیٹوں کو ۶ سہام ملے اور نو بیٹیوں کو ۹ سہام ملے۔ تو جب ہم نے مردوں کی علیحدہ جماعت مقرر کر دی، اور ان کے حصہ کا مجموعہ یعنی ۶ اُن کے نیچے لکھ دیا اور نیچے کی پشتوں میں غور کیا تو دوسری پشت میں ہم نے کچھ اختلاف نہیں پایا۔ بلکہ بجائے اس کے تیسری پشت میں اختلاف پایا۔ یعنی یہ کہ تین بیٹوں کے مقابلہ میں جو پہلی پشت میں تھے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پائیں۔ بیٹا تو ایک بیٹی کا بیٹا ہے اور بیٹیاں باقی دو بیٹیوں

کی بیٹیاں ہیں لہٰذا وہ چھ سہام ان پر مرد کو عورت کے دگنے کے حساب سے تقسیم کئے تو ۳ سہام بیٹے کو ملے اور تین دونوں بیٹیوں کو۔ پھر ہم نے بیٹے کا حصہ یعنی ۳ سہام اس کے آخر فروع کو دیئے کہ وہ اس بیٹے کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی ہے۔ اس واسطے کہ اس بیٹے اور اس کے فروع میں جو پشتیں ہیں وہ سب عورتیں ہی ہیں؛ اب جو دو بیٹیوں کی جماعت علیحدہ بنائی ہے اس کے نیچے کی پشت میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ تیسری اور چوتھی پشتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں پانچویں پشت میں ان دونوں کے مقابلہ میں ایک بیٹا اور بیٹی ہے تو تینوں سہام ان پر تقسیم کر دئیے بحساب مرد کو عورت کے دگنے کے۔ تو دو سہام بیٹے کو ملے اور ایک بیٹی کو، پھر ان دونوں کے حصے چھٹی پشت میں دیئے کہ وہاں بھی کچھ اختلاف نہیں ہے؛ اسی طرح جب ہم نے ۹ بیٹیوں کی جماعت بنائی تو ان کے سہام کا مجموعہ ان کے نیچے لکھ دیا اور نیچے کی پشت میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں تیسری پشت میں اختلاف پایا۔ جہاں نو بیٹیوں کے مقابلہ میں چھ بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ جب ہر بیٹے کو دو بیٹیوں کی مانند قرار دیا تو سب بارہ بیٹیاں ہو گئیں۔ تو اب وہ نو سہام بارہ پر پورے نہیں بٹ سکتے اور سہام اور رؤس میں توافق بالثلث ہے تو بیٹیوں کے عدد رؤس کو جو ۴ ہیں اصل مسئلہ میں کہ ۱۵ ہے ضرب دیا تو ۶۰ حاصل ہوا۔ اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ اس واسطے کہ پہلی پشت میں تین بیٹوں کی جماعت کو اصل مسئلہ سے ۶ ملے تھے۔ ان کو بھی مضروب یعنی ۴ میں ضرب دینا پڑا تو حاصل ہوئے چوبیس۔ پھر ہم نے تقسیم کیا تینوں بیٹوں کی فروع پر جو تیسرے بطن میں ہیں [یعنی ایک بیٹے اور دو بیٹیوں پر] تو بیٹے کو ۱۲ ملے اور ۱۲ دونوں بیٹیوں کو۔ پھر ہم نے بیٹے کا یہ حصہ اس کے آخر سے آخر فروع میں تقسیم کیا یعنی چھٹے بطن میں کیونکہ بیچ میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا اور بیٹیوں کے حصہ کو ایک بیٹا اور بیٹی پر بحساب لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ جو پانچویں پشت میں انکے مقابلہ میں ہیں۔ تو بیٹے کو ۸ ملے اور بیٹی کو چار۔ پھر ان دونوں کے حصے ان کے فروع میں منتقل کئے گئے یعنی چھٹی پشت میں۔ پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ نو بیٹیوں کے فریق کو جو پہلی پشت میں ہیں اصل مسئلہ سے ۹ سہام ملے تھے تو ان کو بھی ہم نے اسی مضروب یعنی چار میں ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے [تو یہ حصہ بیٹیوں کا ہوا]۔ پھر پہلی پشت سے سلسلہ وار نیچے تک غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اختلاف تیسری پشت میں ہے۔ کیونکہ وہاں نو بیٹیوں کے مقابلہ میں چھ بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ تو ہم نے تقسیم کیا ان کا حصہ یعنی ۳۶ کو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریق پر تو تین بیٹوں کو ۱۸ ملے اور نو بیٹیوں کو بھی ۱۸ ملے۔ پھر ہم نے مردوں کے فریق الگ بنائے اور عورتوں کے الگ۔ اور پھر تیسری پشت سے نیچے کی پشت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ چوتھی پشت میں تین بیٹوں کے مقابلہ میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ تو جو کچھ تین بیٹوں کو ملا تھا ان پر تقسیم کر دیا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریق پر تو ۹ سہام بیٹے کو اور ۹ دو بیٹیوں کو ملے۔ پھر یہ حصہ بیٹے کا ہم نے آخر فروع میں پہنچایا۔ کیونکہ بیچ میں کچھ اختلاف ہی نہیں ہے۔ پھر دو بیٹیوں کے مقابلہ میں پانچویں پشت میں کچھ اختلاف نہیں ہاں چھٹی پشت میں اختلاف پایا کہ ان کے مقابلہ میں یہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ تو دونوں بیٹیوں کے حصے ان پر تقسیم کئے یعنی ۹ کو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریق پر تقسیم کیا تو ۶ بیٹے کو اور ۳ بیٹی کو ملے۔ اسی طرح ہم نے پایا چوتھی پشت میں ۶ بیٹیوں کے فریق کے مقابلہ میں ۳ بیٹیاں اور ۳ بیٹے۔ تو بیٹیوں کا حصہ ۱۸ انہیں تقسیم کیا بطریق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ تو بیٹوں کو ۱۲ ملے اور بیٹیوں کو ۶ ملے تو ان کو دو فریق بنا دئے؛ اب چوتھی پشت کے نیچے چلے یعنی پانچویں میں تو یہاں تین بیٹوں کے مقابلہ میں ایک بیٹا اور دو بیٹی نکلے تو بیٹوں کا ۱۲ ان میں تقسیم کیا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے۔ تو چھ بیٹے کو اور چھ دونوں بیٹیوں کو ملے۔ تو بیٹیوں کا حصہ چھٹی پشت میں پہنچایا تو یہاں دو بیٹیوں کے مقابلہ میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ تو تقسیم کیا ہم نے ان دونوں کے حصہ کو ان دونوں پر تو ۴ بیٹے کو اور ۲ بیٹی کو ملے۔ پھر پانچویں پشت میں بھی تین بیٹیوں کے مقابلہ میں جو چوتھی پشت میں ہیں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں تو ان کے حصہ یعنی ۶ کو ان پر تقسیم کیا تو تین بیٹے کو ملے اور ۳ دونوں بیٹیوں کو۔ پھر بیٹے کا حصہ اس کے فروع میں پہنچایا یعنی چھٹی پشت میں۔ تو یہاں دو بیٹیوں کے مقابلہ میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پایا تو تقسیم کیا ۳ کو ان دونوں میں تو دو بیٹے کو اور ایک بیٹی کو ملا۔ اب جو جمع کیا ان تمام حصوں کو تو ۶۰ ہوئے۔ جیسا کہ ہم نے چھٹی پشت میں فروع کے نیچے لکھ دئیے ہیں — [illegible]

۱۲۳ فروع میں کئی حقدار ہیں بمقابلہ اصول کے (مثال ۱۲ کا حل)۔ اگر میت نے چھوڑے ایک بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کے دو بیٹے اور ایک بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کی ایک بیٹی۔ اور ایک بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کی دو بیٹیاں۔ تو ابو یوسف کے نزدیک تو ترکہ فروع میں سات حصہ ہو کر تقسیم ہوگا باعتبار مستحقین کے۔ کیونکہ دو بیٹے چار بیٹیوں کے برابر ہونگے اور تین بیٹیاں اور ہیں۔ تو کل مجموعہ ۷ بیٹیاں ہوئیں تو ہر لڑکی کا ایک سہام اور ہر لڑکے کے دو سہام ہیں؛ مگر امام محمد کے نزدیک ترکہ سب سے اوپر کی پشت میں [جہاں مرد اور عورتیں مختلف ہوئی ہیں] یعنی دوسری پشت میں سات حصے کر کے تقسیم ہوگا[1] فروع کا اصول میں لحاظ کر کے۔ یعنی وہ تقسیم کرتے ہیں ترکہ کو دوسری پشت میں [جہاں ہم نے نشان + لگایا ہے] اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ لیکن عدد فروع کے اعتبار سے وہ لڑکا دو لڑکے کہا جائے گا۔ [کیونکہ اس کے نیچے فروع میں دو لڑکیاں ہیں] اور لڑکی کے نیچے فروع میں دو لڑکے ہیں تو وہ دو لڑکی شمار ہوگی۔ لہٰذا مجموعی تعداد لڑکیوں کی دوسری پشت میں ۷ ہوئی۔ کیونکہ لڑکا قائم مقام دو لڑکوں کے ہو کر چار لڑکیوں کے برابر ہوا۔ اور اسی طرح لڑکی برابر ہوئی دو لڑکیوں کے۔ اور ایک لڑکی تو اکیلی ہے ہی۔ لہٰذا

[1] (یہذہ الصورۃ .... فی البطن السادس)

مجموعہ ۷ لڑکیاں ہوئیں۔ تو اس طرح اس پشت میں لڑکے کا حصہ ۷ میں سے ۴ ہوا اور جس لڑکے کے نیچے دو لڑکے ہیں اس کا حصہ ۷ میں سے ۲ ہوا۔ اور دوسری کا سات میں سے ایک۔ اب لڑکوں کا ایک فریق بنایا۔ [گویا ایک ہی لڑکے کو ایک فریق مان لیا] اور لڑکیوں کا ایک علیحدہ۔ اور ہر ایک کا حصہ ان کی فروع میں پہنچایا۔ تو امام محمد کے نزدیک یہ چار حصے بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کے دو بیٹیوں کو دیئے جائیں گے کہ ان کے نانا کا حصہ ہے۔ یعنی وہ نانا جو دوسری پشت میں دو بیٹیوں کی جگہ شمار کیا گیا تھا۔ اور تین حصے کہ دو بیٹیوں کو ملے تھے۔ کہ جن میں سے ایک بمنزلہ دو بیٹیوں کے شمار کی گئی تھی تقسیم کئے جائیں گے ان کی اولاد پر یعنی تیسری پشت میں نصف نصف کر کے پر اس وجہ سے کہ وہ بیٹی جو تیسری پشت میں ہے۔ جب عدد فروع کا لحاظ کیا گیا تو وہ دو بیٹی مانی گئی تھی [یعنی اس کے حصے [دو بیٹیوں کے برابر شمار ہوتے تھے]۔ لہٰذا وہ مثل ایک بیٹے کی ہوگئی۔ جیسا کہ ایک بیٹا تیسری پشت میں ہے۔ لہٰذا تیسری پشت میں تین میں سے نصف نصف ملیگا یعنی ڈیڑھ ڈیڑھ۔ پھر یہ نصف کہ ڈیڑھ ہے منتقل ہو کر بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کی بیٹی [یعنی ۱۲] کو ملے گا کہ وہ حصہ اس کے باپ کا ہے۔ اور دوسرا نصف یعنی ڈیڑھ بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کے دو بیٹوں کو ملے گا۔ کہ وہ حصہ ان دونوں کی ماں کا ہے (ماں وہ ہے جو تیسری پشت میں ایک بیٹے کے برابر مانی گئی تھی)۔ اور یہ مسئلہ ۲۸ سے صحیح ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ سب سے اول پشت میں جہاں اختلاف واقع ہوا ہے۔ یعنی دوسری پشت میں ترکہ تقسیم کیا تو اصل مسئلہ ۷ سے ہوا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ اب جو ہم نے تیسری پشت میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو بیٹیاں جو دوسری پشت میں تھیں ان کے مقابلہ میں ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے۔ تو جب ہم نے اصل بیٹی میں عدد فروع کا لحاظ کیا تو وہ ایک بیٹی بمنزلہ دو بیٹی کے ہوگئی تو ضرور ہوا کہ اس تیسری پشت میں بیٹے اور دو بیٹیوں پر بالمنا صفہ حصہ تقسیم کیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تین کا نصف پورا نہیں نکلتا تو ضرب دیا نصف کے مخرج یعنی ۲ کو اصل مسئلہ میں یعنی ۷ میں تو ۱۴ ہوئے۔ تو اس میں سے ۸ تو دونوں بیٹیوں کو دیئے کہ وہ حصہ انکے دادا کا ہے اور ۳ دئے بیٹی کو کہ وہ حصہ اس کے باپ کا ہے۔ اور ۳ دئے دو بیٹوں کو کہ وہ حصہ اُن کی ماں کا ہے۔ لیکن چونکہ ۳ دو پر مستقیم نہیں۔ لہٰذا ہم نے عدد رؤس یعنی دو کو چودہ میں ضرب دیا تو ۲۸ حاصل ہوتے۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوا۔ تو ضرب دیا ہم نے ۸ کو (کہ حصہ بیٹی کے بیٹے کی بیٹی کے دو بیٹیوں کا ہے) مضروب اصل مسئلہ میں یعنی ۲ میں تو حاصل ہوتے ۱۶ تو وہ حصہ ان دونوں کا ہوا۔ اور ۳ کو ضرب دیا (کہ حصہ بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کا ہے) مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے ۶۔ وہ حصہ اس کا ہوا۔ اور ضرب دیا ہم نے بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کے دو بیٹوں کے حصے کو یعنی ۳ کو مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے چھ۔ جس میں سے ہر ایک کو تین تین سہام ملے۔ شریفیہ ۱۲۰ (کما اذا ترک .... فاحد منہما ثلاثۃ)

فروع کے حقدار دو طرف سے اصلی رشتہ رکھتے ہوں (مثال ۱۳ کا حل)۔ جبکہ چھوڑی میت نے ایک بیٹی کی بیٹی کی دو بیٹیاں جو اس کی ایک بیٹی کے بیٹے کی بھی دو بیٹیاں ہیں۔ اور نیز چھوڑا ایک بیٹی کی بیٹی کا ایک بیٹا اس نقشہ کے بموجب [دیکھو نقشہ] تو ابو یوسف کے نزدیک ان میں یعنی بیٹے اور دو بیٹیوں میں مال تین تہائی کر کے تقسیم ہوگا۔ کیونکہ دو بیٹیاں دو طرفہ حصہ لینے والی ہیں تو گویا وہ دو بیٹیاں تو ماں کی طرف سے شمار ہوں گی۔ اور دو بیٹیاں باپ کی طرف سے۔ تو گویا اس صورت میں میت نے چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا۔ تو ۲ مال تو دو جہت والی دو لڑکیوں کو ملیں گے اور ۱ مال بیٹے کو جو ایک جہت والا ہے۔ امام محمد کے نزدیک تقسیم کیا جائے گا مال ان کے درمیان ۲۸ سہام ہو کر اس طرح کہ ۲۲ سہام تو دو بیٹیوں کو ملینگے یعنی ۱۶ تو باپ کی طرف سے اور ۶ ماں کی طرف سے۔ اس کی تشریح اس طرح ہے کہ امام محمد کے نزدیک کل مال دوسری پشت میں تقسیم ہوگا جہاں ایک بیٹا مثل دو بیٹیوں کے شمار ہوگا۔ اور دو بیٹیوں میں سے ایک دو بیٹیوں کے مثل شمار ہوگا۔ تو کل ۷ بیٹیاں شمار ہونگی۔ تو مسئلہ ان کے رؤس سے ہوا۔ تو بیٹے کو ۴ سہام ملے اور اس بیٹی کو جس کے نیچے دو بیٹیاں ہیں دو سہام ملے اور دوسری کو ۱ سہام۔ جبکہ ہم نے مردوں کی ایک جماعت قائم کی۔ اور عورتوں کی ایک علیحدہ جماعت۔ پھر بیٹے کا حصہ (کہ ۷ میں سے ۴ ہے) دو بیٹیوں کو دیا جو تیسری پشت میں ہیں تو ہر ایک کو دو دو سہام ملے۔ اسی طرح جبکہ ہم نے عورتوں کی جماعت کا حصہ تیسری پشت میں دیا تو وہ ان پر مستقیم نہیں تا کیونکہ وہ حصہ ۳ ہے اور جن کو حصہ دیا جاتا ہے وہ بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ گویا کل چار بیٹیاں ہوئیں اور تین اور دو میں مبائنت ہے۔ تو ہم نے ضرب دیا ہم کو کہ عدد رؤس ہے اصل مسئلہ میں جو ۷ ہے [دیکھو دفعہ ۸۰] تو وہ ۲۸ ہوا۔ اور اس طرح مسئلہ صحیح ہوا۔ تو جبکہ دوسری پشت میں بیٹی کے بیٹے کو ۷ میں سے ۴ ملے تھے۔ تو جب ہم نے اس کو مضروب یعنی ۴ میں ضرب دیا تو ۱۶ ہوئے۔ تو اس طرح ہر بیٹی کو آٹھ آٹھ پہنچے۔ اور ان دو بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے دوسری پشت میں ۳ ملے تھے۔ تو جب ہم نے ضرب دیا مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے ۱۲۔ تو اس میں سے بیٹی کی بیٹی کے بیٹے کو ۶ ملے اور بیٹی کی بیٹی کے دو بیٹیوں کو ۶۔ تو ہر بیٹی کو ۳ ملے تو ہر بیٹی کو آخر پشت میں ۱۱ ملے۔ آٹھ تو باپ کی

طرف سے اور تین ماں کی طرف سے۔ شرح نقشہ ۱۲۲ (کما اذا ترک .... من جہتہا اقربہا) +

۱۴ مثال ۱۴ کا حل۔ ایک شخص مرگیا اور اس کی بیٹی کے بیٹے کا بیٹا موجود ہے۔ اور یہ بیٹا اس کی بیٹی کی بیٹی کا بیٹا بھی ہے۔ اور نیز ایک بیٹی کی بیٹی کی بیٹی موجود ہے اور یہ اس طرح ہوگا کہ ایک شخص کی دو بیٹیاں تھیں کہ وہ مرگئیں اور ایک نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسری نے ایک بیٹی۔ ان بیٹا اور بیٹی کا نکاح ہوا۔ تو اس بیٹی کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ پھر اس بیٹی نے (یعنی بیٹے کی ماں نے) کسی اور سے نکاح کیا۔ اور اب اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ تو پہلا بیٹا (جو یہ جنی تھی) اس شخص کی بیٹی کے بیٹے کا بیٹا ہوا۔ اور نیز اسی شخص کی بیٹی کی بیٹی کا بیٹا ہوا۔ اور دوسری دفعہ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اس کی بیٹی کی بیٹی کی بیٹی ہوتی۔ پھر اگر یہ خاوند و بیوی مرجائیں۔ پھر ان بچوں کا نانا مرجائے۔ تو امام ابو یوسف کے نزدیک نانا کا ترکہ ان میں پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جس میں سے پانچواں حصہ بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کو ملیگا اور چار پانچواں حصہ بیٹے کو جو دو قرابت والا اور مذکر ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک ترکہ کا چھٹا حصہ بیٹی کی بیٹی کی بیٹی کو ملے گا اور پانچ چھٹا حصہ دو قرابت والے کو ملے گا۔ عالمگیری +

۱۵ اصول میں تقسیم (ذوی الارحام درجہ دوم مثال ۱۵ کا حل۔ میت کے ورثہ یہ ہیں۔ باپ کے باپ کی ماں کا باپ۔ باپ کی ماں کے باپ کا باپ۔ یہ دونوں باپ کی طرف کے ہیں۔ اور ماں کے باپ کی ماں کا باپ۔ اور ماں کی ماں کے باپ کا باپ۔ اور یہ دونوں ماں کی طرف کے ہیں۔ تو ترکہ کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے باپ کی طرف والوں کو ملیں گے اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو ملے گا۔ پھر جو کچھ باپ کی طرف والوں کو ملا ہے اس کے تین حصے ہونگے جس میں سے دو حصے دادا کو ملیں گے۔ یعنی باپ کے باپ کی ماں کے باپ کو۔ اور ایک حصہ باپ کی ماں کے باپ کے باپ کو۔ اور جو کچھ ماں کی طرف والوں کو ملا ہے وہ بھی اسی طرح ان دونوں میں تقسیم ہوگا یعنی دو تہائی دادا کو یعنی ماں کے باپ کی ماں کے باپ کو۔ اور تہائی مادری دادا کو یعنی ماں کی ماں کے باپ کے باپ کو۔ یہ جواب بنا بر قول ایسے علماء کے ہے جو ایسے دادا کو جس کا سلسلہ ذوی الفروض تک پہنچ گیا ہو (یعنی اس کی اولاد وارث ہو) ترجیح نہیں دیتے ایسے پر جس کا سلسلہ نہ پہنچا ہو ——— فتاوے عالمگیری +

۱۶ جملہ قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد میں تقسیم (مثال ۱۶ کا حل) پھر ایک مثال بیان کی اور اس میں دونوں اماموں کے (یعنی صاحبین کی) مختلف رائیں بیان کردیں۔ اس طرح پر کہ اگر میت نے چھوڑیں تین متفرق بھائیوں کی بیٹیاں کہ بعض بھائی ح تھے اور بعض ع اور بعض اخ۔ اور اسی طرح چھوڑیں تین بیٹے اور تین بیٹیاں متفرق بہنوں کی۔ اس نقشہ کے بموجب (دیکھو نقشہ ۱۰۸) تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک کل ترکہ بہن ح اور بھائی ح کے فروع میں تقسیم ہوگا۔ اگر وہ نہ ہو تو علاتی بھائی اور ع بہن کے فروع میں۔ اگر وہ نہوں تو بہن اخ اور بھائی اخ کے فروع میں۔ مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور یہ چار حصے ہوکر باعتبار ابدان ہوگا۔ یعنی باعتبار ابدان فروع اور صفات فروع کے۔ مطلب یہ کہ ابو یوسف کے نزدیک فروع بنی اعیان مقدم ہوں گے۔ فروع بنی علات و بنی اخیاف دونوں پر کیونکہ قرابت میں زیادہ قوی ہیں تو ان میں مال چار ربع ہوکر تقسیم ہوگا جس میں سے دو چوتھائی تو بہن ح کے بیٹے کو اور چوتھائی بھائی ح کی بیٹی کو اور بہن ح کی بیٹی کو بھی چوتھائی ملے گا۔ ہاں اگر بنی اعیان کے فروع نہوں تو ترکہ فروع بنی علات پر تقسیم ہوگا باعتبار ابدان کیونکہ قرابت باپ کی ماں کی قرابت سے زیادہ ہے۔ تو ترکہ ان میں اس صورت میں بھی چار ربع ہوکر تقسیم ہوگا جس میں سے دو چوتھائی تو بہن ع کے بیٹے کو۔ اور چوتھائی بھائی ع کی بیٹی کو۔ اور چوتھائی بہن ع کی بیٹی کو ملیگا۔

اگر فروع بنی علات کی بھی نہ ہوں تو ترکہ فروع بنی اخیاف پر تقسیم ہوگا۔ وہ بھی چار ربع ہوکر باعتبار ابدان۔ تو یہ مسئلہ بھی ان کے نزدیک ۴ سے ہوگا۔

امام محمد کے نزدیک یہ تقسیم اس طرح ہوگی۔ کل ترکہ کی تہائی بنی اخیاف میں تقسیم کی جائیگی [یعنی اخیافی بھائی بہن کا فرضی حصہ] اور یہ تین تہائی کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور سب کے حصے برابر ہونگے۔ کیونکہ اصول میں بھی ان کو برابر کا حصہ ملتا ہے۔ تو جبکہ فرعوں کی تعداد کو مدنظر رکھا تو وہ گویا دو اخیافی بہنیں ہوگئیں تو اس صورت میں اس کو ملیں گے تہائی ترکہ میں سے دو تہائی۔ اور بھائی اخ کو ملے گا تہائی۔ پھر منتقل ہوگا حصہ ان دونوں کا ان دونوں کے فروع کی طرف۔ پھر باقی کہ وہ ترکہ کا دو تہائی ہے بنی اعیان کے فروع میں بالمناصفہ تقسیم ہوگا بوجہ اعتبار کرنے عدد فروع کے اصول میں۔ تو اس طرح وہ بہن ح ہوجائیگی مثل دو بہن ح کے۔ تو وہ حصہ لینے میں اپنے بھائی کے مانند ہوگی۔ تو اس دو تہائی بقایا کا نصف (یعنی تہائی) بھائی کی بیٹی کو ملیگا کہ وہ اس کے باپ کا حصہ ہے۔ اور دوسرا نصف بہن ح کے دونوں اولاد کے درمیان باعتبار ابدان فروع کے للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں فروع کے اصول میں اختلاف نہیں ہے۔ اور بنی علات کی فروع کو کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ بنی اعیان کی موجودگی میں محروم ہوں گے جیسا کہ ذکر کیا جاچکا۔ تو یہ مسئلہ امام محمد کے نزدیک ۹ سے صحیح ہوگا۔ کیونکہ اصل مسئلہ بوجہ جمع ہونے تہائی اور دو تہائی کے تین سے ہوگا جس میں سے ایک سہام تو تینوں بنی اخیاف کو ملے گا (مگر ایک تین پر مستقیم نہیں) اور تین سہام بنی اعیان کو ملیں گے ۔۔

جن میں سے ایک تو حقیقی بھائی کی بیٹی کو۔ اور ایک سہام بہن ح کی بیٹی اور بیٹے کو۔ مگر یہ دونوں (یعنی بہن ح کی بیٹی اور بیٹا) تین بیٹیوں کے مانند ہیں۔ کیونکہ بیٹا تو دو بیٹیوں کے مانند ہے (لیکن ایک تین پر مستقیم نہیں) لیکن بنی اخیاف اور بنی اعیان کے روس کے درمیان مماثلت ہے۔ تو ضرب دیا ہم نے ان تہائیوں میں سے ایک کو اصل مسئلہ میں کہ وہ بھی تین ہے۔ تو حاصل ضرب ۹ آیا جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ تو بنی اخیاف کو اصل مسئلہ سے جو ایک ملا تھا۔ اس کو ضرب کیا ہم نے تین میں۔ تو تین حاصل ہوئے۔ تو اس طرح ہر واحد کو ایک ایک مل گیا۔ اور بنی اعیان کو جو اصل مسئلہ سے دو سہام ملے تھے۔ اس کو جب تین میں ضرب دیا۔ تو چھ حاصل ہوئے۔ ان میں سے تین تو دئے بھائی کی بیٹی کو۔ دو دئے بہن کے بیٹے کو۔ اور ایک بہن کی بیٹی کو۔ شریفیہ ۱۲۶ - ۱۲۷ [۱۲۸]

۱۷ جملہ قسم کے بھائیوں کی پوتیوں میں تقسیم (مثال ۱۷ کا حل) اگر میت نے چھوڑیں تین بیٹیاں تین مختلف قسم کے بھائیوں کی بیٹوں کی اس نقشہ کے بموجب (دیکھو نقشہ ۱۱) تو کل مال بالاتفاق بھائی ح کے بیٹے کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ ولد عصبہ ہے (کیونکہ حقیقی بھائی کا بیٹا عصبہ ہوا کرتا ہے) تو اس طرح وہ مقدم ہوگی اخیافی بھائی کے بیٹے کی بیٹی پر۔ اور اس کو قوت قرابت بھی حاصل ہے۔ یعنی باپ اور ماں دونوں طرف کی قرابت ہے۔ تو اس طرح وہ مقدم ہوگی علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی پر بھی۔ شریفیہ ۱۲۸ (وَلَوْ تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ . . . . . . بِنْتُ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ)

۱۸ دو طرف سے قرابت کی صورت میں تقسیم (مثال ۱۸ کا حل۔ بعض شارحین نے یہاں ایک مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ جس سے مختلف جہتوں اور عدد فروع کا اصول میں شمار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اگر میت نے چھوڑا بھائی ع کی بیٹی کا بیٹا اور بہن ع کے بیٹے کی دو بیٹیاں کہ وہ دونوں بہن ح کی بیٹی کی بیٹیاں بھی ہیں۔ اور بہن اخ کے بیٹے کی بیٹی۔ اس نقشہ کے بموجب (دیکھو نقشہ ۱۱۲) اس صورت میں ابو یوسف کے نزدیک کل مال بہن ح کی بیٹی کی دونوں بیٹیاں لینگی بوجہ قوت قرابت کے۔ اور امام محمد کے نزدیک تقسیم کیا جائیگا مال اصول پر یعنی بہن بھائیوں میں اور ان میں جہات کا لحاظ رکھیں گے اور عدد فروع کا۔ تو جو کچھ بہن بھائیوں کو ملے گا وہ اُن کی فروع میں چلا جائے گا۔ تو ان کے نزدیک اصل مسئلہ (چھٹا حصہ واقع ہونے کی وجہ سے) چھ سے ہوگا۔ تو ایک سہام یعنی چھٹا حصہ تو اخیافی بہن کو ملیگا اور چار سہام یعنی ۴/۶ بہن ح کو ملیں گے۔ کیونکہ ہم بہن ح میں لحاظ کریں گے تعداد بہن ع کے بیٹے کی دو بیٹیوں کا بھی۔ تو اس لحاظ سے وہ بہن مثل دو بہن ح کے ہوئی اور اس کو ۴/۶ ملا۔ اور جو کچھ باقی رہا کہ وہ ایک سہام ہے بھائی ع اور بہن ع میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ عصبات کے طریق پر تقسیم ہوگا۔ مگر جب کہ لحاظ کیا ہم نے علاتی بہن کے بیٹے کی دو بیٹیوں کی تعداد کا تو وہ بہن دو علاتی بہنوں کے مانند ہوگئی۔ تو ایک سہام جو باقی رہا تھا وہ ان دونوں میں اور علاتی بھائی میں نصف نصف ہو کر تقسیم ہوگیا۔ تو جب ضرب دیا ہم نے نصف کے مخرج یعنی دو کو اصل مسئلہ میں یعنی چھ میں تو بارہ حاصل ہوئے۔ لہذا حقیقی بہن کو اصل مسئلہ سے جو چار ملے تھے اس کو مضروب یعنی دو میں ضرب دیا تو آٹھ ہوگئے۔ وہ ہم نے دئے حقیقی بہن کی دونوں بیٹیوں کو۔ اور اخیافی بہن کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا۔ تو جب ہم نے ضرب دیا اس کو مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے دو۔ تو یہ دو ہم نے اخیافی بہن کے بیٹے کی بیٹی کو دئیے اور علاتی بھائی اور علاتی بہن کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا۔ تو اس کو بھی ضرب دیا ہم نے مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے دو۔ تو ان دو کو بانٹ دیا علاتی بھائی اور بہن کے درمیان۔ بالمناصفہ۔ جیسا کہ ابھی ذکر آچکا ہے۔ لہذا ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا۔ پھر دیا ہم نے علاتی بھائی کا حصہ کہ وہ ایک ہے اس کی بیٹی کے بیٹے کو۔ اور علاتی بہن کا حصہ کہ وہ بھی ایک ہے اس کے بیٹے کی دو بیٹیوں کو۔ ایک دو پر مستقیم نہیں ہے۔ تو جب ضرب دیا ہم نے عدد دو کو اصل مسئلہ میں کہ وہ بارہ ہیں حاصل ہوئے چوبیس۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ اس واسطے کہ حقیقی بہن کی بیٹی کی دو بیٹیوں کو آٹھ ملے تھے بارہ میں سے۔ پھر ضرب دیا ہم نے ان مضروب میں کہ وہ دو ہیں حاصل ہوئے سولہ۔ تو وہ ان دونوں کو ملے۔ پھر اخیافی بہن کے بیٹے کی بیٹی کو اس میں سے دو ملے تھے۔ تو جب ضرب دیا ہم نے اس کو مضروب میں حاصل ہوئے چار۔ وہ ہم نے اس کے بیٹے کی بیٹی کو دیا۔ اور علاتی بھائی کی بیٹی کے بیٹے کو اس میں سے ایک ملا تھا۔ اس کو ضرب دیا ہم نے مضروب مذکور میں۔ تو حاصل ہوئے دو۔ وہ اس لڑکے کو دئیے۔ اور علاتی بہن کے بیٹے کی دو بیٹیوں کو ایک ایک ملا تھا۔ اسکو ضرب دیا ہم نے دو میں حاصل ہوئے دو۔ تو یہ دونوں ان دونوں کو دید ئیے۔ تو دونوں لڑکیوں کا حصہ دونوں طرف سے ملا کر ۱۸ ہوا۔ گویا ہر ایک کو ۹ و ۹ ملے۔ شریفیہ ۱۲۸ [۱۲۹]

۱۹ مثال ۱۹ کا حل۔ جبکہ فرض کیا ہم نے کہ میت نے چھوڑے پھوپی علاتی کی بیٹی کے دو بیٹے۔ اور پھوپی علاتی کے بیٹے کی دو بیٹیاں کہ یہی دونوں چچا علاتی کی بیٹی کی بیٹیاں بھی ہیں۔ اور چھوڑیں خالہ علاتی کی بیٹی کی دو بیٹیاں۔ اور نیز خالہ علاتی کی بیٹے کے دو بیٹے کہ یہی دونوں ماموں علاتی کی بیٹی کے بھی دو بیٹے ہیں یہ اس نقشہ کے بموجب واقع ہیں (دیکھو نقشہ ۱۱۴) تو اصل مسئلہ یہاں ۳ سے ہے۔ اس کے دو تہائی کہ جو دو ہیں قرابت پدری والوں کو ملینگے اور تہائی کہ ایک ہے قرابت مادری والوں کو ملیگا۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مسئلہ تین سے صحیح ہوگا۔ اس تصریح سے کہ جو کچھ پہنچا ہے باپ کی طرف والوں کو (یعنی ۲) تو انکے عدد روس بلحاظ عدد جہات

فروع کے چار ہیں۔ کیونکہ یہاں دو بیٹیاں بمنزلہ چار بیٹیوں کے ہیں۔ دو تو چچا ع کی بیٹی کی جانب سے اور دو پھوپی ع کے بیٹے کی جانب سے۔ لیکن ہم نے بنظر اختصار چار بیٹیوں کو دو بیٹوں کے مانند قرار دیا۔ تو اس طرح باپ کی طرف والوں میں چار بیٹے ہوئے۔ اور جو کچھ ان کو پہنچا ہے یعنی دو سہام وہ چار پر مستقیم نہیں۔ بلکہ دونوں میں توافق بالنصف ہے۔ تو عدد روس کو نصف کی طرف منتقل کیا۔ اب فریق مادری کو ایک سہام پہنچا ہے۔ اور ان کے عدد روس باعتبار جہات فروع کے پانچ ہیں۔ کیونکہ یہاں دو بیٹے باعتبار عدد جہات کے چار بیٹے شمار ہونگے۔ یعنی دو تو خالہ ع کے بیٹے کی جانب سے اور دو ماموں ع کی بیٹی کی جانب سے۔ تو بنظر اختصار ہم نے دو بیٹوں کا ایک بیٹا شمار کیا۔ تو فریق مادری میں پانچ بیٹے ہوئے۔ اور ایک پانچ پر مستقیم نہیں۔ بلکہ ان میں نسبت تباین ہے۔ تو ہم نے پانچ کو اسی کے حال پر رہنے دیا۔ اور ہم نے دو کو غور کیا جو وفق سہم فریق پدری کے روس کا۔ اور اس پانچ کو۔ تو پانچ اور دو متباین پائے۔ تو ان دونوں کو ضرب دے ڈالا تو حاصل ہوئے دس۔ اور پھر اس دس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا۔ یعنی تین میں تو تیس حاصل ہوئے۔ اور اس طرح مسئلہ صحیح ہوگیا۔ جس میں سے دو تہائی یعنی بیس تو فریق پدری کے حصہ میں آئے اس طرح کہ دس تو پھوپی ع کے بیٹے کے دو بیٹیوں کو ملے۔ اور دس دو بیٹوں کو ملے۔ اور جو تہائی فریق مادری کے حصہ میں آیا۔ اس میں سے دس میں سے آٹھ تو دو بیٹوں کو ملے اور دو دو بیٹیوں کو۔

امام محمد کے نزدیک یہ مسئلہ ۳۶ سے صحیح ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تقسیم ہوگا مال اول پشت میں جہاں اختلاف واقع ہوا ہے ذکورت و انوثت میں۔ اور لحاظ کیا جائے گا عدد فروع اور جہات کا اصول میں۔ تو فریق پدری میں چچا محسوب ہوگا مثل دو چچاؤں کے۔ کیونکہ اس کے فروع میں دو بیٹیاں ہیں۔ تو یہ چچا مثل دو چچاؤں کے ہوا۔ یعنی چار پھوپیوں کے برابر۔ اسی طرح دونوں پھوپی ع باعتبار عدد فروع کے دو دو پھوپیاں شمار ہوں گی تو یہ بھی چار پھوپیاں ہوئیں۔ تو مجموعہ آٹھ پھوپیاں ہوئیں۔ اب جو ہم نے اختصار کیا عدد روس میں تو وہ دو چچا جو چار پھوپیوں کے برابر تھے ایک چچا رہ گیا۔ اور دوسری چار پھوپیوں کا ایک چچا بنا۔ تو ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ⅔ میں سے جو دو تھے ایک ایک دیدیا۔ اب ماں کی طرف والوں کو دیکھو۔ ماموں ع محسوب ہوگا مثل دو ماموؤں کے۔ کیونکہ اس کی فروع میں دو بیٹے ہیں۔ تو یہ ماموں مثل دو ماموؤں کے ہوا۔ یعنی چار خالہ کے برابر۔ اسی طرح دونوں خالہ علاتی باعتبار عدد فروع کے دو دو خالہ شمار ہوں گی۔ تو یہ بھی چار خالہ ہوئیں۔ تو مجموعہ ۸ خالہ ہوئیں۔ اب جو ہم نے اختصار کیا عدد روس میں تو وہ ماموں جو چار خالہ کے برابر تھا ایک ماموں رہ گیا۔ اور دوسری چار خالاؤں کا ایک ماموں بنا۔ پھر ہم نے حصہ فریق مادری یعنی ⅓ کو (یعنی ا کو) جو اصل مسئلہ سے ملا تھا دونوں ماموں پر تقسیم کر دیا تو منکسر ہوا۔ تو ہم نے ان دو کو اصل مسئلہ یعنی ۳ میں ضرب دیا تو چھ حاصل ہوئے تو ان چھ میں سے ہم نے چار فریق پدری کو دیئے کہ اس میں سے دو چچا ع کو ملے اور ان کو علیحدہ فریق قرار دے کر ان کا حصہ ان کے آخر فروع پر تقسیم کیا۔ یعنی چچا کی بیٹی کی دو بیٹی پر کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ملا۔ باقی رہے چار میں سے دو سہام وہ دو ہر ایک پھوپی ع کو دیئے اور ان کا ایک فریق علیحدہ بنا دیا۔ پھر فروع پر غور کیا تو وہاں ایک بیٹا مثل دو بیٹے کے پایا گیا۔ اور ایک بیٹی مانند دو بیٹی کے۔ کیونکہ ان کے عدد فروع اتنے ہی ہیں۔ پھر بنظر اختصار ان دو بیٹیوں کا ایک لڑکا بنا لیا۔ تو کل تین لڑکے ہوئے۔ مگر دو پھوپھیوں کا حصہ دو سہام تھے کہ وہ دو ان تین پر منکسر ہیں اور دونوں میں مباینت ہے۔ تو تین کو اس کے حال پر ویسا ہی رہنے دیا۔ ماں کی طرف چھ میں سے دو ملے تھے۔ تو ان دو میں سے ایک تو ماموں کو دیا اور اس کا ایک فریق علیحدہ بنا دیا اور باقی ایک جو رہا وہ دونوں خالہ کو دیا۔ اور ان دونوں کا ایک فریق بنا دیا۔ پھر جو ہم نے ماموں کا حصہ یعنی ایک اس کی بیٹی کے دو بیٹوں کو دیا تو وہ ایک تو دو پر مستقیم نہیں۔ تو اس کو یوں ہی رہنے دیا۔ پھر خالہ کی طرف توجہ کی تو اس کے فروع میں ایک بیٹا بلحاظ عدد فروع کے دو بیٹے نکلا۔ اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر۔ اب بنظر اختصار سب کے مجموعہ کو تین بیٹے بنا لیے۔ تو ایک تین پر مستقیم نہیں ہے۔ تو اس کو بھی یوں ہی رہنے دیا۔ اب ہم نے توجہ کی اعداد روس پر کہ تین اور دو اور تین ہیں۔ تو تین اور تین میں تو مماثلت ہے۔ تو ان میں سے ایک تین لے لیا۔ اور دو اور تین میں تباین پایا۔ تو ان کو ضرب دیدیا تو حاصل ضرب چھ آئے۔ اس کو چھ یعنی اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو ۳۶ ہوئے تو اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ اس طرح کہ فریق پدری کو اصل مسئلہ ثانیہ یعنی ۶ میں سے ۴ ملے تھے۔ اس کو ضرب دیا ہم نے مضروب مذکور میں یعنی ۶ میں تو حاصل ہوئے چوبیس۔ تو ۳۶ میں سے فریق پدری کے حصے ۲۴ ہوئے۔

پھر ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ حصہ یوں نکالا۔ کہ چچا ع کی بیٹی کی دو بیٹیوں کے حصہ کو کہ ۲ ہیں (از جانب چچا ع) مضروب مذکور میں یعنی چھ میں ضرب دیا تو بارہ ہوئے جس میں سے ہر بیٹی کو چھ ملے۔ پھر ان ہی دونوں بیٹیوں کے حصہ کو کہ ایک ہے (از جانب پھوپی ع) مضروب مذکور میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے چھ تو ہر بیٹی کو اس میں سے تین ملے۔ تو گویا ہر بیٹی کو ۹ سہام پہنچے۔ چھ تو چچا کی جانب سے اور تین پھوپی کی جانب سے۔ پھر ضرب دیا پھوپی کی بیٹی کے دو بیٹوں کے حصے کو یعنی ا کو مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے چھ۔ تو اس میں سے ہر ایک کو تین ملے۔ اور مجموعہ ان حصوں کا چوبیس ہوا۔ اب لو ماں کی طرف والے فریق مادری میں

اصل مسئلہ سے دو سہام ملے تھے۔ تو جب ہم نے اس کو مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ١٢ حاصل ہوئے۔ تو اس فریق کا حصہ ہوا ٣٦ میں سے۔ تو اب ہر ایک کا علیحدہ حصہ نکالا کہ ماموں کی بیٹی کے دو بیٹوں کے حصے کو یعنی ا کو ضرب دیا مضروب مذکور میں یعنی چھ میں تو حاصل ہوئے چھ۔ تو دونوں میں سے ہر ایک کو تین ملے پھر دونوں خالہ کے فروع کے حصے کو یعنی ایک کو ضرب دیا مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے چھ۔ تو ان چھ میں سے چار تو خالہ٤ کے بیٹے کے دو بیٹوں کو ملے یعنی ہر ایک کو دو دو۔ لڑکوں میں سے ہر ایک کو پانچ ملے۔ تین ماموں کی طرف سے اور دو خالہ کی طرف سے۔ اور دو سہام اس میں سے خالہ کی بیٹی کی دو بیٹیوں کو ملے یعنی ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا۔ تو بہ تصریح مذکور دس سہام دو بیٹوں کو ملے اور دو سہام دو بیٹیوں کو کہ کل بارہ ہوئے۔ پھر اس میں ٢٤ ملائے تو چھتیس ہوگئے
شریفیہ ١٣٥-١٣٦- (فَاِذَا فَرِضْنَا......... سِتَّةً وَّثَلَاثِیْنَ)

باب فصل سوم مسائل کی تصحیح باب

اور ورثاء کے فرداً فرداً حصے

(یعنی فریق کے حصوں کو ورثاء پر فرداً فرداً صحیح کرنا)

خلاصہ: تصحیح مسائل سے یہ مطلب ہے کہ ایک ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد معلوم ہو جائے جس میں سے حصہ داروں کے حصے پورے پورے بلا کسی کسر کے دیے جا سکیں مگر جس شخص کو ریاضی میں دخل ہے اس کو مسائل کی تصحیح سیکھنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ کل عمل کسرات ہی کا تو ہیں ہو سکتا ہے۔ تصحیح مسائل کے چھ قاعدے مقرر کیے گئے ہیں۔ جب کسر ایک فریق میں واقع ہو تو اس کے سہام اور رؤس میں اگر نسبت تباین ہو تو کل رؤس کو اصل مسئلہ میں یا عول کی صورتیں عول میں ضرب دو۔ اگر توافق ہو تو وفق رؤس کو اصل مسئلہ میں اور عول کی صورتیں عول میں ضرب دو۔ اگر تماثل ہو تو ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ میں اور عول کی صورتیں عول میں ضرب دو۔ اگر تداخل ہو تو ان میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں اور عول کی صورتیں عول میں ضرب دو۔ اگر تباین ہو تو ایک کو دوسرے میں ضرب دو۔ اور حاصل ضرب کو اس سے اگلے پر اس سے اگلے میں۔ اور عول کی صورتیں عول میں ضرب دو۔ چھٹا قاعدہ متن سے زیادہ واضح طور پر معلوم ہوگا۔

٨٨ مسئلہ کی تصحیح کس کو کہتے ہیں؟

١۔ اگر کسی مسئلہ میں وارثوں کے ایک یا کئی فریقوں کے سہام ان وارثوں کی تعداد پر پورے تقسیم نہ ہو سکیں تو ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد معلوم کرنے کو جو جملہ ورثاء پر پورا تقسیم ہو جائے تصحیح کہتے ہیں۔

مثلاً کسی مسئلہ میں ٨ بیٹیاں۔ دادی۔ چچا ہوں۔ تو مسئلہ ٦ ہوا۔ تو یہ ٦ دادی اور چچا پر تو پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ مگر بیٹوں پر جدا جدا تقسیم نہیں ہو سکتا مگر ٦ کا دگنا یعنی ١٢ سب پر فرداً فرداً بھی پورا تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس طرح ٦ کو دگنا کرنے سے مسئلہ کی تصحیح ہو گئی۔

١۔ تصحیح باب تفعیل سے ہے۔ اور صحت سے مشتق ہے جو خلاف سقم ہے۔

سوالات ١ تصحیح مسائل کیا ہے؟ ۔ تصحیح مسائل فرائض سے یہ مقصد ہے کہ حتی المقدور چھوٹے سے چھوٹے عدد میں سے اس طرح سہام لیے جائیں کہ وارثوں میں سے کسی وارث کے حصہ میں کسر واقع نہ ہو ــــ شریفیہ ٤٧ (تصحیح المسائل ...... من الورثۃ)

تصحیح باب تفعیل سے ہے۔ اور صحت سے مشتق ہے جو سقم کی ضد ہے۔ تصحیح سے مطلب یہ ہے کہ جو کسر رؤس اور سہام کے درمیان اصل مسئلہ میں واقع ہو وہ دور ہو جائے ــــ ضوء السراج

۸۹ - تصحیح کے واسطے اعداد میں تعلقات معلوم کرنے -

۱- اعداد میں تناسب حسب ذیل ہوتے ہیں -

۱- تماثل - یہ ہے کہ ایک عدد دوسرے کے برابر ہو ــــ جیسے ۴ و ۴ - ایسے اعداد کو متماثلین کہتے ہیں ۔

۲- تداخل - یہ ہے کہ ایک عدد دوسرے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے ــــ جیسے ۱۲ و ۳ - ایسے اعداد کو متداخلین کہتے ہیں ۔

۳- توافق - یہ ہے کہ ایک عدد دوسرے پر {پورا پورا تقسیم نہ ہو - بلکہ ایک تیسرا عدد انکو پورا تقسیم کر دے} جیسے ۸ و ۲۰ - ایسے اعداد کو متوافقین کہتے ہیں ۔

۴- تباین - یہ ہے کہ ایک عدد دوسرے پر {پورا تقسیم نہ ہو سکے - نہ کوئی تیسرا عدد ان کو پورا تقسیم کر سکے} جیسے ۵ و ۳ - ایسے اعداد کو متباینین کہتے ہیں ۔

۲- دو مختلف عددوں میں توافق و تباین اس طرح معلوم کرتے ہیں -

۱- چھوٹے عدد کو بڑے عدد میں سے جتنی مرتبہ ہو سکے تفریق کرتے جاؤ - اگر کچھ باقی نہ رہے فبہا - اگر باقی رہے تو اس چھوٹے عدد میں سے پھر تفریق کرو - پھر بھی کچھ باقی رہے تو اس باقی کو پہلے باقی میں سے تفریق کرو - اس طرح دونوں جانب سے یہاں تک ہو سکے تفریق کرتے جاؤ - یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے - تو اگر آخر میں ایک باقی رہا ہے تو وہ عدد متباین ہے - اگر زیادہ باقی رہے ہیں تو متوافقین ہیں ۔

۲- وفق کیونکر ظاہر کیا جاتا ہے - اگر یہ بقایا ۲ ہے تو توافق بالنصف ہے - اور اگر ۳ ہے تو توافق بالثلث ہے - اسی طرح دس تک ہوگا - اور بعد دس کے توافق بجزء بولتے ہیں - یعنی گیارہ ہو تو توافق بجزء من احد عشر اور بارہ ہو تو توافق بجزء من اثنا عشر - علی ہذا القیاس ۔

مسائل ۱ تماثل و تداخل وغیرہ معلوم کرنے کی ضرورت - یہ مقدمہ سمجھنا چاہیئے ان امور کے متعلق جن کی ضرورت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم میں مستحقین کے اعداد [یعنی حصوں کو] بلا کسر بانٹنے میں [یعنی تماثل و تداخل وغیرہ کے بغیر علم کے تقسیم بلا کسر ممکن نہیں] ــــ شریفیہ ۷ - (فذہ مقدمہ . . . . بلا کسر) -

۲ تماثل - تماثل دو عددوں کا یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے مساوی ہو جیسے تین و تین - اور دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں یہ ضرور ہے تماثل کی تعریف میں دو عددوں کا دو موقع پر لحاظ کرنا - ورنہ اکیلا تین کا عدد اپنی جگہ پر متعدد نہیں ہو سکتا - لہٰذا مساوات کے ساتھ ہرگز متصف نہ ہوگا - شریفیہ ۷ - (تَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ . . . . بِالْمُسَاوَاتِ قَطْعًا)

متماثل وہ دو عدد ہیں جو باہم برابر ہوں - جیسے تین و تین اور پانچ و پانچ ــــ فتاوی عالمگیری ۔

۳ تداخل - دو مختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان میں سے چھوٹا بڑے کو فنا کر دے [یعنی چھوٹا بڑے میں سے کئی بار خارج کیا جائے - تو بڑا ختم یا فنا ہو جائے گا - یا یوں کہو کہ تداخل دو عددوں کا یہ ہے کہ بڑا عدد چھوٹے پر برابر بٹ جائے [یعنی کچھ باقی نہ رہے] - یا یوں کہو کہ تداخل یہ ہے کہ اگر چھوٹے عدد میں ایک بار یا کئی بار اسی عدد کو جمع کریں تو بڑے کے برابر ہو جائے - یا یوں کہو کہ چھوٹا عدد بڑے کا کوئی جزو ہو - جیسے تین و نو [کہ تین جزو ہے نو کا] ــــ سراجی -

متداخل وہ دو عدد ہیں - کہ انمیں سے ایک دوسرے کا جزو ہو - اور چھوٹا عدد بڑے کے نصف سے زائد نہ ہو

جیسے ۳ و ۹ یا ۴ و ۱۲ کہ ۳ تو ۹ کا تہائی ہے - اور ۴ - ۱۲ کا تہائی ہے - اسیطرح ۸ کا ۴ نصف ہے - اور ۶ کا ۳ نصف ہے ۔ اسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو عدد دونوں میں سے بڑا ہے اسمیں سے چھوٹا ساقط کیا جائے - تو اگر ساقط کرتے کرتے اور طرح دیتے دیتے بڑا بالکل ختم ہو جائے تو یہ دونوں عدد متداخل ہیں

جیسے پانچ اور بیس یا چار بیس کہ اگر بیس میں سے پانچ کو چار دفعہ طرح دیا۔ اور چار کو بیس میں سے پانچ مرتبہ طرح دیا بالکل فنا ہو گیا تو یہ دونوں عدد متداخل ہیں۔ یا یوں کہو کہ ایک دو عدد ہیں کہ اگر بڑا چھوٹے پر پورا تقسیم ہو جائے تو وہ دونوں متداخل ہیں۔ جیسے مثال مذکورہ بالا میں اگر بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو چار حصے پورے پورے نکلیں گے۔ اسی طرح چار پر تقسیم کیا پانچ حصے عالمگیری

۴ <u>توافق</u>۔ توافق دو عددوں کا یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے کو فنا نہ کرے۔ بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو فنا کر دے۔ یعنی تیسرا عدد جیسے آٹھ اور بیس کہ ان دونوں کو چار پورا پورا تقسیم کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا فنا کرنے والا عدد [یعنے جو دونوں کو پورا تقسیم کر دے] ان دونوں کے وفق کا مخرج ہے۔ [یعنی چار ہے] —— سراجی ٭

۔ متوافق وہ دو عدد ہیں کہ ایک دوسرے کو فنا نہ کر سکے اور نہ ایک دوسرے پر پورا تقسیم ہو جائے۔ ہاں ایک تیسرا عدد ان کو فنا کر دے اور جس عدد سے دونوں فنا ہوتے ہیں اس کے جزو کے لحاظ میں دونوں میں توافق کی نسبت ہو گی۔ جیسے ۸ و ۱۲ کہ ان دونوں کو ۴ فنا کرتا ہے۔ تو ان دونوں میں توافق بالربع ہے اسی طرح ۱۵ و ۲۵ کہ ان دونوں کو پانچ فنا کرتا ہے۔ تو ان دونوں میں توافق بالخمس ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو عددوں کو کئی عدد فنا کرتے ہیں۔ جیسے ۱۲ و ۱۸ کہ ان کو ۶ بھی فنا کرتا ہے۔ اور ۳ و ۲ بھی تو جزو وفق سب سے بڑے فنا کرنے والے عدد کے حساب سے لیا جائے گا تاکہ ضرب کرنے میں اختصار ہو۔ اور حساب میں آسانی ہو —— فتاوٰی عالمگیری ٭

۵ <u>تباین</u>۔ دو عددوں میں تباین یہ ہے کہ ان دو مختلف عددوں کو تیسرا عدد فنا نہ کر سکے۔ جیسے ۹ و ۱۰ —— سراجی ٭

متباین وہ عدد ہیں جو متماثل نہ ہوں اور متداخل نہ ہوں اور سوائے ایک کے ان کو کوئی عدد فنا نہ کر سکے۔ جیسے ۵ و ۷ یا ۷ و ۹ یا ۱۱ و ۲۱ —— اور اسی قسم کے اعداد —— فتاوٰی عالمگیری ٭ ۔

۶ <u>توافق و تباین کے پہچاننے کا طریق</u>۔ توافق کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد کو دوسرے میں سے برابر گھٹاتے چلے جائیں۔ تو آخر میں جو عدد باقی رہے اسی سے جزو موافقت لیا جائے۔ جیسے ۱۵ و ۲۵ میں ہے کہ جب ۲۵ میں سے ۱۵ گھٹایا تو ۱۰ رہے۔ اور جب ۱۵ میں سے یہ ۱۰ گھٹائے تو ۵ رہے۔ اور جزو موافقت پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کو اس عدد باقی کی طرف نسبت کیا جائے۔ چنانچہ ایک میں سے جو اس عدد کا حصہ ہے وہی جزو موافقت ہے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں پانچ رہے ہیں۔ تو ان پانچ کی طرف ایک کو نسبت کیا۔ تو ایک اس کا پانچواں حصہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ۱۵ و ۲۵ میں توافق بخمس ہے۔ اگر ہر دو عدد کا فنا کرنے والا دس سے زیادہ ہو۔ جیسے ۲۶ و ۴۵ ہے کہ ان کا عدد مفنی ۸ ہے۔ جیسے ۲۲ و ۳۳ کہ ان کا عدد مفنی ۱۱ ہے۔ یا جیسے ۳۰ و ۴۵ کہ ان کا عدد مفنی ۱۵ ہے۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر فنا کرنے والا عدد عدد فرد مفرد ہو۔ اور عدد فرد مفرد اس کو کہتے ہیں جس کے اجزا ضربی نہ بن سکیں۔ یعنی وہ ایسے دو عددوں سے مرکب نہ ہو جن کے باہم ضرب دینے سے یہ عدد حاصل ہو جیسے گیارہ۔ تو کہنا چاہیئے کہ ان میں توافق گیارھویں جزو کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس طریق کے سوائے اور طریق پر اس کی تعبیر نہیں ہو سکتی اگر اس میں توافق ایسے عدد سے ہو جو جفت ہیں جیسے ۳۶ اور ۴۵ میں ۱۸ یا فرد مرکب ہو۔ اور فرد مرکب وہ عدد ہے جس کے اجزا ضربی بن سکیں کہ یہ عدد اُن کی ضرب سے حاصل ہوا ہو جیسے ۱۵ کہ ۵ و ۳ اس کے جزو ہیں کہ ایک اس کا تیسرا حصہ ہے دوسرا پانچواں ہے۔ تو ایسا عدد فرد مرکب کہلاتا ہے کہ یہ ۵ و ۳ دو عددوں کی باہمی ضرب سے مرکب ہے۔ تو ایسی صورت میں تعبیر جزو وفق کے واسطے چاہے تو اسی طرح کہے جیسا کہ جزو مفرد میں مذکور ہوا۔ یعنی توافق دونوں میں پندرھویں یا اٹھارھویں جزو کے ساتھ ہے۔ اور چاہے ایک کو اس کے دونوں اجزاء کی طرف منسوب کر کے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرتے۔ مثلاً پندرہ میں کہے کہ توافق بثلث الخمس ہے [یعنی پانچویں کی تہائی] اور اٹھارہ میں کہے کہ موافق بثلث السدس ہے [یعنی چھٹے کی تہائی] اسی طرح اور مثالوں کو معلوم کر سکتے ہیں —— فتاوی عالمگیری ٭

۹۰۔ تصحیح مسائل کے قاعدے۔

تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہیں انمیں سے تین تو درمیان سہام اور رؤس کے ہوتے ہیں۔ اور چار قاعدے درمیان رؤس اور رؤس کے ٭

۱۔ مسائل کی تصحیح کا پرانا طریق۔ (اہل فرائض کا عربی طریق)

جبکہ ایک فریق میں کسر واقع ہو

تو اُس فریق کے سہام اور روس میں تناسب دیکھیں

ذیل کی مثالوں میں اوپر کا عدد روس ظاہر کرتا ہے یعنی تعداد اشخاص اُس فریق کی - اور نیچے کا عدد اس فریق کا حصہ ہے۔ کسر میں بھی اور صحیح عدد میں بھی -

پہلا قاعدہ ——— (صورت تماثل) اس صورت میں مسئلہ میں تصحیح کی ضرورت نہیں - کیونکہ جیسے حصے ہیں ویسے ہی ورثا کی تعداد ہے۔

نقشہ ۱۱۶

	۴ بیٹیاں	اماں	اباپ
ورثا روس اور سہام میں تماثل	۴	۱	۱
سہام (مسئلہ ۶)	⅔ ۴	۱/۶ ۱	۱/۶ ۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۶)	۴	۱	۱

یہاں مسئلہ ۶ ہے اور ورثا پر منطبق ہے - لہذا تصحیح کی ضرورت نہیں۔

	۲ بیٹیاں	اماں	اباپ
ورثا روس سہام میں تداخل	۲	۱	۱
سہام (مسئلہ ۶)	⅔ ۴	۱/۶ ۱	۱/۶ ۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۶)	۴	۱	۱

یہاں مسئلہ ۶ ہے بیٹیوں کی تعداد بمقابلہ حصے کے کم ہے - یعنی ۲ کم ہے ۴ سے - تو حصہ صحیح بٹ جائیگا - تصحیح کی ضرورت نہیں۔

	۸ بیٹیاں	ا دادی	ا چچا
ورثا روس سہام میں تداخل	۸	۱	۱
سہام (مسئلہ ۶)	⅔ ۴	۱/۶ ۱	۱/۶ ۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۱۲)	۸	۲	۲

یہاں مسئلہ ۶ ہے بیٹیوں کی تعداد بمقابلہ ان کے حصے کے زیادہ ہے - یعنی ۸ زیادہ ہے چار سے - توافق کی مثال کیطرح حل کیا - گویا وفق ۲ ہے جسکو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو ۱۲ ہوا - اور سہام ۸ و ۲ و ۲ ہوگئے -

دوسرا قاعدہ ——— (صورت توافق) وفق روس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو - یا وفق روس کو مسئلہ عولیہ میں ضرب دو -

نقشہ ۱۱۷

بلا عول

	۱۰ بیٹیاں	اماں	اباپ
ورثا روس سہام میں توافق	۱۰	۱	۱
سہام (مسئلہ ۶)	⅔ ۴	۱/۶ ۱	۱/۶ ۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۳۰)	۲۰	۵	۵

یہاں مسئلہ ۶ ہے - اور ۱۰ و ۴ میں توافق ہے - لہذا اصل مسئلہ کو ۵ میں کہ وفق ہے ضرب دیا تو مسئلہ ۳۰ سے صحیح ہوا - اور سہام ۲۰ و ۵ و ۵ ہوگئے۔

	۶ بیٹیاں	اماں	اباپ	اخاوند
ورثا روس سہام میں توافق	۶	۱	۱	۱
سہام (مسئلہ ۱۲ - عولیہ ۱۵)	⅔ ۸	۱/۶ ۲	۱/۶ ۲	¼ ۳
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۴۵)	۲۴	۶	۶	۹

یہاں مسئلہ ۱۲ ہے اور عولیہ ۱۵ - اور ۶ و ۸ میں توافق ہے - لہذا مسئلہ عولیہ کو ۳ میں کہ وفق ہے ضرب دیا تو مسئلہ ۴۵ سے صحیح ہوا - سہام - ۲۴ - ۶ - ۶ - ۹ ہوگئے -

تیسرا قاعدہ — (صورت تباین) کل رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ یا کل رؤس کو مسئلہ عولیہ میں ضرب دو۔

نقشہ ۱۱۸

	۵ بہنیں ح		۱ خاوند	
ورثا (رؤس سہام میں تباین)	○○○○○		●	
سہام (مسئلہ ۶ عولیہ ۷)	۴	۴/۵	۳	۳/۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۳۵)	۲۰		۱۵	

یہاں مسئلہ عولیہ ۷ ہے۔ ۵ و ۴ میں تباین ہے۔ لہٰذا مسئلہ عولیہ کو عدد رؤس میں کہ ۵ ہے ضرب دیا۔ تو مسئلہ ۳۵ سے صحیح ہوا ۔ سہام ۲۰ و ۱۵ ہو گئے۔

	۳ بہن اخ		۱ خاوند		۱ والدہ	
ورثا (رؤس سہام میں تباین)	○○○		●		○	
سہام (مسئلہ ۶)	۲	۲/۳	۳	۳/۱	۱	۱/۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۱۸)	۶		۹		۳	

یہاں مسئلہ ۶ ہے اور ۳ و ۲ میں تباین ہے لہٰذا مسئلہ ۶ کو عدد رؤس میں کہ ۳ ہے ضرب دیا تو مسئلہ ۱۸ سے ہوا۔ سہام ۶ و ۹ و ۳ ہو گئے۔

جبکہ ایک فریق سے زیادہ میں کسر واقع ہو

تو اول جس فریق میں کسر واقع ہوتی ہے انکے سہام و رؤس میں گذشتہ طریق پر تماثل و تباین وغیرہ کا لحاظ کریں اگر نسبت توافق ہو تو وفق رؤس کو اور اگر تباین ہو تو کل رؤس کو محفوظ کریں اس کے بعد اعداد محفوظ میں پھر انہی تناسب کا لحاظ کریں۔ یاد رہے کہ چار نسبتیں یعنی تماثل و تباین وغیرہ کسی ایک مسئلہ میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اوپر کے عدد رؤس اور نیچے کے سہام ہیں۔ چونکہ ایک فریق سے زیادہ میں کسر واقع ہوتی ہے لہٰذا سہام اور رؤس کے لحاظ سے توافق و تباین و تماثل وغیرہ مخلوط ہونگے۔ مگر یہاں نسبت رؤس، و رؤس میں دیکھنی ہے۔

چوتھا قاعدہ — (صورت تماثل) رؤس میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔

نقشہ ۱۱۹

	۶ بیٹیاں		۴ دادیاں		۳ چچا	
ورثا	○○○○○○		○○○○		●●●	
سہام (مسئلہ ۶)	۴	۴/۶	۱	۱/۴	۱	۱/۳
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۱۸)	۱۲		۳		۳	

یہاں مسئلہ ۶ ہے۔ پہلے فریق کے ۶ و ۴ میں نسبت توافق ہے۔ لہٰذا وفق ۳ اوپر رہا۔ تو اب تینوں اعداد رؤس میں مماثلت ہے۔ تو عدد رؤس ۳ رہا جس کو ۶ میں ضرب دیا تو ۱۸ سے مسئلہ صحیح ہوا۔ سہام ۱۲ و ۳ و ۳ ہو گئے۔

	۶ بیٹیاں		۳ دادیاں		۱ چچا	
ورثا	○○○○○○		○○○		●	
سہام (مسئلہ ۶)	۴	۴/۶	۱	۱/۳	۱	۱/۱
حصص بعد تصحیح (مسئلہ ۱۸)	۱۲		۳		۳	

یہاں مسئلہ ۶ ہے۔ پہلے فریق کے ۴ و ۶ میں نسبت توافق ہے لہٰذا وفق یعنی ۳ اوپر رہا۔ تو اب دونوں اعداد رؤس میں مماثلت ہے۔ لہٰذا عدد رؤس ۳ رہا۔ جس کو ۶ میں ضرب دیا۔ تو ۱۸ سے مسئلہ صحیح ہوا۔ سہام ۱۲ و ۳ و ۳ ہو گئے۔

نقشہ ۱۲۰

پانچواں قاعدہ ——— (صورت تداخل) بڑے عدد روس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔

۱۲ چچا ۴ بیویاں ۳ دادیاں

ورثا ....

سہام (مسئلہ ۱۲) .... $\frac{1}{4}$ ۳ $\frac{1}{6}$ ۲ $\frac{7}{12}$ ۷

حصص بعد تصحیح مسئلہ ۱۴۴ .... ۳۶ ۲۴ ۸۴

یہاں مسئلہ ۱۲ ہے۔ اوپر اور نیچے کے اعداد میں نسبت تباین ہے اور عدد روس ۱۲ ایسا ہے جس میں ۴ و ۳ داخل ہیں۔ لہذا اصل مسئلہ کو ۱۲ میں ضرب دیا تو ۱۴۴ ہوئے۔ یہی مسئلہ تصحیح شدہ ہے۔

۱۲ چچا ۴ دادیاں ۱ بیوی

ورثا ....

سہام (مسئلہ ۱۲) .... $\frac{1}{4}$ ۳ $\frac{1}{6}$ ۲ $\frac{7}{12}$ ۷

حصص بعد تصحیح مسئلہ ۱۴۴ .... ۳۶ ۲۴ ۸۴

یہاں مسئلہ ۱۲ ہے۔ اوپر اور نیچے کے اعداد میں نسبت تباین ہے اور عدد روس ۱۲ ایسا ہے جس میں ۴ و ۳ داخل ہیں۔ لہذا اصل مسئلہ کو ۱۲ میں ضرب دیا تو ۱۴۴ ہوئے۔ یہی مسئلہ تصحیح شدہ ہے۔ سہام ۸۴ و ۲۴ و ۳۶ ہوئے۔

نقشہ ۱۲۱

چھٹا قاعدہ ——— اگر اعداد محفوظہ آپس میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دو پھر اس حاصل ضرب میں اور تیسرے عدد میں تناسب دیکھو اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں اور اگر تباین ہو تو ایک کو دوسرے کل میں ضرب دو۔

۱۸ بیٹیاں ۱۵ دادیاں ۶ چچا ۴ بیویاں

ورثا ....

سہام (مسئلہ ۲۴) .. $\frac{1}{8}$ ۳ $\frac{1}{24}$ ۱ $\frac{1}{6}$ ۴ $\frac{2}{3}$ ۱۶

بعد تصحیح مسئلہ ۴۳۲۰ ...... ۵۴۰ ۱۸۰ ۷۲۰ ۲۸۸۰

یہاں مسئلہ ۲۴ ہے بیٹیوں کے اوپر اور نیچے کے اعداد میں توافق ہے تو وفق ۹ محفوظ رکھا۔ باقیوں کے اوپر اور نیچے کے اعداد میں نسبت تباین ہے۔ تو ۱۵ و ۶ و ۴ محفوظ کر لئے۔ پھر ان اعداد میں نسبت معلوم کی اور ضرب دیں جیسا کہ قاعدہ میں بیان کیا ہے تو ۱۸۰ ہوئے۔ اس میں مسئلہ کو ضرب دینگے

نقشہ ۱۲۲

ساتواں قاعدہ ——— پھر اس حاصل ضرب اور چوتھے عدد میں تناسب دیکھو اور بدستور سابق عمل کرو۔ پھر حاصل اخیر کو اصل مسئلہ میں اور درصورت عول کے مسئلہ عول میں ضرب دو۔

۱۰ بیٹیاں ۷ چچا ۶ دادی ۲ بیویاں

ورثا ......

سہام (مسئلہ ۲۴) ...... $\frac{1}{8}$ ۳ $\frac{1}{6}$ ۴ $\frac{1}{24}$ ۱ $\frac{2}{3}$ ۱۶

بعد تصحیح مسئلہ ۵۰۴۰ ۶۳۰ ۸۴۰ ۲۱۰ ۳۳۶۰

یہاں مسئلہ ۲۴ ہے۔ بیٹیوں کے اوپر اور نیچے کے اعداد میں توافق ہے تو وفق ۵ محفوظ رکھا۔ چچاؤں کے اوپر اور نیچے کے اعداد میں تباین ہے تو ۷ کو محفوظ رکھا دادیوں کے اوپر اور نیچے کے اعداد میں توافق ہے تو وفق ۲ محفوظ کر لیا۔ اسی طرح بیویوں کے ۲ محفوظ کر لئے۔ تو اعداد یہ ہوئے ۵ و ۷ و ۲ و ۲۔ انکو ضرب دیا تو ۲۱۰ ہوئے اسکو اصل مسئلہ

میں ضرب دیا تو ۵۰۴ ہوئے۔ اس میں سے سب کے حصے صحیح نکلینگے ÷

۳۔ مسائل کی تصحیح کا ایک جدید طریق (من المصنف)

۱۔ پہلے ہر فریق کے تعداد ورثا اور انکے صحیح حصوں میں سے مشترک عدد خارج کر دو۔ پھر باقیماندہ اعداد روس کا ذو اضعاف اقل لے لو۔ اس ذو اضعاف اقل کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ حاصل ضرب مسئلہ تصحیح شدہ ہوگا ۔ مختصراً یوں یاد رکھو **اصل × اقل = مسئلہ تصحیح شدہ**

جبکہ اصل = اصل مسئلہ اقل = روس کا ذو اضعاف اقل بعد خارج کر دینے اعداد مشترک کے ÷

چنانچہ بارہویں مثال کا حل اسطرح ہے ÷ ۱۰ بیٹیاں، ۷ چچا، ۶ دادی، ۴ بیوی ÷ تو نیچے اوپر کے اعداد مشترک کہ خارج کر دئے تو روس ۵ - ۷ - ۳ - ۲ رہے۔

انکا ذو اضعاف اقل ۲۱۰ ہوا۔ تو اس ۲۱۰ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ میں ضرب دیا تو مسئلہ تصحیح شدہ ۵۰۴۰ ہوا۔ یہاں اصل × اقل = مسئلہ تصحیح شدہ کے ذریعہ ۲۴ × ۲۱۰ = ۵۰۴۰ ہے۔

[سندات] ۱ مسائل کی تصحیح کے سات قاعدے ہیں۔ تصحیح مسائل میں (جس مضمون میں ہم نے تصحیح مسائل بتایا ہے) سات قاعدوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان میں سے تین قاعدے تو درمیان سہام (جو مخارج سے لئے گئے ہیں) اور روس (یعنی وارث) کے ہیں۔ اور چار قاعدے درمیان روس اور روس کے ہیں ــــ شریفیہ ۴۷ [یحتاج .... روس]

۲ پہلا قاعدہ (مثال ۱) استقامت۔ تین قاعدوں میں سے ایک یہ ہے جو صاحب سراجی نے اس طرح ذکر کیا کہ اگر ورثا کے ہر فریق کے سہام ورثا کے روس پر بغیر کسر کے تقسیم ہو جائیں تو ایسی صورت میں ضرب کی ضرورت ہی نہیں۔ جیسے ماں، باپ، دو بیٹیاں ہوں تو مسئلہ اس صورت میں [بوجہ جمع ہونے ⅔ کے ⅙ کے ساتھ] چھ سے ہوگا۔ ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا یعنی ایک ایک۔ اور دو بیٹیوں کے ⅔ ہوئے یعنی چار۔ تو ہر ایک لڑکی کو ۲ ملے۔ تو اس طرح سہام مستقیم ہو گئے ورثا کی تعداد پر بغیر انکسار کے ــــ شریفیہ ۴۷۔ [اما الاصول ...... بلا انکسار]

۳ دوسرا قاعدہ (مثال ۴ و ۵) توافق۔ اصول ثلاثہ میں سے دوسرا یہ ہے کہ کسر واقع ہو صرف ایک فریق کے حصہ میں جو اس کو ورثہ سے ملا ہے۔ لیکن انکے سہام اور روس میں توافق ہو کسور میں سے کسی کسر کے ساتھ [یعنی کسی حصہ پر بھی] تو اس صورت میں ان روس کے عدد کو کہ جن پر سہام منکسر ہوتے ہیں (اور وہ ایک فریق ہے) ضرب دیں گے اصل مسئلہ میں اگر مسئلہ عائلہ نہ ہو۔ اور اگر مسئلہ عائلہ ہوگا تو اصل مسئلہ میں اور عول میں دونوں میں ضرب دیں گے جیسے کہ ماں باپ اور دس بیٹیاں ہوں۔ تو یہ مثال ہے ایسی صورت کی کہ جس میں عول نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ بوجہ جمع ہونے ⅙ و ⅔ کے چھ سے ہوگا۔ اور ⅓ یعنی دو والدین کو ملے اور ان کو پورے بٹ جاتے ہیں۔ اور ⅔ یعنی ۴ دس بیٹیوں کو ملے اور ان کو پورے نہیں بٹے۔ لیکن ۴ اور ۱۰ میں موافقت ہے ½ سے۔ کیونکہ جو عدد ان دونوں میں مشترک ہے وہ دو ہے۔ تو ہم نے ۱۰ کو ۲ پر تقسیم کرکے وفق لیا کہ ۵ ہے اور اس پانچ کو اصل مسئلہ میں کہ چھ ہے ضرب دیا۔ حاصل ضرب ۳۰ آیا۔ تو مسئلہ اس سے صحیح ہو گیا۔ اس تصریح سے کہ والدین کو اصل مسئلہ میں سے ۲ سہام ملے۔ ان کو ضرب دیا ہم نے مضروب اصل مسئلہ یعنی ۵ میں تو دس ہوتے تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۵ ملے۔ اور دس بیٹیوں کو اصل مسئلہ میں سے ۴ پہنچے تھے۔ ان کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو بیس ہوئے تو ہر ایک بیٹی کو ۲ دو ۲ ملے۔ دوسری مثال (جس میں ماں باپ چھ بیٹیاں اور خاوند ہیں) عول کی ہے۔ کیونکہ اصل بموجب قاعدہ مذکورہ سابقہ کے مسئلہ یہاں ۱۲ سے ہے۔ کیونکہ ¼ و ⅙ و ⅔ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ خاوند کا ¼ حصہ ہوا یعنی ۳۔ اور والدین کا ⅓ یعنی ۴۔ ۶ بیٹیوں کا ⅔ یعنی ۸۔ تو عول کیا مسئلہ نے ۱۵ سے۔ تو صرف ۶ بیٹیوں کے سہام کہ ۸ ہیں عدد روس [یعنی ۶] پر منکسر ہوئے۔ لیکن روس اور سہام کے اعداد میں توافق ہے بالنصف۔ تو ہم نے عدد روس بنات کو نصف پر لگایا یعنی ۳ پر۔ اور ضرب دیا ہم نے اس کو اصل مسئلہ میں مع عول مسئلہ کے یعنی ۱۵ میں۔ تو حاصل ضرب ہوئے ۴۵۔ اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ اس تصریح سے کہ خاوند کو اصل مسئلہ میں سے ۳ ملے تھے۔ ان کو ضرب دیا ہم نے مضروب اصل مسئلہ یعنی ۳ میں تو حاصل ہوئے ۹۔ اور والدین کے واسطے اصل مسئلہ سے ۴ تھے تو اسے بھی ہم نے ۳ میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے بارہ۔ تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھ چھ پہنچے۔ اور چھ بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے آٹھ ملے تھے۔ ان کو بھی ضرب دیا ہم نے تین میں۔ حاصل ضرب ہوئے ۲۴۔ ہر ایک بنت کو چار چار پہنچے ــــ شریفیہ ۴۷۔ (والثانی .... منہن اربعۃ)

۴ تیسرا قاعدہ (مثال ۶ و ۷) اصول ثلاثہ میں سے تیسرا قاعدہ یہ ہے۔ کہ سہام منکسر ہوں صرف ایک فریق پر۔ اور ان کے سہام اور رؤس میں موافقت نہ ہو۔ بلکہ مباینت ہو۔ تو ایسی صورت میں کل عدد رؤس کو جن پر سہام منکسر ہوئے ہیں ضرب دیں اصل مسئلہ میں بشرطیکہ مسئلہ عولیہ نہ ہو۔ اور اگر عولیہ ہو تو اصل مسئلہ میں مع عول کے ضرب دیں۔ پھر ایک مثال عول کی بیان کی اس طرح کہ خاوند اور پانچ حقیقی بہنیں ہیں۔ تو اصل مسئلہ یہاں بوجہ جمع ہونے نصف کے دو تہائی کے چھ سے ہوگا۔ اس میں سے نصف یعنی ۳ خاوند کو ملے۔ اور دو تہائی یعنی چار پانچ بہنوں کو ملے۔ تو مسئلہ نے عول کیا ۷ کی طرف۔ تو فقط بہنوں کے سہام یعنی چار منکسر ہوئے اور ان کے اعداد سہام اور رؤس میں یعنی چار اور پانچ میں مباینت ہے۔ تو کل عدد رؤس کو یعنی ۵ کو ضرب دیا ہم نے اصل مسئلہ میں یعنی ۶ میں مع عول کے یعنی ۷ کے۔ حاصل ضرب ۳۵ ہوئے۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ اس طرح کہ خاوند کو تین ملے تھے تو ہم نے اس کو ضرب دیا مضروب یعنی ۵ میں۔ حاصل ہوئے پندرہ۔ اور پانچ بہنوں کے سہام چار تھے۔ ان کو بھی ہم نے مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے کہ ہر بہن کو چار ملے۔ اور مثال غیر عائلہ کی یہ ہے کہ خاوند اور دادی اور تین بہنیں اخیافی ہیں۔ تو بوجہ جمع ہونے نصف کے تہائی اور چھٹے حصہ کے ساتھ مسئلہ ۶ سے ہوا۔ جس میں سے نصف یعنی تین خاوند کو ملے۔ اور ایک چھٹا یعنی ایک دادی کو ملا اور تہائی یعنی دو تینوں بہنوں کو ملے۔ اب دو کا عدد رؤس تین پر مستقیم نہیں۔ اور عدد رؤس اور سہام میں توافق نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو میں تباین ہے۔ تو ہم نے بہنوں کے کل عدد رؤس کو ضرب دیا اصل مسئلہ میں، حاصل ہوئے ۱۸۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوا۔ اس طرح کہ خاوند کو اصل مسئلہ میں سے تین ملے تھے۔ ان کو ہم نے ضرب دیا مضروب اصل مسئلہ یعنی ۳ میں، حاصل ہوئے ۹۔ یہ حصہ خاوند کا ہوا۔ اور دادی کا حصہ کہ ایک تھا اس کو بھی ہم نے مضروب مذکور میں ضرب دیا۔ حاصل ہوئے ۳ یہ دادی کا حصہ ہوا۔ اور اخیافی بہنوں کا حصہ کہ دو سہام تھے۔ اس کو بھی ہم نے ضرب دیا مضروب مذکور میں۔ حاصل ہوئے چھ۔ تو ہر ایک بہن کو دو پہنچے — شریفیہ — (........ منهن اثنين)

۵ چوتھا قاعدہ (مثال ۸ و ۹) وہ چار قاعدے کہ درمیان رؤس اور رؤس کے ہیں۔ ایک ان میں کا یہ ہے کہ سہام منکسر ہوں ورثاء کے دو فریق پر یا زیادہ پر اور ان کے اعداد رؤس میں کہ جن پر سہام منکسر ہوئے ہیں مماثلت ہو۔ (اور یہاں اعداد رؤس سے مطلب اصلی اعداد رؤس بھی ہیں اور ان کا وفق بھی۔ کیونکہ جب اس فریق کے رؤس اور سہام میں کہ جن پر سہام منکسر ہوتے ہیں مثلاً توافق ہو تو پہلے رد کیا جائے گا عدد رؤس ان کا ان کے وفق کی طرف اور پھر دیکھا جائے گا مماثلت کو کہ درمیان اس وفق کے اور سب اعداد کے ہو جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا) تو ایسی صورت میں یہ حکم ہے کہ اعداد مماثلت میں سے ایک کو ضرب دو اصل مسئلہ میں تو حاصل ہوگا وہ عدد جس سے مسئلہ صحیح ہوگا سب فریق پر۔ مثلاً چھ بیٹیاں اور تین دادی اور تین چچا ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا۔ جس میں سے چھ بیٹیوں کو دو تہائی یعنی چار ملے اور وہ چھ پر مستقیم نہیں ہیں۔ لیکن سہام اور رؤس یعنی ۴ اور ۶ میں توافق بالنصف ہے۔ کیونکہ دونوں کا فنا کرنے والا ۲ ہے۔ تو ہم نے نصف عدد رؤس ان کا لیا یعنی ۳۔ اور تین دادیوں کو چھٹا حصہ یعنی ایک پہنچا ہے۔ وہ ایک پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ایک میں اور ان کے عدد رؤس میں توافق نہیں ہے (بلکہ مباینت ہے) تو ہم نے ان کے سب عدد رؤس لئے کہ تین ہیں۔ اور تین چچاؤں کو باقی ملے گا یعنی ایک (اور یہ بطور عصوبت ہے) اور اس میں اور ان کے عدد رؤس میں مباینت ہے۔ تو ہم نے لیلئے کل عدد رؤس ان کے۔ اور ان اعداد کو جو نسبت ہے بعض کو بعض کے ساتھ تو ہم نے ان سب میں مماثلت پائی۔ تو ان اعداد متماثلہ میں سے ایک عدد مماثل یعنی ۳ کو اصل مسئلہ یعنی ۶ میں ضرب دیا تو ۱۸ حاصل ہوئے۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ اس طرح کہ بیٹیوں کے سہام یعنی ۴ کو مضروب یعنی ۳ میں ضرب دیا تو ۱۲ ہوئے۔ تو ہر بیٹی کو دو ملے۔ اور دادیوں کے ایک سہام کو بھی مضروب میں ضرب دیا تو تین حاصل ہوئے۔ تو ہر دادی کو ایک سہام پہنچا۔ اور تین چچاؤں کے ایک سہام کو بھی مضروب میں ضرب دیا تو تین حاصل ہوئے۔ کہ ہر چچا کو ایک ایک سہام ملا۔

اگر فرض کریں صورت مذکورہ میں تین چچاؤں کی جگہ ایک تو دو فریق پر انکسار واقع ہوگا۔ یعنی بیٹیوں اور دادیوں پر۔ اور اس صورت میں وفق عدد رؤس بیٹیوں کا یعنی تین مماثل ہوگا واسطے عدد رؤس دادیوں کے۔ کیونکہ ہر ایک ان دونوں کا تین ہے۔ تو ضرب کیا تین کو اصل مسئلہ میں تو حاصل ہوئے ۱۸۔ اور یہ سہام کل پر تقسیم ہوگئے۔ جیسا کہ ذکر ہوا — شریفیہ ۷۶ و ۷۷۔ (اما الاصول الاربعة .... على الكل كما مرّ)

۶ پانچواں قاعدہ (مثال ۱۰ و ۱۱) چار قاعدوں میں سے دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ بعض اعداد رؤس کے جن پر سہام منکسر ہوں۔ دو فریق سے متعلق ہوں یا زیادہ سے اور متداخلین ہوں بعض بعض میں۔ تو اس صورت میں یہ حکم ہے کہ جو اعداد متداخلین میں سے بڑا عدد ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ جیسے کہ اگر

چار بیویاں ہوں اور تین دادیاں اور بارہ چچا۔ تو اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا۔ جس میں سے تین دادیوں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی ۲۔ تو یہ دو اُن پر مستقیم نہیں ہے اور ان کے رؤس اور سہام میں مباینت ہے۔ تو ہم نے ان کے رؤس ہی کے عدد کو رکھ لیا جو تین ہے۔ اور چار بیویوں کا حصہ ¼ ہے یعنی تین۔ اور یہ بھی ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ان کے بھی رؤس و سہام میں مباینت ہے۔ تو ہم نے ان کے بھی عدد رؤس ہی کو رکھ لیا جو چار ہیں۔ اور چچاؤں کو بقایا ملے گا یعنی ۷۔ اور یہ ۷ ان پر مستقیم نہیں ہے۔ بلکہ ۷ اور بارہ کے درمیان مباینت ہے۔ تو اس طرح تمام اعداد رؤس کے رکھ لئے۔ اور ان میں نسبت تلاش کی (یعنی اعداد چار و تین و بارہ میں) تو تین اور چار کو تو بارہ میں داخل پایا۔ اور یہ بارہ وہ ہے جو اعداد رؤس میں سب سے بڑا ہے۔ تو ہم نے اس بارہ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا کہ وہ بھی بارہ ہے تو حاصل ہوئے ۱۴۴۔ تو اس عدد سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ کیونکہ تین دادیوں کو اصل مسئلہ سے دو ملے تھے۔ ان کو ضرب دیا بارہ میں تو ۲۴ حاصل ہوئے کہ ہر دادی کو ۸ ملے۔ اور چار بیویوں کو اصل مسئلہ سے تین ملے تھے۔ ان کو بھی مضروب مذکور [یعنی ۱۲] میں ضرب دیا تو حاصل ہوتے ۳۶۔ تو ہر بیوی کو ۹ ملے۔ اور ۱۲ چچاؤں کو پہلے سے ۷ ملے تھے۔ ان کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ۸۴ حاصل ہوئے تو ہر ایک چچا کو سات ملے۔

اب اگر چار بیویوں کے بدلے ایک بیوی فرض کریں تو اس صورت میں صرف دو فریق پر انکسار واقع ہوگا یعنی تین دادی اور بارہ چچا پر۔ اور عدد رؤس دادیوں کے متداخل ہیں عدد رؤس چچاؤں میں۔ تو ضرب کیا جائیگا۔ دونوں اعداد متداخلین سے بڑا یعنی ۱۲ اصل مسئلہ میں۔ تو حاصل ہوگا اس سے وہ جو مستقیم ہوگا کل پر۔ اسی طریق پر جیسا ابھی گزرا ——— شریفیہ ۷۷ (اَلْاَصْلُ الثَّانِیْ .... قِیَاسُ مَاعَرَفْتَہٗ)

۷ چھٹا قاعدہ (مثال ۱۲) چار قاعدوں میں سے تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ بعض اعداد رؤس کے جن پر سہام منکسر ہوں دو فریق سے متعلق ہوں یا زیادہ سے اور متوافق ہوں بعض کے ساتھ۔ تو اس صورت میں یہ حکم ہے کہ رؤس کے ایک وفق کو عدد ثانی میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو وفق عدد ثالث میں اگر یہ حاصل ضرب متوافق ہو تیسرے عدد سے۔ اور اگر متوافق نہ ہو تو ایسی صورت میں پورے تیسرے عدد میں ضرب دو۔ پھر اس حاصل ضرب دوم کو چوتھے عدد میں اسی طرح۔ یعنی اگر حاصل ضرب متوافق ہو چوتھے سے تو وفق عدد رابع میں۔ ورنہ پورے عدد میں۔ پھر حاصل ضرب سوم کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ مثلاً اگر چار بیویاں۔ اٹھارہ بیٹیاں۔ پندرہ دادیاں۔ اور چھ چچا ہوں۔ تو اصل مسئلہ ۲۴ ہوا۔ جس میں سے چار بیویوں کو آٹھواں ملا یعنی ۳۔ وہ ان پر مستقیم نہیں ہیں اور سہام اور رؤس میں تباین ہے۔ تو پورے عدد رؤس کو رکھ لیا۔ اور اٹھارہ بیٹیوں کو دو تہائی ملا یعنی سولہ۔ اور وہ ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ان کے رؤس اور سہام کے درمیان توافق بالنصف ہے۔ تو وفق کو جو ۹ ہیں رکھ لیا۔ اور پندرہ دادیوں کے واسطے چھٹا حصہ ہے یعنی چار۔ اور وہ ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ان میں اور رؤس میں مباینت ہے۔ تو پورا عدد رؤس لے لیا۔ اور چھ چچاؤں کے واسطے باقی چھوٹا ہے یعنی ایک۔ وہ ان پر مستقیم نہیں۔ اور اس کے اور عدد رؤس کے درمیان مباینت ہے۔ تو پورا عدد رؤس رکھ لیا۔ تو اس طرح اعداد رؤس یہ حاصل ہوئے۔ چار۔ چھ۔ نو۔ پندرہ۔ پھر جو دیکھا تو چار اور چھ میں توافق پایا بالنصف۔ تو ایک کے وفق کو اگلے عدد میں ضرب دیا [یعنی چار کو تین میں] تو حاصل ہوئے بارہ۔ نو اس میں اور نو میں توافق بالثلث ہے۔ تو چار وفق کو نو میں [کہ اگلا عدد ہے] ضرب دیا۔ حاصل ہوئے ۳۶۔ اب اس حاصل ضرب یعنی ۳۶ اور ۱۵ کے درمیان توافق بالثلث ہے۔ تو ۳۶ کی تہائی کو ۱۵ میں ضرب دیا۔ تو حاصل ہوئے ۱۸۰۔ تو اس حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا یعنی ۲۴ میں تو حاصل ہوتے ۴۳۲۰۔ اس طرح مسئلہ صحیح ہوگیا۔ کیونکہ بیویوں کو اصل مسئلہ سے ۳ ملے تھے۔ تو اس کو ضرب دیا ۱۸۰ میں تو ۵۴۰ ہوتے تو ہر بیوی کو ۱۳۵ ملے۔ اور ۱۸ بیٹیوں کا حصہ ۱۶ تھا۔ تو اس کو بھی مضروب مذکور میں [یعنی ۱۸۰ میں] ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۲۸۸۰۔ تو ہر ایک کا حصہ ۱۶۰ ہوئے۔ پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا تو اس کو ضرب دیا مضروب مذکور میں تو حاصل ہوئے ۷۲۰۔ تو ہر ایک کو ۴۸ ملے۔ چھ چچاؤں کا حصہ ایک تھا۔ اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو حاصل ہوتے ۱۸۰ تو ہر چچا کو ۳۰ ملے۔ تو جب جمع کروگے تمام حصوں کو تو ۴۳۲۰ ہوں گے ——— شریفیہ ۷۸، ۷۹ (اَلْاَصْلُ الثَّالِثُ .... ثَلٰثِمِائَۃٍ وَّ عِشْرِیْنَ)

۸ ساتواں قاعدہ (مثال ۱۳) چار قاعدوں میں سے چوتھا یہ ہے۔ اعداد رؤس کہ جن پر سہام منکسر ہوئے ہیں دو فریق یا زیادہ سے متعلق ہوں اور ہم متباین ہوں۔ اور بعض ان میں سے بعض کے ساتھ متوافق نہ ہوں۔ تو اس میں یہ حکم ہے کہ ان میں سے ایک عدد کو پورے دوسرے میں ضرب دو۔ پھر

حاصل ضرب کو پورے اگلے عدد میں ضرب دو۔ پھر اس حاصل ضرب کو اس سے اگلے عدد میں ضرب دو۔ پھر اس تمام کی حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ مثلاً اگر دو بیویاں۔ چھ دادیاں۔ دس بیٹیاں۔ سات چچا ہوں۔ تو اصل مسئلہ ۲۴ ہوا۔ جس میں سے بیویوں کو آٹھواں ملا یعنی تین جو ان پر مستقیم نہیں ہیں ایسا اور ان کے عدد رؤس اور سہام میں موافقت ہے بالنصف تو رؤس کا وفق لیا یعنی ۳۔ اور دس بیٹیوں کو دو ثلث حصہ ملا یعنی ۱۶۔ یہ ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ان کے عدد رؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو رؤس کا وفق لیا یعنی ۵۔ چچاؤں کے واسطے بقایا چھٹا حصہ ہے یعنی ایک۔ اور یہ ایک ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور ان کے عدد رؤس اور سہام میں مباینت ہے تو ان کا عدد رؤس لے لیا یعنی ۷۔ تو ہمارے پاس کل تعداد دو اور تین اور پانچ اور سات ہو گئے۔ اور یہ سب عدد آپس میں متباین ہیں۔ تو ہم نے ۲ کو ۳ میں ضرب دیا۔ تو چھ ہوا۔ اور پھر اس چھ کو پانچ میں ضرب دیا تو تیس ہو گئے۔ پھر اس ۳۰ کو ۷ میں ضرب دیا ۲۱۰ ہو گئے۔ اب اس حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا یعنی ۲۴ میں تو ۵۰۴۰ ہو گئے۔ اب اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ جو تمام فریقوں پر صحیح بیٹھے گا۔ دونوں بیبیوں کو اصل مسئلہ سے تین ملے تھے۔ تو اس کو اصل مسئلہ کے مضروب یعنی ۲۱۰ میں ضرب دیا تو ۶۳۰ ہوئے۔ تو ہر زوجہ کو ۳۱۵ ملے۔ اور چھ دادیوں کو ۴ سہام ملے تھے۔ تو اس کو بھی ۲۱۰ میں ضرب دیا تو ۸۴۰ حاصل ہوئے۔ تو ہر دادی کو ۱۴۰ پہنچے۔ دس بیٹیوں کے سہام ۱۶ تھے۔ اسکو بھی ۲۱۰ میں ضرب دیا تو ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ ملے۔ سات چچاؤں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی ۲۱۰ میں ضرب دیا تو ۲۱۰ ہی حاصل ہوئے۔ تو ہر چچا کو ۳۰ ملے۔ مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہوا۔ ۔۔۔ شریفیہ ۷۹ و ۸۰ (اَلْاَصْلُ الرَّابِعُ مِنَ الْاَرْبَعَۃِ ...... خَمْسَۃُ الْاٰفٍ وَّاَرْبَعُوْنَ)

۹ بجائے آٹھ کے سات قاعدے کیوں ہیں؟ ۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان قواعد میں جو سہام اور رؤس کے درمیان ہیں۔ تماثل۔ تداخل۔ توافق۔ تباین۔ چاروں کے اعتبار سے قواعد مرتب کئے کہ قاعدے چار بن گئے۔ مگر ان قواعد میں جو رؤس اور سہام کے درمیان قائم کئے ہیں کیوں نہ تداخل کے قاعدہ کو کام میں لائے کہ یہ بھی چار ہو جاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رؤس اور سہام کے طریق میں تداخل کا اعتبار نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر سہام رؤس پر منقسم نہ ہوں تو تداخل کو توافق میں بدل دیں گے۔ اور تماثل سے بدل دیں گے۔ اگر سہام رؤس پر تقسیم ہو جائیں گے بطریق اختصار۔ پہلے کی مثال یوں لو کہ مثلاً خاوند۔ دو بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ تو اصل مسئلہ یہاں چار ہوا۔ تو خاوند کو ایک ملا۔ اور باقی ۳ سہام بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ہوں گے بطریق للذکر مثل حظ الانثیین۔ تو دو بیٹے بمنزلہ چار بیٹیوں کے ہوئے [تو کل سات بیٹیاں سمجھو] اور تین کا عدد چھ پر مستقیم نہیں۔ بلکہ ان میں نسبت توافق ہے ۳ کی سے یعنی جو کہ ان دونوں اعداد متداخلین کا مخرج ہے۔ تو عدد رؤس چھ کا اس کے وفق کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ یعنی دو کی طرف۔ اور اصل مسئلہ میں ضرب دینگے تو ۸ ہو جائے گا۔ اور اس سے مسئلہ صحیح ہو گا۔ اس واسطے کہ خاوند کو ایک ملا تھا۔ اس کو مضروب میں ضرب دیا یعنی ۲ میں۔ تو حاصل ہوئے دو۔ یہ خاوند کا حصہ ہے۔ باقی چھ مستقیم ہو گئے باقی وارثوں پر۔ اب دوسری مثال لو۔ [یعنی جس میں تماثل تداخل کے مثل ہے] میت نے وارث۔ ماں باپ دو بیٹیاں چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا۔ اور دو سدس یعنی دو ماں باپ کا حصہ ہوا۔ اور دو ثلث یعنی چار دونوں بیٹیوں کے ہوئے۔ تو دو سہام تو دونوں بیٹیوں پر مستقیم ہو گئے جیسا کہ تماثل کی صورت میں ہوتا ہی تو اس طرح سہام اور رؤس میں حقیقۃً تماثل واقع ہوا۔ اسی وجہ سے قاعدے سات مقرر ہوئے ۔ شریفیہ ۸۰ (فَاِنْ قِیْلَ قَدْ ..... اِلَیْہَا سَبْعَۃً لَا ثَمَانِیَۃً)

۹۱۔ فریق وَرَثَہ اور وَرَثَہ کے فرداً فرداً حصے۔

۱۔ جو کچھ ہر فریق کو اصل مسئلہ یا عول سے ملا ہے۔ اس کو اس عدد میں ضرب دو جس کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیا تھا۔ حاصل ضرب حصہ اس فریق کا ہے۔

۲۔ جو کچھ ہر فریق کو تصحیح سے ملا ہے۔ اس کو اس فریق کے اشخاص پر تقسیم کر دو۔ خارج قسمت فریق کے ایک شخص کا حصہ ہوگا۔

سوالات

۱ ہر فریق کا حصہ تصحیح سے۔ اگر یہ ارادہ ہو کہ ہر فریق کے حصے اس تصحیح سے حصے معلوم ہو جائیں جو قرار پا چکی ہے۔ مثلاً بیٹیوں کا حصہ۔ دادیوں کا حصہ۔ بیویوں کا۔ چچاؤں کا وغیرہ۔ تو ہر فریق کو جو حصہ ملا تھا اصل مسئلہ سے اسکو ضرب دو اس مضروب میں جسکو ضرب دیا تھا اصل مسئلہ میں۔ تو اب حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا۔ چنانچہ مکرر بیان ہو چکا ہے یہ عمل چہار اصول مذکورہ سابقہ کی مثالوں میں جنمیں ضرب کا عمل کیا گیا ہے۔ تو اب مثال بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ شریفیہ ۸۰ و ۸۱ (اِذَا اَرَدْتَ ... مِثَالُهَا)

۲ ہر فریق کے اشخاص کا حصہ تصحیح سے۔ اگر یہ ارادہ ہو کہ فریق کے ہر شخص کا علحدہ حصہ تصحیح سے معلوم ہو جائے۔ تو تقسیم کرو اس عدد کو جو ملا تھا ہر فریق کو اصل مسئلہ سے انکے عدد روس پر۔ پھر ضرب دو خارج قسمت کو اس مضروب میں۔ جسکو تمنے اصل مسئلہ میں بغرض تصحیح ضرب دیا ہے۔ تو جو کچھ خارج قسمت کو مضروب میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے وہ حصہ نکلیگا اس فریق کے ایک شخص کا۔ مثلاً مسئلہ مذکورہ میں اعداد ورثہ متباین ہونیکی وجہ سے دو بیویوں کا حصہ اصل مسئلہ سے ۳ تھا۔ تو جب ۳ کو دو بہنوں پر تقسیم کیا۔ تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنے ڈیڑھ ہوا۔ پھر اسکو جب مضروب میں کہ ۲۱۰ ہیں ضرب دیا تو ۳۱۵ حاصل ہوئے۔ تو یہ حصہ ہوا ہر بیوی کا۔ بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے ۱۶ ملے تھے۔ تو جب اسکو انکے عدد روس پر کہ دس ہیں تقسیم کیا تو خارج قسمت ایک اور تین خمس ہوا۔ پھر جب اس خارج قسمت کو اس مضروب مذکور میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۳۳۶۔ تو یہ ہر بیٹی کو ملا۔ دادیوں کو اصل مسئلہ سے ۴ ملے تھے۔ تو جب تقسیم کیا اسکو ۶ پر یعنے تعداد جدات پر تو خارج قسمت ہوا ایک سہم کے دو ثلث۔ تو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ۱۴۰ نکلے۔ تو یہ حصہ ہر دادی کا ہو۔ چچاؤں کا حصہ اصل مسئلہ سے ۱ تھا۔ جب اسکو تقسیم کیا ۷ پر کہ تعداد چچاؤں کی ہے تو خارج قسمت آیا ساتواں حصہ۔ تو اسکو جب مضروب میں جو ۲۱۰ ہیں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۳۰۔ یہ حصہ ہر چچا کا ہوا۔ شریفیہ ۸۱ (اِذَا اَرَدْتَ ..... مِنَ التَّصْحِیْحِ)

۳ دوسرا طریق ہر شخص کے حصہ معلوم کرنیکا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تقسیم کرو مضروب کو (یعنے اس عدد کو جسکو تمنے ضرب دیا ہے اصل مسئلہ میں بغرض تصحیح) فریق ورثا میں سے جس فریق پر چاہو۔ پھر خارج قسمت کو اس فریق کے حصہ میں ضرب دو کہ جسپر مضروب کو تقسیم کیا تھا۔ تو یہ حاصل ضرب اس فریق کے ہر واحد کا حصہ نکلیگا۔ مثلاً مثال مذکورہ میں تباین کی صورت میں جب تمنے تقسیم کیا مضروب کو کہ ۲۱۰ ہیں دو بیویوں پر تو ۱۰۵ نکلے۔ تو جب اس خارج قسمت کو ان دونوں کے حصہ میں (جو انکو اصل مسئلہ سے ملا تھا یعنے تین) ضرب دیا تو ۳۱۵ بنے۔ تو یہ حصہ اس فریق کے ہر واحد کا ہوا۔ جب مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر تقسیم کیا تو ۲۱ نکلا پھر جب اسکو انکے حصہ میں (کہ اصل مسئلہ سے ملا تھا یعنے ۱۶) میں ضرب دیا تو ۳۳۶ بنے۔ تو یہ حصہ ہر بیٹی کا ہوا۔ جب اس مضروب کو چھ دادیوں پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۳۵ ہوئے۔ تو جب اسکو دادیوں کے حصہ میں (جو انکو اصل مسئلہ سے ملا تھا یعنے ۴) ضرب دیا تو ۱۴۰ حاصل ہوئے۔ تو یہ حصہ ہر دادی کا ہوا۔ جب مضروب مذکور کو چچاؤں پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۳۰ نکلے۔ تو جب اسکو انکے حصہ میں (کہ اصل مسئلہ سے ملا تھا یعنے ایک) ضرب دیا تو تیس ہی بنے۔ تو یہ حصہ ہر چچا کا ہوا۔ شریفیہ ۸۱ و ۸۲ (وَجْہٌ آخَرُ ..... لِکُلِّ رَجُلٍ)

۴ دونوں طریق میں فرق۔ یہ دونوں طریق مذکورہ تقسیم کے طریق ہیں۔ فرق اسقدر ہے پہلے طریق میں تو جو حصہ اصل مسئلہ سے ملا ہے اسکو فریق پر تقسیم کیا ہے۔ اور دوسرے طریق میں اصل مسئلہ کے مضروب کو تقسیم کیا ہے فریق پر۔ شریفیہ ۸۲ (کُلٌّ وَاحِدٍ ..... اَصْحَابُهَا عَلَیْهِمْ)

۵ تیسرا طریق فریق کے حصہ معلوم کرنیکا۔ یہ تیسرا طریق طریق نسبت سمجھو اور یہ زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ اسمیں تقسیم اور ضرب کی ضرورت نہیں پڑتی جیساکہ پہلے دو قاعدوں میں ہوتی تھی۔ یہ اسطرح ہے کہ ہر فریق کے سہام کی جو اسکو اصل مسئلہ سے ملے ہیں اسکے عدد روس کے ساتھ (نہ عدد روس غیر کے ساتھ) نسبت قائم کرو۔ پھر ان تناسب سے مضروب میں سے فریق کے ہر شخص کو دو۔ مثلاً جبکہ اصل مسئلہ مذکورہ تباین میں دونوں بیویوں کے سہام اور انکے عدد روس میں نسبت قائم کی۔ یعنے ۳ و ۲ میں تو ایک اور نصف کی ڈیوڑی نسبت ہوئی۔ اب ہر بیوی کو مضروب سے اسی نسبت سے دو۔ یعنے ڈیوڑی نسبت سے تو ۳۱۵ ہوئے کیونکہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کرو تو ۳۱۵ ہوتے ہیں۔ اب بیٹیوں کے سہام کی کہ ۱۶ ہیں انکے عدد روس سے نسبت قائم کی یعنے دس سے تو ایک اور تین پانچواں نسبت ہوئی۔ تو جب مضروب سے بیٹیوں کے حصہ دے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ ملے۔ اب دادیوں کے سہام کی کہ ۴ ہیں انکے عدد روس سے نسبت قائم کی یعنے ۶ سے تو ⅔ کی نسبت پائی۔ اب جو مضروب کی دو تہائی ہر دادی کو دی تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا۔ اب چچاؤں کے سہام کی کہ ایک سہم ہے انکے عدد روس سے نسبت قائم کی یعنے ۷ سے تو ⅐ نسبت ہوئی۔ تو جب مضروب میں سے اس نسبت سے دیا تو ہر چچا کو ۳۰ ملے۔ شریفیہ ۸۲ (کُلٌّ وَاحِدٍ .... ثَلٰثُوْنَ)

(باب ۷) فصل چہارم - رد - تخارج - خنثیٰ - حمل - مفقود (باب ۷)

خلاصہ — رد کے مسائل حل کرنیکے چار قاعدے ہیں (۱) جبکہ مسئلہ میں زوجین نہ ہوں اور باقی ورثہ ایک فریق ہوں تو مسئلہ انکی تعداد سے ہوگا۔ (۲) جبکہ مسئلہ میں زوجین نہ ہوں اور صرف دو فریق یا تین فریق ورثہ کے ہوں (کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے) تو مسئلہ انکے سہام کے مجموعہ کا شمار کنندہ ہوگا۔ (۳) جبکہ مسئلہ میں زوجین ہوں اور ایک فریق ورثہ کا ہو۔ تو زوجین کے حصہ کا شمار کنندہ تو زوجین کو دو اور مخرج میں سے جو باقی رہے وہ اور ورثا کو دیدو۔ پھر اگر تصحیح کی ضرورت ہو تو تصحیح کرو۔ پھر یہ یاد رہے کہ خاوند کی موجودگی کی صورت میں مخرج ۲ یا ۴ ہوگا۔ اور بیوی کی موجودگی کی صورت میں ۴ یا ۸ ہوگا۔ (۴) جبکہ مسئلہ میں زوجین ہوں اور دو فریق ورثہ کے یا زیادہ ہوں۔ تو زوجین کے حصہ کا شمار کنندہ تو زوجین کو دو اور مخرج میں سے جو باقی رہے وہ دو فریق ورثہ پر انکے حصص کے تناسب سے تقسیم کردو۔ اگر تصحیح کی ضرورت پڑے تو تصحیح کرو۔ رد کے مسائل میں ہمیشہ مخارج ۲۔۳۔۴۔۵ ہوتے ہیں۔ ہاں اگر بعد تصحیح کے مخارج بدل جائیں تو اور بات ہے۔ تخارج۔ مسئلہ تخارج کو اسطرح حل کرتے ہیں کہ پہلے مسئلہ قائم کرکے شخص مصالح کے سہام اور جس چیز پر مصالحت ہوئی ہے اسکو ترکہ میں سے علیحدہ کرکے باقی سہام کا مسئلہ بنا کر تقسیم کر لیتے ہیں۔ خنثیٰ کا حال اگر صاف ظاہر نہیں کرو اور ہے یا عورت اور میراث تقسیم کیجانی ہے۔ تو مسئلہ دو طرح قائم کرو۔ اوّل اسکو مذکر مان کر۔ اور پھر مونث مان کر۔ پھر جس طریق سے اسکو کم ملے۔ اسکو وہ دیدو۔ حتیٰ کہ اسکے ذکورت یا انوثت کا حال صاف معلوم ہو جائے۔ حمل کی صورت میں اگر بچہ کی پیدائش سے پہلے میراث تقسیم کرنی ہو تو مسئلہ دو طریق پر قائم کرو۔ ایک تو بچہ کو مذکر مان کر اور ایک مونث مان کر۔ پھر دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کرو۔ پھر حمل کو جو زیادہ سے زیادہ حصہ ملتا ہو وہ بچا رکھو اور دیگر ورثا کو کم سے کم حصے دو اور باقی جمع رکھو۔

۹۲ - رد کے مسائل حل کرنے کا قاعدہ (مثالیں)

۱- رد کے مسائل کا حل پرانے طریق پر۔ (اہل فرائض کا عربی طریق) دیکھو دفعات ۵۱ تا ۵۴۔

قاعدہ ۱

جب مسئلہ میں ایک فریق کے ذوی الفروض ہوں۔ اور خاوند یا بیوی نہ ہوں۔ تو جتنی اُن کی تعداد ہوگی وہی مسئلہ ہوگا۔

(*)

مثال ۱۔ میت کے ورثا صرف ۵ بیٹیاں ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۲۳

	۵ بیٹیاں
ورثا	○ ○ ○ ○ ○
ورثا کے حصص	۲/۳ + (۱/۳ بذریعہ رد)
۵ مسئلہ	۵

(جبکہ مسئلہ میں خاوند یا بیوی نہ ہوں)

جبکہ لڑکیوں کا حصہ ۲/۳ ہے اور باقی ۱/۳ بطور رد ان ہی کو دیا جائے گا تو ایسا کرنے میں مسئلہ میں دو طرح عمل کرنا ہوگا۔ لہذا کل ترکہ ۵ لڑکیوں کو دیدیا تو مسئلہ ۵ سے ہوا۔ یعنی تعداد رؤس (یعنی ورثا) مسئلہ ہوا۔

قاعدہ ۲

جب مسئلہ میں دو یا تین فریق کے ذوی الفروض ہوں اور خاوند یا بیوی نہ ہوں۔ تو جتنی اُن کی تعداد ہوگی وہی مسئلہ ہوگا۔

(*)

مثال ۲۔ میت کے ورثا۔ بیٹی اور پوتی اور ماں ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ۶/۵

نقشہ ۱۲۴

	۱ بیٹی	۱ پوتی	۱ ماں
ورثا	○	○	○
ورثا کے حصص	۱/۲	۱/۶	۱/۶
۵ مسئلہ	۳	۱	۱

مسئلہ ۶ سے ہوا مگر حصوں کی جمع یعنی مجموعہ سہام ۵ ہے (یعنی اگر کسرات ۱/۲، ۱/۶، ۱/۶ کو جمع کرو تو شمار کنندہ ۳+۱+۱ یعنی ۵ ہوگا۔ اگرچہ مخرج ۶ ہوگا) تو ۵ ہی مسئلہ ہوا۔

قاعدہ ۳

جب مسئلہ میں خاوند یا بیوی ہوں۔ اور صرف ایک فریق ذوی الفروض کا ہو۔ تو خاوند یا بیوی کو پہلے حصہ دو اور ان کے حصہ کا مخرج مسئلہ سمجھو۔ اس مسئلہ میں سے ہمیشہ ایک خاوند یا بیوی کو دو اور باقی دوسرے فریق پر پورا تقسیم ہو جائے تو فبہا ورنہ بقاعدہ تصحیح مسئلہ کی تصحیح کرو۔

(مثال ۴ و ۵)

قاعدہ ۴

جب مسئلہ میں خاوند یا بیوی ہوں اور ذوی الفروض کے دو فریق ہوں یا زیادہ تو خاوند یا بیوی کا پہلے حصہ دو اور انکے حصہ کا مخرج مسئلہ سمجھو اس مسئلہ میں سے ہمیشہ ایک خاوند یا بیوی کو دو اور بقایا دو یا زیادہ فریق پر انکے حصوں کے تناسب سے تقسیم کرو اگر یہ بقایا پورا تقسیم ہو جائے تو فبہا (یہ صرف ایک ہی صورت میں ہوتا ہے جبکہ بیوی کو ¼ ملے اور ⅓ کے دونوں فریق ذوی الفروض کے درمیان پورے تین حصے ہو جائیں) ورنہ اس بقایا کو خاوند یا بیوی کے حصے کے مخرج میں ضرب دو۔

نقشہ ۱۲۵

مثال ۳۔ میت نے تین بیٹیاں اور خاوند چھوڑا۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

ورثاء: ۱ خاوند، ۳ بیٹیاں

۱ ۱ ۳ ۳

مسئلہ ۴ و تصحیح مسئلہ ۴

خاوند کا حصہ ¼ ہوا جس میں سے ایک اس کو دیا اور تین باقی رہے۔ یہ تین تینوں بیٹیوں کو مل گئے۔ مسئلہ ۴ ہوا۔

نقشہ ۱۲۶

مثال ۴۔ میت نے ۶ بیٹیاں اور ایک خاوند چھوڑا تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

ورثاء: ۱ خاوند، ۶ بیٹیاں

۲ ۶ مسئلہ ۴۔ مسئلہ ۸۔ ۳ ۶

خاوند کا حصہ ¼ ہے تو ۴ مسئلہ ہوا۔ اور ایک خاوند کو ملا تو باقی ۳ چھ لڑکیوں کے ہیں۔ لیکن تین تو چھ بیٹیوں پر تقسیم نہیں ہوتے۔ لہذا تین و چھ کے وفق یعنی ۲ میں مسئلہ کو ضرب دیا۔ مسئلہ ۸ ہوا۔ اور چھ دو دو حصے ہوئے۔

جبکہ مسئلہ میں خاوند یا بیوی ہو

نقشہ ۱۲۷

مثال ۵۔ میت نے ۵ بیٹیاں اور خاوند چھوڑا تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

ورثاء: ۱ خاوند، ۵ بیٹیاں

مسئلہ ۴ و تصحیح ۲۰ .... ۱ ۵ ۳ ۱۵

خاوند کا حصہ ¼ ہے تو مسئلہ ۴ سے ہوا اور ایک خاوند کو ملا اور ۵ بیٹیوں کو ۳ ملے۔ تو ۵ و ۳ میں نسبت تباین ہے۔ تو مسئلہ کو ۵ میں ضرب دیا تو تصحیح شدہ ۲۰ ہوا اور ۱۵ و ۵ حصے ہوئے۔

نقشہ ۱۲۸

مثال ۶۔ میت نے ۴ دادیاں۔ ۶ بہن اخیافی۔ اور بیوی چھوڑیں۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

ورثاء ..... ۱ بیوی، ۶ بہن اخیافی، ۴ دادیاں

احسن مسئلہ ۴ — ۱ ۱۳ ۲ ۲۴ ۱ ۱۲

بیوی کا حصہ ¼ ہے تو مسئلہ ۴ سے ہوا اور ایک بیوی کو ملا اور باقی رہے ۳ دو دادیوں اور ۲ بہنوں کے ہیں۔ دادیوں اور بہنوں کے حصے ⅙ و ⅓ میں یعنی ۱ و ۲ کی نسبت سے ہیں تو ½ } مسئلہ تصحیح ۴۸

چار دادیوں پر پورا تقسیم نہیں ہوتا تو ۴ کو محفوظ رکھا۔ پھر معلوم ہوا کہ ۶ اخیافی بہنوں کے حصے ۲ ہیں۔ اور ان کی اعداد میں نسبت توافق ہے دیا تداخل سمجھیں تو ۳ وفق لے لیا اور ۴ کو ۳ میں ضرب دیا تو ۱۲ آئے اور اسکو مسئلہ میں ضرب دیا تو ۴۸ ہوئے۔

نقشہ ۱۲۹

مثال ۷۔ میت نے ۶ دادیاں۔ ۹ بیٹیاں۔ ۴ بیویاں چھوڑیں۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ اتنی مسئلہ تصحیح ہوا

ورثاء .... ۴ بیویاں، ۹ بیٹیاں، ۶ دادیاں

۱ ۵ ۴ ۲۸ ۱ ۷

مسئلہ ۱۴۴ ۱۸۰ ۱۰۰۸ ۲۵۲

بیوی کا حصہ ۱/۸ ہے تو مسئلہ ۸ سے ہوا۔ ۱ بیویوں کو ملا، ۷ باقی دادیوں بیٹیوں کے ہیں۔ مگر دادیوں اور بیٹیوں کے سہام اور رؤس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ دادیوں کے سہام اور رؤس میں مباینت ہے تو رؤس ۶ محفوظ کر لیا اور بیٹیوں کے سہام اور رؤس میں بھی مباینت ہے تو ان کا بھی رؤس یعنی ۹ محفوظ کر لیا۔ اسی طرح بیویوں کے سہام اور رؤس میں مباینت ہے تو انکا بھی رؤس محفوظ کر لیا۔ اب ان رؤس اور رؤس میں سے دادیوں اور بیٹیوں کے رؤس میں توافق بالنصف ہے۔ تو ۳ کو ۶ میں ضرب دیا تو حاصل ہوگئے ۱۲۔ تو اس میں اور بیویوں کے رؤس میں توافق بالثلث ہے۔ تو ۹ کی تہائی کو ۱۲ حاصل ضرب میں ضرب دیا تو ۳۶ آگئے۔ اب اس کو مسئلہ ۸ میں ضرب دیا تو ۲۸۸ حاصل ضرب ہے۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوا۔ تو طریق گذشتہ کے موافق عمل کر کے علیحدہ علیحدہ حصے نکال لئے۔

مثال ۸۔ میت نے دادی۔ بیٹی۔ پوتی۔ بیوی چھوڑی تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟ (مثال آسان ہے حل کی ضرورت نہیں)

۳۔ رد کے مسائل کا حل نئے طریق پر (اہل ریاضی کا جدید طریقہ)

__قاعدہ__۔ اول کل ورثاء کے حصص قائم کرو۔ پھر دیکھو کہ سب کا حصہ دینے کے بعد کیا بچتا ہے۔ جو کچھ بچے اس کو علاوہ خاوند یا بیوی کے دیگر ورثہ پر بتناسب انکے حصص کے قاعدہ تناسب سے تقسیم کردو۔ اگر خاوند یا بیوی نہ ہوں تو بہ تناسب ذوی الفروض پر بتناسب انکے حقوق کے تقسیم کردو۔

__مثال ۱__۔ میت نے ۴ دادیاں اور ۶ بہن اخیافی اور بیوی چھوڑی تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ (اشارہ بالا میں سے ایک مثال ہے)

حصص یہ ہوئے۔

۴ دادیاں	۶ بہن اخیافی	بیوی
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{4}$

ان کو جمع کیا $\frac{1}{6}+\frac{1}{3}+\frac{1}{4}=\frac{3+4+2}{12}=\frac{9}{12}=\frac{3}{4}$ ؛ ۱ سے تفریق کیا تو $\frac{1}{4}$ بچا۔ تو یہ بقایا $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{3}$ کی نسبت سے دادیوں اور بہنوں میں تقسیم کردو۔ یعنی ۲ و ۱ کی نسبت سے اربعہ یہ ہوگا ۳ : $\frac{1}{4}$: : ۱ تو $\frac{1}{12}$ حصہ بہنوں کو اور ملا۔ پھر ۳ : $\frac{1}{4}$: : ۲ = $\frac{1}{6}$ حصہ دادیوں کو اور ملا تو اب حصص یہ ہوئے

	۴ دادیاں	۶ بہن اخیافی	بیوی
	$\frac{1}{6}+\frac{1}{12}$	$\frac{1}{3}+\frac{1}{6}$	$\frac{1}{4}$
یعنی	$\frac{3}{12}$	$\frac{6}{12}$	$\frac{3}{12}$ ..... تو یہ حصص ہوگئے جن کا مجموعہ ۱ ہے (یعنی پورا ترکہ)
اب اگر کسر دور کردو تو حصص یہ ہوئے	۳	۶	۳
چونکہ ۴ دادیوں کو پورے نہیں بٹتے تو ۴ میں ضرب دیا	۱۲	۲۴	۱۲ ..... مسئلہ ۴۸ ہوا

مسئلہ ۱ صورت اول اور اس کا حل اور قاعدہ۔ چار میں سے ایک قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں جن پر رد کیا جاتا ہے وہ فریق واحد ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ جن پر رد نہیں کیا جاتا وہ نہ ہوں۔ تو اس تقسیم کے واسطے چاہیے کہ اس فریق واحد کے اشخاص کے شمار سے [یعنی تعداد ورثاء کے لحاظ سے] مسئلہ قائم کرو۔ کیونکہ سب ترکہ ان ہی کا ہے بلحاظ حصص و بلحاظ رد۔ اور سب حقدار ایک ہی قسم کے ہیں اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔ شریفیہ ۸۹۔ (احدہا ان یکون ..... علی آخر)
[مطلب یہ ہے کہ اگر فریق واحد ہوں اور خاوند یا بیوی نہ ہوں تو مسئلہ ان کی تعداد سے ہوگا]

مثلاً چھوڑیں میت نے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں تو ان کا مسئلہ ۲ سے کرو۔ اور ان میں سے ہر ایک کو نصف نصف ترکہ دو کیونکہ وہ مساوی ہیں استحقاق میں۔ اور سب مال ان ہی دونوں کا ہے برابر برابر۔ لہذا تعداد ورثاء پر برابر تقسیم ہوگا۔ جیسا کہ عصبات میں تقسیم کرتے ہیں۔ جیسے اگر چھوڑے میت نے دو بیٹے یا دو بھائی بلا دوسری دلیل یہ ہے کہ حصہ ان کا تقسیم کیا جائے گا ان کی تعداد پر۔ تو اس طرح پر کل ہی ترکہ پہلے ہی سے ان پر تقسیم کیا جائے گا [بوجہ مماثلت رؤس کے] تاکہ تقسیم میں تطویل مسافت قطع ہو جائے۔ شریفیہ ۸۹ (کما اذا ترک .... فی القسمۃ)

۲ صورت دوم اور اس کا حل اور قاعدہ۔ دوسری قسم یہ ہے کہ جب جمع ہوں مسئلہ میں دو فریق یا تین فریق سے ورثاء جن پر رد کیا جاتا ہے۔ اور وہ نہ ہوں جن پر رد نہیں کیا جاتا۔ تو کرو مسئلہ ان کے سہام سے (استقراء یعنی تتبع جزئیات کا اس پر دال ہے کہ من یرد علیہ کا اجتماع واقع ہوگا دو فریقوں کے درمیان

یا تین کے نہ کہ زیادہ کے۔ اسی واسطے یہ نہ کہا کہ جب مسئلہ میں جمع ہوں دو فریق یا زیادہ) پس اجتماع کے خیال سے مسئلہ بناؤ ان ورثاء کے مجموع سہام سے جو مخرج مسئلہ سے نکلے۔ شریفیہ ۸۹۔ (والثانی اذا اجتمع ..... من مخرج المسئلۃ) متن کی مثال و دیگر مثالیں دیکھو دفعہ ۸۲ سند ۱۳۔ نیز دیکھو دفعہ ۵۴ کا ب بند الرد۔

[مطلب یہ ہے کہ اگر دو یا تین فریق جمع ہوں۔ تو ورثاء کے سہام جمع کرو اور شمار کنندہ مخرج یا مسئلہ ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ رد کے مسائل میں ہمیشہ تین فریق ہوں گے۔ زیادہ ہرگز نہ ہوں گے۔ (ان ہی میں خاوند یا بیوی بھی اگر ہوں تو شامل ہیں]

اگر مردود علیہ دو جنس ہوں نہ زیادہ (کیونکہ از روئے استقرار کے زیادہ نہیں ہو سکتے) تو انکے عدد سہام سے مسئلہ قائم ہوگا۔ تو ۲ سے قسمت ہوگی اگر دو سدس ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور سدس ہو۔ اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو۔ اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور سدس ہوں۔ صرف عمل کم کرنیکے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ درمختار ۸۶۸ - ۸۶۹ (وَالثَّانِی ..... تَقْصِیرًا لِلْمَسَافَۃِ) متن کی مثال و دیگر مثالیں دیکھو دفعہ ۸۲

۳ صورت سوم اور اس کا حل اور قاعدہ۔ تیسری قسم اقسام اربعہ میں سے یہ ہے کہ ایک فریق وہ ہے جس پر رد کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ بھی ہوں جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک فریق ان لوگوں کا ہو جن پر رد کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی وہ بھی ہوں جن پر رد نہیں کیا جاتا (یعنی خاوند یا بیوی) تو اس صورت میں پہلے تو من لا یرد علیہ کا حصہ دو۔ کم سے کم مخرج سے [جو ۲ ہے اور چار ہے اگر من لا یرد خاوند ہو۔ اور ۴ و ۸ ہے اگر من لا یرد علیہ بیوی ہو شرح لبسیط] اور اس مخرج میں سے جو باقی رہے اس کو من یرد علیہ کے مخرج پر تقسیم کرو۔ یعنی اس فریق واحد پر۔ جیسا کہ تم نے تقسیم کیا تھا سب مال کو ان کے عدد روس پر جبکہ فریق کے ساتھ من لا یرد علیہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر یہ بقایا من یرد علیہ کے عدد روس پر مستقیم ہو جائے [یعنی پورا پورا تقسیم ہو جائے] تو فبہا۔ اور مطلب پورا ہو گیا۔ اور بہت اچھا ہوا کہ ضرب کی ضرورت نہ ہوئی۔ جیسے اگر خاوند اور تین بیٹیاں ہوں تو من لا یرد علیہ کے فرضی حصہ کا اقل مخرج چار ہے۔ تو جب ان میں سے خاوند کو ایک دیا تو تین باقی رہے۔ تو یہ تین بیٹوں کی تعداد پر مستقیم ہیں [یعنی پورے تقسیم ہو جاتے ہیں] اس کی نظیر باب تصحیح مسائل میں گذر چکی ہے [دیکھو دفعہ ۹] یعنی یہ کہ اگر سہام کل فریق پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں تو ضرب کی حاجت نہیں ہوتی۔ اگر بقایا من یرد علیہ کے عدد روس پر مستقیم نہ ہو تو ضرب دو (جیسا کہ باب تصحیح میں مذکور ہو چکا ہے) من یرد علیہم کے وفق روس کو من لا یرد علیہ کے مخرج فرض میں۔ اگر متوافق ہوں روس ان کے بقایا پر تو جو حاصل ہوا اس سے مسئلہ صحیح ہوگا۔ جیسے خاوند اور چھ بیٹیوں کی صورت میں۔ کیونکہ اس جگہ من لا یرد علیہ کا اقل مخرج فرض چار ہے تو اگر اس میں سے ایک خاوند کو دیدیا تو تین باقی رہے۔ تو یہ تین چھ بیٹیوں کی تعداد پر مستقیم نہیں۔ ہاں اگر دونوں عددوں میں توافق بالثلث ہے۔ اور حسابی لحاظ سے تداخل کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ تو وفق عدد روس کو کہ دو ہیں ضرب کرو چار میں تو حاصل ہوئے آٹھ۔ تو خاوند کو اس میں سے دو ملے اور بیٹوں کو چھ۔ اور اگر عدد روس اور بقایا میں توافق نہ ہو تو کل عدد روس کو ضرب دو مخرج فرض من لا یرد علیہ میں۔ تو حاصل ضرب (کہ وفق روس کو مخرج میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے بصورت توافق کے۔ یا کل عدد روس کو مخرج میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے بصورت تباین کے) تصحیح مسئلہ ہے۔ توافق کی مثال تو گذر چکی۔ مباینت کی مثال یہ ہے کہ میت نے خاوند اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔ تو یہ صورت دو سابق صورتوں کی طرح ہے۔ اصل مسئلہ اس جگہ بوجہ جمع ہونے چوتھائی اور دو تہائی کے بارہ سے ہوا۔ لیکن وہ رد کیا جائے گا (پہلے مسئلوں کی طرح) چار کی طرف کہ وہ اقل مخارج فرض من لا یرد علیہ کا ہے۔ تو جب ہم نے خاوند کو اس میں سے ایک دیا تو تین بچے تو وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں اور عدد روس میں مباینت ہے۔ تو ہم نے ضرب دیا بیٹیوں کے کل عدد روس کو (کہ پانچ ہیں) مخرج فرض من لا یرد علیہ میں (کہ چار ہیں) تو حاصل ہوئے بیس تو اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ اس طرح کہ خاوند کو جو ایک سہام ملا تھا اس کو ضرب دیا ہم نے مضروب میں کہ وہ پانچ ہیں تو پانچ ہی حاصل ہوئے۔ پھر جو بیٹیوں کو پانچ ملے تھے ان کو ضرب دیا ہم نے پانچ میں تو حاصل ہوئے پندرہ۔ تو ہر بیٹی کو تین تین ملے ——— شریفیہ ۹۱-۹۲۔ القسم الثالث .... فلکل واحدۃ منہن ثلثۃ)

۴ صورت چہارم اور اس کا حل اور قاعدہ۔ چوتھی قسم ان اقسام میں سے یہ ہے کہ قسم ثانی کے ساتھ (یعنی جبکہ دو جنس من یرد علیہ کے جمع ہوں) من لا یرد علیہ بھی ہو۔ اس قسم میں ہم نے جو صرف دو قسم کے ذوی الفروض کے جمع ہونے پر اکتفا کیا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ جملہ سہام کے میل سے معلوم کیا گیا کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں چار قسم کے ذوی الفروض جمع ہوں اور وہ مسئلہ ردیہ ہو۔ غرض اس میں من لا یرد علیہ کے فرض کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو ان ذوی الفروض

کے مسئلہ پر جن پر رد کیا جاتا ہے تقسیم کرو۔ اگر باقی اس مخرج کا مستقیم ہوجائے اس مسئلہ پر تو فبہا اور ضرب کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ باقی من یرد علیہم کے ہے بہ تناسب ان کے سہام کے۔ تو وہ تقسیم کیا جائے گا ان کے مسئلہ پر۔ تو جس کو ایک سہام پہنچا ہے وہ صاحب ایک سہام کا ہے اور جس کو دو سہام پہنچے ہیں وہ صاحب دو سہاموں کا ہے۔ تو جبکہ وہ باقی مستقیم ہوجائے گا ان کے مسئلہ پر تو پھر مزید عمل کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ مستقیم ہوجائے مسئلہ پر۔ مگر نہ مستقیم ہو جنسوں پر بلحاظ ان کے عدد رؤس کے [یعنی نہ پورا تقسیم ہو اس عدد پر جو جنسوں کو بلحاظ ان کی افراد کے ان کو ملا ہے] تو ایسی صورت میں تو ضرب کی ضرورت ہوگی جس کا بیان آگے آتا ہے۔ اور یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا کہ لفظاً چوتھی قسم میں مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم ہوتا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے کیونکہ مخرج فرض من لا یرد علیہ سے جو کچھ باقی رہتا ہے وہ یا تو ایک ہوگا اس طرح کہ مخرج فرض دو ہوگا۔ چنانچہ اگر خاوند کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف ملا تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ باقیماندہ عدد ایک من یرد علیہ پر جب مستقیم ہوگا جبکہ رد کا مستحق ایک شخص ہوگا۔ تو اس طرح یہ مسئلہ تیسری قسم میں سے ہوگا۔ [مخرج فرض من لا یرد علیہ سے] یا تین باقی رہیں گے۔ اس طرح کہ مخرج فرض من لا یرد علیہ کا چار ہو۔ چنانچہ اگر خاوند کو بصورت موجودگی بیٹیوں کو چوتھائی دیا گیا۔ یا بیوی کو چوتھائی دیا گیا بصورت عدم موجودگی بیٹیوں کے۔ تو درصورتیکہ خاوند ہو اور اس کے ساتھ صرف بیٹیاں ہیں۔ تو یہ مسئلہ تیسری قسم کا ہوجائے گا۔ اور اگر بیٹیوں کے ساتھ اور کوئی ذی فرض بھی ہو ہے تو پھر مسئلہ من یرد علیہ کا چار سے ہوگا یا پانچ سے۔ اور تین نہ تو مستقیم ہوگا چار پر اور نہ پانچ پر۔ اور اگر صاحب ربع کی بیوی ہے تو باقی کی استقامت اس صورت میں متصور ہے جس کا ہم ذکر کریں گے۔ یا مخرج فرض من لا یرد علیہ کا باقی سات ہوں گے جیسا کہ اگر مخرج مسئلہ کا آٹھ ہو۔ تو بیوی کو آٹھواں دیا جائے گا۔ تو باقی رہے سات۔ تو وہ بھی یہاں مستقیم نہیں ہوسکتے کیونکہ مسئلہ من یرد علیہ کا پانچ سے متجاوز نہیں ہوا کرتا جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سات مستقیم ہوں اپنے اقل عدد پر۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ مخرج فرض من لا یرد علیہ سے باقی کا مستقیم ہونا مسئلہ من یرد علیہ پر چوتھی قسم میں غیر ممکن ہے۔ مگر ایک صورت میں۔ اور وہ یہ ہے کہ زوجات کے واسطے (یعنی ایک جنس کے واسطے ہو یا زیادہ کے) چوتھائی ہو تو باقی اہل رد میں تین تہائی سے تقسیم ہوگا۔ جیسے زوجہ اور چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں کہ اقل مخرج فرض من لا یرد علیہ کا چار ہیں۔ تو جب زوجہ نے ایک لے لیا تو باقی رہے تین۔ تو وہ اسمیں مستقیم ہیں من یرد علیہ کے مسئلہ پر۔ کیونکہ وہ بھی تین ہیں۔ کیونکہ حق اخیافی بہنوں کا تہائی ہے اور دادیوں کا چھٹا حصہ۔ تو بہنوں کو دو ملے اور دادیوں کو ایک۔ [گویا مجموعہ تین ہوئے] تو اس صورت میں باقی یعنی تین مستقیم ہوگئے مسئلہ من یرد علیہ پر۔ لیکن چونکہ چار دادیوں کو ایک پہنچا ہے۔ وہ ان پر مستقیم نہیں ہے۔ بلکہ درمیان سہام اور رؤس کے تباین ہے۔ تو محفوظ رکھا ہم نے ان کے عدد رؤس کو یعنی چار کو تمامہا۔ اور اسی طرح چھ بہنوں کا حصہ ۲ سہام تھے وہ بھی ان پر مستقیم نہیں بلکہ سہام اور رؤس میں توافق بالنصف ہے تو ہم نے عدد رؤس اخوات کو اس کے نصف کی طرف پھیرا جو تین ہیں۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آیا اعداد رؤس اور رؤس کے درمیان توافق ہے تو توافق نہ پایا بلکہ تباین پایا۔ تو بہنوں کے وفق عدد رؤس کو یعنی ۳ کو دادیوں کے عدد رؤس میں ضرب دیا یعنی چار میں تو حاصل ہوئے ۱۲۔ پھر اس بارہ کو ۴ میں ضرب دیا کہ وہ مخرج فرض من لا یرد علیہ ہے تو حاصل ضرب آیا ۴۸۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ اس طرح کہ بیوی کو ایک سہام ملا تھا۔ اسکو ضرب دیا مضروب یعنی ۱۲ میں تو کچھ تغیر نہ ہوا یعنی ۱۲ ہی حاصل ہوئے۔ وہ بیوی کو ملے۔ پھر دادیوں کو ایک ملا تھا اس کو مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ۱۲ حاصل ہوئے۔ تو ہر ایک دادی کو ۳-۳ پہنچے۔ اخیافی بہنوں کو دو ملے تھے اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو حاصل ۲۴ ہوئے۔ تو ہر ایک کو ۴ پہنچے۔

اگر باقی مخرج فرض من لا یرد علیہ کا مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہ ہو تو اس صورت میں مسئلہ من لا یرد علیہ کو ضرب دو۔ فرض من لا یرد علیہ میں۔ تو حاصل ضرب فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ دونوں کا مخرج ہوگا [یعنی اس حاصل ضرب سے دونوں فریق کے حصے نکل آئیں گے] اگرچہ تقسیم مسئلہ ہر واحد کی مثل مثال مذکور کے نہ ہو۔ مثلاً ۴ بیویاں۔ ۹ بیٹیاں۔ ۶ دادیاں ہوں۔ تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا۔ کیونکہ $\frac{1}{8}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ جمع ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ ردیہ ہے۔ اس واسطے رد کیا ہم نے اس کو طرف اقل مخارج فرض من لا یرد علیہ کے کہ وہ آٹھ ہیں۔ تو جبکہ بیویوں کو $\frac{1}{8}$ دیا یعنی ۱ تو باقی رہے سات اور وہ غیر مستقیم ہیں ۵ پر (یعنی وہ پانچ کہ مسئلہ من یرد علیہ ہے) کیونکہ بیٹیوں اور دادیوں کے دو فرضی حصے دو تہائی اور چھٹا ہیں۔ تو چونکہ ۷ اور ۵ میں مباینت ہے تو ضرب دیا جائیگا۔ جمیع مسئلہ من یرد علیہ کا یعنی ۵ مخرج فرض من لا یرد علیہ میں یعنی ۸ میں۔ تو حاصل ہوئے ۴۰۔ تو یہ دونوں فریقوں کا مخرج ہے۔

اب اگر چاہو کہ معلوم کرو کہ دونوں فریقوں میں سے ہر فریق کا کیا حصہ ہے۔ تو اس کے متعلق مصنف سراجی نے لکھا ہے کہ پھر من لا یرد علیہ کے سہام کو جو اس کے اقل مخرج فرض سے ہے ضرب دو مسئلہ من یرد علیہ میں تو حاصل ضرب من لا یرد علیہ کا حصہ ہوگا مذکورہ حاصل ضرب سے۔ وجہ یہ ہے

پھر کہ ہم نے مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو ضرب دیا اقل مخارج فرض من لا یرد علیہ میں یعنی ۸ میں۔ تو من یرد علیہ کے سہام جو اقل مخرج سے نکلے ہیں ان کو اس مضروب میں جو مسئلہ ہے ضرب دینے سے حاصل ضرب وہی ہوگا۔ جو حاصل ہوا ہے مضروب کو اقل مخرج میں ضرب دینے سے۔ جیسا کہ باب التصحیح میں بیان ہوچکا ہے۔ پھر کل فریق من یرد علیہ کے سہام کو جو ان کو مسئلہ سے ملے ہیں مخرج فرض من لا یرد علیہ میں ضرب دو۔ تو حاصل ضرب حصہ فریق من یرد علیہ کا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ من یرد علیہ کے ہر فریق کا حق بقدر ان کے سہام کے اسی باقی میں سے ہے۔ جو مخرج فرض من لا یرد علیہ سے باقی رہا ہے۔ تو مسئلہ مذکورہ میں بیویوں کو اس مخرج سے ایک ملا ہے تو جب ہم نے ایک کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی ۵ میں ضرب دیا تو حاصل ہوتے ۵۔ تو یہ چاروں بیویوں کا حصہ ہوا چالیس میں سے۔ اور بیٹیوں کو مسئلہ من یرد علیہ سے چار ملے تھے۔ تو جب ہم نے ضرب دیا مابقی مخرج فرض من لا یرد علیہ میں یعنی ۷ میں تو حاصل ہوئے ۲۸۔ تو یہ حصہ ہوا چاروں بیٹیوں کا چالیس میں سے۔ اور دادیوں کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی ۵ میں سے ایک ملا ہے۔ تو جب ہم نے ضرب دیا اس کو ۷ میں تو حاصل ہوتے ۷۔ یہ حصہ دادیوں کا ہوا چالیس میں۔ تو اس عمل سے مستقیم ہوگیا فرض من لا یرد علیہ اور فرض کل فریق من یرد علیہ کا۔ اگرچہ ہر فریق کے علیحدہ وارثوں پر تقسیم غیر مستقیم ہے۔

اگر سہام منکسر ہوں بعض پر تو تصحیح کی جائے مسئلہ کی اصول مذکورہ کے ساتھ جن کا حال باب التصحیح میں گزرا۔ تو جس صورت کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی مثال مذکورہ متن میں چاروں بیویوں کے حصہ چالیس میں سے پانچ سہام ہیں۔ اور ان کے سہام اور رؤس میں مباینت ہے۔ تو ہم نے محفوظ کئے عدد رؤس ان کے۔ اور نو بیٹیوں کے سہام ۴۰ میں سے ۲۸ تھے۔ ان کے سہام اور رؤس میں مباینت ہے۔ تو رہنے دیا ان کے رؤس کو ان کے حال پر۔ اور چھ دادیوں کو ۴۰ میں سے ۷ سہام ملے تھے۔ ان کے بھی رؤس اور سہام میں مباینت ہے۔ تو ان کے بھی رؤس کو یوں ہی رہنے دیا۔ اب تمام فریقوں کے رؤس کو مقابلہ کیا تو ان کے اعداد میں توافق پایا اور دادیوں اور بیویوں کے رؤس میں توافق بالنصف ہے۔ تو دو کو چھ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۲ ہوئے۔ تو اس میں اور بیٹیوں کے ۹ رؤس میں توافق بالثلث ہے تو ۹ کے ثلث یعنی تین کو ۱۲ میں۔ حاصل ضرب ۳۶ آئے۔ پھر ضرب دیا اس حاصل کو ۴۰ میں جو مخرج فرض فریقین ہے۔ حاصل ہوئے ۱۴۴۰۔ اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا۔ ہر فریق کے جملہ ورثہ پر۔ کیونکہ بیویوں کا حصہ ۴۰ میں سے ۵ تھا۔ اس کو ضرب دیا مضروب اصل میں یعنی ۳۶ میں تو حاصل ہوئے ۱۸۰۔ تو ہر بیوی کو ۴۵ ملے۔ ۹ بیٹیوں کو ۴۰ میں سے ۲۸ ملے تھے۔ اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو ۱۰۰۸ حاصل ہوئے۔ تو ہر بیٹی کو ۱۱۲ ملے۔ دادیوں کا حصہ ۴۰ میں سے ۷ ہے اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۲۵۲۔ تو اس طرح ہر دادی کو ۴۲ ملے ——

شریفیہ ۹۲-۹۳-۹۴-۹۵- (اَلْقِسْمُ الرَّابِعُ ...... اِثْنَانِ وَالْاَرْبَعُوْنَ)

۵ مثال ۸ کا حل۔ بیوی۔ بیٹی۔ پوتی۔ دادی۔ وارث ہیں۔ تو بیوی کو آٹھویں حصہ کا ایک ملا۔ تو باقی رہے ۷۔ اور رد کے سہام ۵ ہیں۔ اور وہ پورے تقسیم نہیں ہوسکتے۔ اور نہ دونوں عددوں میں باہم توافق ہے۔ تو جن پر رد کیا جاتا ہے۔ ان کے سہام یعنی ۵ کو اس وارث کے مخرج میں جس پر رد نہیں کیا جاتا ضرب دو۔ یعنی ۸ میں ضرب دو۔ تو حاصل ضرب ۴۰ ہوئے۔ کہ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ فتاوی عالمگیری (باب الرد)

۶ رد کی اور مثالیں۔ دیکھو دفعہ ۹۴۔ مسئلہ ۱۳، ۱۵۔

۹۳۔ تخارج کے مسائل حل کرنیکا قاعدہ (اور مثالیں)

۱۔ تخارج کے مسائل کا حل پرانے طریق پر۔ (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ۔ جملہ ورثا کے حصص سے مسئلہ قائم کرو۔ اور اسکی تصحیح کرو۔ پھر تصحیح سے جو حصہ شخص مصالح کو ملا ہے۔ اسکو علیحدہ کردو اور جو شئے معین اس نے لی ہے اس کو بھی علیحدہ کردو۔ پھر جو ترکہ شخص مصالح کو دیکر باقی رہا ہے اسکو باقی ورثا پر باقی حصوں کی تناسب سے تقسیم کردو۔ (یہی طریقہ قرضخواہان) کے متعلق کیا جاتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۰۲) ✤ شخص مصالح کو تصحیح مسئلہ سے پہلے ہرگز علیحدہ نہ کرو۔ ورنہ عمل غلط رہیگا ✤

مثال ۱۔ میت نے خاوند۔ ماں۔ چچا چھوڑے تو اگر خاوند مہر کے بدلہ اپنے حصہ سے دست بردار ہوجائے۔ اور سب ورثا راضی ہوں۔ تو باقی ورثا میں

ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا ۔ اسیطرح اگر ماں یا چچا کوئی شے معین لیکر دست برداری اختیار کرلیں ۔ تب ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا ۔

نقشہ ۱۳۰

ورثا	خاوند	ماں	چچا		مسئلہ	
سہام	۱/۲	۱/۳	۱/۶			
سب ورثا کے حصص اور مسئلہ	۳	۲	۱	مسئلہ	۶	مسئلہ ۶ ہوا جبکہ سب شامل ہیں
اگر خاوند علیحدہ ہوگیا	۰	۲	۱	مسئلہ تخارج	۳	مسئلہ ۳ ہوا جبکہ خاوند علیحدہ ہوگیا
اگر چچا علیحدہ ہوگیا	۳	۲	۰	مسئلہ تخارج	۵	مسئلہ ۵ ہوا جبکہ چچا علیحدہ ہوگیا
اگر ماں علیحدہ ہوگئی	۳	۰	۱	مسئلہ تخارج	۴	مسئلہ ۴ ہوا جبکہ ماں علیحدہ ہوگئی

صورت اول میں ۲ ماں کو اور ۱ چچا کو ملیگا ۔ صورت دوم میں ۳ خاوند کو اور ۲ ماں کو ملیگا ۔ اور صورت سوم میں ۳ خاوند کو اور ایک چچا کو ملیگا ۔

۳۔ تخارج کے مسائل کا حل نئے طریق پر (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ ۱ ۔ پہلے جملہ ورثا کے حصے قائم کرلو ۔ پھر شخص مصالح کا حصہ نکال دو ۔ اور ترکہ میں سے وہ چیز جس پر صلح کی گئی ہے علیحدہ کردو ۔ اور بقایا کو باقی ورثا کے درمیان ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم کردو ۔

مثال :۔ وہی گزشتہ ۔

جملہ ورثا کے حصے قائم کرلئے تو ۱/۲ و ۱/۳ و ۱/۶ ہوئے ۔ خاوند کا حصہ ۱/۲ نکال دیا اور ترکہ میں سے مہر علیحدہ کردیا تو جو ترکہ باقی رہا اس کو ۱/۳ : ۱/۶ کے تناسب سے تقسیم کیا ۔ تو اربعہ اس طرح ہوئے ۔

۱/۲ : ۱ : ۱/۳ (یعنی ۱/۲ میں سے ماں کو ۱/۳ ملتے ہیں تو ۱ یعنی باقی ماندہ ترکہ میں سے کیا ملے گا) معلوم ہوا کہ ۲/۳ ملے گا ۔ اسی طرح

۱/۲ : ۱ : ۱/۶ (یعنی ۱/۲ 〃 چچا کو ۱/۶ 〃 〃 〃 〃 〃) ۱/۳ ملے گا ۔

لہذا خاوند نے جب اپنے حصہ کے بدلے مہر نہ دینا قبول کرلیا اور ورثا رضامند ہوگئے تو ماں کو باقی ترکہ میں سے ۲/۳ اور چچا کو ۱/۳ ملے گا ۔ یا یوں سمجھو کہ ماں کو ۲ تو چچا کو ۱ ملے گا ۔

اگر چچا یا ماں کوئی باغ یا مکان یا کوئی اور چیز لے کر برضامندی دیگر ورثا علیحدہ ہوجائیں تو ان کا حصہ بھی اسی طرح علیحدہ کیا جائے گا اور اسی طرح عمل ہوگا ۔

مسئلہ **۱** حصص کی تقسیم کا قاعدہ ۔ اگر کوئی وارث دیگر ورثا کی رضامندی سے ترکہ میں سے کوئی خاص چیز لے کر باقی ترکہ میں سے حصہ لینے سے دست بردار ہوجائے ۔ تو اس وارث کے سہام کو ترکہ میں سے علیحدہ کردینا چاہئے یعنی پہلے مسئلہ کی تصحیح بوجود گی شخص مصالح و دیگر ورثا کے کرنی چاہئے ۔ پھر اس کے سہام کو تصحیح سے خارج کردینا چاہئے ۔ پھر باقی ماندہ ترکہ کو جو شخص مصالح کے لینے کے بعد بچا ہے ۔ باقی ورثا کے سہام پر تقسیم کردینا چاہئے ۔ شریفیہ ۸۷ (من مصالح . . . . من التصحیح)

اگر ورثا یا قرضداروں میں سے کوئی شخص کسی خاص چیز کو ترکہ میں سے لے کر [اپنے حصہ کے بدلے] راضی ہوجائے تو اس کا حصہ تصحیح مسئلہ سے علیحدہ کردینا چاہئے گویا کہ اس نے اپنا حصہ کما حقہ وصول پالیا ۔ پھر بقایا حصے یا قرضے ان باقی ماندہ تناسب پر تقسیم ہوں گے ۔ درمختار ۶۷۹ ۔ ۵

۲ صورت مسئلہ اور حل ۔ (صورت مسئلہ یہ ہے) میت نے خاوند اور ماں اور چچا چھوڑا ۔ تو مسئلہ خاوند ۶ سے ہوگا اور یہ حصے وارثوں میں تقسیم ہیں لنصف ۔ یعنی تین خاوند کو ملیں گے ۔ اور دو حصے ماں کو اور باقی یعنی ایک حصہ چچا کو ملے گا ۔ پھر خاوند نے صلح کرلی اپنے حصہ کے متعلق ورثہ

سے کہ اس کا حصہ نصف تھا اس کے بدلے کہ جو اس کے ذمہ مہر بیوی کا واجب الادا ہے اور اس طرح وہ ورثا کے درمیان سے نکل گیا۔ تو اب تقسیم کیا جائے گا باقی ترکہ کہ وہ سوائے مہر کے ہے درمیان ماں اور چچا کے تین تہائی کے حساب سے یہ تناسب ان کے حصص کے جو ان کو تصحیح سے ملا ہے۔ اس وقت باقی میں سے دو حصے ماں کو اور ایک حصہ چچا کو ملے گا۔ جیسا کہ ان دونوں کے حصوں کا حال تھا تصحیح کے وقت۔ اگر فرض کیا جائے کہ چچا نے متروکہ میں سے کسی شے معین پر صلح کر لی اور نکل گیا وارثوں میں سے تب بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا یعنی جب کہ چچا کا حصہ اس میں سے گرا دیا تو باقی رہے پانچ۔ تین واسطے خاوند کے اور دو واسطے ماں کے۔ پس باقی مال تقسیم کیا جائے گا پانچ حصہ ہو کر۔ درمیان خاوند اور ماں کے تین پانچواں واسطے خاوند کے اور دو پانچواں واسطے ماں کے۔ اور اگر ماں ترکہ میں سے کسی شے معین پر صلح کر کے نکل گئی وارثوں میں سے تو بھی مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ پس جبکہ اس میں سے دو حصے ماں کے گرا دیئے جائیں، تو چار باقی رہیں گے پس تقسیم کیا جائے گا باقی ترکہ چار حصے ہو کر تین اس میں سے واسطے خاوند کے اور ایک واسطے چچا کے ——

شریفیہ ۸۷۔ (الزوج وعم .... من التصحیح) (ولو فرض .... واحد للعم)

۱۳ شخص مصالح کو تصحیح مسئلہ سے پہلے علیحدہ نہ کرنا چاہئے۔ اب اگر یہ کہو کہ بعد اس کے کہ خاوند نے مصالحت کر لی اور مہر لینا قبول کر لیا اور سب شرکا سے علیحدہ ہو گیا۔ خاوند کو مثل معدوم کے کیوں خیال نہ کیا اور تصحیح مسئلہ میں خاوند کو داخل کرنے کا کیا فائدہ۔ باوجودیکہ وہ تقسیم میں سے کچھ بھی نہیں لیگا سوائے اس کے کہ جو کچھ (یعنی شے معین) وہ لے چکا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صورت مذکورہ میں خاوند کو ہم "کان لم یکن" قرار دیں۔ اور ترکہ میں مہر شامل نہ کریں۔ تو ماں کا حصہ کل مال کی تہائی سے بدل کر باقی مال کی تہائی رہ جائے گا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں باقی ترکہ ماں اور چچا میں تقسیم کیا جائے گا تین تہائی کے حساب سے۔ تو ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو چچا کو۔ خلاف اجماع ہے۔ کیونکہ ماں کا حصہ کل مال کی تہائی ہے۔ اور جبکہ خاوند کو اصل مسئلہ میں داخل کیا تو چھ میں سے دو حصے ماں کو ملیں گے اور ایک حصہ چچا کو۔ تو باقی بھی ان ہی دونوں میں اسی طرح تقسیم ہوگا۔ تو اس صورت میں ماں اپنا حق میراث میں سے پورا لے سکیگی —— شریفیہ ۸۷ (فان قلت .... من المیراث) سلہ

۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ خاوند کو پہلے ہی سے "کان لم یکن" قرار دے لیں۔ کیونکہ اس طرح ماں کا حصہ اصلی ترکہ کی تہائی سے باقی ترکہ کی تہائی ہو جائے گا۔ تو اس طرح ماں کو ایک حصہ ملے گا۔ اور چچا کو دو حصے۔ اور یہ عمل خلاف اجماع ہے —— درمختار ۸۷۹۔ ولا یجوز .... خلاف الاجماع)

۹۴۔ خنثیٰ کے مسائل حل کرنے کا قاعدہ (اور مثالیں)

۱۔ خنثیٰ کے مسائل حل کرنے کا پرانا طریق۔ (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ: خنثیٰ کو مذکر و مؤنث مان کر دو مسئلہ قایم کرو پھر دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کر کے دیکھو کہ خنثیٰ کو کیا ملتا ہے جس مسئلہ سے اسکو کم ملے یا کچھ نہ ملے وہی مسئلہ قایم رہیگا۔ و فتوی اسی پر ہے

مثال ۱: میت نے خاوند۔ ماں۔ بہن اخیافی۔ خنثیٰ علاتی چھوڑے۔ تقسیم کس طرح ہو گی؟ اس مثال میں خنثیٰ کو مذکر ماننا اور حصہ کم ملا۔

نقشہ ۱۳۱

	خاوند	ماں	بہن (اخیافی)	خنثیٰ (علاتی)	.... ورثا	
خنثیٰ کو مذکر یعنی علاتی بھائی مانکر	۱/۲	۱/۶	۱/۶	۱/۶	.... سہام	
	۳	۱	۱	۱	.... مسئلہ ۶	(یہ تقسیم صحیح رہیگی)
خنثیٰ کو مؤنث یعنی علاتی بہن مانکر	۱/۲	۱/۶	۱/۶	۱/۲	.... سہام	خنثیٰ کو پہلے ۲۴ میں سے ۴ اور دوسرے میں ۹ ملیں گے۔ لہٰذا پہلے مسئلہ کے موافق تقسیم ہو گی کہ اس کو کم ملے۔
	۳	۱	۱	۳	.... مسئلہ عولیہ ۸	
دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کرنے سے معلوم ہوا کہ کس مسئلہ میں کم ملتا ہے	۱۲	۴	۴	۴	.... مذکر کی صورت میں ۲۴	
	۹	۳	۳	۹	.... مؤنث کی صورت میں ۲۴	

مثال ۲- میت نے خاوند- بہن حقیقی اور خنثیٰ علاتی چھوڑے — تقسیم کس طرح ہوگی؟ اس مثال میں خنثیٰ کو مذکر ماننا اور کچھ نہ ملا-

نقشہ ۱۳۲

		خاوند	بہن	خنثیٰ	ورثا
خنثیٰ کو مذکر یعنی علاتی بھائی مانکر	سہام	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	۰	(یہ تقسیم صحیح رہیگی)
	مسئلہ ۲	۱	۱	۰	
خنثیٰ کو مونث یعنی علاتی بہن مانکر	سہام	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	
	مسئلہ عولیہ ۷	۳	۱	۳	

یہاں دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کرکے مطابق کرنے کی ضرورت نہیں- مذکر ہونے کی صورت میں خنثیٰ کو کچھ نہیں ملیگا - اور وہی تقسیم صحیح رہیگی +

۲- خنثیٰ کے مسائل کا حل عامر الشعبی وابن عباس کے طریق پر-

قاعدہ:- مسئلہ ذکورت وانوثت سے جو کچھ ملے اس کے مجموعہ کا نصف خنثیٰ کا حصہ ہے- چنانچہ پہلے مثال میں اس کو ۲۴ میں سے ۶ ملیں گے اور دوسری مثال میں ۱۴ میں سے ۳ ملیں گے +

۳- خنثیٰ کے مسائل کا حل حضرت امام شافعی کے طریق پر-

قاعدہ:- علماء شافعی کے نزدیک ان مسائل کا حل بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح مفقود یا حمل کے مسائل کا حل ہوتا ہے- دیکھو دفعہ ۹۵ و دفعہ ۹۶ کم سے کم حصہ جو اس کو مرد یا عورت ماننے پر ملتا ہے وہ دیا جائیگا- یا اگر کچھ نہیں ملتا ہے تو نہیں ملیگا اور باقی اس وقت دیا جائیگا جب اس کی نسبت صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ مرد ہے یا عورت +

۴- خنثیٰ کے مسائل کا حل نئے طریق پر- (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ- خنثیٰ کو مذکر و مونث مان کر دونوں طریق پر سہام قائم کرو پھر جملہ سہام کو ہم مخرج کرکے دیکھو کہ کس تقسیم سے خنثیٰ کو کم ملتا ہے یا کچھ نہیں ملتا بس وہی تقسیم صحیح رہیگی +

پہلی مثال کسرات میں-

نقشہ ۱۳۳

	خاوند	ماں	بہن	خنثیٰ	ورثا
خنثیٰ کو مذکر مانکر سہام یہ ہیں	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	(یہ تقسیم صحیح رہیگی-)
خنثیٰ کو مونث مانکر سہام یہ ہیں	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	
جملہ سہام کو ہم مخرج کیا	$\frac{3}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	چونکہ $\frac{1}{6}$ کم ہے $\frac{3}{6}$ سے لہٰذا مسئلہ اوّل کے بموجب تقسیم ہوگی
	$\frac{3}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{3}{6}$	

دوسری مثال کسرات میں-

نقشہ ۱۳۴

	خاوند	بہن	خنثیٰ	ورثا
خنثیٰ کو مذکر مانکر سہام یہ ہیں	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	۰	(یہ تقسیم صحیح رہیگی)
خنثیٰ کو مونث مانکر	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$	

یہاں دونوں قسم کی تقسیم کو ہم مخرج کرکے مطابق کرنے کی ضرورت ہی نہیں- کیونکہ پہلے مسئلہ سے خنثیٰ کو کچھ نہیں ملتا ہے- تو وہی مسئلہ قائم رہیگا +

۱ خنثی کا حصہ علماء حنفیہ کے نزدیک۔ خنثی مشکل کے ورثہ کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ اسی واسطے مصنف نے ایک علیحدہ فصل میں اس کے حال کا ذکر کیا اور کہا کہ خنثی مشکل کے واسطے دو حصوں میں سے جونسا کم ہو وہ ہے (یعنی حصہ مذکر کا یا مونث کا) یعنی دونوں صورتوں میں جس میں کم ملتا ہو وہ ہے نزد امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے اور نزدیک امام محمد وامام ابویوسف کے (بموجب ان کے پہلے قول کے) اور یہی قول ہے عامہ صحابہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے ہمارے نزدیک (یعنی نزدیک علماء حنفیہ کے ——— شریفیہ ۱۴۰-۱۴۱ (واختلف العلماء........ عندنا)

۲ مثال اور ۲ کا حل تشریح۔ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ مصنف نے کیوں نہ کہا کہ خنثی مشکل کو عورت کا حصہ ملیگا کیونکہ وہی کم ہوتا ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ بعض دفعہ عورت کا حصہ مرد کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔ جیسے اولاد الام میں۔ اور کبھی زیادہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اگر چھوڑا میت نے خاوند اور ماں اور بہن اخیانی اور خنثی علاتی تو مسئلہ ۶ سے ہے اور اسی سے تقسیم صحیح ہوگی۔ جبکہ قرار دیا جائے گا خنثی مذکر۔ تو خاوند کو نصف یعنی تین ملیں گے۔ اور ماں کو چھٹا حصہ یعنی ایک اور بہن اخیانی کو باقی چھٹا حصہ یعنی ۱ اور خنثی کو (کہ بھائی علاتی ہے) چھٹا حصہ یعنی ایک ملیگا بطور عصوبت۔ اور اگر خنثی کو مونث مانیں تو وہ علاتی بہن ہو جائے گی۔ تو اس صورت میں مسئلہ عول کرے گا ۸ کی طرف۔ تین خاوند کو ایک ماں کو اور ایک اخیانی بہن کو اور تین خنثی کو ملینگے (کیونکہ اس کا حصہ نصف تھا) تو یہ ظاہر ہے کہ ۸ میں سے ۳ ملنا زیادہ ہے بمقابلہ ۶ میں سے ایک۔ پھر اگر یہ سوال اٹھے کہ کمتر حصہ کی تشریح یہ کیوں کی ہے کہ دو صورتوں میں سے جو سب سے خراب ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کمتر حصہ کے ساتھ دو صورتوں میں سے خراب ذکر نہ کرتا تو تقسیم میں اس موقع پر یہ شبہ ہوتا کہ جبکہ خنثی وارث ہوتا یا جبکہ وہ محروم ہوتا۔ مثلاً جبکہ چھوڑا میت نے خاوند۔ سگی بہن۔ خنثی علاتی۔ تو جبکہ خنثی کو مونث قرار دو تو اس کو ۷ میں سے [کہ چھ سے عول ہوا ہے] ایک حصہ ملے گا۔ اور اگر قرار دیا جائے خنثی مذکر تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔ تو جبکہ کمتر حصہ کے ساتھ دو میں سے خراب صورت کا بھی ذکر کر دیا تو یہ مذکورہ صورت بھی اس میں ہی آگئی۔ کہ بصورت خنثی کو مذکر ماننے کے خنثی محروم الارث ہوگا۔ اسی طرح جبکہ چھوڑا میت نے بیٹا۔ بیٹی۔ خنثی۔ تو اس صورت میں خنثی کو ایک لڑکی کا حصہ ملے گا۔ کیونکہ یہ حصہ تو اس کو ملنا یقینی ہے۔ ہر دو صورت میں ذکورت والنوثت میں۔ اور اس پر اور زیادہ دیا جانا مشکوک ہے۔ تو شک کی حالت میں زیادہ نہیں دیا جائے گا۔ شریفیہ ۱۴۱ (فان قیل... بمجرد الشک)

۳ خنثی کا حصہ عامر الشعبی و ابن عباس کے نزدیک۔ نزدیک عامر الشعبی کے (کہ وہ قول ابن عباس کا ہے) خنثی کے واسطے دونوں طریق کے حصوں کا نصف ہے تنازع کے دور کرنے کے واسطے۔ امام محمد نے کتاب الفرائض الخنثیٰ کو اس روایت شعبی کے ساتھ آغاز کیا۔ وہ یہ کہ حضرت شعبی سے سوال کیا گیا ایسے بچہ کی میراث کے متعلق جس کے آلہ مردی و زنی دونوں نہ ہوں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ اس کے واسطے نصف حصہ مرد کا ہے اور نصف حصہ عورت کا ہے بوجہ دور کرنے جھگڑے کے اس کے اور دیگر ورثا کے درمیان۔ کیونکہ وہ تو کہتا ہے میں مرد ہوں اور مجھ کو مرد کا حصہ دو۔ اور دیگر ورثا کہتے ہیں کہ تو عورت ہے اور تیرے واسطے عورتوں کا حصہ ہے تو دونوں حالتوں کو مد نظر رکھ کر اس کو دونوں حالتوں کا نصف دیا جائے گا۔ کیونکہ کسی ایک حالت کو ترجیح دینا ممکن نہیں ہے۔ تو ضرور ہوا کہ حتی الامکان دونوں پر عمل کیا جائے۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے جیسا ذکر ہوا۔ یہ اعتراض ہے کہ اس طرح دونوں حالتوں کو مد نظر رکھ کر عمل کرنے سے دو متضاد صفتوں کو ایک جگہ جمع کرنا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا لہذا واجب ہوا کہ چھوٹے سے چھوٹے حصہ کو شمار میں لیں جیسا کہ اس کا علم ہے شریفیہ ۱۴۱-۱۴۲۔ (وعند عامر الشعبی.... لما قدرناہ)

۴ شعبی کے خیال کی تشریح (نزد امام محمد و امام ابویوسف) شعبی کے خیال کے متعلق امام ابویوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔ مثال مذکور کا حل ابویوسف نے اس طرح کیا ہے کہ بیٹے کو ایک سہم۔ بیٹی کو نصف سہم۔ خنثی کو ¾ سہم۔ کیونکہ خنثی ایک سہم کا تو مستحق ہے مذکر ہونے کی صورت میں اگر وہ مرد نکلے۔ اور نصف سہم کا مستحق ہے مونث ہونے کی صورت میں اگر عورت نکلے۔ اور یہ استحقاق خنثی کا ایک سہام کے واسطے ایک طریق پر اور نصف سہم کا دوسرے طریق پر یقینی ہے۔ اور دونوں طریقوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ لہذا اس کو ان دونوں طریق کے سہام کا نصف ملنا چاہئے۔ کیونکہ حتی الامکان دونوں طریق پر عمل کیا گیا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ تو گویا خنثی کو ملیگا نصف سہم اور نصف کا نصف سہم یعنی چوتھائی۔ یا دوسرے طریق پر بیان کرنا چاہو تو یوں کہو کہ خنثی نصف سہم تو یقینی لے گا کیونکہ وہ تو اس کے واسطے ثابت ہو چکا ہے دونوں طریق پر اس کو مذکر ٹھہرانے اور مونث ٹھہرانے پر۔ اور ساتھ ہی ¼ بھی لے گا جو اس کے اور ورثا کے درمیان متنازع فیہ ہے تاکہ منازعت رفع ہو جائے۔ کیونکہ خنثی کے اپنے خیال میں تو وہ نصف اس کو ملنا ہی چاہئے اور دیگر ورثا کے خیال میں نہ ملنا چاہئے۔ تو اس طرح خنثی کے واسطے ¾ سہم ہوتے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ابویوسف اعتبار کرتے ہیں عول وسہام دونوں کا (یعنی عدد صحیح وکسر ساتھ مل جانے کا)

تو مسئلہ مذکورہ کا دونوں طریق پر مجموعہ دو سہم اور چوتھائی سہم ہے۔ اور جب ہم دونوں کو لائیں گے (تو چوتھائی کے مخرج میں ضرب دیں گے اور اسی کسر کو اس میں جمع کریں گے) تو یہ $\frac{9}{4}$ ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مسئلہ ۹ سے صحیح ہوگا۔ تو بیٹے کو ۴۔ بیٹی کو دو اور خنثیٰ کو تین ملیں گے جو کہ اس مجموعہ کا نصف ہے جو اس کو بیٹا اور بیٹی دونوں حالتوں میں ملتے۔

اگر خنثیٰ اکیلا ہی حقدار ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہے جبکہ وہ مذکر ہو اور نصف مال کا مستحق ہے جبکہ وہ مونث ہو۔ تو اس کو اس طرح دونوں کا نصف ملیگا یعنی $\frac{3}{4}$۔ یوں سمجھو کہ مذکر ہونے کی صورت میں کل مال کا مستحق ہوگا۔ مونث ہونے کی صورت میں نصف مال کا۔ تو دونوں کی مجموعہ دو مال اور چوتھائی مال ہوا بقاعدہ عول اور مضاربت کے۔ اور مسئلہ صحیح ہوگا ۹ سے۔ چونکہ چوتھائی کی کسر واقع ہوئی ہے تو سہم اور چوتھائی سہم کو مخرج کسر یا ضرب دو یعنی ۴ میں تو ۹ ہوتے اور اسی سے مسئلہ صحیح ہوا۔ یا ہم اس مسئلہ کی تقسیم دوسرے الفاظ میں ظاہر کریں کہ نتیجہ اس کا بھی وہی ہے۔ یعنی یہ کہ بیٹے کو دو سہم اور بیٹی کو ایک سہم۔ اور خنثیٰ کو دونوں حصوں کا نصف یعنی ایک سہم اور نصف سہم تو مجموعہ ساڑھے چار سہم ہوئے۔ اب ہم بسط کریں گے سہام کو کسر کی طرف کہ وہ نصف ہے یعنی ضرب دیں گے ہم ان چار سہام کو ان کے مخرج میں اور اس پر یہ کسر بڑھا دیں گے تو حاصل ہوئے تو نصف تو ہم نے ان کو صحیح عدد شمار کیا [تو نو ہی مسئلہ ہوا]

امام محمد نے قول شعبی کی تشریح مثال مذکور میں اس طرح کی ہے کہ خنثیٰ کو اگر مذکر مانیں تو وہ پانچواں ملیگا۔ کیونکہ اس صورت میں میت کی اولاد دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تو مسئلہ پانچ سے ہوگا جس میں سے دو سہم تو بیٹے کو ملیں گے اور دو سہم خنثیٰ کو مذکر ماننے کی وجہ سے ملیں گے۔ اور ایک سہم بیٹی کو ملے گا۔ تو اس طریق پر تو مال کے دو خمس حصے کئے گئے۔ اور خنثیٰ کو مونث ماننے کی وجہ سے مال کا چوتھائی ملے گا۔ اس واسطے کہ میت کی اولاد اس صورت میں ایک بیٹا اور دو بیٹی ہیں۔ تو مسئلہ ۴ سے ہوا۔ اور دو سہم بیٹے کو اور بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملا۔ اور خنثیٰ کو بوجہ مونث ہونیکے مال کا چوتھائی ملا۔ تو خنثیٰ کو ان دونوں حصوں کا نصف ملے گا تو وہ خمس کا نصف ہے اور ثمن کا نصف ہے دونوں حالوں کے اعتبار سے [یعنی تذکیر و تانیث کے اعتبار سے] کیونکہ پانچواں حصہ تو دو پانچویں کا نصف ہے۔ اور آٹھواں حصہ چوتھائی کا نصف ہے۔ تو ان دونوں کا مجموعہ ان دونوں حصوں کا نصف ہے جو ثابت ہوئے ہیں۔ ذکورۃ اور انوثت کے لحاظ سے۔

اب باعتبار تصریح امام محمد کے مسئلہ مذکور ۴۰ سے صحیح ہوگا۔ اور وہ عدد اس طرح جمع کئے گئے ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک مسئلہ کو کہ چار سہم ہے (اور وہ مسئلہ انوثت ہے) ضرب دیا دوسرے مسئلہ میں کہ وہ پانچ ہے (اور وہ مسئلہ ذکورت ہے) تو چوبیس حاصل ہوئے۔ اس کو حالت تذکیر و تانیث میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۴۰۔ تو اب اختصار کے طور پر کہا جائے تو یوں ہو سکتا ہے کہ جب کہ خنثیٰ کو پانچواں اور آٹھواں ملا تو ہم نے ایسا عدد معلوم کیا کہ جس سے یہ دونوں کسر میں صحیح ہو جائیں تو ایک کے مخرج کو دوسرے کے مخرج میں ضرب دیا تو ۴۰ ہوئے۔

۸ علمائے شافعی کی تقسیم مع مثال۔ یاد رہے کہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ خنثیٰ مشکل کو اور اس کے ساتھ کے ورثا کو کم سے کم حصہ [جو ان کو مل سکتا ہے] دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ خنثیٰ کا اصلی حال کھل جائے [کہ مرد ہے یا عورت۔ تو پھر اس کے موافق عمل ہوگا] جیسا کہ مفقود اور حمل کے مسائل ہیں۔ [کم سے کم حصہ دیا جاتا ہے] مثلاً جبکہ چھوڑا میت نے بھائی حقیقی اور بچہ خنثیٰ۔ تو ایسی حالت میں حقیقی بھائی کو کچھ نہیں ملیگا اس شبہ کے خیال سے کہ شاید خنثیٰ مذکر نکلے تو وہ حقیقی بھائی کو محجوب کریگا تو خنثیٰ کو نصف ترکہ ملیگا۔ کیونکہ یہ کم سے کم ترکہ ہے کہ اس کو مونث ہونے کی صورت میں ملے گا۔ باقی نصف ترکہ جمع رہے گا۔ یہاں تک کہ خنثیٰ کی مردی یا زنی ثابت ہو جائے۔ اگر میت نے حقیقی بھائی اور دو بچے خنثیٰ چھوڑے۔ تو ہر ایک خنثیٰ کو تہائی ملے گا۔ اس خیال سے کہ شاید ایک خنثیٰ مونث نکلے اور دوسرا مذکر۔ اور باقی تہائی جمع رہے گا جبتک کہ مردی یا زنی کا صاف حال نہ معلوم ہو جائے۔ یا [بڑے ہو کر] ان دونوں میں ورثہ کے متعلق مصالحت ہو جائے۔

اسی طرح خنثیٰ کے اور مسائل کا اندازہ لگالو ــــــــ شریفیہ ۲۴۳ (واعلم ان . . . . . علی ذالک)

۹ خنثیٰ کے ورثہ کی پیچیدہ صورتیں۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹا خنثیٰ چھوڑا اور ایک عصبہ پھر خنثیٰ مذکور قبل اسکے کہ اس کا حال ظاہر ہو کہ عورت ہے یا مرد تھا۔ مر گیا۔ تو ایسی صورت میں خنثیٰ کا حصہ بقول امام اعظم ایک بیٹی کا حصہ لگایا جائے گا۔ گویا اس کو نصف مال ملیگا اور باقی مال عصبہ کو دیا جائیگا۔ اور یہی امام ابویوسف کا پہلا قول ہے۔ اور اگر اس بیٹے خنثیٰ اور عصبہ کے علاوہ میت کا لڑکا بھی ہو۔ تو بنا بر قول امام اعظم و امام محمد مال ترکہ کو خنثیٰ اور بیٹے میں بیٹیا کا حصہ

مرد کو عورت سے دگنے کے تقسیم ہوگا۔ اب رہی یہ بات کہ اگر خنثیٰ زندہ رہا اور ابھی اس کا حال ظاہر ہی نہیں ہوسکا کہ مرد ہے یا عورت تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تہائی مال خنثیٰ کو دیا جائے گا اور نصف مال بیٹے کو اور چھٹا حصہ روک رکھا جائے گا۔ جیسا کہ حمل و مفقود کی صورتیں ہوتی ہے کہ ان دونوں کا حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے جبتک کہ ان کا حال صحیح طور پر ظاہر ہو۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ چوتھائی بھی بیٹے ہی کو دیا جائے گا۔ تو جس حالت میں کہ اس طرح بیٹے کو دو تہائی مال دیا گیا تو کیا بیٹے سے کوئی کفیل لیا جائے گا۔ تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اس میں وہی اختلاف معروف ہے کہ اگر قاضی نے وارث معروف کو مال دیا تو نزد امام اعظم اس سے کوئی کفیل نہیں لیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک احتیاطاً کفیل لیا جائے گا۔ پھر اگر خلاف امر ظاہر ہوا یعنی خنثیٰ مرد نکلا تو وہ چھٹا حصہ اپنے بھائی سے واپس لے لیگا۔ اور اگر مونث ہی ظاہر ہوا تو جو کچھ بیٹے نے لے لیا ہے۔ وہ اسی کے پاس رہیگا ـــــ فتاوے عالمگیری۔

۷ خنثیٰ کو لڑکی ماننے سے زیادہ لڑکا ماننے سے کم ملیگا۔ مسئلہ ا۔ **۸** خنثیٰ اکیلا وارث قرار پائے تو اس کو کیا ملے گا۔ مسئلہ ۲۔

۹ خنثیٰ کی مثالیں فتاوی عالمگیری سے ـ دیکھو صفحہ ۳۳۸

۹۵ـ حمل کے مسائل حل کرنے کا قاعدہ (اور مثالیں)

ا۔ حمل کے مسائل حل کرنے کا پرانا طریق ـ (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ۔ اگر بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے ترکہ تقسیم کرنا ہو تو پہلے حمل کو لڑکا مان کر مسئلہ قائم کرو۔ اور پھر لڑکی مان کر۔ پھر بقاعدہ تصحیح ان دونوں مسئلوں کی ملاکر تصحیح کرو۔ اب اس تصحیح شدہ مسئلہ میں سے جو حصہ حمل کو زیادہ سے زیادہ ملتا ہے وہ بچا رکھو اور دیگر ورثا کو ان کے کم سے کم حصے دیدو اور بقایا جمع رکھو جس کا فیصلہ بچہ کی پیدائش پر کیا جائے گا ـ کہ اگر ایک لڑکا یا ایک لڑکی یا جڑوان بچے پیدا ہوے تو جو کچھ انکو ملنا چاہئے اس حساب سے رکے ہوئے حصے یا تو واپس کئے جائینگے یا حسابا ہیں لگائے جائینگے۔ یا اگر مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تو مسئلہ اُن ہی ورثہ سے جو موجود تھے قائم کرکے حصص کی تصحیح کیجائیگی۔

مثال۔ میت نے بیٹی، ماں، باپ، بیوی حاملہ چھوڑی۔ بچہ کی پیدائش سے پہلے اگر ترکہ تقسیم کریں تو ورثا کو کیا کیا ملنا چاہئے۔

نقشہ ۱۳۵

	ماں	باپ	بیوی	بیٹی، بیوی کا حمل	ورثا
حمل کو لڑکا مان کر	۱/۶	۱/۶	۱/۸	۱۳/۲۴	حصص
	۴	۴	۳	۱۳	مسئلہ ۲۴
حمل کو لڑکی مان کر	۱/۶	۱/۶	۱/۸	۲/۳	حصص
	۴	۴	۳	۱۶	مسئلہ ۲۷
دونوں مسئلوں کی تصحیح کرکے	۳۶	۳۶	۲۷	۱۱۷	جبکہ حمل لڑکا ہے } مسئلہ ۲۱۶
	۳۲	۳۲	۲۴	۱۲۸	جبکہ حمل لڑکی ہے } مسئلہ ۲۱۶
	۴	۴	۳	۱۱	

۴ و ۴ و ۳ و ۱۱ ـ ورثا کے یہ حصے بقایا رہینگے ـ بیٹی کو ۱۳ سہام ملینگے کیونکہ ۱۰۴ سہام جو چار لڑکوں کے ہیں اسکے حصے میں سے بچا رکھینگے (نزد امام ابوحنیفہ)

۲۔ حمل کے مسائل حل کرنے کا نیا طریق ـ (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ ـ حمل کو لڑکا اور لڑکی مان کر دونوں طریق پر مسئلہ قائم کرو۔ پھر دونوں مسئلوں کا ہم مخرج کرلو۔ جو مخرج نکلیگا وہی مسئلہ ہے۔ اور مختلف کسر کے شمار کنندے ورثہ کے حصے ہیں۔ پھر وہی عمل کرو جو قاعدہ گذشتہ میں ہمنے لکھا ہے۔

وہی مثال کسرات میں۔

نقشہ ۱۳۶

ورثا	ماں	باپ	بیوی	بیٹی	بیوی کا حمل	
حمل کو لڑکا مان کر =	۱/۶	۱/۶	۱/۸	۱۳/۲۴		...... حصص
حمل کو لڑکی مان کر =	۱/۶	۱/۶	۱/۸	۲/۳		...... حصص
دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کر کے	۳۶/۲۱۶	۳۶/۲۱۶	۲۷/۲۱۶	۱۱۷/۲۱۶		
	۳۲/۲۱۶	۳۲/۲۱۶	۲۴/۲۱۶	۱۲۸/۲۱۶		
	۴	۴	۳	۱۱		

گویا ۲۱۶ میں سے ۴ و ۴ و ۳ و ۱۱ سہام بچا رکھے جائینگے۔ اور ۳۲ و ۳۲ و ۲۴ ماں۔ باپ۔ بیوی کو دیدیئے جائینگے ؛ بیٹی کو صرف ۱۳ سہام ملینگے۔ کیونکہ اسکے حصہ میں سے ۱۰۴ سہام تو چار لڑکوں کا حصہ ہے بچا رکھینگے۔ (نزد امام ابوحنیفہ)

دو اور مثالیں سندات میں ملینگی ؛

سندات ۱ حمل کے مسئلے حل کرنے کا قاعدہ۔ مسئلہ حمل کی تصحیح کا یہ قاعدہ ہے کہ اول تو دونوں حالتوں کے مسئلہ کی تصحیح کرو یعنی اس حالت کی بھی کہ جب حمل لڑکا مانا ہے۔ اور اس حالت کی بھی جبکہ حمل لڑکی مانا ہے۔ پھر دونوں قسم کے مسئلوں پر غور کرو۔ کہ اگر ان دونوں مسئلوں کے عددوں میں کسی عدد سے توافق ہو۔ تو ایک کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے عدد میں ضرب دو۔ اور اگر ان دونوں مسئلوں کے عددوں میں نسبت تباین ہو تو ان دونوں مسئلوں کے پورے عدد کو ایک دوسرے میں ضرب دیدو۔ تو حاصل ضرب تصحیح مسئلہ ہوگی۔ پھر تباین کی صورت میں تو ہر وارث کے حصہ کو جو اس کو مسئلہ ذکورت سے ملا ہے [یعنی جبکہ حمل مذکر فرض کیا گیا تھا] مسئلہ انوثت کے کل عدد میں۔ اور توافق کی صورت میں وفق میں ضرب دو [مسئلہ انوثت کے کل عدد میں] اور اسی طرح ہر وارث کے حصہ کو جو اس کو مسئلہ انوثت سے ملا ہے [یعنی جبکہ حمل مونث فرض کیا گیا تھا] مسئلہ ذکورت کے کل عدد میں۔ اور توافق کی صورت میں وفق میں ضرب دو [نہ مسئلہ ذکورت کے کل عدد میں] جیسا کہ میراث خنثی کے متعلق ہم نے کیا تھا۔ اب ان دونوں حاصل ضرب سے جو کچھ ورثا کو ملا ہے مطابق کرو۔ تو جو نسا حصہ اس وارث کے واسطے کم ہو وہ اس کو دیدو۔ کیونکہ اس وارث کا استحقاق کم ہے کم حصے کے واسطے جو اس کو مل رہا ہے بالتحقیق ہے اور ان دونوں حاصل ضربوں کا فرق جو کچھ بچتا ہے۔ تو وہ اس وارث کے حصہ میں سے بچا رکھا جائے گا۔ کیونکہ اس وارث کا استحقاق اس زائد کے لینے کے واسطے مشتبہ ہے۔ کیونکہ صحیح طور پر نہیں کہہ سکتے کہ حمل ہے بھی یا نہیں اور اسی غرض سے یہ بقایا بچا رکھا جاتے گا جبتک کہ شبہ زائل ہو جاتے۔ پس جب ظاہر ہوگیا حمل اور شبہ بالکل جاتا رہا تو اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو کل بچے ہوئے مال کا مستحق ہوا تو فبہا۔ اور اگر وہ بعض حصہ کا مستحق ہوا۔ تو اسی قدر لیوے اور باقی مانده ورثا میں تقسیم کیا جاوے اور ورثا کو وہ حصے دے دیئے جائیں جو ان کے بچا رکھے تھے ——— شریفیہ ۱۴۸-۱۴۹ (الاصل .... من نصیبہ)

۲ حل مثال ا۔ اگر میت نے ایک بیٹی اور والدین اور بیوی حاملہ چھوڑی تو مسئلہ ۲۴ سے ہوگا۔ اگر حمل کو لڑکا فرض کیا جائے۔ اور ۲۷ سے ہوگا اگر حمل کو لڑکی فرض کیا جائے۔ تو جب کہ ضرب دیا ان دونوں مسئلوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے کل عدد میں تو حاصل ضرب ۲۱۶ ہوتے۔ تو اس طرح حمل کو لڑکا ماننے کی صورت میں بیوی کو ۲۷ سہام ملے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۳۶ و ۳۶۔ اور حمل کو لڑکی ماننے کی صورت میں بیوی کو ۲۴۔ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۳۲ ملے تو بیوی کو تو کل ۲۴ سہام ملیں گے اور ۳ سہام اس کے حصہ میں سے بچا رکھیں گے۔ اور اسی طرح ماں باپ میں سے ہر ایک کے حصہ میں سے ۴ سہام بچا رکھینگے۔ اور بیٹی کو ۱۳ سہام ملیں گے۔ کیونکہ اس کے حصہ میں سے چار بیٹوں کا حصہ بچا رکھا جائے گا۔ نزد امام ابوحنیفہ۔ (یہ اس واسطے ہے کہ کم سے کم حصہ لڑکی کا اسی طرح برآمد ہوتا ہے۔ اور نہ چار بیٹوں کے شمار کرنے سے) یہی مثال سند ۳ میں ہے ؛

اگر پیدا ہوتے چار لڑکے۔ تو حصہ اس بیٹی کا جو باقی رہا ہے ذوی الفروض کی تقسیم سے مسئلہ ذکورۃ میں۔ کہ وہ باقی ۱۳ ہیں ایک سہام اور چار نواں سہام ہوتے۔ اس واسطے کہ جب ہم نے اس باقی میں سے یعنی ۱۳ میں سے ہر ایک بیٹے کو دو سہام دیئے اور بیٹی کو ایک تو باقی ۴ سہام رہے جس میں سے ہر بیٹے کے واسطے

۴سہام ہوئے اور آٹھواں نواں۔ اور بیٹی کے واسطے ایک سہام اور چار بزاں۔ یعنی یہ حصہ ہوا بیٹی کا مسئلہ ذکورۃ سے (یعنی ۴۲ سے) اب ہم نے اس حصہ کو یعنی ۱سہام اور ہم نزاں سہام کو ضرب دیا نو میں کہ وہ مسئلہ انوثت کا وفق ہے۔ تو حاصل ضرب ہوئے ۱۳ سہام۔ تو ۲۱۶ میں سے یہ حصہ ہوا بیٹی کا۔ اور جو باقی رہا (کہ ۱۱۵ ہے) بعد دینے حصص ماں۔ باپ۔ زوجہ۔ بیٹی کے تقسیم کرنے سے بچا رکھے جائیں گے۔ اس واسطے کہ ۲۱۶ میں سے ایک سو ایک سہام وارثوں پر تقسیم ہو چکے ہیں۔

<u>اگر پیدا ہوئی ایک بیٹی یا کئی</u>۔ تو سب سہام بچے ہوئے بیٹیوں کو ملیں گے۔ کیونکہ جب ہم نے زوجہ اور والدین کے حق میں حمل کو مونث قرار دیا۔ اور ہر ایک وارث کو علی تقدیر الانوثت ہم نے حصہ دیا تو سب کو حق پورے مل گئے۔ حمل کو مونث قرار دینے پر۔ پس بعد ادائے انکے جو باقی رہا ہے کہ وہ ۱۲۸ ہیں۔ وہ سب حصہ دو بیٹیوں یا کئی بیٹیوں کا ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ ان بیٹیوں کا حصہ مسئلہ انوثت سے یعنی ۲۷ میں سے ۱۶ تھے۔ تو جب ضرب دیا تم نے مسئلہ ذکورت کے وفق میں کہ وہ آٹھ ہیں تو حاصل ہوئے ۱۲۸ تو حق بیٹیوں کا ہوا۔ اور موجودہ بیٹی ان میں سے ۱۳ لے چکی ہے تو یہ اس باقی یعنی ۱۱۵ کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے۔ اور پھر یہ مبلغ ان کے درمیان برابر کے حصوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ تو اگر یہ سہام انپر صحیح تقسیم ہو گئے تو فبہا ورنہ اگر ان کے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو ضرب دو کل عدد رؤس کو ۲۱۶ میں تو حاصل ضرب سے مسئلہ صحیح ہوگا۔

<u>اگر پیدا ہوا ایک بیٹا یا کئی</u>۔ تو دیا جائے گا بیوی اور ماں باپ کو تو جو کچھ حصہ ان کا موقوف رکھا گیا تھا۔ یعنی بیوی کو دیئے جائیں گے ۳ سہام جو اس کے موقوف رکھے گئے تھے مسئلہ ذکورت سے اور اس حالت میں اس کا حصہ کامل ۲۷ ہو جائے گا۔ جو کہ دونوں حصوں میں سے بڑا ہے۔ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۴ سہام دیئے جائیں گے جو ان کے حصے کے موقوف رکھے گئے تھے مسئلہ ذکورت سے۔ تو اس حالت میں ماں باپ میں سے ہر ایک کا حصہ ملجائیگا جو کہ ان کا بڑے سے بڑا ہے یعنی ۳۶۔ اب جو کچھ کہ تینوں کا حصہ اور بیٹی کا حصہ نکالنے کے بعد باقی رہا ہے وہ ۱۰۴ ہیں تو اس میں ملائے جائیں گے ۱۳ جو بیٹی نے لئے ہیں تو ۱۱۷ ہو جائیں گے تو یہ مبلغ تقسیم کیا جائے گا اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دگنے کے حساب سے۔ اگر صحیح تقسیم ہوا تو فبہا۔ ورنہ مسئلہ کی تصحیح کرو اس طریق پر جس کا ذکر بار بار ہو چکا ہے۔

<u>اگر پیدا ہوا لڑکا اور لڑکی جڑواں یعنی توام</u>۔ تو اس صورت میں لڑکے کے مسئلہ کی صورت پر عمل کرو۔ جیسا کہ ظاہر ہی ہے۔

<u>اگر پیدا ہوا مرا ہوا بچہ</u>۔ تو بیوی اور ماں باپ کو ان کے موقوفہ سہام دیدیئے جائیں گے اور بیٹی کو پورے نصف تک دیا جائے گا۔ وہ پورا نصف کیا ہے۔ ۹۵ سہام ہیں۔ کیونکہ بیٹی پہلے ۱۳ سہام لے چکی تھی۔ تو یہ ۹۵ اس کے ساتھ ملا کر پورا نصف ترکہ ہو گیا کہ وہ ۱۰۸ ہیں اب ۱۰۴ میں سے (نصف دیدینے کے بعد) باپ کے واسطے ۹ سہام باقی رہے۔ کیونکہ باپ عصبہ ہے (جیسا کہ (باب فرائض میں) مذکور ہوا کہ بیٹی کے ساتھ فرض اور عصوبت[۱] دونوں ملتے ہیں۔ شریفیہ ۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱ (کما اذا ترک بنتاً ..... تعصیباً)

۳ <u>مثال ۱</u>۔ اگر کسی نے ماں باپ اور بیٹی اور بیوی حاملہ چھوڑی تو مسئلہ صحیح ہوگا ۲۴ سے۔ اگر حمل مرد فرض کیا جائے اور عول کرے گا ۲۷ کی طرف۔ اگر حمل کو عورت فرض کریں کیونکہ دو بیٹیوں کا فرضی حصہ ۲/۳ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مثال اس خیال پر ہے کہ جب حمل میت کا ہے۔ اور اگر حمل غیر میت سے ہے تو اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ درمختار ۱/۸۷ (لو ترک ...... والامثلۃ کثیرۃ) ۔ دیکھو سند ۲ + طحطاوی

تشریح۔ شارح کی یہ عبارت موہوم ہے کہ جبکہ حمل از میت ہے۔ تو گویا یہی ایک مثال ہے جس کو شارح نے ذکر کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۴ <u>مثال ۲</u>۔ اگر کسی نے خاوند اور ماں حاملہ چھوڑی۔ تو خاوند کو نصف ملیگا اور ماں کو تہائی۔ اور حمل کو اگر مرد مانا جائے تو چھٹا حصہ کیونکہ وہ عصبہ ہے اگر حمل کو عورت فرض کریں گے تو تو اس کا فرضی حصہ نصف ہوگا اور مسئلہ عول کرے گا آٹھ کی طرف جیسا کہ ظاہر ہی ہے ــــ درمختار ۱/۸۷ ۵ؐ

۵ <u>مثال ۳</u>۔ میں کہتا ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک طریق پر تو حمل کو ورثہ ملے اور دوسرے طریق پر کچھ نہ ملے جیسے یہی وارث ہوں [یعنی خاوند و ماں حاملہ] اور دو بھائی اخیافی بھی ہوں۔ پس اگر حمل کو مرد فرض کرو تو اس کے واسطے کچھ باقی نہیں رہتا۔ تو لازم ہوا کہ اسکو عورت فرض کریں (تو مسئلہ عول کرے گا نو کی طرف) احتیاطاً۔ جیسا ہی وہبانیہ میں لکھا ہے [یہ شعر (ترجمہ)] اور حاملہ اگر جنے لڑکا تو وہ وارث نہ ہو۔ اور اگر لڑکی جنے تو اس کے واسطے تہائی مقرر ہے ــــ درمختار ۱/۸۷ (قلت ولم ارا ...... الثلث یقدر)

---

[۱] دیکھو دفعہ ۱۴ + ۵ؐ (و لو ترکت زوجاً ..... کما لا یخفی +)

۹۶ ۔ مفقود کے مسائل حل کرنے کا قاعدہ ۔ (امد مثالیں)

(مفقود کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۱۴۳)

۱۔ مفقود کے مسائل حل کرنے کا پرانا طریق ۔ (اہل فرائض کا عربی طریق)

<u>قاعدہ ۱</u>۔ مفقود اپنی غیر حاضری میں زندہ شمار کیا جائے گا۔ اور جو ورثہ اس کو ملیگا اس کے واسطے جمع ہوتا رہے گا جبتک کہ اس کی موت کے متعلق فیصلہ ہو اگر وہ زندہ واپس آیا تو جمع شدہ حصہ لے لیگا۔ ورنہ اگر اس کی موت کا حکم لگایا گیا تو وہ تمام حصے جن جن ورثا کو پہنچ سکتے۔ ان ہی کو واپس ملجائیں گے۔

<u>قاعدہ ۲</u>۔ اگر مفقود کی غیر حاضری میں کوئی ترکہ تقسیم کیا جائے گا تو اس کو موجود و غیر موجود مان کر دو طریق پر مسئلہ قائم کئے جائیں گے۔ پھر دونوں مسئلوں کا ہم مخرج کرلیں گے۔ اب ورثا کو وہ حصے دینگے جو دونوں مسئلوں میں سے کم سے کم ہر ایک کو ملتے ہوں اور ہر وارث کے حصہ کا بقایا جمع رکھا جائے گا۔ اور مفقود کا وہ حصہ جمع رہے گا جو اس کو زیادہ سے زیادہ ملتا ہوگا۔ اگر مفقود زندہ واپس آجائے تو جو مسئلہ اس کو زندہ مان کر قائم کیا ہے اس کو بموجب حصوں کے صحت کردو۔ اگر مفقود کی موت کا حکم لگایا جائے تو جو ورثا اس کی موت کا حکم لگائے جانے کے زمانہ میں زندہ ہیں وہ اس کے ترکہ کے مالک ہونگے۔ (مگر جو اوروں کا ترکہ اسکے واسطے جمع ہے وہ جن ورثا کا ہے ان ہی کو ملیگا)

<u>مثال ۱</u>۔ میت کے ورثا، خاوند۔ بھائی ح۔ ۲ بہنیں ح ہیں۔ بھائی ح مفقود ہے۔ اگر اس کی واپسی سے پہلے ورثہ تقسیم کیا جائے۔ تو بتاؤ موجودہ ورثا کو کیا کیا ملے گا۔

(مفقود کے نیچے سیاہ نشان ہے)

نقشہ ۱۳۷

	[illegible]	بھائی	بہن ج ، بہن ج		ورثا
بھائی کو مفقود شمار کرکے	۱/۲	۰	۲/۳	سہام	
	۳	۰	۴	۷ مسئلہ عولیہ	
بھائی کو موجود خیال کرکے	۱/۲	۱/۴	۱/۴	سہام	
	۴	۲	۲	۸ مسئلہ	
دونوں مسئلوں کو ملا کر تصحیح کرکے	۲۴	۰	۳۲	جبکہ بھائی مر گیا	۵۶ مسئلہ
	۲۸	۱۴	۱۴	جبکہ بھائی زندہ واپس آ گیا	
کمی بیشی	۴	۱۴	۱۸	سہام جو مفقود کے حصے کے بچے رہیں گے۔	

دونوں مسئلوں کو ملا کر تصحیح کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ایک مقدار وفات میں سے دونوں صورتوں میں کتنا کتنا ملیگا چنانچہ صورت اول میں خاوند کو ۲۴۔ اور دونوں بہنوں کو ۳۲ ملتے ہیں اور دوسری صورت میں خاوند کو ۲۸ اور دونوں بہنوں کو ۱۴ ملتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ خاوند کو ۲۴ دینے چاہئیں کہ وہ کم سے کم حصہ ہے اور دونوں بہنوں کو ۱۴ کہ وہ انکا کم سے کم حصہ ہے تو اس طرح ۴ خاوند کے حصہ میں سے بچ رہے اور ۱۸ بہنوں کے حصہ میں سے اور ۱۴ مفقود کا اپنا حصہ بچا ہوا ہے۔

<u>مثال ۲</u>۔ میت کے ورثا۔ دو بیٹیاں۔ بیٹا۔ پوتا۔ پوتی ہیں لیکن بیٹا مفقود ہے۔ تو بتاؤ کہ بیٹے کی عدم موجودگی میں ورثہ تقسیم کریں تو ورثا کو کیا کیا دیا جائے۔

(مفقود کے نیچے سیاہ نشان ہے)

نقشہ ۱۳۸

	بیٹی ، بیٹی	بیٹا	پوتا	پوتی		ورثا
بیٹے کو مفقود شمار کرکے	۲/۳	۰	۲/۹	۱/۹	سہام	
	۶	۰	۲	۱	مسئلہ ۹	
بیٹے کو موجود خیال کرکے	۱/۲	۱/۲	۰	۰	سہام	
	۱	۱	۰	۰	مسئلہ ۲	
دونوں مسئلوں کو ملا کر تصحیح کرکے	۱۲	۰	۴	۰ ۲	مسئلہ ۱۸	
	۹	۹	۰	۰		
کمی بیشی	۳	۹	۴	۲	سہام بچے ہوئے	

دونوں مسئلوں کو ملا کر تصحیح کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک خاص مقدار میں سے دونوں صورتوں میں کتنا کتنا ملے گا۔ چنانچہ صورت اول میں دونوں بیٹیوں کو ۱۲۔ اور پوتے کو ۴ پوتی کو ۲ ملتے ہیں اور دوسری صورت میں بیٹیوں کو ۹ اور پوتا اور پوتی کو ۰ و ۰۔ تو معلوم ہوا کہ بیٹیوں کو ۹ ملنے چاہئیں کہ وہ ان کا کم سے کم حصہ ہے۔ اور پوتا اور پوتی کو کچھ بھی نہیں کہ ان کا کم سے کم حصہ کچھ نہیں نکلتا۔ تو اسطرح ۳ بیٹیوں کے حصہ میں سے بچ رہے۔ اور ۴ و ۲ پوتا پوتی کے حصہ کے رہے۔ اور ۹ مفقود کا اپنا حصہ ہے۔

۲- مفقود کے مسائل حل کرنیکا نیا طریق - (اہل ریاضی کا جدید طریق)

<u>قاعدہ</u> - مفقود کو مفقود اور موجود خیال کرکے دونوں طریق پر مسئلے قائم کرو - پھر دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کرلو - جو مخرج نکلیگا وہی مسئلہ ہے اور نقصان کسر دینگے شمار کنندہ ورثہ کے حصے ہیں - پھر وہی عمل کرو - جو قاعدہ گذشتہ میں بتلے لکھا ہے ۔

نقشہ ۱۳۹

مثال ۲ کسرات میں ...... وفا

	بیٹی، بیٹی	بیٹا	پوتا	پوتی	
بیٹے کو مفقود شمار کرکے	$\frac{2}{3}$	۰	$\frac{2}{9}$	$\frac{1}{9}$	..... سہام
بیٹے کو مفقود خیال کرکے	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	۰	۰	..... سہام
دونوں مسئلوں کو ہم مخرج کرکے	$\frac{12}{18}$	۰	$\frac{4}{18}$	$\frac{2}{18}$	مسئلہ ۱۸ ہوا - باقی وہی عمل
	$\frac{9}{18}$	$\frac{9}{18}$	۰	۰	

سندات ۱ <u>مفقود کی تعدیث کے متعلق حکم</u> - اس کا حکم وہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا مصنف نے اپنے اس قول میں کہ مفقود زندہ ہے اپنے مال کے واسطے یہاں تک کہ نہ وارث ہوگا اس کے مال سے کوئی - اور مرا ہوا خیال کیا جائے کسی دوسرے کے مال لینے کے حق میں یہاں تک کہ نہ وارث ہوگا وہ کسی شخص کا - کیونکہ اس کی حیات ثابت ہے باعتبار ظاہر حال کے [یعنی ظاہر اس وقت تک یہی ہے کہ وہ زندہ ہے] اور ظاہر حال کا اعتبار کسی چیز کے متعلق اس حالت پر کیا جاتا ہے جس حالت پر کہ وہ موجود ہے نہ اس حالت پر کہ جس پر وہ موجود نہیں ہے [یعنی جس حالت پر کوئی چیز دیکھی جا چکی ہے اس کا عدم یا وجود اسی حالت پر خیال کیا جائے گا] اور اسی وجہ سے نہیں ثابت ہوتا مفقود کے وارثوں کا استحقاق مفقود کے حال میں [کیونکہ مفقود شروع میں زندہ دیکھا گیا تھا اور ظاہر حال اس کا زندہ ہی رہنا قائم رہے گا - جب موت ثابت ہوگی جب رشتہ دار وارث بنیں گے] دیکھو دفعہ ۷ یہ - اور نہ اس کی بیوی کا کسی سے نکاح کیا جائے گا - نزد علماء حنفیہ - اور یہی مذہب حضرت علیؓ کا ہے - اور رجع رکھا جائے مال اس کا یہاں تک کہ صحیح ہو جائے مرنا اس کا - یا گذر جائے اس پر ایک خاص مدت [مدت کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۱۶] ——— شریفیہ ۱۵۲ (الحکم ما اشار الیہ .... تحقی حلیہ)-

جبکہ مدت پوری ہو جائے یا اس کے ہم عمر لوگ مرجائیں تو وہ اپنے مال کے حق میں مردہ خیال کیا جائے گا - اور غیر کے مال کے حق میں اس طرح مردہ اعتبار کیا جائے گا - گویا وہ اسی دن مرگیا جس دن کہ گم ہوا تھا - فتاوے عالمگیری -

۲ <u>تقسیم کا قاعدہ</u> - مفقود غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے (یعنی غیر سے ورثہ لینے میں) یہانتک کہ مورث کے مال سے اس کا حصہ اٹھا رکھا جائے گا - جیسا کہ مسئلہ حمل میں تھا - پس اگر مفقود ایسا وارث ہے کہ اور وارثوں کو محجوب بحجب حرمان کرتا ہے تو ان کو ترکہ میں سے کچھ نہ دیا جائے گا بلکہ سب مال تقسیم سے موقوف رکھا جائے گا - اور اگر (ایسی صورت نہیں ہے) محجوب کرتا ہے بحجب نقصان تو ہر وارث کو اس کا کم سے کم حصہ دیا جائے گا اس خیال پر کہ مفقود زندہ ہے پس جبکہ مدت گزر جائے [دیکھو دفعہ ۱۱۶] تو مفقود کی موت کا حکم کیا جائے اور اس کا مال ان ورثا کو تقسیم کیا جائے جو اس کی موت کا حکم دیا جانے کے وقت موجود ہیں [یعنی اس وقت زندہ ہیں] اور جو اس حکم سے پہلے مر گئے ہیں ان کے واسطے کچھ نہیں ہے - کیونکہ توریث میں یہ شرط ہے کہ وارث زندہ ہو بعد موت مورث کے [دیکھو دفعہ ۷ یہ - تو مورث گویا اب مرا ہے - تو جو اس کے رشتہ دار اس وقت زندہ ہیں وہ وارث ہیں] اور جو حصہ کہ مفقود کے واسطے اس کے مورث کے مال میں سے اٹھا رکھا گیا تھا - وہ اسی مورث .... کے وارثوں پر واپس کیا جائے گا جیسا کہ مسئلہ حمل میں ہوتا ہے کہ اگر بچہ زندہ پیدا ہو تو وہ اپنے حصہ کا مستحق ہوتا ہے - اور اگر مرا ہوا پیدا ہو تو ہر وارث اپنا رکا ہوا حصہ لے لیتا ہے - ایسا ہی یہاں بھی ہے کہ اگر مفقود زندہ واپس آیا تو وہ اپنا حصہ لے گا - اور اگر (بوجہ گزرنے مدت کے) اس کی موت کا حکم کیا گیا - تو جو حصہ اس کے واسطے اٹھا رکھا تھا - وہ اس میں سے ذرا بھی لینے کا مستحق نہ ہوگا ——— شریفیہ ۱۵۲ - (والمفقود موقوف الحکم .... مما فقف لہ)

اُسکا مال تقسیم ہوگا اُن وارثوں کے درمیان جواب موجود ہیں۔ اور وہ جو حصہ اسکا موقوف رکھا گیا تھا وہ اس غیر کے وارثوں کو دلا جائیگا — شرح وقایہ مطلب یہ ہی کہ اسکے اپنے مال کے حق میں تو اسکی موت کا حکم نوّے برس کے بعد سے کرینگے۔ اور غیر کے حق میں اسکی موت کا حکم اب نوے برس کی عمر یا اسکے کم ہونیکے وقت سے کرینگے۔ گویا یوں سمجھو کہ کسی غیر کے مرتے وقت مفقود کا وجود ہی نہ تھا جو حصہ پاسکو۔ اگر اسکا حصہ نکالا گیا ہے۔ تو یوں سمجھو کہ غلطی ہوئی تھی م

۳ مفقود کا حصہ اس کی غیر حاضری میں جمع ہوتا رہے گا۔ اور مرنا ثابت ہونے پر پچھلے ورثا پر واپس ہوں گے۔ اگر مفقود کے عرصہ غیر حاضری میں ایسے لوگ مرے جن کا یہ مفقود وارث ہوتا ہے تو مفقود کا حصہ رکھ کر چھوڑا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا حال ظاہر ہو۔ کیونکہ شبہ ہے کہ شاید وہ زندہ ہو پھر جب اس قدر مدت گذر جائے جس کا بیان کیا گیا اور ہم اس کی موت کا حکم دیں تو اس کا سب مال اس کے موجودہ ورثا کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اور غیروں کے ترکہ سے جو اس کا حصہ رکھ چھوڑا گیا ہے۔ وہ اس غیر کے وارثوں کو واپس دیا جائے گا۔ اور ان ہی ورثا میں تقسیم ہوگا۔ گویا کہ مفقود کا وجود ہی نہ تھا۔ فتاوے عالمگیری ۱۲

۴ مفقود اپنے مال کے اعتبار سے زندہ ہے اور غیر مال کے اعتبار سے مردہ ہے۔ دیکھو مسئلہ یعنی مفقود کی اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو کچھ بھی ہے وہ اس وقت تک اسی کی رہے گی جب تک اس کی موت کا حکم نہ لگایا جائے۔ ہاں جو کچھ اس کو اور لوگوں سے میراث میں ملے گا وہ اس کے لینے کے واسطے زندہ نہیں ہے چنانچہ اس کی عدم موجودگی میں جو کچھ اس کو ملتا رہا ہے وہ جمع رہے گا۔ اور جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا تو وہ جن ورثا کے حصے وضع کر کے رکھا گیا ہے۔ ان ہی کو واپس ہوگا۔ م

۵ قاعدہ مفقود کے مسائل کی تصحیح کا یہ ہے کہ پہلے تو مسئلہ کی تصحیح کیجائے مفقود کو زندہ مان کر [اور جس قائم کرکے] اور پھر تصحیح کیجائے اسکو مردہ مان کر۔ اور باقی عمل وہی ہے جو ہمنے حمل کے مسائل کے حل کرنے میں کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسئلہ حیواۃ اور وفات کو مقابلہ کرے۔ اگر ان میں توافق معلوم ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل سہام اور مسئلہ میں ضرب دو اور اگر تباین معلوم ہو تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ میں ضرب دو [اگر دونوں کے سہاموں میں بھی]۔ تو اس طرح جو کچھ مسئلہ نکلے وہ تصحیح مسئلہ ہے صورت حیواۃ اور ممات میں۔ پھر جو کچھ کسی وارث کو مسئلہ وفات سے ملا ہے تو اسکو مسئلہ حیواۃ میں ضرب دو در صورت تباین کے۔ اور در صورت توافق کے اس کے وفق میں ضرب دو۔ پھر جس وارث کو جو کچھ مسئلہ حیواۃ سے ملا ہے اسکو مسئلہ وفات میں ضرب دو در صورت تباین کے اور اس کے وفق میں ضرب دو در صورت موافق کے۔ پھر ان دونوں ضربوں کے حاصلوں کو دیکھو۔ تو وارث حاضر کو وہ حصہ دو جو دونوں حاصلوں میں سے کم ہو۔ اور جو کچھ دونوں حاصلوں سے بچے وہ اس وارث کے حصہ میں سے بچا رکھو۔ یہانتک کہ مفقود کا حال کھل جائے — شریفیہ ۱۵۳ (الاصل فی تصحیح المسئلہ ...... حال المفقود)

۶ مثال ۲ کا حل جبکہ چھوڑا میت نے خاوند اور بہن حقیقی موجود۔ اور ایک بھائی حقیقی مفقود۔ تو اگر مفقود کو مرا ہوا خیال کریں تو خاوند کو نصف ملتا ہے۔ اور دو بہنوں کو دو تہائی۔ تو مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور عول کریگا طرف ۷ کے۔ اور جس حالت میں کہ مفقود کو زندہ خیال کریں تو خاوند کو بلا عول نصف ملیگا۔ اور دونوں بہنوں کو چوتھائی ملیگا۔ اس واسطے کہ اس طریق پر مسئلہ ۲ سے ہوگا۔ تو ایک سہم تو خاوند کو ملیگا۔ اور ایک سہم بھائی کو مع بہنوں کے ملیگا۔ اور یہ ایک سہم ان پر مستقیم نہیں ہے۔ اور یہ بھائی اور بہنیں مثل چار بہنوں کے ہیں کیونکہ بھائی بمنزلہ دو بہنوں کے ہے۔ تو حصہ لینے کے لحاظ سے کم تو چار کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو آٹھ حاصل ہوئے جس میں سے چار خاوند کو ملے اور دو سہام بھائی کو اور دو سہام دونوں بہنوں کو کہ ہر ایک کو ایک ایک ملا۔ تو مفقود کی موت دونوں بہنوں کے حق میں اچھی ہے بمقابلہ حیواۃ کے اور یہ بات ظاہری ہے۔ اور خاوند کے حق میں مفقود کی حیواۃ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں خاوند کو نصف ملتا ہے۔ بغیر عول کے۔ تو دونوں بہنوں کے حق میں مفقود کی حیواۃ صحیح مانی جائیگی۔ اور کا ان دونوں کو سوائے چوتھائی مال کے اور کچھ نہیں ملیگا۔ اور خاوند کے حق میں مفقود کی موت صحیح مانی جائیگی۔ اور اسکو سوائے تین ساتواں مال کے اور کچھ نہیں ملیگا۔ اور باقی جمع رکھا رہیگا۔ اور یہ مسئلہ ۵۶ سے صحیح ہوگا۔ کیونکہ مسئلہ حیواۃ مفقود کا آٹھ سے ہے۔ اور وفات کا ۷ سے اور سات اور آٹھ میں تباین ہے۔ تو ہمنے ان دونوں کو آپس میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ہوئے ۵۶۔ خاوند کو مسئلہ حیواۃ مفقود سے ۴ ملے تھے تو جب ہمنے ضرب دیا اسکو مسئلہ وفات مفقود میں یعنی ۷ میں تو حاصل ہوئے ۲۸۔ اور مسئلہ وفات مفقود سے خاوند کو ۳ ملے تھے۔ تو جب ضرب دیا اسکو مسئلہ حیواۃ مفقود میں یعنی ۸ میں تو حاصل ہوئے ۲۴ تو اس صورت میں خاوند کو ۲۴ دیں گے۔ کیونکہ وہ دونوں حاصلوں میں کمتر ہے۔ (یعنی ۴ عائل) پھر چار سہام خاوند کے حصہ میں سے رکھ لئے جائیں گے۔ دونوں بہنوں کو مسئلہ حیواۃ مفقود سے یعنی ۸ میں سے دو ملے تھے۔ تو جب ہمنے ضرب دیا مسئلہ وفات میں یعنی ۷ میں تو حاصل ہوئے ۱۴۔ تو دیا جائیگا دونوں بہنوں کو دونوں حاصلوں میں کمتر جو ۱۴ ہے کہ یہ ۵۶ کا چوتھائی ہے تو ہر بہن کو سات سات ملیں گے۔ اور اٹھارہ اُن کے حصہ

سے جمع رہیں گے۔ اب اگر مفقود کا زندہ ہونا ظاہر ہوا تو خاوند کو اس کے چار سہم بچے ہوئے دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کا نصف پورہ ہوجائے یعنی ۲۸ ملجائیں۔ اور باقی میں سے ۴ بھائی مفقود کو ملیں گے تاکہ دوسرا نصف درمیان بھائی اور بہنوں کے للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوجائے۔ اگر مفقود کی وفات ظاہر ہو تو دو بہنوں کو انکے ۸ اسہام دے جائیں گے یہاں تک کے ان کا پورا ۲/۳ مال ملجائے (یعنی ۳۲) اور خاوند نے اپنا پورا حصہ پا ہی لیا ہے۔ یعنی اسکو ۲۴ مل ہی چکے ہیں

—— فریقیہ ۱۵۴ (فاذا ترکت مثلاً زوجًا...... وہوا رلغہ وعشرون)

مثال ۴ کا حل۔ ایک شخص مرگیا اور اس نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا جو مفقود ہے۔ اور ایک پوتا اور ایک پوتی چھوڑی تو ہر دو بیٹیوں کو نصف ملیگا کیونکہ اس قدر حق ان کا یقینی ہے اور باقی نصف رکھ چھوڑا جائے گا اور پوتے اور پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ یہ لوگ درصورت زندہ واپس آنے مفقود کے محجوب ہوں گے۔ تو شک کی حالت میں ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ فتاوے عالمگیری

باب فصل پنجم - کئی اموات دفعۃً (غرقی وحرقی وغیرہ) کئی اموات یکے بعد دیگرے (مناسخہ) باب

عول - ولا

خلاصہ۔ اگر کئی اموات ایک ہی وقت میں واقع ہوں کہ معلوم نہ ہوسکے کہ کونسی موت پہلے واقع ہوئی ہے تو ایسی صورت میں جو ورثا بچے ہوئے ہیں وہی ورثہ لینے کے مستحق ہیں (دیکھو دفعہ ۹۷) چنانچہ اگر زید اس کا بیٹا اور اس کے بھائی کا بیٹا۔ اور پوتا۔ ڈوب جائیں اور اس کا نواسہ اور اس کے بھائی کی پڑوتی اور پوتے کی بیوی زندہ ورثہ میں ہوں۔ تو صرف نواسہ مستحق میراث ہوگا ٭ اگر کئی اموات یکے بعد دیگرے واقع ہوں یعنی صورت مناسخہ پیش آئے تو ایسے مسائل کا حل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگرچہ مشہور یہی ہے کہ مناسخہ کے مسائل بہت مشکل ہوتے ہیں۔ صرف یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ پہلی میت کے ورثا میں سے اگر کوئی مرجائے تو اسکا وہ ورثہ جو اسکو پہلی میت سے ملا ہے اس کے اپنے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اسیطرح اگر ان ورثا میں سے کوئی مرجائے تو وہ ورثہ جو اسکو پہلی میت سے یا پہلی اور دوسری میت سے ملا ہے اسکے اپنے ورثا میں تقسیم ہوگا۔ تو وہ حصے جو دوسرے اور تیسری میت کو ملے ہیں اگر کسر ات میں لیئے جائیں تو آسانی رہتی ہے۔ ہم نے مناسخہ کے قواعد نیچے لکھدیئے ہیں۔ وہ بہت کافی ہیں چھ یا بارہ یا چوبیس کے علاوہ کسی مخرج میں عول واقع نہیں ہوتا۔ مثالیں دفعہ ۹۹ میں ملینگی۔ غلام آزاد کردہ کا ترکہ ولا کہلاتا ہے اسکی تقسیم جسطرح کیجاتی ہے دفعہ ۱۰۱ میں لکھدی گئی ہے ٭

۹۷ - کئی اموات دفعۃً ہوجانیکی صورت میں مسئلہ کا حل (اور مثالیں)

۱۔ غرقی وحرقی وغیرہ کے مسائل کا حل پرانے طریق پر۔ (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ - ۱ - (طریق مفتی بہ) جو شخص مرگیا ہے۔ اس کے زندہ ورثا کو اس کا ترکہ ملے گا۔ اور جو اس کے رشتہ دار اس کے ساتھ مرے ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

(دوسیرا طریق) اگر کئی رشتہ دار ساتھ مرے ہیں تو جس کی عمر زیادہ تھی وہ پہلے مرا ہوا مانا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے کم عمر والا۔ علی ہذا القیاس سب سے آخر سب سے کم عمر والا مرا ہوا مانا جائے گا۔ اور تقسیم میراث اسی طرح سلسلہ وار ہوگی۔ (امپر فلن صاحب)

مثال۔ ایک جہاز ڈوب گیا جس میں زید اور اس کا علاتی بھائی (جو عمر میں اس سے چھوٹا تھا) غرق ہوگئے۔ دونوں کے پاس نوے نوے روپے نکلے اور دونوں کے ورثا۔ ماں بیٹی اور مولی (جس نے انھیں آزاد کیا تھا) تھے۔ بتاؤ ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا

نقشہ ۱۴۰
ماں بیٹی مولیٰ ورثاء
سہام ۱/۶ ۱/۲ ۱/۳
مسئلہ ۶ ۱ ۳ ۲
کل ترکہ ۹۰ ۱۵ ۴۵ ۳۰
تقسیم مفتیٰ بہ +
لیکن حضرت علی وابن مسعود کے نزدیک یہ تقسیم حسب ذیل طریق پر ہوگی۔
نقشہ ۱۴۱
ماں بیٹی مولیٰ برادر خورد ع ورثاء
سہام ۱/۶ ۱/۲ ۰ ۱/۳
مسئلہ ۶ ۱ ۳ ۰ ۲
کل ترکہ ۹۰ ۱۵ ۴۵ ۰ ۳۰
پہلے بڑا بھائی مرا ہوا مانا گیا تو اس کے ورثا کے حصے۔
تقسیم بطریق دیگر +
۱/۶ ۱/۲ ۱/۳ ۰
کل ترکہ ۹۰ ۱۵ ۴۵ ۳۰
۱/۶ ۱/۲ ۱/۳ ۰
برادر خورد کا حصہ ۳۰ ۵ ۱۵ ۱۰
پھر چھوٹا بھائی مرا ہوا مانا گیا تو اسکے ورثا کے حصے
کئی رشتہ دار جہاز میں ڈوب گئے۔ باقیوں کا حصہ
ان دونوں نقشوں میں جو رشتہ دار پہلے مرچکے تھے وہ قلمزن کردیے گئے ہیں اور جو ڈوب گئے ہیں وہ نقاط سے گھرے ہوئے ہیں باقی زندہ ہیں۔
زید ڈوب گیا اور اسکے ساتھ اسکا علاتی بھائی بھی ڈوب گیا۔ دونوں ڈوبنے والوں کے تین وارث مستحق ورثہ ہیں ماں۔ بیٹی۔ مولیٰ اور ماں بیٹی۔ مولیٰ۔
ماں باپ باپ کی بیوی یا علاتی بھائی کی ماں
نقشہ ۱۴۲ متعلق مسئلہ ۱
بھائی ح زید بھائی ع بہن ع
مولیٰ مولیٰ
جسے علاتی بھائی کو آزاد کیا تھا
نقشہ ۱۴۳ متعلق مسئلہ ۲
زید بھائی
زید ڈوب گیا۔ اور اسکے ساتھ اسکی بیٹی بھتیجا بھتیجے کا بیٹا ڈوب گئے۔ اب ورثاء یہ ہیں۔ نواسہ بھائی حقیقی کے بیٹے کی بیٹی بھائی کے بیٹے کے بیٹے کی بیوی تو صرف نواسہ ورثہ کا مستحق ہے اور سب محروم +

۲- غرقیٰ و حرقیٰ و ہدمیٰ وغیرہ کے مسائل کا حل نئے طریق پر۔ (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ۔ مسئلہ کو کسرات میں قائم کرو۔ اور اگر ضرورت ہو تو کسرات دُور کردو۔ (مثال حل کرنے کی ضرورت نہیں)

مثال ۱ کا حل۔ جبکہ دو بھائی بڑا اور چھوٹا ایک ہی دفعہ ڈوب گئے۔ اور دونوں نے ماں چھوڑی۔ اور بیٹی اور مولیٰ اور دونوں میں سے ہر ایک نے نوّے دینار چھوڑے۔ تو ہمارے نزدیک دونوں بھائیوں کا ترکہ تقسیم کیا جائے گا زندہ ورثاء پر۔ تو دونوں کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا یعنی ۱۵۔ اور دونوں کی بیٹی کو نصف ملے گا یعنی ۴۵۔ اور باقی مولیٰ کو ملے گا یعنی ۳۰۔ حضرت علی و ابن مسعودؓ کی ایک روایت کے بموجب یہ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ پہلے بڑے بھائی کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اور ترکہ اُس کا اس طرح دیا جائے گا کہ چھٹا ماں کو ملے گا یعنی ۱۵۔ اور نصف بیٹی کو یعنی ۴۵۔ اور باقی چھوٹے بھائی کو یعنی ۳۰۔ پھر حکم لگایا جائے گا چھوٹے بھائی کی موت پر۔ اور اس کا ترکہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگا۔ پس ہر بھائی کے ترکہ میں سے ۳۰ باقی رہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے بطور میراث پا چکا ہے۔ لہٰذا اس باقی میں سے ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یعنی ۵۔ اور ہر ایک کی بیٹی کو نصف ملے گا یعنی ۱۵۔ اور باقی مولیٰ کو ملیں گے۔ کیونکہ ہر ایک ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے میراث حاصل نہیں کرے گا۔ تو صورت مذکورہ میں بعد تقسیم کے دونوں کی ماں کے واسطے جمع ہوتے ہیں اور ہر ایک کی بیٹی کے واسطے ساٹھ۔ اور ہر ایک کے مولیٰ کے واسطے دس ——— شریفیہ ۱۵۹۔ (اِذَا غَرِقَ .... وَلِمولاہُ عَشَرۃ)

مثال ۲ کا حل۔ ایک جہاز میں زید اور اس کا بیٹا ڈوب گئے۔ اور ساتھ ہی زید کے بھائی کا بیٹا اور پوتا بھی ڈوبے۔ زندہ جو باقی رہے وہ زید کا نواسہ۔ اور زید کے بھائی کی پڑپوتی۔ اور پوتے کی بیوی۔ تو صرف نواسہ کو سب میراث ملے گی باقی سب محروم ہونگے۔ فقہ کی ایک مستند کتاب

۹۸- مناسخہ کے مسائل حل کرنیکا قاعدہ (اور مثالیں)

۱- مناسخہ کے مسائل کا حل پرانے طریق پر۔ (اہل فرائض کا مروجی طریق)

قاعدہ۔ ۱- اگر میت ثانی کے ورثاء وہی ہوں جو میت اول کے تھے۔ اور طریقہ تقسیم بھی وہی رہے جو پہلی صورت میں تھا۔ تو ایسی صورت میں ایک ہی تقسیم کافی ہے۔ (میت ثانی کے ورثاء وہی ہونے سے یہ مطلب ہے کہ سوائے میت ثانی کے جملہ ورثاء وہی ہوں)

مثال ۱- میت کے ورثاء ۲ بیٹے اور ۲ بیٹیاں تھیں۔ پھر قبل تقسیم میراث ایک بیٹا مر گیا۔ تو تقسیم کس طرح ہوگی۔

نقشہ ۱۴۴

میت اوّل کے ورثاء اور ان کے حصے اور مسئلہ۔

ورثاء	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
حصص	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$
مسئلہ ۶	۲	۲	۱	۱

میت دوم (بیٹا) کے ورثاء اور انکے حصے اور مسئلہ (میت اوّل کے بیٹا بیٹی اس میت کے بھائی بہن ہیں)

ورثاء	[illegible]	[illegible]	بہن	بہن
حصص	$\frac{1}{2}$	کان لم یکن	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$
مسئلہ ۴	۲	۰	۱	۱

گویا یہی ایک تقسیم کافی ہے پہلی تقسیم کی ضرورت ہی نہیں

جو طریقہ تقسیم میّت اوّل کے وُرثا کے درمیان کیا گیا وُہی میّت ثانی کے وُرثا کے درمیان کیا گیا۔ لہٰذا دو مرتبہ عمل کا کیا فائدہ ایک ہی مرتبہ کافی ہے :

قاعدہ ۲۔ اگر میّت ثانی کے ورثا وہی ہوں جو میّت اول کے تھے۔ مگر طریقہ تقسیم وہ نہ رہے جو پہلے تھا۔ یا میّت ثانی کے ورثا وُہی نہوں جو میّت اول کے تھے (یعنی ورثا بدلے ہوئے ہوں) تو (۱) میّت اوّل کے مسئلہ کی تصحیح کرو اور اُسکے ورثا کے حصے قائم کرو۔ پھر میّت دوم کے مسئلہ کی تصحیح کرو اور اُسکے بھی ورثا کے حصے قائم کرو۔ پھر (۲) جو کچھ میّت دوم کو میّت اوّل سے ورثہ میں ملا تھا۔ (جسکو مافی الید کہتے ہیں) اسمیں اور مسئلہ دوم میں نسبت معلوم کرو۔ اگر مافی الید مسئلہ دوم پر پُورا تقسیم ہو جاتا ہے تو فبہا ورنہ اگر انہیں نسبت تباین ہے تو مسئلہ اول کو مسئلہ دوم میں ضرب دو۔ اگر انہیں نسبت توافق ہے تو مسئلہ دوم کے وفق کو کل مسئلہ اوّل میں ضرب دو۔ پھر میّت اوّل کے ہر وارث کے سہام کو کل تصحیح ثانی میں ضرب دو۔ اور توافق کی صورت میں وفق تصحیح ثانی میں ضرب دو۔ اور میّت ثانی کے ہر وارث کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دو۔ اور توافق کی صورت میں وفق مافی الید میں ضرب دو اور بہ حاصل ضرب پہلے سہام کے نیچے قائم کرو :

مثال ۲۔ میّت کے ورثا ایک بیٹا ایک ماں سے۔ اور تین بیٹیاں دوسری ماں سے ہیں۔ پھر قبل تقسیم ترکہ ایک بیٹی مرگئی۔ اور اُسنے ایک علاتی بھائی چھوڑا۔ اور دو حقیقی بہنیں۔ تو تقسیم کس طرح ہو گی :

نقشہ ۱۴۵

میّت اوّل کے ورثا اور ان کے حصے اور مسئلہ	[illegible]	بیٹی	بیٹی	بیٹی	ورثاء
	$\frac{2}{5}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	حصص
	۲	۱	۱	۱	مسئلہ ۵

میّت دوم (بیٹی) کے ورثا اور ان کے حصے اور مسئلہ	[illegible]	بہن ح	بہن ح	بہن ع	ورثاء
	$\frac{1}{3}$	کان لم یکن	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	حصص
	۱	۰	۱	۱	مسئلہ ۳

قاعدہ ۳۔ اگر دو میّت سے زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں مبلغ کو بجائے تصحیح اول کے اور تصحیح ثالث کو بجائے تصحیح ثانی کے مان کر بدستور عمل کرو۔ اسی طرح آگے اور میتوں میں عمل کرتے جاؤ۔

قاعدہ ۴۔ جب سب عمل ختم ہو چکے تو ایک مداجبا کھینچ کر اُسکے اوپر مبلغ اور نیچے زندہ ورثہ کے نام اور ہر ایک کے نیچے اُن کے سہام جمع کر کے لکھدو۔ اسکے بعد یہ عبارت یا اسی قسم کی اور عبارت لکھو۔ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانعہ ترکہ فلاں اتنے سہام پر منقسم ہو کر از انجملہ اتنے سہام فلاں کو۔ اور اتنے فلاں کو الخ پہنچے۔ واللہ اعلم بالصواب :

مثال ۳۔ ایک عورت مرگئی۔ اور اس نے خاوند۔ اور بیٹی اور ماں چھوڑے۔ پھر قبل تقسیم ترکہ کے خاوند مر گیا۔ اور ایک بیوی اور باپ اور ماں چھوڑے اسکے بعد قبل تقسیم ترکہ بیٹی مرگئی۔ اور ایک ادی۔ اور بیٹے۔ اور ایک بیٹی چھوڑی۔ پھر ماں مرگئی۔ اور خاوند اور دو بھائی چھوڑے تو تقسیم کس طرح ہو گی ؟

نقشہ ۱۴۶

مسئلہ I میّت اوّل (سلیمہ) کے ورثا اور اُن کے حصے اور مسئلہ : المسئلہ من ۴ بالرد تصحیح من ۱۶ من ۳۲ من ۱۲۸	[illegible]	بیٹی	ماں	ورثا میّت I
	زید	کریمہ	عظیمہ	ورثا میّت کے نام
	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	سہام
	۳	۶	۲	ا جو باقی رہا وہ کریمہ عظیمہ پر رد ہوگا (دفعہ ۹۴)
	۴	۹	۳	مسئلہ ۱۶
مسئلہ سوم کے نیچے نمبر (۱) دیکھو۔	۸	۱۸	۶	مسئلہ ۳۲۔ (مسئلہ سوم کی تصحیح ہے)
مسئلہ چہارم کے نیچے نمبر (۱) دیکھو۔	۳۲	۷۲	۲۴	مسئلہ ۱۲۸۔ (مسئلہ چہارم کی تصحیح ہے)

مسئلہ II میت دوم (زید) کے ورثاء اور اُنکے حصے اور مسئلہ

المسئلہ من ۴ بینہما مماثلت فاستقام — مافی الیدہ ۴ (مسئلہ ۴ ہے اور مافی الیدہ بھی ۴ لہذا مماثلت ہے)

ورثاء میت دوم - مماثلت کی مثال

	بیوی		ماں
نام ورثاء میت دوم	حلیمہ	عمرو	رحیمہ
حصص	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{4}$
مسئلہ ۴ — مافی الیدہ ۴۶	۱	۲	۱
مسئلہ ۸ (مسئلہ سوم کی تصحیح سے) — مسئلہ سوم کے نیچے نمبر (۱) دیکھو۔	۲	۴	۲
مسئلہ ۳۲ (مسئلہ چہارم کی تصحیح سے) — مسئلہ چہارم کے نیچے نمبر (۱) دیکھو	۸	۱۶	۸

مسئلہ III میت سوم (کریمہ) کے ورثاء اور اُنکے حصے اور مسئلہ۔

المسئلہ من ۶ بینہما توافق بالثلث — مافی الیدہ ۹ ؛

ورثاء میت سوم موافقت کی مثال

	بیٹی			دادی
نام ورثاء میت سوم	رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
حصص	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$
مسئلہ ۶ — مافی الیدہ ۹	۱	۲	۲	۱
مسئلہ ۱۸ (۱) — مسئلہ ۶ ہے اور مافی الیدہ ۹ ہے لہذا دونوں میں	۳	۶	۶	(۳)
مسئلہ ۶۰ — موافقت ہے تو مسئلہ ۶ کو ۳ میں ضرب دیا۔ اور اوپر کے دونوں مسئلوں کو ۲ میں۔	۱۲	۲۴	۲۴	

مسئلہ IIII میت چہارم (عظیمہ) کے ورثاء اور اُن کے حصے اور مسئلہ

المسئلہ من ۴ بینہما تباین - مافی الیدہ ۹

ورثاء میت چہارم - مباینت کی مثال

نام ورثاء میت چہارم	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
حصص	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$
مسئلہ ۴ — مافی الیدہ ۹	۲	۱	۱
مسئلہ ۳۶ (۱)	۱۸	۹	۹

الاحیاء ۱۲۸

نام ورثاء کہ جنکو حصے دیئے گئے ہیں	حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
جو کچھ پہلے مسئلہ سے ہر ایک کو ملا ہے	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
〃 دوسرے 〃 〃 〃	۸	۱۶	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰
〃 تیسرے 〃 〃 〃	۰	۰	۰	۱۲	۲۴	۲۴	۰	۰	۰
〃 چوتھے 〃 〃 〃	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱۸	۹	۹
〃 ہر ایک کو مجموعۃً ملا ہے۔	۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

ہم نے یہ مناسخہ دائروں کے ذریعہ دکھایا ہے مگر اُسکے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کا لفظ اوپر لکھکر اسکے نیچے اُسکے بعد کی میتیں سلسلہ وار نیچے لکھتے ہیں۔ اس طرح

(۱) میت سلیمہ المسئلہ من ۴ بالرد تصحیح من ۱۶ من ۳۲ من ۱۲۸

(۲) میت زید من ۴ بینہما مماثلۃ فاستقام مافی الیدہ ۴

(۳) میت کریمہ من ۶ بینہما توافق بالثلث مافی الیدہ ۹

(۴) میت عظیمہ من ۴ بینہما تباین مافی الیدہ ۹

(۵) الاحیاء — المبلغ ۱۲۸

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

(باقی حصہ صفحہ آئندہ پر ہے)

بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانعہ ترکہ سلیمہ ۱۲۸ سہام پر منقسم ہو کر از انجملہ ۸ سہام حلیمہ کو۔ ۱۶ سہام عمرو کو۔ ۸ سہام رحیمہ کو۔ ۱۲ سہام رقیہ کو۔ ۲۴ سہام خالد کو۔ ۲۴ سہام عبداللہ کو۔ ۱۸ سہام عبدالرحمن کو۔ ۹ سہام عبدالرحیم کو۔ ۹ سہام عبدالکریم کو ملے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۔ مناسخہ کے مسائل کا حل نئے طریق پر۔ (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ۔ پہلے میت اول کے ورثاء کے حصص قائم کرو۔ پھر ان میں جو وارث مر جائے۔ اسکے ورثا کے حصص قائم کرو۔ اور مرنے والے کا حصہ اُسکے ورثا میں ان حصص کے تناسب سے تقسیم کر دو۔ اسی طرح اگر تیسری موت واقع ہو اور اسکے بعد ورثہ تقسیم کیا جائے۔ تو اُسکے ورثا کے بھی پہلے حصص قائم کرو۔ پھر جو حصہ یا حصے اسکو پہلی اموات سے ملے ہیں۔ وہ ان حصص کے تناسب سے اُسکے ورثاء میں تقسیم کر دو۔ اسی طرح جتنی اموات کے بعد تقسیم عمل میں لائی جائے۔ اسی طرح عمل کرو۔ پھر سب زندہ ورثا کے حصے جوڑ لو تو یہ اُنکے حصے ہونگے۔ ہر میت کے ورثاء کے حصص قائم کرنے میں یہ خیال رہے کہ سب حصوں کا مجموعہ ایک ہونا چاہیے۔ اگر اس سے کم رہے تو مسئلہ ردیہ ہے۔ اور ایک کی جو کسر باقی رہے وہ بقاعدہ رد ورثا پر رد کر دو۔ تو پھر وہی ایک مجموعہ ہوگا۔ اور اگر مجموعہ اس سے زیادہ آئے تو اُس سے ورثا کے حصص تناسباً لیلو۔ اور پہلے حصص دی کر دو۔

جو صاحب علم ریاضی سے واقف ہیں انکو مناسخہ کے پرانے طریق کے حل میں پیچیدگی معلوم ہوگی۔ اور یہ نیا طریق نہایت سہل نظر آئے گا۔

مثال ۳ کسرات میں۔ (مثال ۱ و ۲ بہت آسان ہیں نئے طریق پر بلا دقت حل ہو سکتی ہیں)

نقشہ ۱۴۷

میت اول (سلیمہ) کے ورثا اور اُنکے سہام۔

ورثاء۔	خاوند	بیٹی	ماں
ورثاء میت I کے نام۔	زید	کریمہ	علیمہ
حصص	۱/۴	۱/۲	۱/۶
یہ حصے کریمہ اور علیمہ کو رد کا حصہ دینے کے بعد بنے	۱/۴	۹/۱۶	۹/۴۸

میت دوم (زید) کے ورثاء اور اُن کے سہام۔

ورثاء۔	بیوی	باپ	ماں
ورثاء میت II کے نام۔	حلیمہ	عمر	رحیمہ
حصص۔	۱/۴	۱/۲	۱/[illegible]
ما فی الید یعنی ۱/۴ میں سے یہ حصے ملے۔	۱/۱۶	۱/۸	۱/۱۶

زید کو میت اول سے جو ۱/۴ ملا تھا وہ تقسیم کیا گیا۔

میت سوم کریمہ کے وُرثاء اور اُن کے سہام۔

وُرثاء	بیٹی	بیٹا	بیٹا	دادی
وُرثاء میت III کے نام۔	رقیہ	خالد	عبداللہ	علیمہ
حصص۔	۱/۶	۱/۳	۱/۳	۱/۶
ما فی الید یعنی ۹/۱۶ میں یہ حصے ملے۔	۳/۳۲	۳/۱۶	۳/۱۶	۳/۳۲

کریمہ کو میت اول سے جو ۹/۱۶ ملا تھا وہ تقسیم کیا گیا۔

میت چہارم (علیمہ) کے وُرثاء اور اُن کے سہام۔

وُرثاء	خاوند	بھائی	بھائی
ورثاء میت IV کے نام۔	عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
حصص۔	۱/۲	۱/۴	۱/۴
ما فی الید یعنی ۹/۳۲ میں سے یہ حصے ملے۔	۹/۶۴	۹/۱۲۸	۹/۱۲۸

علیمہ کو کل ۹/۳۲ جو ملا تھا وہ تقسیم کیا گیا۔

	حلیمہ	عمر	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
الاحیاء	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
لہذا اب کے حصے ہر مسئلہ سے معلوم کرکے یہ ہوئے	۱/۱۶	۱/۸	۱/۱۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰
	۰	۰	۰	۳/۳۲	۳/۱۶	۳/۱۶	۰	۰	۰
	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۹/۶۴	۹/۱۲۸	۹/۱۲۸
حلیمہ وغیرہ موجودہ ورثا کے حصص کسر میں یہ ہیں	۱/۱۶	۱/۸	۱/۱۶	۳/۳۲	۳/۱۶	۳/۱۶	۹/۶۴	۹/۱۲۸	۹/۱۲۸
اگر کسر دور کرکے حصے معلوم کرنے ہوں تو یہ ہیں	۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

سبق نمبر ۱ (۱) **مناسخہ کی سہل صورت اور مثال ۲ کا حل**۔ اگر میت ثانی کے وارث علاوہ میت اول کے وارثوں کے ہوں، اور طریقہ تقسیم میں میت دوم کی وجہ سے تغیر واقع ہو تو ایسی صورت نہیں کہ ایک ہی بار تقسیم کیا جاویگا۔ اس واسطے کہ بار بار تقسیم کرنے میں کچھ فائدہ نہیں۔ مثلاً کسی میت نے چھوڑیں بہنیں اور بیٹیاں ایک بیوی سے۔ پھر ایک بیٹی مرگئی اور ان سگے بھائیوں اور بہنوں کے سوا اس کا کوئی اور وارث نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں ترکہ ایک ہی بار باقی وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا (یعنی بھائیو اور بہنوں میں) للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر۔ جیساکہ پہلے سب کے درمیان تقسیم کیا جاتا۔ گویا میت ثانی بیچ میں نہ تھی [یعنی دوسری موت واقع ہی نہیں ہوئی تھی] اگر میت ثانی کی وفات سے باقی وارثوں کی تقسیم میں تغیر واقع ہو مثلاً چھوڑا میت اول نے ایک بیٹا ایک بیوی سے اور تین بیٹیاں دوسری بیوی سے پھر ایک بیٹی مرگئی اور اس نے سوتیلا بھائی چھوڑا اور دو حقیقی بہنیں۔ تو ایسے موقع پر تقسیم ترکہ میں تغیر واقع ہوگا۔

۲ (۲) **مناسخہ کی پیچیدہ صورت اور مثال ۳ کا حل**۔ یا ایک صورت یہ ہے کہ میت ثانی کے وارث میت اول کے وارثوں کے علاوہ ہوں جیساکہ مثال یہ ہے کہ ورثہ خاوند اور بیٹی اور ماں ہیں اور خاوند ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے مرگیا۔ اور ایک بیوی اور ماں اور باپ چھوڑے۔ پھر بیٹی بھی قبل تقسیم ترکہ سے مرگئی۔ اور دو بیٹے۔ اور ایک بیٹی۔ اور دادی چھوڑی (یعنی وہ جو مرنے والی عورت کی ماں ہے) پھر دادی کا انتقال ہوا اور خاوند اور دو بھائی چھوڑے۔ تو اس کے حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت اول کے مسئلہ کی تصحیح کرو۔ اور ہر وارث کے سہام قائم کرو۔ پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کرو۔ اور اس کے بھی سہام قائم کرو۔ پھر دیکھو کہ میت دوم کو پہلی تصحیح سے کیا ملا ہے۔ اور میت دوم کا مسئلہ کیا ہے۔ تو یہ تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یعنی مماثلت و موافقت و مباینت سے۔ تو اگر بوجہ مماثلت کے مافی الیہ تصحیح اول سے میت دوم کے مسئلہ پر مستقیم ہوجائے تو تصحیح کی حاجت ہی نہیں۔ جیساکہ باب تصحیح میں ذکر کیا جاچکا ہے یعنی یہ کہ اگر سہام ہر فریق کے ان پر مستقیم ہوجائیں بلا کسر تو ضرب کی حاجت نہیں۔ تو یہاں تصحیح اول یعنی مناسخہ میں بمنزلہ اصل مسئلہ کے ہے۔ اور تصحیح ثانی یہاں یعنی مناسخہ میں بمنزلہ باب تصحیح کے اور مقسوم علیہم کے ہے۔ اور مافی الیہ میت ثانی کا بمنزلہ ان کے سہام کے ہے اصل مسئلہ سے۔ تو صورت استقامت میں دونوں مسئلے تصحیح اول سے صحیح ہوجائیں گے۔ مثلاً جبکہ خاوند مرگیا (مثال مذکورہ میں) بیوی اور ماں اور باپ چھوڑ کر جیساکہ کتاب میں ذکر ہوا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ مسئلہ اول ردیہ ہے۔ کیونکہ بوجہ جمع ہونے چوتھائی اور نصف اور چھٹے کے اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا جس میں سے تین خاوند کے لئے اور چھ بیٹی کو اور دو ماں کو تو ایک باقی رہتا ہے۔ تو وہ رد کیا جائے گا ماں اور بیٹی پر بتناسب ان کے سہام کے۔ تو جب رد کیا ہم نے طرف اقل مخارج فرض میں لا یرد علیہ کے تو چار ہوئے۔ تو جب خاوند کو اس میں سے ایک ملا تو تین باقی رہے۔ وہ چار پر مستقیم نہیں ہیں یعنی بیٹی اور ماں کے سہام پر مستقیم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے درمیان مباینت ہے۔ تو ان سہام کو جو بمنزلہ رؤس کے ہیں ضرب دیا اس اقل میں تو حاصل ہوئے سولہ۔ تو اس میں سے چار سہام خاوند کو ملے اور نو بیٹی کو۔ اور تین ماں کو۔ تو وہ چار جو خاوند کو ملے وہ بیوی اور ماں اور بیٹی پر مستقیم ہوگئے۔ اس طرح کہ ایک تو بیوی کو ملا۔ اور ما بقی کا تہائی کہ ایک ہے ماں کو ملا۔ اور دو سہام باپ کو ملے۔ تو خاوند کو جو تصحیح اول سے ملے تھے۔ وہ تصحیح ثانی پر مستقیم ہوگئے۔ تو صحیح ہوگئے دونوں مسئلے تصحیح اول سے

اور بصورت نہ مستقیم ہونے کے۔ تو اگر موافق ہو تو عمل کرو اس طریق پر جس کا حال باب تصحیح میں گذر چکا ہے۔ وہ یہ کہ جب منکسر ہوں سہام ایک فریق کے ان کے رؤس پر۔ اور سہام اور رؤس میں توافق ہو تو ضرب کیا جائے وفق رؤس کا اصل مسئلہ میں۔ تو اسی طرح اس جگہ وفق تصحیح ثانی کا جو یہاں بمنزلہ رؤس کے ہے ضرب کیا جائے گا تصحیح اول میں یعنی وہ تصحیح اول جو اس جگہ قائم مقام اصل مسئلہ کے ہے۔ تو اس سے دونوں مسئلے صحیح ہوجائیں گے۔ مثلاً مثال مذکورہ میں جبکہ بیٹی بھی مرگئی۔ اور اس نے چھوڑے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور دادی تو مافی الیدبیٹی کا تصحیح اول سے ۹ ہیں اور مسئلہ بنت کی تصحیح ۶ سے ہے۔ اور ۹ و ۶ میں توافق بالثلث ہے تو ضرب دیا جائے گا۔ ۶ کا ثلث یعنی ۲ سولہ میں۔ تو حاصل ضرب ۳۲ ہوئے تو یہی مخرج ہے۔ دونوں

مسئلوں کا تو جس کے سہام ۱۶ اسے تھے (یعنی میت اوّل کے وارثوں کے) تو اسکو ضرب دو مسئلہ بنت کے وفق میں یعنی ۲ کے وفق میں کہ وہ دو ہیں تو حاصلضرب اس وارث کا حصہ ہوگا۔ اور جس کے سہام چھ سے ہیں (یعنی میت ثانی کے وارثوں کے) تو اسکو ضرب دو ثانی ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں کہ وہ تین ہیں تو حاصلضرب اس کا حصہ ہوگا۔ پھر ہر فریق کے حصے کے معلوم کرنیکی توضیح اس طرح ہے کہ میت اوّل کی ماں کو ۱۶ میں سے تین ملے تھے تو اسکو ضرب دیا ہم نے دو میں تو حاصل ہوئے ۶ تو یہہ حصہ بیٹی کا ہوا۔ اور خاوند کو ۱۶ میں سے ۴ ملے تھے۔ اسکو بھی ہم نے دو میں ضرب دیا کہ وہ وفق مسئلہ ثانیہ ہے تو حاصل ہوئے آٹھ تو یہہ حصہ خاوند کا ہوا۔ اور اسکے وارثوں پر منقسم ہے تو اسکی زوجہ کو اسمیں سے ۲ سہم ملے۔ اور اسکے باپ کو ۴ ملے۔ اور اسکی ماں کو ۲ ملے کہ ثلث باقی بھی ہیں اور اگر خاوند کے وارثوں میں سے ہر ایک کے حصہ کو جو ۱۶ میں سے ملا ہے۔ ضرب دو۔ اس فرق میں تو کچھ اختلاف نہیں ہوگا۔ پھر بیٹی کے ہر بیٹے کو مسئلہ بنت سے کہ وہ ۶ ہیں دو دو سہم ملے تھے۔ تو جب ضرب دیا ہم نے ان دو کو ۳ میں تو ۶ ہوئے۔ تو یہہ حصہ دونوں بیٹوں کا ہوا علیحدہ علیحدہ۔ اور بیٹی کی بیٹی کو مسئلہ بنت سے یعنی ۶ میں سے ایک ملا تھا۔ تو جب ہم نے اسکو ضرب دیا تین میں تو حاصل ہوئے تین۔ تو یہہ حصہ اس بیٹی کا ہوا۔ اور بیٹی کی دادی کو بھی مسئلہ بنت سے ایک ملا تھا۔ تو اسکو بھی تین میں ضرب دیا۔ تو حاصل ہوئے تین۔ یہہ حصہ دادی کا ہے۔ اور اس دادی کو بوجہ اسکے مالک ہونیکے پہلے مسئلہ میں ۱۶ سے ۳ ملے تھے تو اب اس دادی کے مافی الید ۹ ہوگئے ۔۔۔۔ تو اب اگر مافی الید تصحیح اوّل ور مافی الید تصحیح ثانی کے درمیان مباینت ہو تو ضرب دو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اولیٰ میں جبکہ فریق کے رؤس اور سہام میں مباینت ہو) اس طرح پر جسکا حال بہ تصحیح میں آچکا ہے مثلاً جبکہ مثال مذکور میں دادی مرگئی کہ وہ میت اوّل کی ماں ہے اور اُسنے خاوند اور دو بھائی چھوڑے اور اُسکے مافی الید ۹ سہام ہیں جیساکہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور تصحیح اُس مسئلہ کی ۴ ہے۔ اور ۹ و ۴ میں مباینت ہے تو ضرب دو ۴ کو تصحیح سابق میں یعنی ۳۲ میں تو حاصل ہوئے ۱۲۸ تو یہہ عدد دونوں مسئلوں کا مخرج ہے تو جس کو حصہ ۳۲ سے ملا تھا تو اسکو ضرب دینگے ۴ میں کہ وہ مسئلہ دادی کا ہے۔ اور جسکو حصہ ۴ میں ملا ہے اسکو ضرب دینگے دادی کے کل مافی الید میں یعنی ۹ میں تو لتشریحاً ہم یوں کہینگے کہ اس شخص کی عورت کے واسطے جو دوسری دفعہ مرا ہے (یعنی خاوند میت اوّل کا) ۳۲ میں ۲ سہام ہیں پھر جب ضرب دیا ہم نے ان دو سہام کو ۴ میں تو ۸ ہوئے تو یہہ حصہ اُس عورت کا ہوا۔ اور خاوند کے باپ کو ۴ ملے تھے تو جب اسکو ضرب دیا ۴ میں تو حاصل ہوئے ۱۶۔ تو اب یہہ حصہ ہوا خاوند کے باپ کا۔ پھر خاوند کی ماں کو ۲ ملے تھے تو جب انکو ۴ میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۸ تو یہہ حصہ ہوا خاوند کی ماں کا۔ جو کہ تیسری بار مرا ہے (یعنی میت اول کی بیٹی) تو اُسکے ہر دو بیٹوں میں سے ہر ایک کو ۳۲ میں سے ۶ سہام ملے تھے۔ تو اسکو جب ضرب دیا ہم نے ۴ میں تو حاصل ہوئے ۲۴۔ تو اب یہہ ہر بیٹے کا حصہ ہوا میت اوّل کی بیٹی کی بیٹی کو ۳۲ میں سے ۳ ملے تھے تو اسکو ضرب دیا ۴ میں تو حاصل ہوئے ۱۲۔ تو اب یہہ حصہ اس بیٹی کا ہوا۔ اب جو عورت چوتھی مرتبہ مری ہے (یعنی دادی) اسکے خاوند کے واسطے ۴ میں سے (کہ دادی کا مسئلہ ہے) ۲ سہم ملے تھے تو جب اسکو ۹ میں ضرب دیا کہ مافی الید ہے تو ۱۸ حاصل ہوئے تو خاوند کا حصہ اب یہہ ہوا۔ اور دادی کے مسئلہ میں ہر بھائی کو ایک ایک سہم ملا تھا تو ہم نے اُسکو بھی ضرب دیا ۹ میں تو حاصل ضرب ۹ ہوئے تو اب یہہ ہر ایک بھائی کا حصہ ہوا تو توافق اور تباین دونوں صورتوں میں حاصلضرب ۱۲۸ ہوگا وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا۔ شریفیہ ۱۰۷ و ۱۰۸ (اذا کان ورثۃ المیت الثانی ۔۔۔۔ وما اندرج فیہا)

۳ **ہر وارث کا علیحدہ حصہ معلوم کرنا** ۔ اب اگر یہہ ارادہ ہو کہ ورثہ میں سے ہر وارث کا حصہ اس حاصلضرب سے معلوم ہو جائے۔ اس قیاس پر جو تصحیح سے وارثوں کے پہنچنے کا قاعدہ بیان ہوا تو جو سہام میت اول کے تصحیح مسئلہ سے ملے ہیں تو ان سہاموں کو ضرب دو مضروب میں یعنی تصحیح ثانی میں جبکہ صورت مباینت کی ہو تو وفق کی صورت میں وفق تصحیح ثانی میں تو ہر وارث کے سہام کو اُس مضروب میں ضرب دینے سے حاصلضرب اس مبلغ مذکور سے اُس وارث کا حصہ ہوگا۔ جیساکہ ہم اس قاعدہ کو عمل کل حال تفصیل سے توافق اور تباین کی مثال میں بیان کر چکے ہیں سبب اسکا یہہ ہے کہ تصحیح ثانی اور وفق تصحیح ثانی اسجگہ اصل مسئلہ کے لحاظ سے بمنزلہ مضروب کے ہے۔ اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو جو اُسکو اُسکے تصحیح مسئلہ سے ملے ہیں ضرب دو اُسکے کل مافی الید میں جبکہ صورت مباینت کی ہو ورنہ اُسکے وفق میں اگر صورت موافقت کی ہو تو ہر وارث کے سہام کو اس مبلغ میں ضرب دینے سے اسکا حصہ نکل آئیگا۔ جیساکہ ہم پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور یہہ اسوجہ سے ہے کہ میت ثانی کے وارثوں کا حق اُسکے مافی الید میں ہے۔ تو ہر وارث کے سہام اُسکے مافی الید میں ضرب دیے جائینگے۔ شریفیہ ۱۰۸ (اذا اردت ۔۔۔۔۔ مضروبۃ فیہ)

۴ **تین چار یا پانچ اموات یکے بعد دیگرے** ۔ اگر مرا تیسرا یا چوتھا یا پانچواں شخص ورثہ میں سے تقسیم سے پہلے تو اس مبلغ کو جس سے پہلا مسئلہ اور دوسرا مسئلہ تصحیح کیا گیا ہے تصحیح مسئلہ اولیٰ کے قائم مقام سمجھو اور مسئلہ سوم کو جو میت سوم کے متعلق ہے۔ قائم مقام مسئلہ ثانیہ کے عمل میں لو۔ گو یا میت اول و دوم اسجگہ میت واحد ہو گئے اور میت سوم میت دوم ہو گیا پھر چوتھی و پانچویں میت کے مسئلہ میں لا محدود میتوں تک اسی طرح عمل کرو یعنی جبکہ میت اول و دوم و سوم کی تصحیح ایک ہو گئی تو وہ میت واحد ہی سمجھو اور میت چہارم میت دوم ہو گئی۔ پھر اسیطرح سمجھ لینا چاہیے جبکہ چار میتوں کی تصحیح ایک کیجائے تو میت پنجم میت دوم ہو جائیگی اسی طرح آگے دور تک عمل کرتے جاؤ۔ شریفیہ ۱۰۸ (ان مات ثالث الی ما لا یتناہی)

۹۹۔ مخارج کے عول اور مثالیں۔

(عول کا بیان دفعہ ۱۲۹ میں دیکھو)

۶ کا عول ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ سے ہوتا ہے ؛ ۱۲ کا عول ۱۳ اور ۱۵ اور ۱۷ سے ہوتا ہے ؛ ۲۴ کا عول ۲۷ سے اور کبھی ۳۱ سے ہوتا ہے۔ یہ نتائج کل سہام کے میل سے نکالے گئے ہیں۔ چنانچہ ایسی صورت میں بجائے نسب نما یعنی مخرج کے شمار کنندہ کو مخرج مان لیا گیا ہے جس سے حصے پورے پورے نکل آتے ہیں۔

نقشہ ۱۴۸ — ۶ کا عول

۷

	۲ بہن ح	۱ خاوند
حصص	$\frac{2}{3}$ ۴	$\frac{1}{2}$ ۳

۷ = حل۔ $\frac{2}{3} + \frac{1}{2} = \frac{4+3}{6} = \frac{7}{6}$

۸

	۲ بہن اخ	۱ بہن ح	۱ خاوند
حصص	$\frac{2}{3}$ ۴	$\frac{1}{6}$ ۱	$\frac{1}{2}$ ۳

۸ = حل۔ $\frac{1}{3} + \frac{1}{2} + \frac{1}{2} = \frac{3+3+2}{6} = \frac{8}{6}$

۹

	۲ بہن اخ	۲ بہن ح	۱ خاوند
حصص	$\frac{1}{3}$ ۲	$\frac{2}{3}$ ۴	$\frac{1}{2}$ ۳

۹ = حل۔ $\frac{1}{3} + \frac{2}{3} + \frac{1}{2} = \frac{2+4+3}{6} = \frac{9}{6}$

۱۰

	۲ بہن ع	۲ بہن ح	۱ ماں	۱ خاوند
حصص	$\frac{1}{3}$ ۲	$\frac{2}{3}$ ۴	$\frac{1}{6}$ ۱	$\frac{1}{2}$ ۳

۱۰ = حل۔ $\frac{1}{3} + \frac{2}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{2} = \frac{2+4+1+3}{6} = \frac{10}{6}$

نقشہ ۱۴۹ — ۱۲ کا عول

۱۳

	۲ بہن ح	۱ بہن اخ	۱ بیوی
حصص	$\frac{2}{3}$ ۸	$\frac{1}{6}$ ۲	$\frac{1}{4}$ ۳

۱۳ = حل۔ $\frac{2}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{4} = \frac{8+2+3}{12} = \frac{13}{12}$

۱۵

	۲ بہن اخ	۲ بہن ح	۱ بیوی
حصص	$\frac{1}{3}$ ۴	$\frac{2}{3}$ ۸	$\frac{1}{4}$ ۳

۱۵ = حل۔ $\frac{1}{3} + \frac{2}{3} + \frac{1}{4} = \frac{4+8+3}{12} = \frac{15}{12}$

۱۷

	۲ بہن اخ	۲ بہن ح	۱ ماں	۱ بیوی
حصص	$\frac{1}{3}$ ۴	$\frac{2}{3}$ ۸	$\frac{1}{6}$ ۲	$\frac{1}{4}$ ۳

۱۷ = حل۔ $\frac{1}{3} + \frac{2}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{4} = \frac{4+8+2+3}{12} = \frac{17}{12}$

نقشہ ۱۵۰ — ۲۴ کا عول

۲۷

	۲ بیٹی	۱ باپ	۱ ماں	۱ بیوی
حصص	$\frac{2}{3}$ ۱۶	$\frac{1}{6}$ ۴	$\frac{1}{6}$ ۴	$\frac{1}{8}$ ۳

۲۷ = حل۔ $\frac{2}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{6} + \frac{1}{8} = \frac{16+4+4+3}{24} = \frac{27}{24}$

۳۱

	۲ بہن ح	۲ بہن اخ	۱ بیٹا کافر	۱ ماں	۱ بیوی
حصص	$\frac{2}{3}$ ۱۶	$\frac{1}{3}$ ۸	× ۰	$\frac{1}{6}$ ۴	$\frac{1}{8}$ ۳

۳۱ = حل۔ $\frac{2}{3} + \frac{1}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{8} = \frac{16+8+4+3}{24} = \frac{31}{24}$

نقشہ ۱۵۱

سندات ۱ چھکا عول ۷ و ۸ و ۹ سے دیکھو دفعہ ۸۲ سند ۳ و دفعہ ۱۳۲ سند ۳۔
۲ بارہ کا عول ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ اسے دیکھو دفعہ ۸۲ سند ۴ و دفعہ ۱۳۳ سند ۳۔ ۳ چوبیس کا عول ۲۷ و ۳۱ سے دیکھو دفعہ ۸۲ سند ۵ و دفعہ ۱۳۳ سند ۳۔

۱۰۰۔ تقسیم ولا کا طریق۔

(مولی العتاقہ وولا کے متعلق دیکھو دفعہ ۴۸)

قاعدہ ۔ ولا بحیثیت عصبہ سببی کے اسی شخص کا حصہ ہے جس نے میت کو آزاد کیا تھا۔ اور اگر کئی نے آزاد کیا تھا تو کئی کو بتناسب ان کی ملکیت یا قیمت خرید کے ملے گا۔ (پرانی اور نئی طرز کی تقسیم میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اسواسطے صرف ایک ہی قاعدہ لکھا گیا۔)

مثال (۱) ایک غلام نے[۱] ایک آزاد عورت سے نکاح کیا۔ اور اس سے تین لڑکیاں ہوئیں (جو شرعاً آزاد ہیں) پھر ماں مرگئی۔ تو لڑکیوں میں سے دو نے اپنے باپ کو بیس و تیس روپے دے کر خرید لیا۔ پھر باپ مرگیا تو اس کا ورثہ تینوں لڑکیوں کو کس طرح ملیگا۔

نقشہ ۱۵۱

غلام — بیوی آزاد (غلام نے آزاد عورت سے نکاح کیا۔ تو اولاد شرعاً آزاد ہے)

لڑکی (اس لڑکی نے بیس روپے دیئے)	لڑکی	لڑکی (اس لڑکی نے تیس روپے دیئے)	
			.... غلام کے ورثاء
$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	.... لڑکیوں کے $\frac{6}{9}$ سہام۔ اب بقایا $\frac{3}{9}$ رہا۔
$\frac{2}{15}$	۰	$\frac{1}{5}$	.... دونوں لڑکیوں کو عصوبت بتناسب ۲۰ و ۳۰ ملی کہ انہوں نے اپنے باپ کو ۵۰ کو خرید اتھا
$\frac{16}{45}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{19}{45}$	.... یہہ کل سہام بعد تقسیم ان کو ملے
۱۶	۱۰	۱۹	.... یہہ حصص ہوئے۔ مسئلہ ۴۵ ہے

حل :۔ تینوں بیٹیوں کو $\frac{2}{3}$ فرضی حصہ ملا۔ یا ہر ایک کو $\frac{2}{9}$ ملا۔ پھر $\frac{3}{9}$ باقی رہا۔ وہ دو خریدنے والی لڑکیوں کو بتناسب بیس و تیس کے ملا۔ تو حصے ۱۶ و ۱۰ و ۱۹ ہوئے۔ اور مسئلہ ۴۵۔

مثال (۲) دیکھو ضمیمہ ۳۔ مسئلہ ۳۔

سندات ۱ ایک غلام کے کئی مالک۔ ایک غلام کی تین بیٹیاں آزاد عورت سے ہیں۔ جن میں سے بڑی کے پاس تیس دینار ہیں۔ اور چھوٹی کے پاس بیس

[۱] اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک غلام نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا۔ اور اس سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ تو یہ تینوں شرعاً آزاد ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ اب ان میں سے دو لڑکیوں نے ماں کو خرید لیا۔ ایک نے تیس دینار دیئے اور دوسری نے بیس۔ تو یہ باپ ان لڑکیوں پر آزاد ہے (دفعہ ۵ سند ۶) پھر باپ مرگیا۔ تو پہلے تو تینوں لڑکیوں کو ان کا فرضی حصہ ملے گا یعنی $\frac{2}{3}$۔ پھر جو بقایا ہے وہ بوجہ عصبہ نسبی نہ ہونے کے عصبات سببی کو یعنی ان دونوں لڑکیوں کو جنہوں نے باپ کو خریدا تھا بتناسب ان کی قیمت خرید کے تقسیم ہوگا

ان دونوں بیٹیوں نے اپنے باپ کو پچاس دینار کے بدلے خرید لیا۔ تو اس طرح باپ آزاد ہو گیا۔ پھر باپ مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا۔ تو اس مال میں سے اول تو دو تہائی ان لڑکیوں میں تین حصہ ہو کر بطور حصہ فرضی تقسیم ہونگے۔ اور باقی ماندہ بطور ولا پانچ حصہ ہو کر باپ کے دونوں خریداروں میں تقسیم ہوں گے جس میں سے تین پانچواں بڑی لڑکی کو اور دو پانچواں چھوٹی کو دیئے جائیں گے۔ کیونکہ بڑی نے باپ کا $\frac{3}{5}$ حصہ اپنے تیس دینار کے بدلے آزاد کیا اور چھوٹی نے $\frac{2}{5}$ اپنے بیس دینار کے بدلے اور صحیح ہوگا یہ مسئلہ ۴۵ سہم سے اس واسطے کہ اصل مسئلہ تین سے ہے کیونکہ اقل عدد جس سے دو تہائی صحیح نکلتے ہیں یہی ہے۔ تو تین میں سے دو تہائی یعنی دو دونوں بیٹیوں کو بالفرضیت دے اور باقی تہائی یعنی ایک بڑی اور چھوٹی دونوں بیٹیوں کو بالولا دیا۔ اور دو تین پر مستقیم نہیں۔ اور ان میں نسبت تباین ہے تو ہم نے جمع کیا عدد رؤس کو یعنی تین کو۔ اور اسی طرح باقی بھی کہ وہ ایک ہے مستقیم نہیں ہے سہام ولا پر کہ وہ پانچ ہیں۔ اور یہ اس دلیل سے ہے کہ ہم نے بڑی اور چھوٹی بیٹی کے مال کے درمیان۔ یعنی تیس اور بیس میں موافقت بالعشر پائی۔ کیونکہ دس بڑے سے بڑا عدد ہے جو تیس اور بیس دونوں کو فنا کرتا ہے۔ تو دسواں حصہ تیس کا تین ہے اور دسواں حصہ بیس کا دو ہے۔ اور جمع ان دونوں کی پانچ ہوتی۔ تو یہ پانچ بمنزلہ عدد رؤس ورثہ کے ہیں۔ اس واسطے کہ تقسیم ثلث باقی کی بڑی اور چھوٹی لڑکی پر ضرور ہے۔ تاکہ ان دونوں کے مال کے تناسب کا لحاظ رہے۔ یہ ایسی نسبت ہے جیسے وفق کی۔ تو وفق یہاں دو اور تین ہوتے۔ اور پانچ اور ایک میں نسبت مباینت ہے۔ تو ہم نے دونوں کو آپس میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۵ ہو گئے۔ پھر اس کو ضرب دیا اصل مسئلہ میں یعنی تین میں تو حاصل ضرب ۴۵ ہوا۔ اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ اس طرح کہ بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے دو ملے تھے۔ تو جب ہم نے مضروب یعنی ۱۵ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب تیس ہوتے تو ہر بیٹی کو ۱۰ ملے۔ بڑی اور چھوٹی لڑکی کو ایک ملا تھا۔ تو اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب دیا تو کچھ تغیر نہ ہوا [یعنی وہی ۱۵ رہے] تو ہم نے ۱۵ باقی کو سہام ولا پر تقسیم کیا یعنی ۵ پر۔ تو ہر سہام کو تین پہنچے۔ تو بڑی لڑکی کو ۱۵ میں سے ۹ پہنچے۔ کیونکہ اسکے سہام تین تھے اور اس کو فرضیت سے ۱۰ سہام ملے تھے۔ تو اس طرح اس کو ۱۹ ملے۔ اب چھوٹی کو ۱۵ میں سے ۶ پہنچے کیونکہ اسکے سہام دو تھے۔ اور اس کو فرضیت سے ۱۰ سہام ملے تھے۔ تو کل ۱۶ ہوئے اور بیچ والی کے واسطے صرف ۱۰ ہی سہام ہیں جو اس کو بالفرضیت پہنچے ہیں ——— شریفیہ ۵۶ و ۵۷ (ثلاث بنات حرائر ... بالفرضیۃ)۔

باب — فصل ششم ترکہ کی تقسیم بموجب سہام یا بتناسب قرضخواہان — باب

خلاصہ: اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ وارثوں کے ہر فریق کو یا ہر وارث کو علیحدہ علیحدہ ترکہ میں سے سہام کی مطابقت سے کیا کیا پہنچتا ہے تو اس طرح کرنا چاہیئے کہ جو سہام انکو ملے ہیں انکو علیحدہ علیحدہ کل ترکہ کی رقم میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو مسئلہ پر تقسیم کر دو۔ اگر پورا حصہ نہ نکلے تو کسر کے آنے پائی یا جو کچھ مطلوب ہو بنا لو پھر اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ ترکہ میں سے مختلف قرضخواہوں میں سے ہر ایک کو کیا پہنچتا ہے تو ہر قرضخواہ کو بمنزلہ ایک وارث کے سمجھ لو اور ہر ایک کا قرضہ بمنزلہ سہام کے اور کل قرضہ کا مجموعہ مسئلہ سمجھو اور پھر حسب طریق بالا عمل کرو۔

۱۰۱ — ترکہ کو سہام کے مطابق تقسیم کرنا (اور مثالیں)

الف — متروکہ کو سہام کی مطابقت سے تقسیم کرنے کا پرانا طریق (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ ۱: اگر یہ بات معلوم کرنی ہو کہ وارثوں کے مختلف فریقوں میں سے ہر ایک کو متروکہ میں سے سہام کے مطابق کیا کیا ملے گا۔ تو ہر فریق کے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دو۔ اور حاصل ضرب کو مسئلہ پر تقسیم کرو۔ تو ہر وارث کا حصہ جو اس کو ترکہ میں سے ملے گا معلوم ہو جائے گا۔ یہ عام قاعدہ ہے۔

۱- پھر اگر مسئلہ اور ترکہ میں مماثلت ہو تو کسی اور عمل کی ضرورت ہی نہیں۔ وہی مسئلہ اور وہی ترکہ ہوگا۔

نقشہ ۵۲ ۵۵

ب - اگر مسئلہ اور ترکہ میں موافقت ہو تو وفق ترکہ کو کسی وارث کے حصہ میں ضرب دے کر مسئلہ کے وفق پر تقسیم کر دو تو اس وارث کا حصہ نکل آئیگا۔

ج - اگر مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہو تو ترکہ کو کسی وارث کے حصہ میں ضرب دے کر مسئلہ پر تقسیم کرو دو تو اس وارث کا حصہ نکل آئے گا۔

د - اگر ترکہ میں صحیح عدد بھی ہوں اور کسر بھی تو صحیح عدد کو کسر کے مخرج میں ضرب دے لو اور مسئلہ کو اسی کسر کے مخرج میں ضرب دو تو اس کو نیا مسئلہ سمجھو۔ اور عمل وہی کرو جو بیان ہوا۔

سا اگر دینار کی کسر کے قیراط وغیرہ بنانے ہوں - تو بیس میں ضرب دے کر قیراط اور اگر پھر بھی بچ جائے تو تین میں ضرب دے کر جاول بنالو۔

س ترکہ کے سب حصوں کو جمع کرنے سے اگر ترکہ کی مقدار پوری ہو تو عمل صحیح سمجھو ورنہ غلط۔

مثال ۱ - میت کے وارث یہ ہیں: خاوند - ماں - ۲ بہنیں ح - اور ترکہ ۲۵ دینار ہیں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۵۲

ترکہ - دینار یا روپیہ	خاوند	ماں	دو بہن ح	
	۱/۲	۱/۶	۲/۳	
	۳	۱	۴	سہام و حصص
	۳	۱	۴	مسئلہ عولیہ ۸
۲۵	۹ ۳/۸	۳ ۱/۸	۱۲ ۱/۲	ترکہ ۲۵

اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہے تو ۲۵ کو ۳ میں ضرب دیا اور ۸ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ ۹ ۳/۸ نکلا اسی طرح اور وارثوں کا حصہ معلوم ہو سکتا ہے۔

مثال ۲ - میت کے وارث یہ ہیں: خاوند - چار بہنیں حقیقی - دو بہنیں اخیافی - اور ترکہ تیس روپے اور بتیس روپے ہے تو دونوں صورتوں میں وارثوں کو کیا ملے گا؟

نقشہ ۱۵۳

ترکہ	خاوند	بہنیں ح	بہنیں اخ	
	۱/۲	۲/۳	۱/۳	
	۳	۴	۲	سہام و حصص
	۳	۴	۲	مسئلہ عولیہ ۹
۳۰	۱۰	۱۳ ۱/۳	۶ ۲/۳	ترکہ ۳۰
۳۲	۱۰ ۲/۳	۱۴ ۲/۹	۷ ۱/۹	ترکہ ۳۲

اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں موافقت ہے تو ترکہ کے وفق یعنی ۱۰ کو ۳ میں ضرب دیا اور مسئلہ کے وفق یعنی ۳ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ نکلا اسی طرح اور حصے نکال لو۔ اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہے تو ۳۲ کو ۳ میں ضرب دیا اور ۹ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ ۱۰ ۲/۳ نکلا اسی طرح اور وارثوں کا حصہ معلوم ہو سکتا ہے۔

مثال ۳ - میت نے خاوند اور ماں - باپ اور ۲ بیٹیاں چھوڑیں - اور ترکہ ۸۴ دینار ہیں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۵۴

ترکہ	خاوند	ماں	باپ	بیٹیاں	
	۱/۴	۱/۶	۱/۶	۲/۳	
	۳	۲	۲	۸	سہام و حصص
	۳	۲	۲	۸	مسئلہ عولیہ ۱۵
۸۴	۱۶ ۴/۵	۱۱ ۱/۵	۱۱ ۱/۵	۴۴ ۴/۵	ترکہ ۸۴

اس مثال میں مسئلہ و ترکہ میں موافقت ہے تو ترکہ کے وفق یعنی ۲۸ کو ضرب دیا ۳ میں اور پانچ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ ۱۶ ۴/۵ نکلا۔ اسی طرح اور حصے معلوم کرو۔

مثال ۴ - میت نے خاوند اور ایک علاتی بہن اور ایک اخیافی بہن چھوڑے اور ترکہ پچاس دینار ہیں تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۵۵

ترکہ	خاوند	بہن ع	بہن اخ	
	۱/۲	۱/۲	۱/۶	
	۳	۳	۱	سہام و حصص
	۳	۳	۱	مسئلہ عولیہ ۷
۵۰	۲۱ ۳/۷	۲۱ ۳/۷	۷ ۱/۷	دینار ترکہ ۵۰

اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہے تو ۵۰ کو ۳ میں ضرب دیا اور ۷ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ ۲۱ ۳/۷ نکلا۔ اسی طرح اور حصے نکال لو۔

مثال ۵ میت نے خاوند، دادا، اور دادی اور بیٹی چھوڑی اور ترکہ ۱۳۱ دینار ہیں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۵۶

ورثاء	بیٹی	دادی	دادا	خاوند	ترکہ دینار یا درہم
سہام و حصص	۱/۲ ۶	۱/۶ ۲	۱/۶ ۲	۱/۴ ۳	
مسئلہ ۱۳	۶	۲	۲	۳	
ترکہ ۱۳۱	۱۴ دینار ۹ قیراط ۱۱/۱۳ چاول	۴ دینار ۱۵ قیراط ۱ حبہ ۸/۱۳ چاول	۴ دینار ۱۵ قیراط ۱ حبہ ۸/۱۳ چاول	۷ دینار ۳ قیراط ۱۲/۱۳	۱۳۱

اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہے تو ۱۳۱ کو ۳ میں ضرب دیا اور ۱۳ پر تقسیم کیا تو خاوند کا حصہ ۷ دینار ۳ قیراط ۱۲/۱۳ چاول نکلا اسی طرح اور حصے معلوم کرو

مثال ۶ میت کے وارث یہ ہیں: خاوند۔ ماں۔ ۲ بہنیں اور ترکہ ۲۵ ۱/۲ دینار ہے تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

نقشہ ۱۵۷

ورثاء	۲ بہن	ماں	خاوند	ترکہ دینار یا درہم
سہام و حصص	۲/۳ ۴	۱/۶ ۱	۱/۲ ۳	
مسئلہ عولیہ ۸	۴	۱	۳	
ترکہ ۵۱	۱۲ ۳/۴	۳ ۳/۱۶	۹ ۹/۱۶	۲۵ ۱/۲

اس مثال میں مسئلہ اور ترکہ میں مباینت ہے اور دیناروں میں کسر واقع ہوئی ہے تو دینار کو کسر کے مخرج یعنی ۲ میں ضرب دیا تو ۵۰ ہوئے اور شمار کنندہ یعنی ۱ جمع کر لیا تو ۵۱ ہوئے یعنی ترکہ ۵۱ سمجھو پھر مسئلہ کو کسر کے مخرج یعنی ۲ میں ضرب دیا تو ۱۶ ہوئے اب عمل اسی طرح کرو جیسا کہ مثال گزشتہ میں ۱۶ مسئلہ سمجھو اور ۵۱ ترکہ

۳— متروکہ کو سہام کی مطابقت سے تقسیم کرنے کا نیا طریق۔ (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ— حساب تناسب اور اربعہ متناسبہ کے ذریعہ بآسانی حصص معلوم ہو سکتے ہیں۔

مثال ۱ کا حل —— ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ ۹ ہے حصص سے خاوند کو ۳ ملے۔ اور بہنوں حقیقی کو ۴۔ اور بہن اخیافی کو ۲ تو ۳۰ میں اور ۳۲ میں کیا ملیگا

تو اربعہ اس طرح ہوا:— جبکہ ترکہ ۳۰ ہے

۹ : ۳۰ :: ۳ : معلوم ہوا کہ ۱۰ ملیں گے
۹ : ۳۰ :: ۴ : ۱۳ ۱/۳ 〃
۹ : ۳۰ :: ۲ : ۶ ۲/۳ 〃

جبکہ ترکہ ۳۲ ہو

۹ : ۳۲ :: ۳ : معلوم ہوا کہ ۱۰ ۲/۳ ملینگے
۹ : ۳۲ :: ۴ : ۱۴ ۲/۹ 〃
۹ : ۳۲ :: ۲ : ۷ ۱/۹ 〃

اسی طرح باقی مثالیں بھی حل ہو سکتی ہیں۔

ہدایات ۱ ترکہ سے حصہ نکالنے کا عام قاعدہ۔ اگر میت نے ترکہ میں درہم بھی چھوڑے اور دینار بھی۔ اور ان کو وارثوں کے سہام پر تقسیم کرنا چاہو۔ تو اس طرح کرو کہ مسئلہ سے ہر وارث کے سہام کو ترکہ میں ضرب دو۔ اور حاصل ضرب کو مسئلہ پر تقسیم کرو۔ فتاوی عالمگیری۔

۲ اگر ترکہ اور مسئلہ میں مماثلت ہو۔ اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت ہو۔ تو امر ظاہر ہے۔ [یعنی تشریح طلب نہیں ہے] شریفیہ ۸۲ (ان کانت. . . . ظاہر)

۳ اگر ترکہ اور مسئلہ میں موافقت ہو۔ اگر بالیت ترکہ اور مسئلہ میں توافق ہو تو چاہئے کہ وارث کی تعداد سہام کو وفق ترکہ میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو وفق مسئلہ پر تقسیم کرو تو وارث۔ حصہ ترکہ سے نکل آئے گا۔ اور یہی عمل ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے واسطے کیا جائے گا۔ فتاوی عالمگیری۔

جبکہ ترکہ اور تصحیح مسئلہ میں موافقت ہو۔ تو ضرب دو ہر وارث کے سہام کو جو تصحیح سے ملے ہیں ترکہ کے وفق میں۔ اور حاصل ضرب کو تقسیم کرو تصحیح مسئلہ کے وفق پر تو خارج قسمت اس وارث کا حصہ نکلے گا۔ سراجی۔

جبکہ ترکہ اور مسئلہ میں مباینت ہو (مثال) اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت نہ ہو تو اس صورت میں ضرب دو ہر وارث کے سہام کو جو تصحیح سے ملے ہیں تمام ترکہ میں۔ پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کرو۔ تو خارج قسمت حصہ اس وارث کا ہوگا۔ جیسا کہ ابھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً جبکہ چھوڑا میت نے خاوند اور ماں اور

دو بہن ح۔ تو مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور عول کرے گا طرف آٹھ کے۔ تو تین خاوند کو ملے اور ایک ماں کو اور دونوں بہنوں میں سے ہر ایک کو دو دو سہام ملے۔ تو اگر فرض کریں ہم کہ کل ترکہ ۲۵ دینار ہیں تو اس صورت میں ترکہ اور تصحیح میں کہ آٹھ ہے مباینت ہے۔ تو جب چاہو کہ ہر وارث کا حصہ ترکہ میں سے معلوم کریں تو ضرب دو خاوند کے حصہ کو جو اس کو تصحیح سے ملا ہے (یعنی ۳ کو) کل ترکہ میں کہ وہ ۲۵ ہے تو حاصل ہوئے ۷۵۔ تو پھر تقسیم کر اس حاصل ضرب کو تصحیح پر۔ یعنی آٹھ پر تو نو دینار اور ایک دینار کا ۳/۸ خارج قسمت ہوتے تو یہ حصہ ہوا خاوند کا ترکہ سے۔ اب ضرب دو ماں کے حصہ کو کہ جو اس کو تصحیح سے ملا ہے (کہ وہ ایک سہام ہے) سب ترکہ میں تو حاصل ہوئے ۲۵۔ تو جب ان کو ۸ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ہوئے تین دینار اور آٹھواں دینار۔ تو یہ ماں کا حصہ ہوا ترکہ سے۔ اب ضرب دو بہن کے حصہ کو جو اس کو تصحیح سے ملا ہے کہ وہ دو ہیں کل ترکہ میں۔ تو حاصل ہوں گے ۵۰۔ تو جب ان کو آٹھ پر تقسیم کیا تو چھ دینار اور ۱/۴ دینار خارج قسمت ہوئے۔ تو یہی حصہ ہوا ہر بہن کا ترکہ سے۔ شریفیہ ۸۳۔ (وَ اِذَا لَمْ یَکُنْ . . . . کُلِّ اُخْتٍ مِنَ التَّرِکَۃِ)

۵ اگر مقدار ترکہ میں کسر ہو (حل مثال ۶) جو قاعدہ عمل بیان ہوا وہ اس صورت میں ہے کہ مقدار ترکہ میں کسر نہ ہو۔ اور جب ترکہ میں کسر ہو تو اس وقت بسط[۱] کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ ترکہ ایک جنس سے ہو جائے۔ اور بسط کا طریق یہ ہے کہ ترکہ میں سے عدد صحیح کو مخرج کسر میں ضرب دو۔ اور حاصل ضرب میں شمار کنندہ جمع کرو۔ پھر اس عدد کو جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے مخرج کسر ترکہ میں ضرب دو۔ پھر دونوں ضرب مذکورہ کے حاصل میں ضرب و تقسیم کا وہ عمل کرو جو مذکور ہوا۔ خارج قسمت اس ایک وارث کا حصہ ہوگا۔ مثلاً جبکہ ہم نے فرض کیا مسئلہ مذکورہ میں ترکہ ۲۵ دینار اور تہائی دینار۔ تو ہم نے ۲۵ کو تہائی کے مخرج میں ضرب دیا۔ یعنی تین میں تو حاصل ہوئے ۷۵۔ پھر شمار کنندہ جمع کیا تو ۷۶ ہوئے۔ پھر ہم نے تصحیح مسئلہ سابقہ یعنی ۸ کو بھی ضرب دیا ۳ میں تو حاصل ہوئے ۲۴۔ تو ہم نے ہر وارث کے حصہ کو جو آٹھ میں سے ملا تھا ۷۶ میں ضرب دیا اور حاصل ضرب کو ۲۴ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت حصہ اس وارث کا ہوا۔ تو گویا ترکہ عدد صحیح ۷۶ ہی کا ہے اور گویا کہ اصل مسئلہ ۲۴ ہی سے ہے۔ شریفیہ ۸۳۔ (اِذَا لَمْ یَکُنْ . . . . . . مِنْ اَرْبَعَۃٍ وَ عِشْرِیْنَ)

۶ ترکہ کی رقم کے قیراط وغیرہ بنانے۔ اگر ترکہ کے سہام پر کوئی عدد واضح ہو یعنی اس کی تقسیم آخر تک بغیر کسر صحیح نہ ہوتی ہو تو جو طریقہ ہم نے ضرب کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ پھر جب ایسی رقم باقی رہ جائے جو مقسوم علیہ پر تقسیم نہیں ہو سکتی تو اس کو بیس میں ضرب دے کر اس کی قیراط بنا دے (کیونکہ ۲۰ قیراط کا ایک دینار ہوتا ہے) اور اس کو تقسیم کرے۔ پھر جب قیراط میں سے بھی کچھ بچا۔ تو تین میں ضرب دے کر اس کے حبات بنا دے اور تقسیم کرے۔ پھر بھی کچھ باقی رہے تو اسکو چار میں ضرب دے کر چاول بنا دے۔ پھر بھی کچھ بچے تو اس کو چاولوں کی طرف نسبت کرکے کسر لکھ دے۔ فتاوی عالمگیری

۷ معلوم کرنا کہ عمل صحیح ہے یا غلط۔ اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ عمل میں خطا تو نہیں ہوئی۔ تو اس کے امتحان کا یہ طریقہ ہے کہ متفرق حصے جو ترکہ میں سے دیے گئے ہیں جمع کئے جائیں۔ اگر مجموعہ کل ترکہ کے برابر ہو تو عمل صحیح ہے ورنہ اس میں غلطی ہے۔ چاہیے کہ مکرر عمل کرے تاکہ انشاء اللہ تعالیٰ صحیح ہو جائے۔ فتاوی عالمگیری۔

۸ حل مثال ۲۔ (موافقت) میت نے چھوڑا خاوند۔ ۴ حقیقی بہنیں۔ دو اخیافی بہنیں۔ اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اور عول کریگا ۹ کی طرف۔ اگر ترکہ تیس فرض کریں۔ تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالثلث ہوگا۔ کیونکہ تیس اور نو دونوں کا فنا کرنے والا تین ہے۔ تو جب ضرب دیا خاوند کے حصہ کو جو اس کو اصل مسئلہ سے ملا تھا۔ یعنی ۳ کو وفق ترکہ میں یعنی دس میں تو حاصل ہوتے ۳۰۔ تو جب ہم نے تقسیم کیا اس حاصل ضرب کو ثلث مسئلہ پر کہ وہ بھی تین ہیں خارج قسمت دس ہوئے۔ تو یہ حصہ خاوند کا ہوا۔ اور جب ضرب دیا ہم نے چار حقیقی بہنوں کے حصہ کو جو ان کو اصل مسئلہ سے ملا تھا۔ یعنی چار کو ثلث ترکہ میں تو چالیس ہوئے۔ تو جب ہم نے تقسیم کیا ہم کو ثلث مسئلہ پر تو خارج قسمت ۱۳ ہوئے اور ثلث دینار۔ تو یہ حصہ چاروں حقیقی بہنوں کا ہوا۔ جب ضرب دیا دو اخیافی بہنوں کے حصہ کو یعنی دو کو ثلث ترکہ میں یعنی دس میں تو حاصل ہوئے بیس۔ اور جب اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا ثلث مسئلہ پر تو خارج قسمت ۶ نکلے اور دو تہائی۔ تو یہ حصہ ہوا دو اخیافی بہنوں کا۔ یہ بتایا جا چکا ہے (مسئلہ ۳) کہ توافق کی صورت میں اختیار ہے کہ ضرب دے کر وہ ہر فریق کے حصہ کو کل ترکہ میں اور پھر حاصل ضرب کو تقسیم کرو جمیع تصحیح پر۔ تو بھی ان کا حصہ نکل آئیگا اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ توافق اور تداخل ایک حکم کے تابع ہیں۔ شریفیہ ۸۴۔ ۸۵۔ (مِثَالُ الْمُوَافَقَۃِ . . . . حُکْمُ الْمُوَافَقَۃِ)

(مباینت) مثال مباینت کی یہ ہے کہ اب فرض کرو کہ مسئلہ مذکورہ میں ترکہ ۳۲ ہے۔ تو اس صورت میں ترکہ ۳۲ اور تصحیح مسئلہ یعنی ۹ کے درمیان تباین ہوگا۔ تو جب ضرب دیا ہم نے خاوند کے حصہ کو یعنی ۳ کو کل ترکہ میں تو حاصل ضرب ۹۶ ہوگا۔ اور جب اس حاصل ضرب کو کل مسئلہ پر تقسیم کیا یعنی ۹ پر تو خارج قسمت دس دینار ہوتے اور دو تہائی۔ تو یہ حصہ خاوند کا ہوا ترکہ سے۔ جب ضرب دیا ہم نے چاروں حقیقی بہنوں کے حصہ کو یعنی چار کو کل ترکہ میں تو حاصل ضرب ۱۲۸ ہوئے۔ اور

۱ یعنی صحیح عدد کو کسر میں شامل کرنا۔

جب تقسیم کیا اس کو تصحیح مسئلہ یعنی ۹ پر تو خارج قسمت ہوئے ۱۴ دینار۔ تو یہ حصہ ہوا چاروں بہنوں کا ترکہ مذکورہ سے۔ جب ضرب دیا ہم نے دونوں اخیافی بہنوں کے حصہ کو کل ترکہ میں، تو حاصل ضرب ہوئے ۶۳۔ اور جب اس کو ۹ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت نکلے ۷ دینار۔ تو یہ حصہ ہوا دونوں اخیافی بہنوں کا ترکہ مفروضہ سے۔ شریفیہ ۸۵ (مثال المباینۃ .... من الترکۃ المفروضۃ)

۹ حل مثال ۳۔ (موافقت) میت نے خاوند۔ ماں۔ باپ۔ دو بیٹیاں چھوڑیں۔ تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا۔ اور ترکہ ۸۴ دینار ہیں۔ ۱۵ اور ۸۴ میں توافق بالثلث ہے۔ تو بیٹیوں کے سہام ۸ کو وفق ترکہ یعنی ۲۸ میں ضرب دیا تو ۲۲۴ ہوئے۔ اس کو وفق عدد تصحیح یعنی (اس کی تہائی یعنی ۵ پر تقسیم کیا۔ تو ۴۴ دینار اور چار پانچواں دینار حاصل ہوئے۔ پھر ہر دو ماں اور باپ کے چار سہام کو بھی ۲۸ میں ضرب دے کر ۵ پر تقسیم کیا تو ۲۲ دینار اور ۲ پانچواں حصہ دینار ہوئے۔ پھر خاوند کے تین سہام کو بھی ۲۸ میں ضرب دیکر ۵ پر تقسیم کیا تو ۱۶ دینار اور چار پانچواں دینار حاصل ہوئے پھر دیکھا تو مجموعہ سب کا ۸۴ دینار حاصل ہوا تو مسئلہ صحیح ہے۔ عالمگیری

یہ بھی طریق قسمت وطریق نسبت سے حاصل ہوسکتا ہے جس طرح گذشتہ مثال حل ہوئی ہے۔ م

۱۰ حل مثال ۴۔ (مباینت) میت نے خاوند۔ علاتی بہن۔ اخیافی بہن چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا۔ اور عول ۷ سے۔ اب فرض کیا کہ ترکہ میں ۵۰ دینار ہیں تو خاوند کے حصہ ۳ سہام کو ۵۰ میں ضرب دیا تو ۱۵۰ ہوئے اور اس کو مسئلہ پر یعنی ۷ پر تقسیم کیا تو ۲۱ دینار اور تین ساتواں دینار حاصل ہوئے۔ اور اتنا ہی علاتی بہن کا حصہ ہے۔ وہ بھی اسی طرح نکلا۔ اخیافی بہن کا ایک سہام ہے۔ اس کو ۵۰ میں ضرب دے کر ۷ پر تقسیم کیا تو سات دینار اور ساتواں حصہ دینار نکلا۔ اب جو ان سب کو جمع کیا تو پورے پچاس دینار ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ عمل صحیح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری۔

۱۱ مثال ۴ کا عمل اور طریق پر۔ ایک طریق نسبت ہے دوسرا طریق قسمت۔ طریق نسبت یہ ہے کہ خاوند کے سہام کو مسئلہ کی طرف نسبت کیا تو تین ساتواں ہوا۔ یعنی ۷ حصوں میں تین۔ تو اس کو ترکہ کے ۵۰ دیناروں سے تین ساتواں حصہ چاہئے ہے جس کے ۲۱ دینار اور تین ساتواں دینار ہوتے۔ اور یہی طریق باقی حصص کے متعلق کرنا چاہئے۔ طریق قسمت یہ ہے کہ ترکہ کو ۷ پر تقسیم کر دیا تو ۷ دینار اور ساتواں حصہ دینار ایک سہام کے مقابلہ میں ہوا۔ تو خاوند کے تین سہام اس کا سہ چند ہوا۔ جو کہ ۲۱ دینار اور تین ساتواں دینار ہے۔ اسی طرح اور ورثا کے حصص نکال لو۔ فتاویٰ عالمگیری۔

۱۲ حل مثال ۵ (مباینت) مثال۔ میت نے خاوند۔ دادا۔ دادی۔ بیٹی چھوڑی۔ اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۳ سے ہوا۔ ترکہ میں ۳۱ دینار ہیں۔ تو خاوند کے تین سہام کو ۳۱ ترکہ میں ضرب دیا تو ۹۳ ہوئے۔ اس کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۷ حاصل ہوئے اور ۲ باقی رہے جو ۱۳ پر تقسیم نہیں ہوسکتے تو اس کو ۲۰ میں ضرب دے کر قیراط بنائے تو ۴۰ ہوئے۔ پھر ان کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۳ حاصل ہوئے۔ اور ایک باقی رہا۔ اس کے اجزاء چاول بنائے تو ۱۲ ہوئے۔ ان کو ۱۳ کی طرف منسوب کیا۔ تو خاوند کے واسطے ۷ دینار۔ ۳ قیراط اور چاول کے تیرہ جزوں میں سے ۱۲ جزو ہوئے۔ دادا کے دو سہام ہیں۔ ان کو ۳۱ میں ضرب دیا تو ۶۲ ہوئے۔ ان کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۴ ہوئے اور دس باقی رہے تو ان کے قیراط بنائے تو ۲۰۰ ہوئے۔ پھر تیرہ پر تقسیم کیا تو ۱۵ قیراط نکلے اور ۵ باقی رہے۔ تو اُن کے حبات ۱۵ ہوئے۔ اور تیرہ پر تقسیم کرنے سے ایک حبہ نکلا اور ۲ باقی رہے۔ جس کے ۸ چاول ہوئے کہ ۱۳ کی طرف نسبت کیا۔ تو دادا کو چار دینار۔ ۱۵ قیراط۔ ایک حبہ۔ اور ایک چاول کے ۱۳ جزوں میں سے ۸ جزو ملے۔ اور دادی کو بھی اتنا ہی حصہ ملا۔ اور بیٹی کو خاوند سے دو چند ملا۔ یعنی ۱۴ دینار۔ ۶ قیراط۔ ایک چاول اور ایک چاول کے ۱۳ اجزوں میں سے ۱۱ جزو ملے۔ ان سب کو جمع کیا۔ تو ۳۱ دینار ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ مسئلہ صحیح ہے۔ فتاوےٰ عالمگیری۔

۱۰۲۔ متروکہ کو قرضخواہوں میں تناسباً تقسیم کرنا۔

۱۔ اگر مقدار قرضہ تھوڑی ہے۔ اور ترکہ بہت ہے تو پورا قرضہ اسی سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور تناسباً کم کر کے قرضخواہوں کو دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

۲۔ اگر مقدار قرضہ زیادہ ہے۔ اور ترکہ تھوڑا ہے تو اس ترکہ میں سے قرضہ ہر قرضخواہ کے حصے کے تناسب سے دیا جائیگا۔ تاکہ سب قرضخواہوں کو یکساں نقصان پہنچے (دیکھو دفعہ ۱ مسئلہ ۱۸)

۱۔ قرضخواہوں کے تناسباً حصے معلوم کرنیکا پرانا طریق (اہل فرائض کا عربی طریق)

قاعدہ۔ اگر اس بات کا دریافت کرنا منظور ہو کہ ہر قرضخواہ کا حصہ ترکہ میں کتنا ہے تو ہر قرضخواہ کو ایک وارث مان لو۔ اور اُس کا قرضہ سہام اور کُل

قرضہ کو جمع کر کے تصحیح مسئلہ سمجھو پھر مسئلہ حل کرو۔ یا یہ قاعدہ یاد رکھو $\frac{\text{ترکہ} \times \text{مقدار قرضہ کسی قرضخواہ کا}}{\text{کل تعداد قرضہ}}$ = جو اس قرضخواہ کو ترکہ سے ملے گا۔

مثال۔ میت نے ۹ دینار یا ۱۳ دینار یا ۵ دینار ترکہ چھوڑا۔ مگر اسکو ایک قرضخواہ کے دس دینار دوسرے کے ۵ دینار دینے تھے بتاؤ ترکہ کس تناسب سے اُن قرضخواہوں کو دیا جائے۔

نقشہ ۱۵۸

ترکہ مفروضہ	قرضخواہ ۱	قرضخواہ ۲		قرضخواہان (یا ورثا سمجھو)
↓	۱۰	۵	۱۵	مقدار قرضہ (یا تصحیح مسئلہ سمجھو)
۹	۶	۳	۹	ترکہ
۱۳	$8\frac{2}{3}$	$4\frac{1}{3}$	۱۳	ترکہ
۵	$3\frac{1}{3}$	$1\frac{2}{3}$	۵	ترکہ

۲۔ قرضخواہوں کے تناسبًا حصہ معلوم کرنے کا نیا طریق (اہل ریاضی کا جدید طریق)

قاعدہ۔ حساب تناسب سے معلوم کرلو۔

وہی مثال۔ ۱۰ و ۵ کے تناسب سے ۹ و ۱۳ و ۵ (ترکہ مفروضہ) میں کیا ملے گا؟ گویا ۱۵ : ۹ :: ۱۰ : ۶ ملینگے دوسرے کو تین ملینگے۔ اسی طرح ۱۵ : ۱۳ :: ۱۰ : $8\frac{2}{3}$ ملینگے۔ دوسرے کو $4\frac{1}{3}$ ملینگے۔ تیسری صورت میں ۱۵ : ۵ :: ۱۰ : $3\frac{1}{3}$ ملیں گے۔ دوسرے کو $1\frac{2}{3}$ ملیں گے۔

سندات ۱ دیون کے مسائل حل کرنے کا قاعدہ۔ ادائے دیون یعنی قرضوں کے ادا کرنے میں یہ قاعدہ ہے کہ ہر قرضخواہ کا قرضہ مسئلہ کے حل کرنے میں بمنزلہ ہر وارث کے حصہ کے ہے اور قرضوں کا مجموعہ بمنزلہ تصحیح کے ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد جو ترکہ باقی رہے۔ وہ سب قرضخواہوں پر پورا بٹ جائے۔ تو کچھ دقت ہی نہیں۔ کیونکہ ہر قرضدار کو اس کا پورا قرضہ مل جائے گا۔ اور اگر باقی ماندہ ترکہ کافی نہیں ہے سب قرضخواہوں کے دینے کے واسطے۔ اور قرضخواہ بھی متعدد ہوں تو اس صورت میں اس ترکہ قاصرہ میں سے ہر قرضخواہ کے حصہ کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ قرار دیا جائے ہر قرضخواہ کا قرضہ بمنزلہ ہر وارث کے حصہ کے جو اس کو تصحیح مسئلہ سے ملتا ہے۔ اور قرضخواہوں کا مجموعہ قرار دیا جائے بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے۔ اور اس قاعدہ پر عمل کیا جائے جس سے ہر وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم کیا جاتا ہے۔ شریفیہ ۸۵۔ (وَاَمَّا فِي الْمَعْرِفَةِ قَضَاءُ الدُّيُوْنِ .... نَصِيْبُ كُلِّ وَارِثٍ)

اسی طرح [جس طرح ترکہ کو حصص پر تقسیم کرتے ہیں] قرضخواہوں میں بھی ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ مجموعہ قرضوں کا مثل عدد تصحیح مسئلہ کے اور قرضہ مثل سہام وارث کے قرار دیا جاتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری۔

۲ مثالیں جبکہ ۹ و ۱۳ و ۵ دینار ترکہ ہوں۔ اگر کوئی شخص مرگیا۔ اور اس نے ۹ دینار چھوڑے۔ اور اس پر ایک شخص کے دس دینار قرض تھے۔ اور دوسرے کے پانچ۔ تو جمع کئے ہم نے دونوں قرض تو حاصل ہوتے ۱۵ دینار۔ تو یہ بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے ہوئے اور ۹ و ۱۵ میں توافق بالثلث ہے۔ تو جب ہم نے ضرب دیا اس شخص کے قرضہ کو کہ جس کے میت پر دس دینار تھے ۹ کی تہائی میں تو حاصل ہوئے ۳۰۔ تو جب تقسیم کیا ہم نے اس حاصل ضرب کو وفق تصحیح پر کہ وہ پانچ ہیں حاصل ہوئے چھ۔ تو یہ حصہ ہوا دس دینار والے قرضخواہ کا۔ اور جبکہ ضرب دیا ہم نے اس شخص کے قرضہ کو جس کے میت پر ۵ دینار تھے وفق ترکہ میں یعنی تین میں تو حاصل ہوئے پندرہ۔ اور جب تقسیم کیا ہم نے اس مبلغ یعنی پندرہ کو تصحیح کی تہائی پر۔ تو خارج قسمت ہوئے تین۔ تو یہ حصہ ہوا پانچ دینار والے قرضخواہ کا۔ اگر ہم صورت مذکورہ میں ترکہ تیرہ دینار فرض کریں تو تصحیح اور ترکہ میں مباینت ہوگی۔ تو اس صورت میں دس دینار والے قرضخواہ کا قرضہ کل ترکہ یعنی تیرہ میں تو حاصل ہونگے ۱۳۰۔ تو جب ہم نے اس مبلغ کو تصحیح پر تقسیم کیا یعنی پندرہ پر تو خارج قسمت آٹھ نکلے اور دو تہائی۔ تو یہ حصہ ہوا دس دینار والے قرضخواہ کا۔ اسی طرح ہم نے ۵ دینار والے قرضہ کو بھی ترکہ میں ضرب دیا تو حاصل ہوئے ۶۵۔ تو جب اس رقم کو ۱۵ پر تقسیم کیا تو چار دینار اور ایک دینار کی تہائی خارج قسمت ہوئی۔ تو یہ حصہ ہوا ۵ دینار والے قرضخواہ کا۔

اگر اس صورت میں ہم ترکہ ۵ دینار فرض کریں۔ تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا۔ باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے (یعنی یہ کہ

متداخلین لامحالہ دونوں متوافق ہونگے کسور میں سے کسی کسر کے ساتھ] لہذا ضرب کرو دس والے قرضخواہ کے قرضہ کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں۔ اور پر تقسیم کرو حاصل ضرب کو کہ وہ دس ہیں خمس تصحیح پر یعنی ۳ پر۔ تو خارج قسمت تین دینار نکلے اور ایک دینار کی تہائی۔ تو یہ حصہ ہوا دس دینار والے قرضخواہ کا اسی طرح ضرب کرو پانچ دینار والے قرضخواہ کے قرضہ کو وفق ترکہ میں اور حاصل ضرب کو تقسیم کرو وفق تصحیح پر کہ وہ تین ہیں۔ تو خارج قسمت ایک اور دو تہائی ہوئے۔ تو یہ حصہ ہوا پانچ دینار والے قرضخواہ کا۔ یہ بات تم کو پہلے بتائی جا چکی ہے کہ جو قاعدہ مباینت میں لگایا جاتا ہے وہی موافقت اور مماثلت دونوں میں لگایا جاتا ہے۔ شریفیہ ۸۵۔۸۶ (فان مات شخص .... والمتداخلۃ ایضًا)

۳ متروکہ کم ہو تو سب قرضخواہوں کو تناسبًا نقصان دیا جائے گا۔ دیکھو دفعہ ۱۳۲ مسئلہ ۱

(باب) فصل ہفتم مسئلہ لکھنا اور قائم کرنا اور فتوے لکھنا (باب)

خلاصہ مسئلہ لکھنے کے جو طریق ہم نے بتاتے ہیں۔ وہ فرائض کی مختلف کتابوں سے لئے گئے ہیں اور انہی پر عمل ہے۔ اگر کسی اور طریق پر مسئلہ لکھا جائے یا قائم کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ فتویٰ دینے میں بہت احتیاط لازم ہے۔ فرائض کے متعلق فتویٰ صرف انہی علماء سے طلب کرنا چاہیئے جو فرائض کے مسائل خوب سمجھتے ہوں اور انکو مسائل حل کرنے کی اچھی مہارت ہو اور فتویٰ طلب کرنیوالے سوال کے متعلق خوب چھان بین کریں ہمنے کچھ قاعدے لکھدیئے ہیں اگر فتویٰ دینے والے صاحبان انکو مدنظر رکھکر فتویٰ دیں تو فتویٰ کی صحت قابل اعتبار ہوگی۔

۱۰۳ مسئلہ لکھنا اور قائم کرنا۔

ا۔ مسئلہ حسب ذیل قواعد کے بموجب لکھا جاتا ہے۔ اور مستحقین کے حصے اس طرح قائم کئے جاتے ہیں:۔

قاعدہ ۱۔ سب سے اوّل پیشانی پر لفظ میت (یا مات) لمبا کھینچ کر لکھو۔ اور اس کے اوپر بائیں طرف (بعض دائیں طرف بھی لکھدیتے ہیں) میّت کا نام۔ بعض دفعہ لفظ میت لکھنے کی بجائے ایک لمبا خط کھینچ دیتے ہیں۔ جو لفظ میت کے قائم مقام ہوتا ہے مگر دستور لفظ میت ہی لکھنے کا ہے۔

قاعدہ ۲۔ اب اس کے نیچے تمام وہ ورثاء جو اس کے مرنے کے وقت زندہ تھے لکھو۔ اور ان کی تعداد بھی۔ مگر اس ترتیب سے لکھو کہ ذوی الفروض پہلے ہوں (اور ذوی الفروض میں بھی زوجین سب سے پہلے) اس کے بعد عصبات۔ اور پھر ذوی الارحام۔ اگر سب قسم کے ورثاء نہ ہوں تو جس قسم کے ہوں وہی لکھدو۔

قاعدہ ۳۔ اب ترکہ کو ایک فرض کرلو اور ذوی الفروض کے مقررہ حصے ان میں سے ہر ایک کے نیچے لکھو۔ مگر یہ دیکھ لینا کہ کسی ذوی الفروض کا حصہ کبھی دوسرے ذوی الفروض یا عصبہ کی موجودگی سے کم تو نہیں ہو جاتا۔ یا وہ محجوب تو نہیں ہے۔ پھر ذوی الفروض کے حصے لکھنے کے بعد جو کچھ بچے وہ عصبہ کے نیچے لکھدو۔ مگر قریب ترین عصبہ کے نیچے۔ باقی عصبات کے نیچے لفظ محروم لکھو (اس طرح پر جو موجودہ مستحقین کے حصے دیئے گئے تو یہ طریق تقسیم یہ ایمان ہے اور ذوی الفروض اور عصبات کی تقسیم اسی طریق پر ہوتی ہے۔ دیکھو دفعہ ۸۶) اور ذوی الارحام کے نیچے لفظ محروم لکھدو۔ ہاں اگر ذوی الفروض سے کچھ نہ بچے تو عصبات کے نیچے بھی لفظ محروم لکھو۔

ا۔ اگر ذوی الفروض میں صرف خاوند یا بیوی ہوں اور نہ عصبہ ہے اور نہ ذوی الارحام تو کل ترکہ انکو دیدو۔ اور اگر ذوی الارحام بھی ہوں تو خاوند یا بیوی کا بقایا انکو دیدو۔

ب۔ اگر ذوی الفروض میں سے کوئی نہو صرف عصبہ یا عصبات ہی ہوں تو قریب ترین عصبہ یا عصبات کو کل ترکہ دیدو۔ باقی کے نیچے لفظ محروم لکھدو۔

ج۔ اگر ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہو تو کل ترکہ نزدیک ترین ذوی الارحام (ایک ہوں یا کئی) میں تقسیم کیا جائے گا۔

قاعدہ ۴۔ اب ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد معلوم کرو جس میں سے سب کے حصے پورے پورے نکل سکتے ہوں۔ تو اس عدد کو لفظ میت پر دائیں طرف لکھو۔ (چاہے لفظ مسئلہ بھی ساتھ لکھدو۔ یا مسئلہ کا مخفف بخط شکستہ مسٔ لکھدو۔ یا فریضہ بخط نسخ یا شکستہ ساتھ لکھدو)۔

۱۔ ایسا عدد معلوم کرنے کے واسطے دیکھو دفعہ ۸۰۔ یا دفعہ ۸۲ میں بنا بنایا مسئلہ ہی مل جائیگا۔

قاعدہ ۵۔ اگر مسئلہ میں صرف ذوی الفروض ہی ہوں تو یہ وقت بھی پیش آتی ہے کہ کبھی مخرج سہام کے مجموعہ سے کم ہوتا ہے (اور یہ صورت عول میں پیش آتی ہے کہ مخرج کم ہوتا ہے اور مجموعہ سہام زیادہ) تو عول کی علامت ع لکھ کر (یا لفظ عول لکھ کر) یہ مجموعہ سہام بھی لکھ دو۔ گویا مسئلہ عولیہ کا یہ عدد ہے۔ یا جو عدد تم نے نکالا ہے اگر وہ تمہارے سہام کے مجموعہ سے زیادہ ہو (اور یہ صورت رد میں پیش آتی ہے کہ مخرج زیادہ ہوتا ہے اور مجموعہ سہام کم) تو رد کی علامت رد لکھ کر (یا لفظ رد لکھ کر) اس کے آگے یہ مجموعہ سہام پھر لکھ دو۔

قاعدہ ۶۔ جو ورثا حصہ لینے سے محروم ہوتے ہیں ان کے نیچے یا تو لفظ محروم لکھو یا م لکھنا کافی ہے۔

قاعدہ ۷۔ طریقہ یہ ہے کہ تمام ورثاء فارسی زبان میں لکھے جاتے ہیں یا عربی میں۔ اور ان کے سہام بھی نیچے فارسی یا عربی میں۔ اور انکے نیچے ان کے حصے ہندسوں میں لکھے جاتے ہیں۔ دیکھو مثالیں۔

قاعدہ ۸۔ اگر حصے پیچیدہ آتے ہوں تو روپے کی کسر میں ظاہر کردینے بہتر ہوں گے۔ یعنی یہ کہ عدد میں سے کیا کیا ملیگا۔ یعنی جس کو $\frac{1}{8}$ ملے گا۔ اس کے نیچے ۲ر لکھدو۔

قاعدہ ۹۔ مناسخہ کی صورت میں۔ جس طرح مسئلہ لکھتے ہیں اسکے متعلق دیکھو دفعہ ۸۹ مثال ۳ کا حل۔

۲۔ مسئلہ کے نوشت کی طرز یہ ہے۔ نقشہ ۱۵۹

صورت سادہ نہ عول نہ رد — مسئلہ ۲۴ — الٰہی بخش

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ماموں
آٹھواں	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۴	۱۲	۵	

صورت عول — مسئلہ ۱۲ عول ۱۳ — مسماۃ حمیدہ بیگم

زوجہ	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چھٹا	چھٹا	نصف	محروم
۳	۲	۲	۶	

صورت رد — مسئلہ ۶ رد ۴ — شمس الحق

والدہ	دختر
چھٹا	نصف
۱	۳

سندات ۱ مسئلہ لکھنا اور قائم کرنا یہ قاعدے فرائض کی مختلف کتابوں سے جمع کئے گئے ہیں۔

۱۰۴۔ فرائض کے متعلق فتوٰی اور اس کے قواعد۔

۱۔ مفتی کو لازم ہے کہ فرائض کے متعلق فتوے دینے میں بہت احتیاط کرے۔ کیونکہ بعض مسائل اختلافی ہیں اور اکثر فتوٰی طلب کرنیوالے سوال صحیح پیش نہیں کرتے۔ اس مطلب کے واسطے ہم نے چند سوال ذیل میں لکھدیئے ہیں کہ سائل سے دریافت کئے جائیں۔ تاکہ فتوے کی صحت قابل اعتبار ہو۔

۱۔ سائل سے جملہ ذوی الفروض اور عصبات کے نام لے لے کر دریافت کرے کہ کون کون سے زندہ ہیں اور ان کے متعلق خوب دریافت کرے۔ کیونکہ اکثر عوام دور دراز کے ذوی الفروض اور عصبات کو نہیں بتاتے کہ ان سے کیا تعلق ہے۔ پھر اگر کوئی ذوی الفروض یا عصبہ زندہ نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترتیب وار دریافت کرے۔ اگر ذوی الارحام کی ترتیب میں سے سب سے اوپر والا زندہ ہو (دیکھو ذوی الارحام کی ترتیب نقشہ ۱۲۱) تو اگلوں کو دریافت نہ کرے۔ بلکہ یہ تحقیقات کرے کہ اس کے اوپر یا اس کے ہم درجہ تو کوئی زندہ نہیں۔ (ان کے ساتھ خاوند یا بیوی ہوں یا نہ ہوں)۔

۲۔ پھر دریافت کرے کہ انتقال کب ہوا۔ کس حادثہ سے ہوا۔ اور اس حادثہ سے اور کوئی رشتہ دار بھی مرا۔ یا اس کے انتقال کے بعد کسی اور رشتہ دار کا انتقال ہوا۔ اور اس رشتہ دار کا میت سے کیا تعلق تھا۔ ایک ہی تعلق تھا یا کئی۔

۳۔ رشتہ داروں کے آپس میں کیا کیا تعلقات ہیں۔ ممکن ہے کسی کے کئی تعلقات ہوں۔ مثلاً چچا یا ماموں کی بیٹی کسی کی بیوی بھی ہو۔
۴۔ میت کے رشتہ داروں میں سے کوئی حاملہ بھی ہے۔ نام بنام پوچھے۔ یہ بھی پوچھے کہ میت کے باپ نے اور نکاح کیا تھا۔ اور کیا اس کی بیوی حاملہ ہے
یا ماں نے اور نکاح کیا تھا اور وہ حاملہ ہے۔ کیونکہ باپ نے نکاح کیا۔ تو باپ کی نئی بیوی کو تو ورثہ نہیں ملے گا۔ ہاں اس کی بیٹی یا بیٹے کو کہ میت کی علاتی
بہن یا بھائی ہوں گے ممکن ہے کہ مل جائے۔
۵۔ کیا کوئی رشتہ دار عرصہ سے باہر ہے کہ اس کا پتہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو کتنی عمر تھی جب سے گیا۔ اور اب کیا عمر ہوگی (دفعہ ۱۴۱ میں مفقود کے قواعد دیکھیے)
۶۔ میت کی کتنی بیویاں ہیں۔ کیا کوئی حاملہ بھی ہے۔ کیا کسی کو طلاق دی گئی اور عدت میں ہے۔ کیسی طلاق تھی۔ مرض موت میں طلاق دی تھی۔ یا حالت
صحت میں۔ مہر ادا کر دیا گیا تھا یا قابل ادائیگی ہے۔
۷۔ میت پر کچھ قرضہ ہے۔ ترکہ کتنا ہے۔ کتنے قرضخواہ ہیں۔ قرضہ اصلی معنوں میں قرضہ ہے۔ (دیکھو کتاب البیع)۔
۸۔ ترکہ کیا ہے۔ نقد یا جائداد۔ جائداد مشترک ہے۔ کتنا حصہ میت کا ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ کیا ہے۔
۹۔ میت نے کچھ وصیت کی تھی۔ کیا مرض الموت میں کی تھی۔ وصیت کے وقت اس کے حواس درست تھے۔ (دیکھو کتاب الوصیت)۔
۱۰۔ یہ بھی دریافت کرے کہ میت کے ماں باپ یا اور کوئی رشتہ دار سوتیلے تو نہیں ہیں۔ مثلاً اگر باپ سوتیلا ہے کہ میت کی ماں نے اور نکاح کر لیا تھا۔
اس سوتیلے باپ کو میت سے میراث نہیں ملے گی۔

۳۔ مفتی صاحب کو فتوے اس طرح لکھنا چاہیے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتویٰ

بجواب سوال مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ حسب ذیل فتوے تحریر کیا جاتا ہے۔
مسماۃ رقیہ بیگم نے انتقال کیا اور اس کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے بموجب تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۱۳/۱۲ — ٥٥ — مسماۃ رقیہ بیگم

شوہر	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چھٹا	چھٹا	نصف	م
۳	۲	۲	۶	

مسماۃ رقیہ بیگم کا ترکہ بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض و نفاذ وصیت ثلث کے تیرہ سہام ہو کر تین سہام شوہر کو ملے۔ دو سہام والدہ کو۔
اور دو والد کو۔ اور چھ سہام دختر کو۔ اور بھائی محروم رہا۔ کذا فی کتب الفقہ والفرائض۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عشرین من شہر رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ
محلہ چاہ رہٹ۔ نزد جامع مسجد۔ دہلی

کتبہ
العبد المسکین
محمد منور الدین

(۱) قواعد و طرز فتویٰ فرائض کی مختلف کتابوں سے جمع کیا گیا۔

۸ باب

باب ہشتم

خاص قسم کے ورثا

فصل ۱۔ خنثیٰ ۔۔۔۔۔۔ فصل ۲۔ حمل یعنی وہ بچہ جو حمل کی صورت میں ہے

فصل ۳۔ مفقود ۔۔۔۔۔۔ فصل ۴۔ مرتد۔ ذمی۔ کافر۔ قیدی۔ لقیط۔ وغیرہ

فصل اوّل ـ خُنثیٰ

خلاصہ ـ خنثیٰ وہ شخص ہے جسمیں علامت ذکورت والونثت دونوں ہوں ـ قانون اسلام نے ایسے شخصوں کی تین قسمیں قائم کی ہیں ـــ ایک وہ جنمیں علامت ذکورت غالب ہو۔ دوسرے وہ جنمیں علامت انوثت غالب ہو تیسرے وہ جنمیں نہ علامت ذکورت ہی صحیح طور پر ہو اور نہ انوثت ہی۔ یا اگر ہو تو دونو برابر ہوں + تقسیم میراث میں جبوقت واقع ہوتی وہ یہی ہو کہ تیسری قسم کے خنثیٰ کو (جسکو خنثیٰ مشکل کہینگے) کیا ورثہ ملنا چاہیے + خنثیٰ مشکل کی اشکال بڑا ہونے پر حل ہو جاتے ہیں + بعض پیشاب کی زیادتی سے خنثیٰ کا امتحان کرتے ہیں ـ اگر اُلہ ذکورت سے یا انوثت سے زیادہ پیشاب آئے تو وہ مرد یا عورت شمار ہوگا +

۱۰۵ ـ خنثیٰ اور خنثیٰ مشکل کس کو کہتے ہیں ؟

۱ ـ خنثیٰ اُس کو کہتے ہیں جو علامت ذکورت وانوثت دونوں رکھتا ہو +

۲ ـ خنثیٰ مشکل وہ ہے جو علامت ذکورت وانوثت دونوں تو رکھتا ہو لیکن ان میں سے ایک دوسرے پر غالب نہو

یعنی اگر مردانہ عضو و زنانہ عضو دونوں ایسے ہوں کہ نہ اس کو مرد ہی کہہ سکتے ہوں نہ عورت ہی تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ورنہ صرف خنثیٰ ہے +

تشریحات ۱ ـ خنثیٰ کے معنی اور مطلب ـ خنثیٰ بروزن فعلیٰ مشتق ہے خنث سے (بفتح خاء) بمعنی نرمی اور تکسر ـ محاورہ عرب میں کہتے ہیں ـ خَنَثَ الشي فتَخَنَّثَ یعنی ٹیڑھا کیا کسی چیز کو اور وہ ٹیڑھی یعنی خمدار ہوگئی اور اسی لحاظ سے مخنث نام رکھا گیا ۔ اور خنثیٰ کی جمع خناثیٰ ہے (بفتح خاء) ـ جیسے حبلیٰ سے حبالیٰ ہے ـ یہاں مراد اس سے وہ شخص ہے جو صاحب آلہ مردی و زنی دونوں کا ہو ـ یا نہ ہو واسطے اس کے کچھ دونوں چیزوں میں سے بالکل ـ جیساکہ ایک روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضرت شعبی سے کسی نے ایسے بچہ کی میراث کے متعلق سوال کیا ـ جو نہ آلہ مردی و نہ زنی رکھتا تھا ـ اور اس کی ناف سے پیشاب آتا تھا مگر گاڑھا ـــ شریفیہ ۱۳۹ (ہو فعلیٰ .... بول غلیظ)

۲ ـ خنثیٰ مشکل کیوں کہلاتا ہے ـ خنثیٰ میں اشکال اس طرح ہے کہ انسان کی پیدائش میں یہ ضروری بات ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت ـ پھر یہ بات بھی ہے کہ ذکورت اور انوثت دو ایسی متضاد چیزیں ہیں کہ ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتیں + پیدائش کے وقت تذکیر و تانیث کی ظاہرا پہچان صرف آلہ مردی یا زنی ہی سے ہوسکتی ہے ـ ہاں بچہ کے بڑا ہو جانے پر اور سب اشتباہات بھی رفع ہو جاتے ہیں ـ [یعنی داڑھی نکل آنے یا چھاتیاں ابھر آنے سے مرد یا عورت کی شناخت صاف معلوم ہو جاتی ہے] اور اشکال [یعنی شبہ کہ یہ مرد ہے یا عورت] بچہ کی پیدائش کے وقت اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ یا تو کسی بچہ میں آلہ مردی و زنی دونوں ہوتے ہیں یا ایک بھی نہیں ہوتا ـــ شریفیہ ۱۳۹ (للخنثیٰ مشکل ...... انہما جمیعًا)

۱۰۶ ـ خنثیٰ کا امتحان ـ

(خنثیٰ کے مسائل کا حل ـ دیکھو دفعہ ۹۴)

۱ ـ اگر مردانہ عضو تناسل سے پیشاب آئے تو وہ مرد شمار ہوگا ورنہ عورت +

۲ ـ اگر مردانہ اور زنانہ دونوں عضو تناسل سے پیشاب آتا ہو تو جس سے پہلے آئے اس کا اعتبار ہوگا +

قسم سوم ۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ دونوں اعضائے تناسل سے برابر یعنی ایک ہی دفعہ پیشاب نکلتا ہو تو صاحبین کے نزدیک مقدارِ پیشاب پر اعتبار کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر مردانہ عضو سے زیادہ پیشاب آتا ہے بمقابلہ زنانہ عضو کے۔ تو وہ مرد ہے۔ اگر برعکس صورت ہے تو وہ عورت ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ سے اس کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر پیشاب دونوں عضو سے مقدار میں برابر نکلے تو کیا صورت ہو۔ (مزید تشریح سندات میں دیکھو)

۳۔ اگر ایک عضو سے پیشاب آتا ہو۔ اور دوسرا عضو مردی یا زنی کی صفت رکھتا ہو۔ تو خنثیٰ مشکل ہے ٭

۱۔ بعد بلوغ کے اکثر اشکال حل ہو جاتی ہیں۔ اور خنثیٰ یا تو مرد ہی ثابت ہوتا ہے یا عورت ٭

سندات ۱ ۔ خنثیٰ کا امتحان ۔ جس آلہ سے پیشاب کرے اسی سے منسوب ہوگا۔ اگر واقع ہوا اشتباہ بوجہ تعارض کے تو اس کے واسطے حکم جائے بول کا ہے (یعنی اس کا اندازہ جائے بول پر کیا جائے) کیونکہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد شناخت خروج بول سے ہی ہو سکتی ہے۔ بس یہی اصلی شناخت ہے آلہ کے واسطے۔ بعد میں اور شناخت بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو اگر یہ بچہ آلہ مردی سے پیشاب کرے تو مرد ہے اور دوسرا آلہ بطور شگاف زائد ہے۔ اور اگر پیشاب کرے آلہ نساء سے تو وہ مونث ہے اور دوسرا آلہ بدن میں مسّہ کی طرح زائد چیز ہے۔

(روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عامر بن الظرب العدوانی عرب میں ایک حکیم تھا۔ جب اس کے روبرو ایسا حال بیان کیا گیا تو وہ بہت متحیر ہوا اور یہی کہتا تھا کہ وہ مرد بھی ہے اور عورت بھی ہے۔ تو لوگوں نے اس کی اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب وہ گھر میں گیا اور سونے کے واسطے بستر پر لیٹا تو اسی سوچ میں کروٹیں بدلتا رہا اور نیند نہ آئی۔ یہ حالت دیکھ کر ایک چھوٹی سی لڑکی نے پوچھا کہ آج نیند کیوں نہیں آتی تو اس نے اس کو بھی یہ حال بتایا تو لڑکی بولی دَعِ الحَالَ وَاتبَعِ المَبَالَ [ایک روایت میں حَكِّمِ المَبَالَ بھی آیا ہے یعنی حاکم بنا تو جائے بول کو] تو یہ بات سن کر عامر گھر سے باہر نکلا اور لوگوں کو یہی شناخت بتائی۔ تو سب نے اس بات کو پسند کیا۔ تو یہ حکم زمانہ جاہلیت کا ہے)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو قائم رکھا۔ جیسا کہ حضرت امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انھوں نے کلبی سے اور انھوں نے ابی صالح سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کیا کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایسا بچہ کس طرح میراث پاتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس مقام سے وہ بول کرتا ہے [اسی کے مطابق وہ میراث پاتا ہے] اور اسی طرح مروی ہوا حضرت علی اور جابر اور قتادہ سعید بن المسیب سے ——— شریفیہ ۱۳۹ (فَاِنْ وَقَعَ .... سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ)

۲ ۔ اگر خنثیٰ دونوں آلوں سے پیشاب کرے ۔ اگر خنثیٰ دونوں آلوں سے پیشاب کرے تو جس سے پیشاب پہلے نکلے اس کے متعلق حکم ہوگا۔ کیونکہ دونوں آلوں میں سے جس سے خروج بول پہلے ہوا تو حکم کیا جائے گا کہ بچہ اسی صفت پر ہے۔ پھر اگر ایسا اتفاق ہو کہ دوسرے آلہ سے بول نکلنے لگے تو یہ حکم تبدیل نہ ہوگا۔ جیسا کہ اگر کسی نے قائم کیے گواہ ایک عورت کے نکاح کے متعلق۔ اور قاضی نے اس پر حکم لگا دیا۔ اور پھر دوسرا شخص گواہ لایا تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائیگی۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ بچہ میرا ہے اور نسب کے ثبوت میں گواہ لایا۔ تو قاضی نے حکم جاری کر دیا۔ پھر دوسرے نے ایسا دعویٰ کیا اور گواہ لایا۔ تو اس دوسرے کی طرف توجہ نہیں کی جائیگی ——— شریفیہ ۱۳۹ - ۱۴۰ (فَاِنْ کَانَ .... لَمْ یَلْتَفِتْ اِلَی الثَّانِیْ)

۳ ۔ اگر خنثیٰ دونوں آلوں سے برابر پیشاب کرے ۔ تو امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا اور صاحبین نے کہا کہ اس وقت کثرت بول سے شناخت لینگے۔ کیونکہ کثرت دلالت کرتی ہے زیادہ قوت پر۔ اور حضرت ابو حنیفہ نے حضرت ابو یوسف کے اس قول کو اس طرح رد کیا کہ کہا کہ کیا تو نے کبھی کسی قاضی کو پیشاب کو درہموں سے تولتے دیکھا ہے۔ اور پھر اگر برابر ہوں دونوں پیشاب مقدار میں (یعنی دونوں جانب سے جو پیشاب نکلے وہ وزن میں بھی برابر نکلے) تو صاحبین نے کہا کہ ہم کو اس باب میں علم نہیں۔ اپنی لاعلمی ظاہر کرنا کسی شخص کے فقیہ ہونے کی اور دیانت داری کی صریح دلیل ہے۔ پس ایسے لاعلمی کے اقرار پر امام اور صاحبین پر طعن نہ کیا جائے ——— شریفیہ ۱۴۰ (فَاِنْ لَمْ یَکُنْ ھُنَاکَ .... وَصَاحِبَیْہِ رح)

۱۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلالت کرتی ہے اور اکثر کو کل کا حکم ہے شرع میں۔ لیکن امام کی یہ دلیل ہے کہ کثرت خروج

کشادگی مخرج پر دلالت کرتی ہے نہ اصالت پر۔ کذافی الطحطاوی و مجمع الانہر ؞
ب: مقدار برابر ہونے کے مسئلہ پر صاحبین لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ نہ ان کے بعد ہی کسی سے منقول ہوا کہ اس کے متعلق کچھ کہا ہو۔ کذافی ضوء السراج

۴ - خنثیٰ میں اشکال کیونکر ہے؟ دیکھو دفعہ ۱۰۵ سند ۲ ؞

۵ - خنثیٰ مشکل (ہر دو آلہ موجود) میں اشکال حل ہونا۔ جب خنثیٰ مشکل [جس کے آلہ مردی و زنی دونوں ہوں] بڑا ہو جائے تو ضرور ہے کہ یہ اشکال رفع ہو جائے۔ اور بعض علامات صاف صاف ظاہر ہو جائیں۔ جیسے جماع کرنے لگے آلہ سے یا داڑھی نکل آئے مردوں کی طرح یا مردوں کی طرح اس کو احتلام ہو۔ تو جان لو کہ وہ مرد ہے ؞ اگر اس کی چھاتیاں برآمد ہوئیں عورتوں کی طرح یا اس کو حیض آیا یا اس سے جماع کیا گیا عورتوں کی طرح پر۔ یا اس کو حمل رہ گیا یا چھاتیوں میں دودھ اتر آیا تو وہ عورت ہے۔ تو یہ علامات ایسی ہیں کہ ضرور ہے کہ بالغ ہونے پر یہ ظاہر ہو جائیں ؞ اور خنثیٰ کا اپنا بیان ان امور کے متعلق جن پر دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا مقبول ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ بعد بلوغ کے اشکال حل ہو جاتا ہے اور ایسا ہی امام السرخسی نے کتاب الخنثیٰ کی شرح میں لکھا ہے ؞
بعض فقہا کے نزدیک چھاتیاں برآمد ہونے اور داڑھی اُگنے کا اعتبار نہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اگر وہ بلوغ سے پہلے مر جائے اور نہ چھاتیاں اُبھرنے پائی ہوں اور نہ داڑھی نکلنے پائی ہو۔ بلکہ اگر آلہ مردی سے پیشاب آتا ہے اور آلہ زنی سے حیض آتا ہے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے۔ اور اسی طرح اگر آلہ زنی سے پیشاب آتا ہے اور آلہ مردی سے منی نکلتی ہے تب بھی خنثیٰ مشکل ہے۔ کیونکہ ہر آلہ دونوں میں سے ذکورت و انوثت پر دلیل ہے (کیونکہ جب کہ ان میں سے ایک موجود ہو تو وہ مذکر ہوگا یا مونث) اور جب وہ دونوں جمع ہوں گے تو ضرور ایک دوسرے کے خلاف ہوگا۔ جبکہ خنثیٰ حیض آنے کی خبر دے یا منی نکلنے کی یا مردوں کی یا عورتوں کی طرف رغبت کی خبر دے۔ تو اس کا بیان صحیح مانا جائے گا اور اس کے بعد اس کو غلط نہیں مانا جائیگا۔ الا جبکہ اس کا جھوٹ یقیناً ثابت ہو۔ مثلاً جبکہ وہ کہے کہ میں تو مرد ہوں اور پھر اس کے ہاں بچہ ہو تو اس کا پہلا بیان رد کیا جائے گا ——— شریفیہ ۱۴۸ (وا ذا بلغ .... بقولہ السابق ہذا)

۶ - خنثیٰ مشکل (ہر دو آلہ مفقود) میں اشکال حل ہونا۔ اگر دونوں آلہ موجود نہ ہونے کی صورت میں اشتباہ واقع ہو تو امام محمد نے فرمایا ہے کہ مفقود الآلتین اور موجود الآلتین ہمارے نزدیک برابر ہیں۔ اور یہی علماء حنفیہ کے نزدیک ہے ——— شریفیہ ۱۴۸ (ان وقع ...... رنہکوا الندی)

۷ - خنثیٰ کا بیان اس کے اپنے متعلق مقبول ہے۔ الا جبکہ اس کا جھوٹ یقیناً ثابت ہو۔ سند ۵ ؞

۸ - بعد بلوغ کے خنثیٰ کا اشکال حل ہو جاتا ہے۔ دیکھو سند ۵ ؞ **۹** - خنثیٰ موجود الآلتین کا امتحان پیشاب سے ہوتا ہے۔ سند ۱ ؞

(باب ۸) فصل دوم - حمل یعنے وہ بچہ جو حمل کی صورت میں ہے (باب ۸)

خلاصہ: حمل سے مطلب وہ بچہ ہے جو مورث کے مرنے کے وقت حمل کی صورت میں ہو۔ اگر یہ حمل مورث کے اپنے نطفہ سے ہے تو دو سال تک پیدا ہونے پر مستحق ورثہ ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک چار سال تک ؞ میراث کی تقسیم میں بچہ کی پیدائش کا ایکاہ تک انتظار کریں۔ اور اگر نہ کر سکیں تو ایک لڑکے یا لڑکی کا حصہ (انہیں سے جو نسا زیادہ ہو) بچا رکھیں اور باقی ترکہ تقسیم کر دیں مگر حاکم کی طرف ایک ضامن مقرر کریں تاکہ اگر بچہ کا استحقاق زیادہ لینے کا ہو تو وہ وارثوں سے واپس کرا سکے ؞ امام اعظم کے نزدیک چار لڑکے یا لڑکیوں کا حصہ بچا رکھنا چاہیے۔ کیونکہ بعض دفعہ ایک سے زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر فتویٰ اس پر نہیں ہے۔ فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے ؞ امام شافعی کے نزدیک جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے میراث تقسیم نہ کی جائے ؞ ہاں صرف اس وارث کا حصہ دیا جا سکتا ہے جس کا حصہ حمل میں متعدد بچے موجود ہونے پر بھی نہ بدلتا ہو ؞ فتاوی مصلی میں ہے کہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے بچہ کے واسطے جو حمل میں ہے میراث کا مطالبہ کرے جب تک کہ بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ ہاں وہ اپنا حصہ لے سکتی ہے ؞

۱۰۷ حمل سے کیا مطلب ہے؟

۱۔ حمل سے مطلب وہ بچہ ہے جو مورث کے مرنے کے وقت حمل کی صورت میں ہے۔ وہ ہی مستحق میراث ہے ۔

۱۔ ایک خاص میعاد میں زندہ پیدا ہونے پر یہ بچہ مستحق میراث ہوتا ہے۔ اور مرا ہوا بچہ پیدا ہونے پر اس کو کچھ میراث نہیں ملتی۔ صحابہ رض کا اسی پر اجماع ہے ۔

مسائل ۱۔ پیٹ کا بچہ وارث ہوگا۔ جو بچہ پیٹ میں ہے وہ وارث ہوگا۔ اور اس کا حصہ رکھ چھوڑا جائے گا۔ اس پر صحابہ رض کا اجماع ہے ۔

۲۔ بچہ زندہ پیدا ہو تو وارث ہوگا۔ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے واسطے کوئی حکم نہیں ہے اور نہ وہ وارث ہوگا۔ عالمگیری ۔

۱۰۸ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت حمل۔ (اور توریث)

۱۔ مدت حمل کا کم سے کم عرصہ ۶ ماہ ہے۔ (نزد جمیع علماء) اگر کوئی بچہ ۶ ماہ سے پہلے زندہ پیدا ہو جائے۔ تو ورثہ نہیں لیگا۔

۲۔ مدت حمل کا زیادہ سے زیادہ عرصہ:
- ۲ سال ہے (نزد امام اعظم)۔ اسی پر عمل ہے۔
- ۳ سال ہے (نزد لیث بن سعد الفہمی)
- ۴ سال ہے (نزد امام شافعی۔ مالک۔ حنبل)
- ۷ سال ہے (نزد امام زہری)

اگر کوئی بچہ اس مدت سے زیادہ میں پیدا ہو۔ تو وارث نہیں ہوگا ۔

تشریح۔ حمل میں چار ماہ میں جان پڑ جاتی ہے اور اور دو ماہ بعد کل اعضاء پورے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح بچہ ۶ ماہ بعد صحیح و سالم پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ۶ ماہ سے کم میں کسی طرح صحیح و سالم پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر پیدا ہو جائے تو حمل مشتبہ تھا ۔

مسائل ۱۔ مدت حمل کم سے کم چھ ماہ اجماعاً۔ مدت حمل کم سے کم چھ ماہ ہے بالاتفاق۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو اس سے ۶ ماہ میں بچہ پیدا ہوا۔ تو حضرت عثمان نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا تب ابن عباس نے فرمایا کہ اگر یہ عورت تم سے مخاصمہ کرے بدلیل کلام اللہ کے تو ضرور میں تم سے اس کی طرف سے لڑوں گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا [یعنی مدت حمل اور دودھ پلانے کی تیس مہینہ ہیں] پھر یہ آیا ہے کہ وفصالہ فی عامین [یعنی دودھ پلانے کی مدت دو سال ہیں]۔ تو جب [کل مدت میں سے] دو سال نکال دو تو حمل کے مہینے چھ رہے تو کتنے رہے۔ تو حضرت عثمان مان گئے اور اس پر حد جاری نہ کی۔ اور اس کا نسب خاوند سے ثابت رکھا۔ شریفیہ ۱۴۵ (اقلہا ..... من الکرم)

۲۔ بچہ کی تکمیل خلقت کب ہوتی ہے۔ حضرت علی سے اور بروایت ابن مسعود سے اس طرح مروی ہوا کہ بعد چار ماہ کے گذرنے کے حمل میں روح پڑتی ہے۔ اور اس کے دو ماہ بعد تکمیل خلقت ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ وضع حمل بعد گذرنے چھ ماہ کے پوری خلقت سے ہوتا ہے اس کو ذکر کیا شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الطلاق کی شرح میں۔ شریفیہ ۱۴۵-۱۴۶۔ (روی عنہ ..... کتاب الطلاق)

۳۔ مدت حمل زیادہ سے زیادہ۔ اکثر مدت حمل کی دو برس ہیں۔ نزد امام ابو حنیفہ۔ اور اصحاب ابو حنیفہ۔ لیکن لیث بن السعد الفہمی کے نزدیک تین برس ہیں اور شافعی کے نزدیک چار برس۔ اور زہری کے نزدیک ۷ برس۔ شریفیہ ۱۴۵ (اکثر مدۃ الحمل .... سبع سنین) زیادہ سے زیادہ مدت حمل دو سال ہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار سال اور ایک روایتی امام مالک عباس کے نزدیک

پانچ سال اور ربیعہ کے نزدیک سات سال اور زہری کے نزدیک چھ سال ہیں۔ مجمع الانہر۔ مگر ہمارے خیال میں صاحب سراجیہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ معتبر ہے۔ حدیث عائشہؓ کی رو سے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہیں (جیساکہ کتاب الرضاع میں ذکر ہوا)۔ ائمہ ثلاثہ (امام شافعی - امام مالک - حنبل) کے نزدیک چار سال ہیں۔ درمختار ۲۸۲۔ (اکثر مدتہ ..... بسنین)

٤ - دلائل حنفی و شافعی۔ علمار حنفیہ کی دلیل حدیث حضرت عائشہ رضؓ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں باقی رہتا ہے کوئی بچہ رحم مادر میں دو برس سے زیادہ۔ اتنا ہی نہیں کہ بقدر گردش سایہ نکلا ہو۔ اور ایسی باتیں قیاسی نہیں ہوسکتیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعی ہے۔ سراجیہ[۵۱] علمار شافعی کی دلیل کئی روایتیں ہیں۔ (۱) حضرت ضحاک پیدا ہوئے چار برس میں۔ اور ان کے اگلے دانت [اوپر اور نیچے کے] نکل آئے تھے (ماں کے پیٹ میں)۔ چونکہ وہ ہنستے تھے اس واسطے ضحاک نام پڑ گیا تھا۔ (۲) عبدالعزیز ماجشونی چار برس پیٹ میں رہ کر پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ بات مشہور تھی کہ ماجشونوں کی عورتیں اتنی مدت میں جنتی ہیں۔ (۳) ایک شخص اپنی بیوی سے دو برس تک غائب رہا۔ واپس آیا تو عورت کو حاملہ پایا۔ [معاملہ حضرت عمرؓ کے روبرو پیش ہوا] تو حضرت عمرؓ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ معاذ بولے کہ تم کو عورت پر اختیار ہے مگر جنین پر نہیں ہے۔ (یعنی پیٹ کے بچہ کو سنگسار کرنے کے کیا معنی)۔ اس پر آپ باز رہے۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کے دانت نکل آئے تھے اور اپنے باپ کا ہمشکل تھا۔ تو باپ نے کہا۔ قسم ہے رب کعبہ کی یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ تو اس بچہ کا نسب حضرت عمرؓ نے اس کے باپ سے ثابت رکھا۔ اگرچہ وہ دو سال سے زیادہ مدت میں پیدا ہوا تھا۔ تو حضرت عمرؓ بولے اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا ـــ سراجیہ ۱۴۵۔ (وللشافعی ..... لہلک عمر)

علمار شافعی کی دلیل کی تردید۔ پہلی روایت کا یہ جواب ہے کہ ضحاک اور عبدالعزیز دونوں خود تو اپنی حمل میں قیام کی مدت نہیں جانتے تھے۔ اور اگر جانتے تو خود ہی جان سکتے تھے۔ اس واسطے کہ نہیں ہے اطلاع کسی کو اس شے پر جو رحم میں ہے سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے۔ تو اتنی مدت تک بچہ کا پیٹ میں رہنا ممکن ہے بوجہ بند ہو جانے فم رحم کے کسی مرض کی وجہ سے۔ تو اس کا کیا اعتبار۔ دوسری روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں زمانہ تقریباً دو ہی سال کا ہے اور پھر یہ کہ نسب کا ثبوت خاوند کے اقرار پر ہے ـــ سراجیہ ۱۴۵۔ (الجواب ..... باقرار الزوج)

١٠٩ - بچہ کا مُردہ یا زندہ پیدا ہونا کب تصور کیا جائے گا۔

١ - اگر سر کی طرف سے پیدا ہونے میں سینہ تک پیدا ہوا تھا۔ اور کوئی عضو متحرک تھا۔ پھر مر گیا۔ تو وہ زندہ شمار ہوگا۔ اور وارث ہوگا۔

٢ - اگر پاؤں کی طرف سے پیدا ہو کر ناف تک پیدا ہوا تھا۔ اور کوئی عضو متحرک تھا۔ پھر مر گیا۔ تو وہ زندہ شمار ہوگا۔ اور وارث ہوگا۔

تشریح۔ دوران ولادت میں اگر مذکورہ بالا حصہ پیدا ہو چکا تھا اور متحرک تھا تو وہ بچہ ورثہ لیگا (چاہے وہ بچہ پورا پیدا ہونے پر مرا ہوا پیدا ہوا ہو) ورنہ نہیں لیگا۔ پہلی صورت میں اگر سینہ نکلنے سے پہلے پہلے زندہ تھا اور سینہ تک پہنچنے پر مر گیا تو مرا ہوا تھا۔ اور دوسری صورت میں اگر ناف نکلنے سے پہلے پہلے زندہ تھا اور پھر مر گیا تو مرا ہوا تھا۔

سندات ١ - بچہ کو مُردہ یا زندہ پہچاننا۔ حمل کی حیات کی پہچان بوقت ولادت کے یہ ہے کہ اس میں ایسی علامت پائی جاوے جس سے حیات ظاہر ہو۔ مثلاً رونا یا ہنسنا۔ یا کسی عضو کی حرکت کرنا۔ سراجیہ ۱۴۸۔ (وطریق معرفتہ ..... تحریک عضو)

بچے کا زندہ پیدا ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہوتے ہی سانس لے یا استہلال کرے یعنی اس کی آواز سنائی دے۔ یا چھینک لے یا اس کا کوئی عضو حرکت کرے مثلاً آنکھیں یا ہونٹ یا ہاتھ۔ فتاوی عالمگیری۔

٢ - اگر ولادت کے وقت بچہ مر جائے۔ تو اگر بچہ کا تھوڑا حصہ پیدا ہوا اور ان علامات میں سے (جن کا ذکر ہوا) کوئی ظاہر ہوا اور پھر وہ بچہ

ا سراجیہ ۱۴۵ (اذا خرج ..... یستقیم) ۵۲ مثلاً آنکھیں - یا ہونٹ - یا ہاتھ حرکت کریں - فتاوی عالمگیری

مرجائے تو وارث نہ ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں کہ بچہ کا بہت ساحصہ مرا ہوا پیدا ہوا تو وہ تو ایسا ہی ہے کہ کل پورا بچہ مرا ہوا پیدا ہوا۔ پس وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر بہت ساحصہ پیدا ہوا اور پھر مرا تو وہ وارث ہوگا۔ کیونکہ بہت ساحصہ کل کے حکم میں ہے۔ گویا وہ کل زندہ پیدا ہوا۔ وہ یہ بات ہے کہ جیسا جابر کی روایت میں آیا ہے کہ جب بچہ میں علامت حیات معلوم ہو تو وہ وارث کیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ شریفیہ۔

۳ زیادہ اور کم حصہ پیدا ہونے کا معیار۔ قاعدہ زیادہ اور کم حصہ پیدا ہونے میں یہ رکھا گیا ہے کہ اگر پیدا ہو بچہ سیدھا۔ (یعنی سر کی طرف سے) تو سینہ سے اندازہ کیا جائے گا۔ یعنی اگر نکلا سینہ پورا اس کا اور وہ زندہ ہے۔ تو ورثہ لیگا۔ کیونکہ بہت ساحصہ زندہ پیدا ہوا۔ اور الٹا پیدا ہو (یعنی پاؤں کی طرف سے) تو ناف سے اندازہ کیا جائیگا۔ اگر ناف تک باہر ہے اور وہ زندہ ہے تو وارث ہوگا۔ کیونکہ بہت ساحصہ زندہ پیدا ہوا۔ اور اگر ابھی ناف نہیں نکلی تھی تو نہیں وارث ہوگا۔ شریفیہ ۱۴۸ (والضابط .... لم یرث)

اگر بچہ آدھے سے زیادہ زندہ باہر آیا اور پھر مرگیا تو وہ وارث ہوگا۔ کیونکہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے۔ اور اگر اس کے برعکس واقع ہوا تو نہیں وارث ہوگا۔ اگر سیدھا نکلا تو درصورتیکہ اس کا سینہ نکل آیا ہے تو وارث ہوگا۔ اور اگر الٹا نکلا تو اس کی ناف تک نکل آنے کا اعتبار ہے اور اگر استہلال کے بعد مرگیا تو وارث ہوگا۔ اور اس کی میراث بھی اس کے ورثا کو ملیگی۔ فتاوی عالمگیری۔

۱۱۰ - استقرار حق و تقسیم میراث۔

۱ - مورث کا بچہ (جو حمل میں ہے) مورث کی موت سے دو سال تک زندہ پیدا ہونے پر ورثہ لیگا۔ (اور اس بچہ کے ورثا اس سے ورثہ لیں گے) بشرطیکہ بچہ کی ماں نے اس عرصہ میں انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا ہو۔ اور اگر کیا تو بچہ ورثہ نہیں لیگا۔ یہ علمائے حنفیہ کے نزدیک ہے۔ علماء شافعی کے نزدیک چار سال کی مدت ہے۔ (دیکھو دفعہ ۱:۸)

۲ - مورث کے رشتہ دار کا بچہ (جو حمل میں ہے) مورث کی موت سے چھ ماہ تک زندہ پیدا ہونے پر ورثہ لے گا اگر مستحق ورثہ ہے (اور اس بچہ کے ورثا اس سے ورثہ لیں گے) بشرطیکہ بچہ کی ماں نے اس عرصہ میں انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر کیا تو بچہ ورثہ نہیں لے گا۔ (دیکھو دفعہ ۱:۸)

ا - یہ ایسی صورت ہے۔ جیسے میت کی ماں حاملہ ہو۔ یا اس کے بیٹے کی بیوی۔ یا بھائی کی بیوی وغیرہ

ب - چھ ماہ سے زیادہ میں جننے سے بھی بشرطیکہ ورثا اقرار کریں کہ مورث کی موت کے وقت حمل موجود تھا مستحق ورثہ ہوگا۔

۳ - کافر کے مرنے کے بعد اگر اس کی بیوی حاملہ تھی اور مسلمان ہو گئی تو اس کا بچہ وارث ہوگا۔

۴ - مرتد کا بچہ جو حالت ارتداد میں پیدا ہوا وارث نہ ہوگا۔

۵ - حمل کا بچہ زندہ پیدا ہو تو وارث ہوگا ورنہ نہیں۔ اگر کسی نے حمل کو صدمہ پہنچا کر حمل گرایا ہے۔ تو مرا ہوا بچہ پیدا ہونے پر بھی وارث ہوگا اور اس کے ورثہ کو اس سے میراث پہنچیگی۔

۶ - تقسیم میں لڑکے کو ایک مرد کا حصہ اور لڑکی کو ایک عورت کا حصہ ملیگا۔ اور خنثی کو بموجب دفعہ ۹۴۔

ا - جب بچہ پیدا ہو تو اگر وہ کل حصہ کا مستحق ہے جو اس کے واسطے بچا رکھا تھا تو کل دیدیا جائے۔ ورنہ بقدر اس کے استحقاق کے

دیدیا جائے۔ باقی کو ورثا پر ان کے حصص کے موافق تقسیم کر دیا جائے۔ اور اگر کسی حصہ کا مستحق نہیں ہے تو جو حصہ اس کے واسطے بچا رکھا تھا۔ وہ باقی ورثا پر بہ تناسب اُن کے حصص کے تقسیم کر دیا جائے۔ (دیکھو ضمیمہ ۳۔ مسئلہ ۴۲)۔۱۰

مسئلات ۱ ۔ میت کی حاملہ بیوی اور پوری مدت حمل سے کم۔ اگر حمل میت کا ہو یعنی اگر میت نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی اور پھر پوری مدت حمل میں کہ حنفیہ کے نزدیک دو برس ہیں اور شافعیہ کے نزدیک چار برس ہیں بچہ پیدا ہو یا پوری مدت سے کم میں پیدا ہو چاہے چھ ماہ میں یا کم و بیش میں۔ اور باوجود اس کے عورت نے اس زمانہ میں عدت کے توڑنے کا اقرار نہ کیا ہو۔ تو وہ بچہ اس میت کا وارث ہوگا اور اُس کے اقارب کا بھی اور میت کے اقارب بھی اس کے وارث ہونگے [یعنی اس سے ورثہ دیگر اقارب کو پہنچ گا] وجہ یہ ہے کہ استحقاق میراث میں مورث کی موت کے وقت بچہ کا پیٹ میں موجود ہونا شرط ہے [کیونکہ اگر بچہ موجود نہ ہو تو ورثہ کا مالک ایک معدوم کس طرح ہو سکتا ہے] پس جبکہ عورت حاملہ نے باوجود ثبوت مدت حمل کے انقضائے عدت کا اقرار نہ کیا۔ تو حکماً یہ ہے کہ میت کی موت کے وقت حمل موجود تھا۔ شریفیہ ۱۴۷ (فان کان الحمل .... ذالک الوقت)

۲ ۔ میت کی حاملہ بیوی اور پوری مدت حمل سے زیادہ۔ اگر پوری مدت حمل سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ میت سے ورثہ نہیں لیگا۔ اور نہ میت کے اقربا اس کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ [پوری مدت کے گذر جانے سے] یہ معلوم ہوا کہ نطفہ کا انعقاد بعد وفات میت کے ہوا ہے تو نہ تو اس کا نسب ثابت ہوگا میت سے۔ نہ اس کو اس میت سے میراث ملیگی۔ اسی طرح سے اگر عورت نے مدت حمل (یعنی دو سال) میں عدت گذر جانے کا اقرار کیا۔ اتنے عرصہ کے بعد کہ جتنے عرصہ میں مدت پوری ہو سکتی ہے اور پھر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس عرصہ کے اندر تو وہ میت کا وارث نہ ہوگا اور نہ اس کا ورثہ میت کے اقربا کو پہنچے گا۔ کیونکہ خود عورت کے اقرار سے ثابت ہے کہ حمل میت کا نہ تھا۔ شریفیہ ۱۴۷ (وان جائت .... من المیت

۳ ۔ میت کے رشتہ دار کی بیوی حاملہ ہوئی۔ اگر حمل میت کے سوا کسی اور کا ہو۔ مثلاً میت چھوڑے اپنے باپ کی بیوی یا دادا کی بیوی حاملہ یا سوائے ان کے وارثوں میں سے اور کسی کی بیوی کو حاملہ چھوڑے اور بچہ پیدا ہو اس کے مرنے سے چھ ماہ میں یا چھ ماہ سے کم میں تو بچہ اس میت کا وارث ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں بالتحقیق ثابت ہوا وجود اس بچہ کا پیٹ میں وقت موت کے۔ اگر پیدا ہو بچہ اقل مدت حمل سے زیادہ وقت میں تو وہ اس میت کا وارث نہ ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں اس کی حیات میں انعقاد نطفہ کا یقینی نہیں ہے [یعنی جب مورث زندہ تھا تو اس نطفہ کی ہستی نہ تھی] یہاں ضرورت نہیں ہے کہ مورث کی موت کے وقت نطفہ کی موجودگی مانی جائے۔ بخلاف اس صورت کے جب حمل میت کا ہو۔ کیونکہ اُس صورت میں نطفہ منسوب کیا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی طرف ضرورۃً تاکہ بوجہ موت کے آپس کا بندش نکاح ٹوٹ جانے پر بھی نسب ثابت رہے۔ اور جبکہ حمل غیر میت کا ہے تو نسب تو اس کا اس غیر سے ثابت ہی ہے تو یہاں بڑی سے بڑی مدت کی شمار کی ضرورت نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے واجب ہے کم سے کم مدت تک گھٹا دینا یا اور بھی کم تاکہ مورث کی موت پر اس نطفہ کا موجود ہونا بالکل یقینی ہو جائے ۔۔۔ شریفیہ ۱۴۷۔۱۴۸۔ (وان کان الحمل من غیرہ .... حال الموت)

اگر غیر میت کا حمل ہو۔ مثلاً وہ مرا اور اس کی ماں اس کے باپ کے سوائے دوسرے سے حاملہ ہے اور اس کا خاوند زندہ ہے۔ تو اگر چھ ماہ سے زیادہ میں جنی تو بچہ وارث نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شاید یہ حمل بعد موت کے حادث ہوا ہو پس شک کے ساتھ وہ وارث میت نہ ہوگا لیکن اگر ورثہ اقرار کریں کہ میت کی ماں کو بروز موت حمل تھا تو وارث ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ ہو تو وہ ضرور وارث ہوگا۔ عالمگیری

۴ ایک صورت میں چھ ماہ دوسری میں دو برس کیوں مقرر کئے۔ دیکھو مسئلہ ۳۔۱۰

۵ ۔ حمل کا بچہ کب وارث ہوگا اور کب نہیں۔ دیکھو دفعہ ۱۰۹ مسئلہ ۲ و ۳۔ دفعہ ۱۱۰ مسئلہ ۱۔ ضمیمہ ۲ مسئلہ ۴۲۔ اس میں وہ صورتیں دکھائی گئی ہیں جن میں بچہ وارث ہوگا اور نہیں ہوگا۔

۶ مرا ہوا بچہ پیدا ہو تب بھی کبھی وارث ہوتا ہے۔ جب بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اُسی صورت میں وارث نہ ہوگا جب وہ خود اپنی جگہ سے جدا

ہوا ہو۔ اور اگر وہ جدا کیا گیا ہو تو منجملہ اور ورثا کے ایک وارث قرار دیا جائے گا۔ [یعنی جب بچہ خود پیدا ہوا ہو اور مرا ہوا پیدا ہوا ہو تو وارث ہوگا اور اگر کسی نے صدمہ پہنچایا اور اس وجہ سے مرا ہوا پیدا ہوا تو وارث ہوگا] چنانچہ اگر عورت حاملہ کے پیٹ پر کسی نے ضرب پہنچائی کہ اس کے صدمہ سے حمل ساقط ہوا تو یہ مرا ہوا بچہ اور ورثہ کی طرح مستحق میراث ہوگا۔ اس واسطے کہ شرع نے اس صدمہ پہنچانے والے پر غرہ[1] دیت واجب کیا ہے اور ضمان جب ہی واجب ہوا کرتا ہے۔ جبکہ زندہ پر جنایت کی جائے۔ نہ کہ مردہ پر۔ تو جب وہ زندہ کے حکم میں ہوا تو اس کو میراث ملیگی اور اس کا حصہ اس کے ورثا کو میراث میں ملیگا۔ جیسا کہ اس کی جان کا بدلہ (یعنی غرہ دیت) اس کے ورثا کو ملتا ہے۔ عالمگیری۔

۷ ـ بچہ کو پورے مرد یا عورت کا حصہ ملتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۱۴ اسنادات +

۸ ـ کافر کی بیوی مسلمان ہوئی اور بچہ جنی۔ دیکھو دفعہ ۱۱۶۔ سند ۴۔ ۹ ـ مرتد کا بچہ۔ دیکھو دفعہ ۱۱۶۔ سند ۱ +

۱۱۱ ـ تقسیم ورثہ میں بچہ کی پیدائش کا انتظار کرنا چاہئے اور کب۔

۱ ـ میراث کی تقسیم میں بچہ کی پیدائش کے انتظار میں بعض علماء کے نزدیک ایک ایک ماہ تک توقف کر سکتے ہیں۔ اگر توقف نہ کریں اور فوراً تقسیم کریں تو ایک لڑکے یا لڑکی کا حصہ (جونسا زیادہ ہو) بچا رکھیں اور حاکم کی معرفت ایک ضامن مقرر کریں کہ درصورتیکہ پیدا ہونے والا بچہ مستحق زیادہ کا نکلے تو لقایا وہ ضامن تناسباً سب حصہ داران سے واپس کرا سکے۔ اسی پر عمل ہے +

۲ ـ امام شافعی کے نزدیک کسی وارث کو کچھ نہ دینا چاہئے جبتک بچہ پیدا نہ ہو جائے +

۱ ـ صرف اس وارث کا حصہ مل سکتا ہے جس کا حصہ حمل میں متعدد بچے موجود ہونے پر بھی نہ بدلتا ہو +

اسنادات ۱ ـ حمل کے انتظار میں تقسیم میراث میں توقف۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہوا کہ اگر زمانہ ولادت قریب ہو تو تقسیم ورثہ میں بچہ کی ولادت تک توقف کرنا چاہئے۔ اس واسطے کہ اگر تقسیم میں عجلت کی جائیگی تو بعض دفعہ وہ تقسیم خلاف توقع بچہ کے پیدا ہونے پر لغو ہو جائیگی + اگر زمانہ ولادت دور ہو تو تقسیم میں توقف نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح باقی ورثاء کا نقصان ہوتا ہے + واقعات ناطفی میں مذکور ہوا کہ ترکہ تقسیم کر دینا چاہئے اور حمل کا حصہ بچا رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات کوئی نہیں جان سکتا کہ پیٹ میں بچہ ہے بھی یا نہیں۔ پھر اگر بچہ پیدا ہو تو از سر نو تقسیم کی جائے ـــــ شریفیہ ۱۴۶۔ (ذکر فی فتاویٰ اہل سمرقند ...... القسمۃ)

قرب زمانہ کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی ہے بلکہ عادت پر چھوڑا گیا ہے۔ ہاں بعض نے ایک ماہ سے کم پر قرب کا اندازہ لگایا ہے۔ اس بنا پر کہ اگر کوئی شخص قسم کھا کر کہے کہ میں فلاں شخص کا حق جلد ادا کروں گا تو یہ ایک ماہ سے کم پر دلالت کریگا ـــــ شریفیہ ۱۴۶ (والتعیین ...... مادون الشہر)

۲ ـ کس صورت میں بچہ کی پیدائش کا انتظار کیا جائے۔ بچہ کے متعلق دو صورتیں پیش آئینگی۔ یا تو ایسے وارث ہونگے کہ اس حمل کی نسبت یہ احتمال ہوگا کہ یہ انکو محجوب حرمان یا محجوب نقصان محجوب کریگا۔ یا یہ صورت ہوگی کہ دیگر ورثاء کے ساتھ یہ بھی ایک وارث ہوگا + اب اگر وارثوں کو یہ حجب حرمان محروم کرے [مثلاً بیٹا ہو] اور سب کو محروم کرے جیسے بھائی بہن چچا چچا کے بیٹوں کو تو ایسے موقعہ پر تمام ترکہ تقسیم سے موقوف رکھا جائے گا۔ جبتک بچہ پیدا نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ شاید لڑکا پیدا ہو تو وہ سب کو محجوب کرکے وارث ہو۔ ہاں اگر بعض ورثاء کو محجوب کرے جیسے بھائی اور دادی کو تو دادی کو چھٹا حصہ دے کر باقی موقوف رکھا جائے گا۔ اب اگر حجب نقصان محجوب کرے جیسے خاوند یا بیوی کو تو جو کم حصہ ہو وہ دیا جائے (جیسے بیوی کو اولاد کی موجودگی میں ⅛ ملتا ہے تو ⅛ دو۔ یعنی بیوی کو ⅛ اور خاوند کو ¼ دو) + اسی طرح اگر ماں ہو تو اس کو بھی ⅙ حصہ دیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا کیونکہ شاید بیٹا پیدا ہو + اگر بچہ کسی وارث کو محجوب نہ کرتا ہو جیسے دادا دادی کی صورتیں

تو اُن کو اُن کا پورا حصہ دیا جائے گا اور باقی رکھ چھوڑا جائے گا۔ اگر وارثوں کو محجوب نہ کرتا ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ شریک ہوتا ہو۔ مثلاً بیٹے یا بیٹیاں ہوں اور حمل ہو۔ تو امام خصاف نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک بیٹے کا حصہ رکھا جائے گا۔ اور یہی خصاف رحمہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ـــ فتاویٰ عالمگیری

حمل کے موقع پر ترکہ کی تقسیم

نقشہ ۱۶۰

اگر یہ خیال ہو کہ بچہ پیدا ہونے پر ورثاء کو

۱۔ محجوب کریگا بحجب حرمان — تو ورثہ چھوڑیں گے

۲۔ محجوب کریگا بحجب نقصان — تو ورثا کا کم سے کم جو حصہ ہو سکتا ہے وہ دیدو

۳۔ محجوب نہ کریگا — تو ورثا کا حصہ دیا جائے حمل کا حصہ رکھ لیا جائے

۴۔ ورثہ میں شریک ہوگا بلا ان کے حصوں کی بیشی کرے — تو صرف ایک بیٹے کا حصہ رکھ لو۔

سب ورثا کو محروم کرے گا — تو ترکہ بالکل تقسیم نہ ہوگا

بعض ورثا کو محروم کرے گا — تو جسکو محروم نہ کرے اسکا حصہ دیدو

اگر میت ایسے ورثا چھوڑے جن کا حصہ حمل سے متغیر نہ ہوتا ہو تو ان کا حصہ تمام و کمال دیدینا چاہیئے مثلاً میت نے چھوڑی دادی اور بیوی حاملہ تو اس صورت میں دادی کو ۱/۶ ملیگا۔ اسی طرح جب چھوڑی میت نے بیوی حاملہ اور بیٹا تو بیوی کو ۱/۸ ملیگا۔ اور جو وارث حمل کے دونوں مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں ساقط ہوتا ہو تو اس کو کچھ نہ دیا جائے۔ کیونکہ اس کا استحقاق در اصل مشکوک ہے۔ اور حالت شک میں توریث نہیں ہوتی۔ جیسے اگر میت نے چھوڑی بیوی حاملہ اور بھائی اور چچا تو کچھ نہیں ملے گا بھائی کو اور چچا کو۔ کیونکہ شاید ممکن ہے کہ لڑکا پیدا ہو۔ شریفیہ ۱۵۱ و ۱۵۲۔ (اِعْلَم اَنَّ المَیِّتَ ...... الحَمل ابنًا)

ایک لڑکی یا ایک لڑکے کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے ضمانت پر۔ دیکھو دفعہ ۱۱۲۔ سند ۴ و ۵۔

کم سے کم حصہ ورثا رکو مل سکتا ہے (نزد شافعی) امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ حمل وارث ہونیکی صورت میں کسی وارث کو کچھ نہ ملنا چاہیئے۔ مگر صرف اس کو جس کا حصہ ایسا ہو کہ حمل میں متعدد بچوں کے موجود ہونے سے بھی نہ تبدیل ہوتا ہو۔ اور عول کے طریق پر دیا جائے اگر صورت عولیہ ہے۔ اور باقی نہ دیا جائے یہانتک کہ حمل کا حال ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ حمل ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی خاص قاعدہ نہیں۔ [یعنی یہ نہیں معلوم کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور کتنے] ـــ شریفیہ ۱۴۶۔ (وَعِندَ الشَّافِعِی .... مَا لَا یَنضَبِط)

۱۱۲ ـــ حمل کے بچہ کے واسطے کتنا حصہ بچا رکھنا چاہیئے۔

۱۔ چار لڑکوں کا یا چار لڑکیوں کا جونسا زیادہ ہو بچا رکھنا چاہیئے (نزد امام ابو حنیفہ) کیونکہ ایک دفعہ میں کبھی دو سے زیادہ بھی بچے پیدا ہوئے ہیں۔

۲۔ تین لڑکوں کا یا تین لڑکیوں کا جونسا زیادہ ہو بچا رکھنا چاہیئے (نزد امام محمد بروایت لیث ابن سعد)

۳۔ دو لڑکوں کا یا دو لڑکیوں کا جونسا زیادہ ہو بچا رکھنا چاہیئے (نزد حسن بصری۔ و نزد ابو یوسف)

۴۔ ایک لڑکے کا یا ایک لڑکی کا جونسا زیادہ ہو بچا رکھنا چاہیئے (نزد ابو یوسف بروایت خصاف رح) [یہی قول اصح ہے اور علمائے حنفیہ کا فتویٰ اسی پر ہے]

تشریح ـ چوتھی قسم پر فتویٰ اس شرط پر ہے کہ قاضی کو چاہیئے کہ ورثاء میں سے ایک کو اس امر کا کفیل ٹھہرائے کہ اگر بچہ ایک سے زیادہ

پیدا ہو تو جس قدر اس کا استحقاق زیادہ ہو وہ سب ورثا سے تناسبًا واپس کرا دے گا ❊

(❊)

مسئلہ ۱ - چار لڑکے یا لڑکیوں کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے - اور رکھا جائے گا حمل کے واسطے امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار بیٹوں یا بیٹیوں کا حصہ انہیں سے جونسا زیادہ ہو۔ اور باقی ورثا کو ان کے کم سے کم حصے دیئے جائیں گے۔ روایت کیا اس قول کو امام ابوحنیفہ سے ابن المبارک نے اور انھوں نے خود اسی روایت کو اختیار کیا ہے (اور یہ چار بیٹوں یا چار بیٹیوں کا حصہ رکھنا احتیاطًا ہے) - شریک نخعی نے کہا کہ دیکھا میں نے کوفہ میں ابو اسمعیل کو کہ انکے ہاں ایک وقت میں چار لڑکے پیدا ہوئے مگر چونکہ متقدمین میں سے کسی نے یہ نقل نہیں کیا کہ کسی عورت کے ہاں کبھی چار سے زیادہ بچے ہوئے - لہذا ہم نے چار پر اکتفا کیا - شریفیہ ۱۴۶ (ویوقف للحمل ..... فاکتفینا بہ) امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار لڑکوں کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے - کنز -

۲ - ایک حمل میں سات تک بچے - (ایک حمل میں پانچ بچے) شعبہ سے روایت ہے کہ ان کے بیس لڑکے تھے کہ ہر حمل میں پانچ پیدا ہوئے تھے - شریفیہ ۱۴۶ - (فقدروی .... ببطن واحد)

حاشیہ - حضرت امام شافعی کے حال میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ یمن میں حدیث سنانے ایک شیخ کی خدمت میں گیا تو پانچ آدمی بڑی عمر کے آئے اور شیخ کو سلام کیا اور سر کو بوسہ دیا اور بیٹھ گئے - پھر اسی طرح اور پانچ آئے جو جوان تھے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا - پھر پانچ لڑکے نوعمر آئے اور انھوں نے بھی ایسا ہی کیا - تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں - انھوں نے فرمایا کہ یہ سب میرے ہی بچے ہیں - ہر دفعہ پانچ پانچ پیدا ہوئے تھے - اور پانچ ابھی دودھ پیتے ہیں ❊

(ایک حمل میں چار بچے) - دیکھو مسئلہ ۱ - (ایک حمل میں سات بچے) کشکول میں لکھا ہے کہ ایک عورت کے ہاں ایک ہی حمل سے سات بچے پیدا ہوئے ❊ یاد رہے کہ جن بچوں کی پیدائش میں ۶ ماہ سے کم فاصلہ ہو وہ ایک ہی حمل سے پیدا ہوئے سمجھے جاتے ہیں -

۳ - دو یا تین لڑکیوں یا لڑکیوں کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے - امام محمد کے نزدیک رکھا جائے گا حصہ تین بیٹوں یا تین بیٹیوں کا - جونسا کہ ان دونوں میں بہت ہوگا - روایت کیا اس قول کو امام محمد رح سے لیث بن سعد نے - یہ روایت نہ شروح مبسوط امام محمد میں ہے اور نہ عامہ روایت میں موجود ہے - ایک اور روایت میں امام محمد سے یہ آیا ہے کہ رکھا جائے گا حصہ دو بیٹوں کا یا دو بیٹیوں کا جونسا زیادہ ہو - یہ قول حسن بصری کا ہے اور ابو یوسف کی بھی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے جسکے متعلق ہشام نے روایت کی ہے - یہ اس واسطے کہا کہ چار بچوں کی پیدائش ایک شکم میں نہایت نادر الوجود ہے - پس اس پر عام طور پر حکم نہیں دیا جا سکتا - بلکہ [حکم اس پر ہونا چاہیئے] جو ممکنات سے ہو کہ وہ پیدائش دو کی ہے - شریفیہ ۱۴۶ - (وعند محمد رح .... ولادۃ الاثنین)

۴ - ایک لڑکے یا لڑکی کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے (اس پر فتویٰ ہے) - روایت کیا خصاف نے ابو یوسف سے یہ کہ رکھا جائیگا حصہ ایک بیٹے کا یا ایک بیٹی کا - اور اسی قول پر فتویٰ ہے - یعنی ان دونوں حصوں میں جونسا حصہ زیادہ ہو وہ بچا رکھا جائے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے - اس واسطے کہ غالبًا عادتًا ایسا ہی ہوتا ہے کہ نہیں پیدا ہوتا ایک پیٹ سے مگر ایک ہی بچہ - لہذا حکم اسی کے موافق ہونا چاہیئے - جبتک اس کے خلاف نہ ظاہر ہو - شریفیہ ۱۴۶ (روی الخصاف ..... یعلم خلافہ) روک رکھا جائے حمل کے واسطے ایک بیٹا یا ایک بیٹی کا حصہ - اُن میں سے جونسا حصہ زیادہ ہو - فتویٰ اسی پر ہے - کیونکہ اغلب یہی ہے کہ اکثر ایک ہی بچہ پیدا ہوا کرتا ہے - اور ورثا سے احتیاطًا ضمانت لے لیجائے - درمختار ۱/ ۸۷ (ویوقف للحمل ..... احتیاطًا) + رد المحتار (فتاوی قاضیخان میں ہے) ایک ہی بچہ کا حصہ بچا رکھنے کے متعلق کہا ہے

اگر کوئی شخص مر جائے اور بیوی حاملہ چھوڑے - تو حمل کے واسطے ایک لڑکے کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے - اور فتویٰ اسی پر ہے - کنز -

۵ - ایک بچہ کا حصہ بچا رکھنا چاہیئے اور ضمانت نامہ ہونا چاہیئے - قاضی کو چاہیئے کہ ورثا سے ابو یوسف کے قول کے متعلق (جو بروایت خصاف رح ہے) ضامن لیوے - ایک امر معلوم کے متعلق یعنی ایک بیٹے سے زیادہ کے حصہ کی ضرورت کے متعلق (یہ بنظر شفقت ہے کیونکہ حمل ضامن ہونے سے عاجز ہے) [کہ اگر حمل کی توریث کے واسطے زیادہ حصہ چاہیے ہوا تو میں سب ورثا سے تناسبًا واپس کرا دوں گا] جیساکہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ میت نے ایک بیٹا اور خنثیٰ چھوڑا تو نزد ابوحنیفہ ومحمد و ابو یوسف (ان کے اول قول کے بموجب) خنثیٰ کو تہائی اور بیٹے کو نصف ملیگا اور ان سے ضامن لیا جائیگا - (صاحبین کے نزدیک - نہ نزدیک امام اعظم) اور کہتے

ہیں کہ احتیاط یہی ہے کہ سب ائمہ کے نزدیک ضامن لیا جاوے کیونکہ جب خنثیٰ میں مرد کی علامتیں ظاہر ہوں تو وہ مستحق ہوگا ضعف سے زیادہ حصہ کا بمقابلہ اس کے کہ بیٹی ہے بیٹے نے۔ تو اسی طرح حمل کے مسائل میں عمل کیا جائیگا۔ شریفیہ ۱۴۶-۱۴۷ (ویوخذ......فی الحمل)

باب ۸ فصل سوم — مفقود

خلاصہ: - مفقود وہ غائب شخص ہے جس کے مرنے جینے کا کچھ حال معلوم نہ ہو۔ نوے برس کے بعد یہ حکم لگایا جائیگا کہ وہ مرگیا ہے۔ اور یہ زمانہ اس کی تاریخ پیدائش سے شمار ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص اسی برس کی عمر میں غائب ہوا۔ تو دس برس کے بعد یعنی جب اسکی عمر نوے برس کی ہوگی اس وقت یہ حکم لگایا جائیگا کہ وہ مرگیا ہے۔ اس میعاد کا شمار کب سے ہوگا۔ یہ تو اس کے غائب ہونے کے طریق پر منحصر ہے اگر وہ چار ہی روز غائب ہوئے کو ہوئے ہوں اور اس کے ملنے کی امید منقطع ہوگئی ہو تو بس اب وہ مفقود ہے۔ مفقود کے متعلق دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول - غائب ہونے کے زمانہ میں وہ اپنے خاص مال کے متعلق زندہ ہی شمار ہوگا۔ اور اس کا مال اُسکے زمانہ غیرحاضری میں کوئی نہیں لے سکتا۔ ہاں نوے برس بعد جب اس کا مال تقسیم ہوگا تو اس کے وارث جو اب نوے برس بعد اسوقت موجود ہیں وہ لینگے۔ دوم غائب ہونیکے زمانہ میں اگر اس کو کسی سے ورثہ ملا ہے تو وہ جمع رہیگا۔ گویا وہ دوسروں سے مال لینے کے متعلق مردہ ہے۔ نوے برس کے بعد اگر وہ زندہ واپس آگیا تب وہ جمع شدہ مال لے لیگا۔ ورنہ اگر یہ حکم لگایا گیا کہ وہ مرگیا ہے۔ تو وہ غائب ہونے کے زمانہ کے شروع ہی سے مُردہ خیال کیا جائیگا۔ اور جن ورثا کے ساتھ یہ زندہ شمار کرکے اس کا حصہ جمع رکھا گیا تھا اب ان ہی ورثا کو اس کو مردہ شمار کرکے واپس دیا جائیگا۔

۱۱۳ — مفقود کس کو کہتے ہیں؟

ا- مفقود وہ شخص ہے جو گم ہوگیا ہو اور اُسکی زندگی یا موت یا جائے قیام کے متعلق ایک عرصہ تک کچھ نہ معلوم ہوسکا ہو۔

۱- قیدی - یعنی وہ شخص جس کو دشمن قید کرکے لیگئے ہوں۔ اور مرتد بھی مفقود کے حکم میں ہیں۔ اگر یہ نہ معلوم ہوسکا ہو کہ وہ دار الحرب میں جا ملے ہیں۔ اور مرگئے یا زندہ ہیں۔

اسنادات

۱ مفقود کون ہے۔ مفقود وہ غائب شخص ہے جس کے زندہ ہونے یا مرنے کے متعلق کچھ نہ معلوم ہوسکے۔ شریفیہ ۵۲ (وہو الغائب... لاموتہ)

۲ مفقود۔ غائب ہر وہ شخص ہے جسکے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے اور اس کے واپس آنے کی امید ہے یا وہ مرگیا ہے چنانچہ قیدی اور مرتد جن کے متعلق یہ نہ معلوم ہوسکا ہو کہ دار الحرب میں جا ملے ہیں۔ وہ بھی مفقود کے حکم میں ہیں۔ درمختار ۲۰۴م - (غائب لم یدر.....ام)

۳ مفقود کس کو کہتے ہیں۔ مفقود وہ شخص ہے جو کسی طرف نکل گیا اور اس کی تلاش کی گئی اور اس کا پتہ نہ لگا اور اس کا زندہ ہونا یا مردہ ہونا کچھ ظاہر نہ ہوا۔ یا دشمن اس کو لے گیا۔ کہ اس کی موت یا قتل کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا — فتاوی عالمگیری۔

مفقود وہ شخص ہے جو کسی طرف نکل گیا اور اس کے زندہ رہنے یا مرنے کے متعلق کچھ معلوم ہوسکا۔ اگرچہ اس کے جائے قیام کے متعلق معلوم تھا۔ مجمع الانہر مع ملتقی الابحر۔

۱۱۴ـ مفقود کی غیر حاضری کی مدت (اور توریث) ـ

(مفقود کے مسائل کے حل کے واسطے دیکھو دفعہ ؟)

۱ـ غیر حاضری کا کم سے کم عرصہ ـ

شرع نے غیر حاضری کی کم سے کم میعاد مقرر نہیں کی ہے ـ ہاں اگر مفقود چار برس تک غیر حاضر رہے تو امام مالک کے نزدیک اس کے مفقود الخبر ہونے کا فتوی دیا جا سکتا ہے ـ اور حسب ضرورت مذہب حنفی میں بھی اس قول پر فتوی ہو سکتا ہے ٭

۲ـ غیر حاضری کا زیادہ سے زیادہ عرصہ ـ

۱ـ مفقود کی تاریخ پیدائش سے ۱۱۰ برس تک ———— نزد امام محمد ٭

۲ـ مفقود کی تاریخ پیدائش سے ۱۰۵ برس تک ———— نزد امام ابو یوسف ٭

۳ـ مفقود کی تاریخ پیدائش سے ۹۰ برس تک نزد بعض علماء ـ علماء حنفیہ کا فتوی اسی پر ہے ـ مولنا برہان الدین نے بھی ہدایہ میں یہی قائم رکھا ہے ٭

۴ـ مفقود کی تاریخ پیدائش سے اتنے سال تک جبتک کہ اسکے شہر کے ہم عمر زندہ رہ سکتے ہیں ـ ایک اور قول کے بموجب ٭

۵ـ مفقود کی تاریخ پیدائش سے اتنے سال تک جتنے کے واسطے قاضی حکم جاری کرے ـ امام شافعی کے نزدیک یہی درست ہے ٭

جب مفقود کی عمر مذکورہ بالا حد تک پہنچ جائے تو شرعاً اُس پر موت کا حکم لگایا جائے گا ٭

سندات

۱ مدت کے متعلق مختلف روایات ـ مدت کے بارہ میں ظاہر روایت میں یہ ہے کہ جب کوئی مفقود کے ہم عمروں میں سے نہ زندہ رہے ـ تو حکم کیا جائے گا کہ مفقود بھی مرگیا [اب ہم عمروں کے متعلق] بعض نے مفقود کے اپنے شہروں کے ہم عمروں کے مرجانے پر اس کے مرنے کا اندازہ کیا ہے ـ اور بعض نے عام طور پر ہم عمروں کے مرجانے پر اُس کی موت کا اندازہ کیا ہے ـ مگر پہلی روایت صحیح ہے جیسا کہ مذکور ہوا فرائض الامام التمرتاشی میں کہ اعتبار کیا جائے مفقود کے اپنے شہر کے ہم عمروں کا ـ کیونکہ عمروں میں یہ بات ہے کہ مختلف شہروں اور مختلف ممالک میں مختلف ہوتی ہیں ـ دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر دنیا کے ہم عمر شخصوں پر اس کی موت کا اندازہ لگانا کچھ لغو بات ہے ـ شریفیہ ۱۵۲ ـ (وَ اختلاف . . . . . . حرجٌ عظیمٌ)

۲ ـ ایک سو بیس برس کے متعلق روایت غلط ہے ـ روایت کی حسن بن زیاد نے حضرت ابو حنیفہ سے کہ یہ مدت ۱۲۰ برس ہے اُس دن سے کہ جب پیدا ہوا تھا مفقود ـ اور یہ قول مبنی ہے ان باتوں پر جو عوام میں مشہور ہیں کہ کوئی شخص اتنے عرصہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا ـ اور یہ غلط ہے ـ اور اسی وجہ سے اعتماد کے قابل نہیں ـ شریفیہ ۱۵۲ (وَ رُوِیَ حسن بن زیاد . . . . . . اِعتمادَ به)

۳ ـ ایک سو دس و ایکسو پانچ و سو برس کے متعلق بھی اندازہ غلط نکلا ـ امام محمد نے کہا ہے کہ ۱۱۰ برس کی مدت ہے ـ اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ ۱۰۵ برس کی اور یہ دونوں روایتیں کسی معتبر کتاب میں نہیں پائی گئیں ـ ہاں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب گذریں سو برس مفقود کی پیدائش کے بعد ـ تو اس کی موت کا حکم کیا جائیگا کیونکہ ظاہرا ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ سو برس سے زیادہ کوئی زندہ نہیں رہتا ـ حضرت ابو یوسف کی اسی روایت پر محمد بن سلمہ مفقود کے حق میں فتوی دیتے رہے ـ یہاں تک کہ اُن کو ذاتی تجربہ ہوا کہ انھوں نے غلطی کی تھی ـ کیونکہ یہ خود ایک سو سات برس تک زندہ رہے ـ شریفیہ ۱۵۲ (وَ قالَ محمدٌ . . . . بِمائةٍ وَ سَبعِ سِنین)

۴ ـ بعض کے نزدیک نوے برس ہیں ـ (اس پر فتوی ہے) بعض کے نزدیک [اور صاحب کنز کے نزدیک بھی] نوے برس ہیں ـ کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس سے زیادہ زندہ رہنا بہت شاذ ہے ـ اور احکام شرعی جن کا دارومدار اغلب پر ہے اس پر مبنی نہیں ہو سکتے [یعنی احکام شرعی کا دار و مدار شاذ و نادر واقعات پر مبنی نہیں ہو سکتا ـ بلکہ اغلب صورت پر ہو سکتا ہے ـ اور نوے برس زندہ رہنا اغلب ہے اور اس سے زیادہ شاذ و نادر] امام تمرتاشی نے کہا کہ نوے برس پر فتوی ہے شریفیہ ۱۵۲ ـ (وَ قالَ بعضُهم . . . . وَ علیهِ الفتوی)

مولنا برہان الدین ؟ نے ہدایہ میں بعض جگہ . . . حنفی کا ۱۳ برس . . . ؟ مقرر کیا . . . ہم رکھا ہے ٭

۵ - بعض کے نزدیک ستر برس ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ستر برس ہیں۔ جیساکہ وارد ہوئی حدیث اس اُمت کی عمر کے بارے میں۔ [یعنی اعمار امتی ابین ستین الی سبعین۔ یعنی عمریں میری امت کی درمیان ساٹھ اور ستر برس کے ہونگی]۔ شریفیہ ۱۵۳ (وذہب .... ہذہ الامۃ)

۶ - امام شافعی اور بعض علماء حنفیہ کا قول۔ اور بعض علماء کے نزدیک [زیلعی نے اسی کو اختیار کیا ہے] مفقود کا مال امام وقت کے حکم دینے پر تقسیم سے باز رکھا جائے۔ اور یہی قول امام شافعی رح کا ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ جب اتنی مدت گذرے کہ قاضی حکم کردے کہ اس مفقود کی قسم کا آدمی اتنی مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا تو حکم کیا جائیگا اس کی موت پر اور اس کا مال تقسیم کیا جائیگا ان وارثوں پر جو قاضی کے حکم کے زمانہ میں موجود ہوں۔ شریفیہ ۱۵۳۔ (وقال بعضہم.. حال الحاکم)

۷ - مدت مقرر نہیں کی جائے۔ پھر اس کے متعلق زیادہ بہتر رائے فقیہ طریق پر یہ ہے کہ کچھ مدت مقرر نہ کی جائے جیساکہ ظاہر الروایت ہے۔ اس واسطے کہ تقدیر کے معاملات میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔ اور چونکہ اس بارہ میں کوئی نص نہیں ہے تو (مفقود کی حیات کا) اعتبار اس کے ہمعصر اور ہم قسم آدمیوں پر کیا جائے گا جیساکہ اندازہ لگایا جاتا ہے تلف شدہ چیزوں کی قیمت کا اور عورتوں کے مہر مثل کا۔ شریفیہ ۱۵۳۔ (ثم ان .... مہر مثل النساء)

۸ - امور متفرقہ۔ حضرت امام مالک وشافعی کا یہ مقولہ ہے کہ اگر کوئی شخص چار برس تک مفقود الخبر رہے تو قاضی اس میں اور اس کی بیوی میں تفرقہ کردے۔ بشرطیکہ عورت تفریق طلب کرے۔ پھر وہ عورت عدت وفات خاوند کی گذارنے کے بعد اور نکاح کرسکتی ہے۔ اور پھر اگر خاوند واپس آجائے تو اس کو وہ عورت نہیں ملیگی۔ حضرت عمر نے بھی ایسا ہی حکم جاری کیا تھا اُس عورت کے بارہ میں جس کے خاوند کو جن اُٹھاکر لے گئے تھے۔ لیکن علماء حنفیہ دلیل میں یہ حدیث مرفوع پیش کرتے ہیں کہ مفقود کی عورت اسی کی بیوی ہے یہانتک کہ اس کے پاس خبر پہنچے اس کی موت یا طلاق کے متعلق۔ حضرت علی نے فرمایا ہے کہ جو عورت اس میں مبتلا ہوئی اسے صبر کرنا چاہئے۔ جبتک کہ اس کے خاوند کی موت کی خبر پہنچے یا اس کے طلاق دینے کی۔ کیونکہ نکاح تو ثابت ہے اور غائب ہوجانا تفرقہ نہیں ڈال سکتا اور اس شخص کی موت کے متعلق شک ہے اور شک سے نکاح زائل نہیں ہوتا[1]۔ حضرت عمر نے بھی آخرکار حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کیا ہے[2]۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر مذہب حنفی میں بشرط ضرورت حضرت امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ کتب مختلفہ۔

۹ - ظاہر الروایات میں مفقود کے متعلق حکم۔ سند ۱ و ۷ ۔ ۱۰ - محمد بن سلمی کا فتویٰ مفقود کے بارہ میں غلط نکلا۔ سند ۱۲ ۔

باب ۸ فصل چہارم - مرتد - ذمی - کافر - قیدی - لقیط - وغیرہ باب ۸

خلاصہ - مرتد کے لغوی معنے پھر جانے والا۔ شرع میں مطلب اس شخص سے ہے جو دین اسلام سے پھر جائے۔ اس طرح پر کہ ایمان لانے کے بعد کلمہ کفر زبان سے نکالے۔ ذمی وہ غیر مسلم شخص ہے جو دار اسلام میں مسلمانوں کی حمایت میں رہتا ہو۔ اور جزیہ ادا کرتا ہو۔ قیدی وہ شخص ہے جسکو کفار قید کرکے لے گئے ہوں۔ لقیط وہ بچہ جو کہیں پڑا ہوا ملے اور اسکا والی معلوم نہ ہو۔ مرتد کے مرنے یا قتل کیا جانیکے وقت جو وارث زندہ ہوں وہ میراث لینگے خاوند و بیوی میں سے اگر ایک مرتد ہو جائے تو ایک کو دوسرے کی میراث نہیں ملیگی۔ ذمی اگر دار حرب میں جاملے تو اسکی میراث کے واسطے وہی حکم ہے جو مرتد کی میراث کے واسطے ہے۔ جو کفار سلطنت اسلام میں رہتے ہیں وہ میراث میں اہل اسلام کی قواعد میراث کے تابع ہیں۔ قیدی کی میراث کی تین صورتیں ہیں۔ اگر وہ اسلام پر قائم ہے تو اہل اسلام کی طرح میراث پائیگا۔ اگر اسلام پر قائم نہیں ہے تو مرتد کیطرح۔ اگر اسکی زندگی یا موت کا حال معلوم نہیں تو مفقود کیطرح۔ لقیط کی میراث بیت المال میں جائیگی۔ اور اسکا نفقہ بھی بیت المال کے ذمہ ہوتا ہے۔ مسلمان اور کافر کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔ جوڑ یعنی وہ بچے جو پیٹھ کی طرف سے یا اور جگہ سے جڑے ہوئے ہوں۔ ایسے بچوں کے متعلق بعض کتابوں میں لکھا ہو کہ اگر انمیں سے ایک کو جھنگی لینے سے صرف ایک ہی جاگ اُٹھے تو وہ دونوں علحدہ سمجھے جائینگے۔ اور علحدہ علحدہ میراث کے مستحق ہونگے۔ اور اگر دونوں جاگ اُٹھیں۔ تو وہ دونوں ایک ہیں اور ایک ہی میراث کے مستحق ہیں۔

[1] دیکھو دفعہ ۱۱۱ سند ۳۔ [2] دیکھو سند ۱۔

۱۱۵ - مرتد کی کمائی ورثہ کو بھی ملتی ہے اور بیت المال کو بھی ۔

۱ - مرد مرتد کے حالتِ اسلام کی کمائی مسلمان وارثوں کا حق ہے اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال کا ۔ نزد امام ابوحنیفہؒ ⁂

۲ - " " " " " " " " " بھی مسلمان وارثوں کا ۔ نزد امام ابویوسفؒ و محمد رح ⁂

۳ - " " " " بیت المال کا " " " بھی بیت المال کا ۔ نزد امام شافعیؒ ⁂

۴ - عورت مرتد " " " مسلمان وارثوں کا " " " بھی مسلمان وارثوں کا ۔ نزد اصحاب ابوحنیفہ ⁂

کمائی سے مطلب یہاں وہ کمائی ہے جو بعد ادائے قرضہ باقی رہے ۔ ورنہ قرضہ تو حالت ارتداد کی کمائی سے بھی ادا ہونگے ۔

سندات

۱ مرتد کی کمائی ۔ جبکہ کوئی مرتد مرجائے ؛ حالت ارتداد میں ۔ یا قتل کیا جائے یا دار الحرب میں چلا جائے ۔ اور قاضی نے حکم دیا ہو کہ وہ دار الحرب میں چلا گیا ہے تو جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو ملیگا ۔ اور جو کچھ اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا ہے ۔ وہ بیت المال میں رکھا جائیگا اور یہ حکم امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں حالتوں کی کمائی اس کے مسلمان وارثوں کے واسطے ہے ۔ اور شافعی کے نزدیک دونوں کمائیاں بیت المال کو دی جائیں گی ـــــ شریفیہ ۱۵۵ ۔ (اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ .... فِی بَیْتِ الْمَالِ) ۔ دیکھو دفعہ ۱۲۵ سند ۱۴ و ۱۵ ⁂

۲ عورت مرتدہ کی کمائی ۔ عورت مرتدہ کی کل کمائی یعنی جو اس نے کمایا ہو حالت اسلام میں یا حالت ارتداد میں قبل اس کے کہ وہ دار الحرب میں جا ملی ہو ۔ اس عورت کے مسلمان ورثاء کو دی جائے گی ۔ باتفاق اصحاب ابوحنیفہ ـــــ شریفیہ ۱۵۵ (وَکَسْبُ الْمُرْتَدَّۃِ ..... (بَیْنَ اَصْحَابِنَا) ⁂

۳ - مرتد کی کمائی کی تقسیم کے متعلق دلائل ۔ اس مال کے بیت المال میں رکھا جانے کے متعلق امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ (کل) مال مثل مال غنیمت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مال ضائع ہے (یعنی لاوارثی مال ہے) ۔ چنانچہ مزنی نے (مذہب شافعی پر) اس کی تشریح مختصر میں کی ہے ۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک (اس کی دونوں کمائیاں مسلمان وارثوں کو کیوں دی جاتیں) اس لئے کہ مرتد پر جبر کیا جائے گا اسلام کی طرف رجوع کرنے کا ۔ تو حکم کیا جائے گا اس پر اس کے وارثوں کے حق میں اسلام کے احکام کے موافق [یعنی مرتد پر جبر کیا جائے گا کہ معاملہ توریث میں اس کو قواعد اسلام کی پابندی ضرور ہوگی] اس طرح مرتد دونوں حالتوں کی کمائی کا مالک ہوگا] اور اس طرح سے مرتد کی دونوں حالتوں کی کمائی سے قرض ادا کئے جائیں گے ۔ ہاں طریق ادا میں احتیاط کرنی ہوگی [یعنی اوّل زمانہ اسلام کی کمائی سے قرض ادا کیا جائے گا ۔ اگر کچھ ادائیگی باقی رہی تو وہ زمانہ ارتداد کی کمائی سے ادا کی جائے گی] ۔ تو ہر نظر سے مرتد کی دونوں حالتوں کی کمائی اسکے وارثوں کو ملے گی ۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں حالتوں کی کمائی میں فرق ہے ۔ وہ یہ ہے کہ اس کے مرتد ہونے کے وقت اس پر موت کا حکم ہے ۔ کیونکہ مرتد بوجہ ارتداد کے مثل میت کے سمجھا گیا ہے ۔ اس صورت میں ممکن ہے نسبت توریث کی مرتد کے صرف اس مال میں جو اس نے زمانہ اسلام میں اس وقت سے پہلے کمایا ہے [یعنی اب جب وہ مرتد ہوا تو گویا مرگیا ۔ اور اس کا مال تقسیم کیا جائیگا ۔ اور وہ مال اس کے زمانہ اسلام کی کمائی ہے] کیونکہ حالت اسلام تک وہ مال اس کی ملک تھا ۔ پس اس صورت میں توریث ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ہو جائے گی ۔ اور اس مال سے جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے ۔ زمانہ اسلام کی کمائی کے ساتھ ورثہ دینا غیر ممکن ہے کیونکہ وہ مال (جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے) حالت اسلام میں اس کی ملکیت ہی نہ تھا ۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلم کو کافر سے ورثہ ملے اور یہ جائز نہیں [جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ مِنَ الْکَافِرِ] دیکھو دفعہ ۱۲۵ سند ۱ ۔ اور جو کچھ اس نے کمایا ہے دار الحرب میں جانے کے بعد تو وہ تو بالاجماع مال غنیمت شمار ہوگا ۔ کیونکہ اس نے وہ مال اس وقت کمایا ہے ۔ جبکہ وہ اہل دار الحرب سے تھا اور مسلمانوں کو حربی سے حصہ نہیں ملتا ـــــ شریفیہ ۱۵۵ ۔ (فَفِی اَحَدِ قَوْلَیْہِ .... لَا یَرِثُ مِنَ الْحَرْبِیِّ) ⁂

۴ عورت کی کل کمائی کیوں اسلامی ترکہ میں لی جاتی ہے اور مرد کی کیوں نہیں ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ مرتدہ اصحاب ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں قتل کی جاتی بلکہ

قید رکھی جاتی ہے یہاں تک کہ اسلام لے آئے یا مرجائے۔ وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ ارتداد کے متعلق سزا دینے میں تاخیر کر کے دار الجزا پر معاملہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ (کیونکہ اس نے جنابت حق اللہ میں کی ہے۔ لہذا قیامت پر معاملہ چھوڑ دینا چاہیئے) مگر مرد کے متعلق جو قتل کی سزا دی جاتی ہے وہ صرف رفع شر کی غرض سے ہے (اگر اس کو قید نہ کریں اور قتل نہ کریں تو ممکن ہے کہ وہ کسی طرح بچ نکلے اور آمادہ بر فساد ہو جائے) بخلاف عورت کے (کہ اس سے لڑائی کی توقع نہیں) پس جس حالت میں کہ مرتدہ کی ذات کا بچاؤ کیا گیا تو مال کا بچاؤ (جو اس سے کم درجہ کا ہے) ہونا ہی چاہیئے۔ پس دونوں طرح کی کمائیاں اس کی ملک ہوئیں۔ لہذا دونوں قسم کا مال وارثوں کو ملیگا ——— شریفیہ ۱۵۶ (و ذلک لان المرتد ...... اور ثہا)

مرتد اگر حالت ارتداد میں قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا۔ پس جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کے واسطے میراث ہوگا۔ اور اس میں اس کی بیوی بھی وارث ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہو۔ فتاوے عالمگیری ؞

جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ مسلمان ورثا کا حق ہے۔ بعد ادا کرنے اس کے دیون وغیرہ یعنی اول جو دیون حالت اسلام میں لاحق ہوئے تھے اس کمائی سے ادا ہوں گے جو حالت اسلام میں کمایا اور جو دیون حالت ردت میں لاحق ہوئے تھے تو اس کی ارتداد کی کمائی ادا ہونگے پھر قضائے دیون کے بعد جو بقایا ہوگا اس ارث جاری ہوگی۔ شرح وجیز ؞

یہ جو کچھ بیان ہوا یہ امام زفر کی روایت سے ہے لیکن حسن بن زیاد سے جو روایت ہے اس سے تمام دیون کیسے ہی ہوں حالت اسلام کی کمائی سے ادا کیے جائیں — ہاں اگر وہ نہ ہو تو پھر ارتداد کی کمائی سے کریں یہ محقق شامی نے ہدایہ سے نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک دیون ارتداد کی کمائی سے ادا کئے جائیں اور اگر پورے نہ ہوں تو اسلام کی کمائی سے مدد لی جائے ؞

۵ - بعض مرتد پر مفقود کا حکم عائد ہوتا ہے - دیکھو دفعہ ۱۱۲ مسئلہ ۲ - ۶ - اگر قیدی دار حرب میں مرتد ہو جائے - دیکھو دفعہ ۱۲۹ و مسئلہ ۱۰

۱۱۶ - مرتد کی تقسیم میراث -

۱ - مرتد کے مرنے یا قتل کیا جانے کے وقت جو ورثا زندہ ہوں وہ میراث لیں گے (اگرچہ ان میں سے کوئی وقت ارتداد مرتد کے موجود ہو یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو، یہی قول زیادہ صحیح ہے اور یہی مسلمہ ہے) مگر روایات اور بھی ہیں وہ غیر مسلمہ ہیں اور یہ ہیں :-

۱ - مرتد کے ارتداد کے وقت سے اس کی موت تک جو وارث زندہ رہیں گے وہ میراث لیں گے (بیچ میں اگر کوئی پیدا ہوا یا مرا وہ میراث نہیں لیگا)

۲ - مرتد کے ارتداد کے وقت جو وارث زندہ تھے وہ میراث لینگے - (چاہے اس کی موت سے پہلے وہ ورثا مر جائیں) ؞

۲ - مورث کی طرح اگر وارث بھی مرتد ہو - تو اس کو میراث نہیں ملے گی - اور اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو تب بھی آپس میں توارث نہ ہوگا ؞

ا - ایک موقع پر کافر کی میراث مسلمان کو مل جاتی ہے - دیکھو مسئلہ ۵ ؞ ہاں اگر تمام اہل شہر مرتد ہو جائیں تب تو آپس میں ایک دوسرے کی میراث کے مستحق ہیں ؞

ب - خاوند کو مرتد بیوی سے میراث نہیں ملے گی - بشرطیکہ وہ مرتد ہونے کے وقت صحیح العقل اور تندرست تھی - اور اگر حالت مرض میں تھی کہ مرتد ہوئی اور پھر عدت میں مرگئی تو اس کی میراث خاوند کو ملے گی ؞

۳ - مرتد کی بیوی اگر خاوند کے ارتداد کی وجہ سے عدت میں تھی کہ خاوند مرگیا - یا عدت پوری کرنے کے بعد مرا - یا ابتک

اس سے دخول نہیں ہوا تھا۔ تو یہ بیوی اس خاوند کی میراث نہیں پائے گی ⁂

۴۔ مرتدہ اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ جنی تو اس لڑکے کو مرتد باپ کی میراث ملے گی۔ اور اگر ۶ ماہ سے زیادہ میں جنی تو نہیں ملے گی ⁂

سندات ۱۔ مرتد کے مال کی تقسیم۔ اس امر میں مختلف روایات ہیں کہ مرتد کے مال کے صحیح وارث کونسے ہونے چاہئیں۔ روایت کیا حسن لولوی نے حضرت ابوحنیفہ سے کہ جو شخص مرتد ہونے کے وقت اس مرتد کا وارث ہے اور مرتد کی موت تک زندہ باقی رہے وہ صحیح وارث ہوگا۔ اور جو شخص اس کے بعد پیدا ہوا (یعنی اس کے مرتد ہونے یا مرنے کے بعد) چنانچہ اگر بعض اس کے رشتہ دار اس کے مرتد ہونے کے بعد اسلام لائے۔ یا اس کے مرتد ہونے کے بعد کوئی نطفہ قرار پانے سے بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہ ہوگا۔ اور روایت کیا ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے کہ ارتداد کے وقت وارث کا زندہ موجود ہونا معتبر ہے (یعنی جو وارث اس کے مرتد ہونے کے وقت زندہ تھا اس کو ورثہ ملے گا) پھر اگر وہ وارث مرتد کے مرنے سے پہلے مرجائے تو اس کا استحقاق زایل نہیں ہوتا (یعنی اگر مرتد کی موت سے پہلے مرجائے تب بھی حق زائل نہ ہوگا) بلکہ اس مرنے والے کی میراث اس کے ورثا کو ملے گی ⁂ اور روایت کیا امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے کہ وہ وارث صحیح خیال کیا جائے گا جو مرتد کی موت یا قتل کے وقت وارث ہو۔ گو وہ وقت ارتداد مرتد کے موجود ہو۔ یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو ——— شریفیہ ۱۵۶ - ۱۵۷ - (وَاخْتَلَفَ الرِّوَايَاتُ . . . . . اَوْحَدَثَ بَعْدَہٗ)

۲۔ مرتد کو مسلمان سے ورثہ نہیں ملتا نہ دوسرے مرتد سے۔ مرتد کو کسی سے ورثہ نہیں ملیگا نہ مسلمان سے نہ دوسرے مرتد سے جو اسی جیسا ہے۔ کیونکہ مرتد عاصی ہے۔ بوجہ مرتد ہونے کے تو وہ صلہ شرعی کا (یعنے ورثہ کا) مستحق نہیں ہوگا بلکہ وہ محروم رکھا جائے گا عقوبۃً۔ جیسا کہ ناحق قتل کرنے والا محروم رکھا جاتا ہے (دیکھو دفعہ ۱۲۵) اور اسی طرح (ایک دلیل یہ ہے کہ) مرتد کا کوئی مذہب تو ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ جس طرف وہ اب منتقل ہوا ہے اس پر بھی وہ قائم نہیں رہے گا۔ [کیونکہ اس پر جبر کیا جائے گا اسلام قبول کرنے پر اور بصورت قبول نہ کرنے کے اس کو قتل کیا جائے گا] اور میراث میں مذہب کا ہونا ضروری ہے ⁂ اور اسی طرح حکم ہے نکاح کے بارہ میں کہ اس کا نکاح مسلمان عورت سے جائز نہیں اور نہ کافرہ اصلیہ کے ساتھ۔ اور نہ مرتدہ کے ساتھ۔ کیونکہ نکاح کے واسطے بھی مذہب ہونا ضروری ہے اور اس کا تو کوئی مذہب ہی نہیں۔ اسی طرح مرتدہ بھی کسی سے ورثہ نہیں پاتی۔ کیونکہ اس کا بھی کوئی مذہب نہیں۔ شریفیہ ۱۵۹ (اِلَّا الْمُرْتَدَّ . . ذَاتَ مِلَّۃٍ)

۳۔ مسلمان اور کافر کے درمیان توریث۔ دیکھو دفعہ ۱۲۵ - سند ۱۴ و ۱۵ ⁂

۴۔ کل اہل شہر مرتد ہوجائیں تو توارث ہوگا۔ لیکن مستوجب سزا ہوں گے۔ لیکن جبکہ مرتد ہوجائیں سب اہل شہر تو اس وقت باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ کیونکہ ان کے دیار بوجہ احکام کفر کے وہاں ظاہر ہونے کے دار حرب بن گئے (دفعہ ۱۲۵ اسندات) پس قتل کئے جاویں گے ان کے مرد اور عورتیں اور بچے قید کئے جاویں گے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے بنی حنیفہ کے ساتھ کیا تھا۔ اور ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی حضرت علی کو ملی تھی جس سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے (اسی سبب سے وہ ماں کے خاندان سے پکارے جاتے ہیں) اسی طرح حضرت علی نے بنی ناجیہ کی اولاد کو قید کرلیا تھا جبکہ وہ مرتد ہوگئے تھے اور ان کو مصیقلہ بن ہبیرہ کے ہاتھ ایک لاکھ درم میں فروخت کردیا تھا ——— شریفیہ ۱۵۶ - (اِلَّا اِذَا ارْتَدَّ . . . . . اَلْفَ دِرْہَمٍ)

۵۔ ایک موقع پر کافر کی میراث مسلمان کو مل جاتی ہے۔ میں بھی کہتا ہوں اور علماء شافعیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ ایک ایسے مسئلہ کا جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوجاتا ہے۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک کافر اپنی بیوی حاملہ چھوڑ مرا اور ہم نے حمل کی میراث علیحدہ کر رکھی۔ پھر وہ عورت مسلمان ہوگئی اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کو اپنے باپ کا ورثہ مل جائے گا۔ اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحاً نہیں دیکھا ——— در مختار ۸۶۲۔

۶۔ مرتد کی بیوی۔ اگر مرتد کی بیوی (کہ خاوند کے مرتد ہونے کی وجہ سے) ابھی عدت میں تھی کہ مرتد مرگیا۔ یا عدت پوری کرلی تھی کہ مرتد مرا۔ یا مرتد نے اس کے ساتھ دخول ہی نہیں کیا تھا تو عورت کو مرتد کی میراث نہیں ملے گی۔ فتاوے عالمگیری ⁂

۷۔ خاوند و بیوی مرتد ہوگئے۔ اگر عورت بھی خاوند کے ساتھ مرتد ہوگئی۔ تو اس عورت کو اس مرد سے کچھ میراث نہیں ملے گی۔ جیسے اور رشتہ دار جو مرتد ہوگئے

ہوں وارث نہ ہوں گے ۔ فتاویٰ عالمگیری (دیکھو دفعہ ۱۲۵)۔

۸ - صحیح العقل کا ارتداد تسلیم کیا جائیگا ۔ اگر عورت مرتد ہوگئی جبکہ وہ صحیح العقل و تندرست تھی تو خاوند اسکے مال کا وارث نہ ہوگا ۔ اگر حالت مرض میں مرتد ہوئی ہے اور ابھی عدت ہی میں تھی کہ مرگئی تو قیاساً فارہ نہ ہوگی ۔ اور خاوند وارث نہ ہوگا ۔ ہاں استحساناً وہ فارہ ہوگی اور اس کا خاوند وارث ہوگا ۔ فتاوےٰ عالمگیری ۔

۹ - مرتدہ کی ملکیت میں سے اس کے خاوند کا حق ۔ مگر ان دونوں قسموں کی کمائیوں یعنی حالت اسلام و حالت ارتداد کی) میں سے اس کے خاوند کو میراث نہیں ملے گی ۔ کیونکہ مرتدہ فوراً مرتد ہوتے ہی نکاح سے باہر ہوگئی اور جس حالت میں کہ وہ قریب المرگ بھی نہیں ہے تو وہ فارہ مرتیقہ کے حکم میں بھی نہیں ہے

—— شریفیہ ۱۵۶ (الّا انّہ .... فارّۃ المرتیقہ) دیکھو دفعہ ۳۵ اسند ۲ تشریح ۔ جو فار کے واسطے حکم ہے وہی فارہ کے واسطے ۔

۱۰ - مرتد اور مرتدہ کا بچہ ۔ اگر خاوند اور بیوی دونوں مرتد ہوگئے پھر عورت کے ہاں بچہ ہوا (تو عورت کو میراث نہیں ملے گی ۔ اگرچہ مرتد اور مرتدہ میں نکاح باقی رہا) ہاں اگر خاوند کے مرتد ہونے سے ۶ مہینہ کے اندر بچہ جنی تو بچہ کو میراث ملے گی ۔ اور اگر مرتد ہونے سے ۶ ماہ سے زیادہ میں جنی ہے تو بچہ وارث نہ ہوگا ۔ فتاوےٰ عالمگیری ۔

۱۱۷ - ذمی کی تقسیم میراث

۱ - ذمی اگر دار حرب میں جا ملے اس کے واسطے وہی حکم ہے جو اس مسلمان کے واسطے ہے جو مرتد ہو جائے اور دار حرب میں جا ملے ۔

اسنادات ۱ - ذمی کی کمائی کس کو ملے گی ۔ شرح سیر الکبیر میں مذکور ہے کہ ذمی جب توڑ دے عہد کو اور دار حرب میں جا ملے تو اس کا حکم مثل اس مسلمان کے ہے جو مرتد ہوا اور دار حرب میں جا ملا ۔ کیونکہ ذمی اہل دار اسلام سے ہے (دیکھو دفعہ ۱۲۵ اسنادات) پس جاری ہوں گے اس پر احکام مسلمانوں کے ۔

—— شریفیہ ۱۵۶ (وذکر فی شرح سیر الکبیر .... المسلمین)

۱۱۸ - کفار یا غیر اہل اسلام میں طریق توریث

جو کفار سلطنت اسلام میں رہتے ہیں وہ تقسیم میراث میں اہل اسلام کے قواعد میراث کے تابع ہیں ۔ چنانچہ جن اسباب نسبی و سببی سے اہل اسلام وارث ہوتے ہیں ان ہی سے اہل کفر بھی وارث ہوں گے ۔

۱ - اگر اہل اسلام دو سببوں سے وارث ہوتے ہیں تو اہل کفر بھی دو ہی سببوں سے وارث ہوں گے ۔

۲ - اگر ایک شخص میں دو قرابتیں جمع ہوں اور ایک دوسرے کی حاجب ہے ۔ تو جس سے حاجب ہے اس سے وارث ہوگا ۔ ورنہ دونوں قرابتوں سے ۔

ا - اگر چچازاد بھائی خاوند بھی ہے تو دونوں طرف سے میراث لے سکتا ہے ۔ ب - اگر ایک لڑکا بیٹا بھی واقع ہوا اور پوتا بھی ۔ تو بیٹے کی میراث ملے گی کہ وہ حاجب ہے ۔ ج - اگر ایک لڑکی بیٹی بھی واقع ہوا اور پوتی بھی ۔ تو ½ بیٹی کا حصہ ملیگا اور ⅙ پوتی کا ۔

۳ - اگر کسی کافر نے محرمات میں سے کسی سے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے اس کی میراث نہ پائے گا ۔

اسنادات ۱ - کافر میراث میں اہل اسلام کے تابع ہیں ۔ کافر بھی باہم ان ہی اسباب سے ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ۔ جن اسباب نسبی و سببی سے اہل اسلام باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں ۔ فتاویٰ عالمگیری ۔

۲ - کافر دو سببوں سے میراث پاسکتا ہے۔ کافر بھی دو سببوں سے میراث پاوے گا جس طرح اہل اسلام دو سبب سے پاتے ہیں۔ مثلاً ایک عورت مرگئی اور اس نے دو بھائی چچازاد چھوڑے جن میں سے ایک اس کا مادری بھائی بھی ہے (یا اس کا خاوند ہے) تو اس بھائی (یا خاوند) کو اس کا فرضی حصہ پہلے ملے گا۔ پھر باقی مال دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا۔ [دیکھو نقشہ ۴۳ — دفعہ ۲۶ سنہ ۹] — فتاویٰ عالمگیری +

۳ - اگر دو قرابت جمع ہوں۔ اگر ایک ہی شخص میں یا دو شخصوں میں دو قرابتیں جمع ہوجائیں اور ایک دوسرے کے واسطے حاجب ہو تو جس سے حاجب ہے اس سے وارث ہوگا۔ اگر کوئی محجوب نہ ہو تو دونوں قرابتوں سے وارث ہوگا۔ مثلاً ایک مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا اس عورت کا بیٹا بھی ہوگا۔ تو جب یہ عورت مرجائے گی تو یہ بیٹا اس وجہ سے وارث ہوگا کہ اس کا بیٹا ہے نہ یہ کہ اس کا پوتا ہے [کیونکہ بیٹے کی موجودگی سے پوتا محروم ہے]۔ اگر اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی اس کی بیٹی بھی ہوئی اور پوتی بھی۔ تو عورت کی میراث سے اس کو ⅔ ملے گا۔ نصف تو بیٹی ہونے کی وجہ سے اور ⅙ پوتی ہونے کی وجہ سے تاکہ ⅔ پوری ہوجائے۔ اور بیٹی اپنے باپ کی وارث اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ اس کی مادری بہن ہے۔ کیونکہ بیٹی کی موجودگی سے اخیافی بہن ساقط ہوتی ہے۔

اگر ایک مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اپنی ماں کی میراث سے نصف پاوے گی اور بقایا اس کو بوجہ عصبہ ہونے کے ملے گا۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی طرف سے اپنی ماں کی بہن ہے اور بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہے۔ اگر اس کا باپ مرگیا تو باپ کی میراث اس طرح ملے گی کہ نصف تو بیٹی ہونے کے لحاظ سے اس کو ملے گا۔ اور وہ وجہ معدوم رہے گی کہ یہ اس کی بیٹی کی بیٹی ہے۔ کیونکہ نواسی تو ذوی الارحام سے ہے۔ تو صاحب فرض یا عصبہ ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں ہوسکتی [اور جب وہ ذوی الفروض سے ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس کو ذوی الارحام سے کرکے ورثہ سے محروم کریں] اور یہی قول عامہ صحابہ رضی کا ہے۔ اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے — فتاویٰ عالمگیری + ذیل میں مثالوں کا حل ہے۔

مجوسیوں کی میراث۔

نقشہ ۱۶۱

ماں ...... بیٹا

بیٹا — ۱ بیٹا

بیٹے نے ماں سے نکاح کیا۔ اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا (۱) ماں کے مرنے پر ۱ کو بوجہ بیٹا ہونے کے میراث ملے گی — نہ بوجہ پوتا ہونے کے +

مجوسیوں کی میراث۔

نقشہ ۱۶۲

ماں ...... بیٹا

بیٹا — ۱ بیٹی

بیٹے نے ماں سے نکاح کیا۔ اور اس سے ایک لڑکی ۱ پیدا ہوئی۔ ماں کے مرنے پر ۱ کو بوجہ بیٹی و پوتی ہونے کے ½ + ⅙ ملے گا + اگر باپ مرجائے تو اس کو بیٹی کی میراث ملے گی۔ نہ مادری بہن کی کیونکہ اخیافی بہن بیٹی کے سامنے محروم ہے +

مجوسیوں کی میراث۔

نقشہ ۱۶۳

باپ ...... بیٹی

بیٹی — ۱ بیٹی

باپ نے بیٹی سے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹی ۱ پیدا ہوئی۔ ماں کے مرنے پر ۱ کو ½ ملیگا اور باقی ½ بوجہ عصوبت کیونکہ وہ ماں کی بہن بھی ہے اور بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہے + اگر باپ مرگیا تو بیٹی کو ½ بیٹی کی میراث ملے گی۔ اور چونکہ نواسی بھی ہے وہ وجہ معدوم رہے گی +

---

۴ - محرمات سے نکاح اور ورثہ۔ جن عورتوں سے اہل اسلام میں نکاح کرنا حرام ہے۔ تو اگر کسی کافر نے ایسے رشتہ دار سے نکاح کیا۔ تو نکاح کی وجہ سے وہ وارث نہ ہوگا۔ یعنی خاوند ہونے کا ورثہ اس کو نہیں ملے گا۔ مثلاً کسی مجوسی نے اپنی ماں یا بہن یا بیٹی سے نکاح کیا۔ تو بوجہ نکاح اس کو اس کی

۱۱۹- قیدی کی تقسیم میراث -

۱- اگر وہ اسلام پر قائم ہے - تو عام مسلمانوں کی طرح وارث اور مورث بنیگا +

۲- اگر وہ اسلام پر قائم نہیں ہے - تو مُرتد کیطرح وارث اور مورث بنیگا - (دیکھو دفعہ ۱۱۵ و ۱۱۶) +

۳- اگر نہ اسکی زندگی نہ موت نہ ارتداد کا حال معلوم ہو تو مفقود کیطرح وارث اور مورث بنیگا +

سندات ۱ - اگر اسلام پر قائم ہے - حکم قیدی کا مثل حکم سب مسلمانوں کے ہے متعلق میراث کے جبتک کہ وہ اپنا دین نہ چھوڑے - پس وہ دوسروں کا وارث ہوگا اور دوسرے اس سے ورثہ لینگے - اسواسطے کہ وہ مسلمان اہل دار اسلام میں سے ہے جہاں کہیں بھی وہ ہو - کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسکی بیوی جو دار اسلام میں موجود ہے اسپر طلاق نہیں ہوتی (اگرچہ اسکا خاوند دار حرب میں قید ہے) - جبکہ قیدی ہونا مثل نکاح کو نہیں توڑتا تو میراث کے تعلقات کو کسطرح توڑے - شریفیہ ۷ ۱۵ (حکم الاسیر ... فی المیراث)

۲ - اگر دین اسلام چھوڑ دے - اگر قیدی چھوڑ دے اپنے دین کو تو اسکا حکم مثل حکم مرتد کے ہے - کیونکہ ایک ہی بات ہے کہ اگر وہ مرتد ہو جائے دار اسلام میں اور پھر دار حرب میں چلا جائے - یا دار حرب میں جاکر مرتد ہو اور وہاں رہے + کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں حربی تو ہے - شریفیہ ۷ ۱۵ (فان فارق ... یصیر حربیا)

۳ - اگر اسکے ارتداد اور حیات کی نسبت کچھ نہ معلوم ہو - اگر نہ معلوم ہو مرتد ہونا اسکا اور نہ جینا مرنا اسکا تو اسکا حکم مفقود کے حکم کیطرح ہے - چنانچہ نہ تقسیم کیا جائیگا مال اسکا اور نہ نکاح کیا جائیگا اسکی بیوی کا کسی دوسرے شخص سے یہانتک کہ خبر اسکی معلوم ہو جائے - شریفیہ ۷ ۱۵ (فان لم ... یتبین خبرہ)

۴ - قیدی بعض موقع پر مفقود کے حکم میں - دیکھو دفعہ ۱۱۳ سند ۲

۱۲۰- قیدی کا دار الحرب میں مرتد ہونا اور اسکے متعلق شہادت اور اسکا اثر -

۱- قیدی کو ایام قیام دار الحرب میں مرتد ثابت کرنیکے واسطے دو عادل مسلمانوں کی شہادت کافی ہے +

۲- ارتداد کا یہ اثر ہوگا کہ اسکا مال ورثا کو تقسیم کر دیا جائیگا - اور اسکی بیوی اس سے علحدہ کر دی جائیگی +

سندات ۱ - قیدی کا مرتد ہونا اور اسکی بیوی اور مال کا ضبط ہونا - اگر اُسکے وارثوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے دار الحرب میں تو ایسی شہادت دو مسلمان عادلوں سے کم کی قبول نہیں کی جائیگی - پھر اگر دو مسلمانوں نے گواہی دی تو قاضی اُسکے اور اسکی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیگا - اور اُسکا مال تقسیم کیا جائے گا اُسکے وارثوں میں - کیونکہ قاضی کے حکم کرنیکے وقت وہ ایک مرے ہوئے کی طرح ہے + پس اگر بعد قاضی کے حکم دینے کے وہ قیدی واپس آیا اور اپنے مرتد ہونیسے انکار کیا تو قاضی اپنا حکم نہ توڑے - اُسکی بیوی اسکو نہیں ملیگی اور نہ اُسکا مال واپس کیا جائیگا - مگر وہ مال واپس کر دیا جائیگا جو کسی وارث کے پاس موجود ہو اور ایسا ہی عام طور پر مرتد کے واسطے حکم ہے جبکہ وہ توبہ کرے + اور اگر قاضی نے دو گواہ عادل کی شہادت سے قیدی کا مرتد ہونا سنا اور ابھی حکم جاری نہیں کیا تھا کہ وہ قیدی حاضر ہوا اور اس نے توبہ کر لی یا مرتد ہونیکا انکار کیا تو اُسکا مال بجنسہ اُسکو مل جائیگا چاہے وہ مرتد ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا - لیکن اسکی بیوی کے معاملہ میں قاضی کو لازم ہے کہ گواہوں کے متعلق خوب چھان بین کرے کہ وہ عادل بھی ہیں یا نہیں - اگر دونوں شاہد عادل ہوں تو ایسی صورت میں اسکی بیوی کے متعلق علحدگی کا حکم قائم ہی رہیگا - کیونکہ یہ حکم اسی وقت سے نافذ رہتا ہے جبکہ وہ شخص مرتد ہوا تھا - لیکن اسکی مدبر لونڈی کی آزادی کا حکم نہیں کیا جائیگا نہ ام ولد کی آزادگی کا - کیونکہ ایسا اُسکی موت پر ہو سکتا ہے - اور مرتد کو موت کا حکم نہیں ہے - مگر جبکہ قاضی ایسا حکم کرے - (اور قاضی اپنا حکم منسوخ کر چکا ہے)

شریفیہ ۱۵۷ (فان ادعی .... قضاء القاضی)

۱۲۱ - لقیط کی تقسیم میراث -

۱ - لقیط کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے اور اسکے قصور کا تاوان بیت المال ہی دیگا اور اسکی میراث بیت المال ہی میں رہیگی -

---

سندات ۱ - لقیط کی میراث - لقیط کا خرچ کا ذمہ دار بیت المال ہے - اور اسکے قصور کا تاوان بھی بیت المال ہی دیگا - اور اسکی میراث بھی بیت المال میں رہیگی ـــــ شرح وقایہ + دیکھو دفعہ ۶۹ سند ۶ + نیز دیکھو دفعہ ۵۲ سند ۱ +

فرمایا حضرت عمر نے کہ لقیط کا ترکہ مسلمانوں کے واسطے ہے - وارث ہونگے اسکے اور دیت دینگے اسکی طرف سے بخاری (ترجمہ باب)

۲ - پڑا ہوا بچہ جو عورت کو ملے - دیکھو دفعہ ۵۲ سند ۱ +

باب ۹

باب نہم

محروم و محجوب

فصل ۱۔ حجب یعنی حصہ کم ملنا یا نہ ملنا۔ فصل ۲۔ موانع ارث۔

فصل اوّل۔ حجب یعنی حصہ کم ملنا یا نہ ملنا

خلاصہ: ۔ حجب سے مطلب ہے کہ ایک وارث دوسرے کے واسطے آڑ بن جائے اور اس طرح دوسرے وارث کو یا تو کچھ نہ ملے یا ملے تو اس کے حصے سے کم ملے۔ اس کے خاص قاعدے مقرر ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جو شخص میت کی طرف بواسطہ کسی دوسرے کے منسوب ہو تو وہ شخص اس دوسرے کی موجودگی میں محروم ہے۔ سوائے اخیافی بھائی بہنوں کے۔ دوسرا یہ ہے کہ نزدیک والا ہر دور والے کو محروم کردے گا۔ ممنوع الارث وہ شخص ہے جس میں موانع ارث میں سے کوئی مانع پایا جائے جس سے بالکل میراث لینے سے محروم ہے۔ جیسے غلام۔ کافر وغیرہ۔ ممنوع الارث کسی کا حاجب نہیں ہوتا بجز دو کے کا حاجب ہوتا ہے۔ زوجان۔ ابوان۔ ولدان پر کبھی حجب نقصان کا عمل نہیں ہوتا۔

۱۳۲۔ حجب کیا ہے۔ اور کتنی قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ حجب کے معنے لغت میں باز رکھنے کے ہیں۔ حجاب اسی سے مشتق ہے کیونکہ وہ کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو روکتا ہے۔

۲۔ شرع کی اصطلاح میں حجب اسے کہتے ہیں کہ بسبب کسی وارث کے آڑ بن جانے کے دوسرے وارث کو حصہ کم ملے یا کچھ نہ ملے جس کا حصہ کم ہوگیا ہے یا جس کو کچھ نہیں ملا ہے اس کو محجوب کہتے ہیں۔

۳۔ حجب دو قسم ہے۔ حجب حرمان و حجب نقصان۔

حجب حرمان یہ ہے کہ کسی وارث کو بسبب دوسرے کے آڑ بن جانے کے کچھ نہ ملے۔ جیسے باپ کی موجودگی سے دادا کو کچھ نہیں ملتا۔
حجب نقصان یہ ہے کہ کسی وارث کا حصہ بسبب دوسرے کے آڑ بن جانے کے کم ہو جائے جیسے بیٹے کی موجودگی سے خاوند کو بجائے نصف کے ربع ملے گا۔

تشریحات ۱ حجب کے معنی و مفہوم۔ حجب کے معنی لغت میں باز رکھنے کے ہیں۔ اور حجاب اسی سے مشتق ہے۔ کیونکہ وہ کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو روکتا ہے۔ اور اس علم والوں کی اصطلاح میں اس سے مطلب روکنا ہے کسی شخص معین کو اس کی میراث سے۔ خواہ کل سے جیسے حجب حرمان میں یا بعض سے بوجہ موجود ہونے دوسرے وارث کے۔ جیسا کہ حجب نقصان میں۔ شریفیہ ۵۷ (ہُوَ فِي اللُّغَةِ .... وُجُودِ آخَر)

۲ حجب کی دو قسمیں اور ان کا مفہوم۔ حجب دو طرح کا ہوتا ہے۔ حجب نقصان و حجب حرمان۔ حجب نقصان یہ ہے کہ بڑے حصے سے محجوب ہو کر چھوٹے حصے کی طرف راجع ہو اور حجب حرمان بالکل حصہ سے محروم ہو جانا ہے — فتاوی عالمگیری۔ نیز دیکھو دفعہ ۱۴۳ اسناد ۱ و ۲۔

۱۳۳۔ حجب کا عمل کن ورثاء پر ہوتا ہے اور کن پر نہیں۔

۱۔ حجب نقصان۔ ان پانچ شخصوں کے لئے ہے۔ خاوند۔ بیوی۔ ماں۔ پوتی۔ علاتی بہن۔

جو حاجب و محجوب ہیں

اگر اس نقشہ کو دائیں سے بائیں کی طرف پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فلاں وارث فلاں کی موجودگی سے محجوب ہے۔ مثلاً ماں محجوب ہے بموجودگی بیٹی یا بیٹیاں۔ یا پوتی پوتیاں وغیرہ۔ اور اگر اوپر سے نیچے کیطرف پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فلاں وارث حاجب ہے فلاں کیواسطے مثلاً بیٹی حاجب ہے پوتی پوتیوں اور ماں کیواسطے محجوب نقصان

نمبر	وارثان جو محجوب ہوتے ہیں	وارث	حصہ	۱۵ بیٹا	۱۶ پوتا	۱۷ باپ	۱۸ دادا	۱۹ بھائی ح	۲۰ بھائی ع	۲۱ چچا ح	۲۲ چچا ع	۲۳ آزاد کرنیوالا	۲۴ آزاد کرنیکا عصبہ	۲۵ ذوی الارحام درجہ اول	۲۶ ذوی الارحام درجہ دوم	۲۷ ذوی الارحام درجہ سوم	۲۸ ذوی الارحام درجہ چہارم
				بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی	بموجودگی
۱		بیٹی	۱/۲	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۲	محجوب ہیں	بیٹیاں	۲/۳	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۳		پوتی	۱/۲	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۴		پوتیاں	۲/۳	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۵		ماں	۱/۳	▨	▨	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۶	محجوب ہیں	دادی	۱/۶	•	•	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۷		بہن حقیقی	۱/۲	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۸		بہنیں حقیقی	۲/۳	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۹		بہن علاتی	۱/۲	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۰	محجوب ہیں	بہنیں علاتی	۲/۳	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۱		بھائی بہن اخیافی	۱/۶	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۲		بھائی بہنیں اخیافی	۱/۳	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۳		خاوند	۱/۲	▨	▨ ۱/۴	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۴	محجوب ہیں	بیوی	۱/۴	▨	▨ ۱/۸	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۵		بیٹا	عصبہ	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۶		پوتا	ع	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۷		باپ	ع	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۸	محجوب ہیں	دادا	ع	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۱۹		بھائی حقیقی	ع	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۲۰		بھائی علاتی	ع	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•	•
۲۱		چچا حقیقی	ع	●	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•	•
۲۲	محجوب ہیں	چچا علاتی	ع	●	●	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•	•
۲۳		آزاد کرنیوالا	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•	•
۲۴		آزاد کرنیوالے کا عصبہ	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	●	•	•	•	•	•
۲۵		بیٹی پوتی کی اولاد	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	•	•	•	•
۲۶	محجوب ہیں	دادا دادی [illegible]	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	•	•	•
۲۷		[illegible] الاولاد	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	•	•
۲۸		[illegible] اور ان کی اولاد	ع	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	•

۲- حجب حرمان کا عمل ان چھ ورثاء پر کبھی نہیں ہوتا۔ خاوند بیوی۔ ماں۔ باپ۔ بیٹا بیٹی۔

یعنی یہ اشخاص کبھی پورے محروم نہیں ہوتے۔ گو ان کا حصہ کم ہو جائے۔ ان کو اس طرح یاد رکھو۔ زوجان۔ ابوان۔ ولدان پر حجب حرمان کا عمل نہیں ہوتا۔

۳- حجب حرمان مذکورہ بالا چھ ورثاء کے علاوہ سب پر ہوتا ہے۔ چاہے وہ ذوی الفروض ہوں یا عصبات۔

فوائد ۱ حجب نقصان کن ورثاء کے واسطے ہے۔ حجب نقصان پانچ حصہ داروں کے لئے ہے۔ خاوند بیوی۔ ماں۔ پوتی۔ بہن علاتی کہ بیان ان سب کا پہلے ہو چکا (سراجی)۔ حجب نقصان پانچ شخصوں کے واسطے ہے۔ ماں۔ پوتی۔ بہن علاتی۔ خاوند بیوی۔ — در مختار ۸۱۵۔

۲ حجب حرمان اور اس کا اثر۔ دوسرا ان دونوں میں سے حجب حرمان ہے اور وہ یہ ہے کہ وارث محجوب ہو میراث لینے سے بالکلیہ۔ اور ایسے وارث (یعنی جو حجب حرمان سے متعلق ہیں) دو فریق میں منقسم ہیں۔ ایک فریق تو ایسا ہے کہ اس حجب سے محجوب نہیں ہوتا [یعنی حجب حرمان سے کبھی محجوب نہیں ہوتا۔ گو ان میں سے بعض حجب نقصان سے محجوب ہو جائیں] اور یہ چھ ہیں تین مرد ہیں۔ بیٹا۔ باپ۔ خاوند۔ اور تین عورتیں ہیں بیٹی۔ ماں۔ بیوی۔ (اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس فریق کے وارث محجوب بھی ہو جاتے ہیں جبکہ ان میں سے کوئی قاتل یا مرتد یا غلام ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تو بحث ورثاء سے ہے اور قاتل وغیرہ تو محروم الارث ہیں۔ وارث ہی نہیں) دوسرا فریق وہ ہے کہ ایک موقع پر تو ورثہ لیتے ہیں اور ایک موقع پر محجوب (بہ حجب حرمان) ہوتے ہیں اور وہ ان مذکورہ چھ ورثاء کے علاوہ ہیں۔ چاہے وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض جیسے پوتا بیٹے کی موجودگی میں۔ اور بھتیجا بھائی کی موجودگی میں محروم رہتا۔ شریفیہ ۵۸۔ (وثانیہما ...... وذوی فروض)

۳ حجب حرمان کا اثر کن ورثاء پر ہوتا ہے۔ دیکھو سند ۲۔ ۴ وہ ورثاء جو کبھی محجوب بحرمان ہوتے ہیں اور کبھی ورثہ لیتے ہیں سند ۲

۱۲۳ - حجب کے قواعد۔ اور محجوب اور محروم میں فرق۔

۱- جو صاحب فرض میت سے کسی کے واسطہ سے منسوب ہو تو شخص متوسط کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملے گا اگر سبب ارث دونوں کا ایک ہو۔ اور اگر سبب ارث مختلف ہو تو ہر ایک اپنے اپنے سبب کی وجہ سے میراث پائے گا۔

۲- جو عصبہ میت سے کسی کے واسطہ سے منسوب ہو تو شخص متوسط کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملیگا سبب ارث دونوں کا ایک ہی ہو یا مختلف۔

۳- جو ورثاء کبھی محروم نہیں ہوتے ان کے علاوہ ہر ایک قریب درجہ والا (ذوی فرض ہو یا عصبہ) بعید درجہ والے کو محروم کرے گا۔ سبب ارث دونوں کا ایک ہی ہو یا مختلف۔

مثال۔ پوتیاں محروم ہیں بیٹوں کے سامنے۔ بھائی محروم ہے باپ کے سامنے۔

۴- جو شخص ورثہ لینے سے محروم ہے وہ دوسرے وارث کا حاجب نہیں ہو سکتا۔

نقشہ ۱۶۵۔ ذوی الفروض میں حجب کا عمل
متعلق دفعہ ۱۲۴
نانی
دادی
دادا
ماں
باپ
قاعدہ
۱۔ سبب ارث ایک ہے تو ماں سے نانی محجوب ہے۔
۲۔ سبب ارث مختلف ہے تو ماں کو اپنا حصہ ملا اور ماں کی اولاد کو اپنا ملا۔
نمبرات مطالب قاعدہ ا ہے۔ اور نمبر ۲ سے مطالب قاعدہ ۲ ہے۔
بھائی
بہن
نقشہ ۱۶۶۔ عصبات میں حجب کا عمل
متعلق دفعہ ۱۲۴
نانی
دادی
دادا
ماں
باپ
قاعدہ
۱۔ سبب ارث ایک ہے تو باپ سے دادا محجوب ہے۔
۲۔ سبب ارث مختلف ہے تو باپ سے بھائی محجوب ہے۔
نمبرات مطالب قاعدہ ا ہے۔ اور نمبر ۲ سے مطالب قاعدہ ۲ ہے۔
بھائی
بہن

۲ - محروم کسی وارث کے حصہ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ نہ کم کرنے کا نہ ضائع کرنے کا۔ جیسے کسی مسئلہ میں اگر بیٹا ہو اور ماں۔ مگر بیٹا غلام ہو تو ماں کو تہائی ملیگا گویا غلام بیٹا کالعدم ہے (ورنہ اس کے حصہ کو ⅙ کر دیتا)۔ اگر کسی مسئلہ میں بیٹا اور پوتا ہوں مگر بیٹا غلام ہو تو بیٹا پوتے کو محروم نہیں کریگا۔ بلکہ کل ترکہ پوتا لے گا۔ [اور ابن مسعود کے نزدیک محروم دیگر ورثا کے حصے کم تو کر دے گا مگر بالکل ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ پہلی صورت میں ماں کو ⅙ ملیگا۔ اور دوسری صورت میں پوتا محروم نہیں ہوگا]۔

۵ - جو شخص محجوب ہے وہ کسی دوسرے وارث کا حاجب ہو سکتا ہے۔

۱ - جو خود محجوب ہو وہ دوسرے وارث کے حصہ کو کم بھی کر سکتا ہے۔ اور بالکل ضائع بھی۔ جیسے دو بھائی یا بہن[۱] کہ باپ کی موجودگی سے محجوب ہیں۔ لیکن ماں کا حصہ تہائی سے چھٹا کر دیتے ہیں۔ باپ کی ماں کہ باپ کی موجودگی سے محجوب ہے۔ لیکن ماں کی ماں کی ماں (یعنی ماں کی نانی) کے حصہ کو ضائع کر دیتی ہے۔

سندات ۱ حجب حرمان کا پہلا قاعدہ۔ حجب حرمان مبنی ہے دو قاعدوں پر۔ ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ جس کا رشتہ میت سے کسی شخص کے واسطے سے ہو تو شخص متوسط کی موجودگی میں وہ وارث نہ ہوگا۔ جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔ مگر اس قاعدہ سے ماں کی اولاد مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ وہ وارث ہوتی ہے ماں کی موجودگی میں بھی (دفعہ ۱۲۷ - ۵) باوجودیکہ اسکا رشتہ ماں کے واسطہ سے ہے۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کل ترکہ کی وارث نہیں بن سکتی (یعنی کچھ اولاد کو بھی ملتا ہے)۔ اس قاعدہ کی تشریح یہ ہے (۱) اگر شخص مدلی بہ (یعنی جس کے واسطہ سے رشتہ ہے) مستحق ہے کل ترکہ کا۔ تو مدلی کو کچھ نہیں ملے گا۔ گو سبب ارث دونوں میں ایک ہی پایا جائے۔ جیسا کہ باپ اور دادا میں اور بیٹے اور پوتے میں [یعنی باپ اور دادا ایک ہی سبب سے ورثہ لیتے ہیں یعنی باپ پن کی وجہ سے۔ اور اسی طرح بیٹا پوتا بھی ایک ہی سبب سے ورثہ لیتے ہیں کہ وہ بیٹا پن ہے]۔ یا سبب ارث دونوں میں علیحدہ علیحدہ ہوں جیسے باپ اور بھائی بہن۔ تو جب کہ مدلی بہ نے کل مال لیلیا تو مدلی کے واسطے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ (۲) اگر مدلی پورے ترکہ کا مستحق نہیں ہے [تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں] کہ یا تو سبب ارث دونوں میں ایک ہی پایا جائے۔ تو حکم یہی ہے [یعنی اس حالت میں بطور سابق مدلی بہ کے موجودگی میں مدلی وارث نہ ہوگا] جیسا کہ ماں اور ماں کی ماں کی صورت ہے۔ کہ جبکہ مدلی بہ (یعنی ماں) نے اپنا حصہ لے لیا اس ایک ہی سبب کی وجہ سے۔ تو اب مدلی کے واسطے کوئی حصہ باقی نہ رہا اُس سبب کے ذریعہ جس سے وہ مدلی تھا۔ اور اس کا کوئی اور بھی حصہ نہیں ہے۔ لہذا وہ محروم رہیگا۔ اب اگر مدلی اور مدلی بہ دونوں میں سبب ارث علیحدہ علیحدہ ہوں۔ جیسے ماں اور ماں کی اولاد۔ تو اس صورت میں مدلی بہ تو اپنا حصہ لیگا اُس سبب کے ذریعہ جس سے وہ منسوب ہے [اور وہ سبب ماں ہونا ہے] اور مدلی اپنا حصہ علیحدہ لیگا اُس سبب کے ذریعہ جس سے وہ منسوب ہے [اور وہ سبب اخوۃ یعنی بھائی ہونا ہے] تو وہ اس طرح محروم نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا ماں نہیں مستحق ہوتی تمام ترکہ کی جبکہ وہ اکیلی ہی ہو۔ نہ اور کوئی ذی فرض موجود ہو اور نہ کوئی عصبہ ہی ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر اس کا استحقاق ایک جانب سے نہیں ہوتا بلکہ کچھ ترکہ اُس کو حصہ فرضی کے سبب سے ملتا ہے اور کچھ بطور رد۔ اور یہاں مطلب یہ ہے کہ کل ترکہ کا استحقاق ایک ہی جانب سے ہو جیسا کہ عصبہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ شریفیہ ۵۸ - (وہذا ان الحجب ...... کما فی التقصبۃ) دیکھو دفعہ ۴۲ سند ۵ ضمناً۔

۲ حجب حرمان کا دوسرا قاعدہ۔ دوسرا قاعدہ "الاقرب فالاقرب" کا ہے جیسا کہ ہمنے عصبات میں ذکر کیا۔ عصبات میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ وہ قرب درجہ کی وجہ سے ترجیح دیئے جاتے ہیں۔ تو ان میں جو درجہ میں قریب ہو وہ محجوب کرتا ہے حجب حرمان سے اُس کو جو درجہ میں دور ہو۔ گو دونوں میں سبب ارث ایک ہی ہو یا مختلف ہو یہ (جسکو ہم دوسرا قاعدہ کہتے ہیں) عصبات و غیر عصبات میں جاری ہے۔ لیکن غیر عصبات میں [یعنی ذوی الفروض میں] مدلی و مدلی بہ میں سبب ارث ایک ہی ہونا ضروری ہے۔ جیسے دادیوں اور ماں میں۔ اور پوتیوں اور بیٹیوں میں۔ اور علاتی بہنوں اور حقیقی بہنوں میں [مصنف نے جو صرف ایک قاعدہ پر اکتفا نہ کیا اور دوسرا لکھا تو اس وجہ سے کہ کہیں یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ بیٹے کی اولاد - مذکر ہو یا مونث - وارث ہوتی ہے اُس بیٹے کے ساتھ جو بیٹا اُس پوتے کا باپ نہ ہو۔ کیونکہ یہ پوتا تو اُس باپ کے واسطے سے میت سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور نہ دوسرے ہی قاعدہ پر اکتفا کیا۔ کہ کہیں یہ شبہ نہ پیدا ہو کہ ماں کی ماں (کہ دور کے درجہ میں ہے) نہیں وارث ہوتی باپ کی موجودگی سے]

[۱] محجوب تو ایک بھائی بہن بھی ہے مگر ماں کے حصہ کم کرنیکو دو بھائی یا بہن ہونی ضروری ہیں۔ [۲] دیکھو دفعہ ۱۸

اب بھی کچھ شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر "اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ" کا قاعدہ جاری کیا جائے عام طور پر یعنی یہ کہ قریب درجہ والا ہمیشہ بعید درجہ والے کو محجوب کردے [بلا لحاظ اس امر کے کہ مدلی موجود ہو یا نہ ہو]^۵ تو پھر ماں کی ماں باپ کی موجودگی میں محروم ہو جائے گی۔ اور حقیقی بھائی کا بیٹا اخیافی بھائی کی موجودگی میں [کیونکہ پہلا دوسرے کے درجہ میں ہے بمقابلہ دوسرے کے] اور اگر قاعدہ ثانی میں یہ قید لگائی جائے کہ "بشرطیکہ بعید تر مدلی ہو قریب تر کے ساتھ" تو اس طرح قاعدہ ثانی مثل قاعدہ اول کے ہو جائے گا [بلحاظ معنی نہ بلحاظ الفاظ کے] تو دو قاعدے مقرر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں رہتا۔ اور شبہ پھر بھی وہی رہا کہ بیٹے کی اولاد اس بیٹے کے ساتھ وارث ہوگی جس کا باپ نہیں ہے [حالانکہ اس کے برعکس ہوتا ہے] اگر اس نقص کے رفع کرنے کو یہ کہو کہ ہماری مراد یہ ہے کہ جو عصبات میں سے اقرب بلحاظ درجہ کے ہوگا وہ محجوب کریگا بعید تر کو۔ اور اس کی تائید مصنف کا یہ قول بھی کرتا ہے "کَمَا ذَكَرْنَاهُ فِي الْعَصَبَاتِ" اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ثانی اس فریق کے واسطے ہے۔ جو کبھی وارث ہوتے ہیں اور کبھی محروم ہوتے ہیں تو اس میں عصبات و غیر عصبات سب آجائیں گے۔ اور عصبات کا ذکر اس جگہ عَلٰی سَبِيْلِ التَّمْثِيْل ہی رہیگا۔ خصوصیت کیساتھ نہیں رہے گا۔ جیساکہ ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں سراجیہ شریفیہ ۵۹۔ (وَ الْاَصْلُ الثَّانِيْ الْاَقْرَبُ ..... کَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ)

۳ اتحاد سبب اور ادلا علیحدہ علیحدہ محجوب کرسکتا ہے۔ دفعہ ۱۳۶ سندہ ۵۔ **۴** اخیافی اولاد ماں کی موجودگی میں محروم نہیں ہے۔ دیکھو سندہ ۱۔

۵ ماں یا باپ یا دادا کی موجودگی سے دادیوں کا محروم ہونا۔ دیکھو دفعہ ۱۴۶ سندہ ۵ و ۱۶ **۶** پوتا اپنے باپ یا چچا کی موجودگی میں محروم ہے۔ سندہ ۱۲

۷ محروم الارث کے متعلق عامہ صحابہ اور ابن مسعود کا خیال۔ جو شخص میراث لینے سے بالکل محروم ہے۔ وہ اپنی درجہ سے دوسرے کو میراث لینے سے نہیں روک سکتا [یعنی اگر اس کے واسطے سے دوسرا شخص میت سے منسوب ہو تو وہ اس دوسرے کے واسطے روک نہیں ہے] نہ پورا ہی روکتا ہے۔ اور نہ کمی کی طرف۔ اور یہ کل صحابہ رضی کا قول ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت مرگئی اور اس نے خاوند اور دو بھائی اخیافی اور ایک بیٹا کافر چھوڑا تو حضرت علی نے اور زید بن ثابت نے اس طرح حکم لگایا۔ خاوند کو نصف۔ بھائیوں کو تہائی۔ باقی عصبہ کو۔ لیکن ابن مسعود کے نزدیک محروم یعنی وہ کافر دوسروں پر حجب نقصان کا عمل کرے گا نہ حجب حرمان کا۔ تو مسئلہ مذکورہ میں ان کے نزدیک خاوند کو چوتھائی۔ بھائیوں کو تہائی۔ باقی عصبہ کو۔ اور یہ وہ ہے جو متن کتاب سے پایا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ثابت ہے کہ ابن مسعود نے اس طرح تقسیم کیا:- خاوند کو چوتھائی۔ بھائیوں کو کچھ نہیں۔ باقی عصبہ کو۔ لہٰذا ابن مسعود سے محروم کے حاجب ہونے کے متعلق دو روایتیں ہیں [ایک کے بموجب محروم دوسرے شخص کا حاجب ہوتا ہے بحجب حرمان۔ اور دوسری روایت کے بموجب نہیں حاجب ہوتا بحجب حرمان] اور یہ کافر اور قاتل اور غلام جتنے بھی محروم الارث ہیں سب کے متعلق ہے۔ یہ مثالیں اس محروم کے متعلق ہیں جو علماء حنفیہ کے نزدیک حاجب بالکل نہیں ہوتا۔ مگر ابن مسعود کے نزدیک حاجب ہوتا ہے حجب نقصان کے ساتھ۔ شریفیہ ۵۹ (وَ الْمَحْرُوْمُ عَنِ الْمِيْرَاثِ ...... حَجْبُ النُّقْصَانِ)

۸ محروم الارث کے حاجب یا غیر حاجب ہونے کے متعلق مثال۔ دیکھو سندہ ۷ (مذہب حنفیہ پر سندہ)

۹ محروم الارث کے متعلق ابن مسعود کی دو روایتیں۔ دیکھو سندہ ۷۔

۱۰ علماء حنفیہ کے نزدیک محروم الارث حاجب نہیں ہوتا۔ (برخلاف ابن مسعود) دیکھو سندہ ۷۔

دلائل۔ ابن مسعود یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حجب نقصان نص سے ثابت ہے بیٹے اور بھائی کے نام پر۔ [قولہ تعالیٰ۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ پھر فرمایا۔ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ۔ پھر فرمایا وَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ۔ دیکھو آیات قرآنی] اور بھائی اور بیٹے کا لفظ عام معنوں میں ہے مسلمان اور کافر اور آزاد اور غلام اور قاتل وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ اور اب وارث کی قید لگانا [جیسے صحابہ کرام نے لگائی ہے] نص میں ترمیم کرنا ہے۔ اور ایسی ترمیم منسوخ ہے۔ لہٰذا وہ ترمیم اسی چیز سے ثابت ہونی چاہئے جس سے نسخ ثابت ہوتا ہے [یعنی نص اور اجماع اور خبر مشہور سے سوائے احاد کے] اور حجب حرمان نہ ہونیکی

---

۵ جیسے باپ موجود ہو اور نانی ہو (اور ماں نہ ہو) تو بموجب "اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ" کا قاعدہ یہ چاہیگا کہ نانی محروم ہو جائے مگر یہ بات نہیں ہوتی۔ دیکھو دفعہ ۱۴۶ سندہ ۵

۵۲ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عصبہ اس محروم کے واسطے سے عصوبت نہ لیتا ہو۔ اگر ایسا ہو تو یہ بقایا دونوں بھائیوں پر رد ہوگا۔ بلکہ ہمارے زمانہ میں خاوند پر بھی۔ کذا فی حاشیہ السراجیہ [مگر دیگر ورثا کی موجودگی میں خاوند پر کسی زمانہ میں رد نہ ہوگا۔ دیکھو فصل رد] اگر بھائی نہ ہوں تو خاوند پر اس زمانہ کے فتویٰ کے بموجب رد ہوگا۔ کیونکہ بیت المال نہیں ہے ورنہ رد نہ ہوگا۔ مصنف۔

دلیل یہ ہے کہ وہ تو تقدیم الاقرب علی الابعد کے قاعدہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ حجب ہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ اقرب مستحق ہو۔ بمقابلہ حجب نقصان کے کہ وہ تو بڑے حصہ سے چھوٹے حصہ میں تبدیل ہونا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں چاہے حاجب وارث ہو یا غیر وارث ٭ علمائے حنفیہ کے واسطے یہ جواب ہے کہ اگرچہ بھائی اور بیٹے کا لفظ عام معنوں میں ہے مگر جبکہ خدا تعالیٰ نے آیت مواریث میں ان کا ذکر خاص طور پر فرمایا تو اس سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں سے مراد وارث ہیں۔ کیونکہ جو میراث لینے کی اصلاً صلاحیت نہیں رکھتا جیسے کافر تو وہ استحقاق وراثت کے متعلق مثل میت کے خیال کیا جائے گا۔ [یعنی اس کو معدوم خیال کرنا چاہئے] تو وہ حق حجب میں بھی بمنزلہ میت کے قرار دیا جائے گا کیونکہ اس میں حاجب ہونے کی اہلیت ہی نہیں۔ بخلاف بھائیوں کے باپ کی موجودگی میں کیونکہ وہ ماں کے واسطے حاجب ہیں [حجب نقصان سے] اور میت قرار نہیں دیئے جاتے۔ اگرچہ باپ کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ اہلیت ارث کی ان میں موجود ہے ٭ اور اس حالت میں نہ وارث ہونا بوجہ عدم موجودگی شرط کے ہے۔ یعنی باپ کی غیر موجودگی ٭ اور اسی طرح حجب کا فرنہ حاجب ہوگا بحجب حرمان (جیسا کہ ابن مسعود سے مشہور روایت ہے) تو اسی طرح وہ نہیں حاجب ہوگا حجب نقصان سے۔ کیونکہ دونوں قسم کے حجب میں فرق یہی ہے کہ حجب حرمان میں قریب والے کو بعید والے پر اس کے کل حصے پر ترجیح دی گئی ہے۔ اور حجب نقصان میں ترجیح حاجب کی محجوب پر اس کے بعض حصہ پر ہوتی ہے۔ تو جب وراثت کی صفت [یعنی وارث ہونا] حاجب کے واسطے حجب حرمان میں شرط ہوتی تو حجب نقصان میں بھی شرط ہونی چاہئے۔ لیس ٭ امام طحاوی نے کتاب اختلاف العلماء میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے کہ اگر میت نے باپ غلام یا کافر چھوڑا اور دادا آزاد مسلمان تو دادا وارث ہوگا۔ تو گویا باپ کو کالعدم خیال کیا تو دادا کو اس نے بالکل محجوب نہ کیا۔ شریفیہ ۶۰-۶۱۔ (دَلِیْلُہٗ عَلٰی ذٰلِکَ . . . . . اَلْحَجْبُ اَصْلًا) دیکھو دفعہ ۱۴۳ سند ۳۔

۱۲۱ <u>جو خود محجوب ہو تو دوسرے کا حاجب ہوسکتا ہے</u>۔ محجوب (بحجب حرمان) دوسرے شخص کا حاجب ہوسکتا ہے۔ دونوں قسم کے حجب میں (بحجب حرمان و نقصان) باتفاق حنفیہ و ابن مسعود ٭ جیسے دو بھائی بہنیں یا زیادہ کسی قسم کی بھی ہوں۔ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی کہ وہ نہیں وارث ہوتیں [یعنی محجوب ہوتی ہیں] باپ کی موجودگی میں۔ لیکن حاجب ہیں ماں کے واسطے اس کے تہائی حصہ کو چھٹا کرنے میں ٭ اور یہی حال حجب حرمان میں ہے کہ باپ کی ماں محجوب ہوتی ہے باپ کی موجودگی سے اور حاجب ہوتی ہے [بحجب حرمان] ماں کی ماں کے واسطے۔ لیکن ابن مسعود کے نزدیک تو اس وجہ سے کہ محروم المیراث ان کے نزدیک بالکلیہ حاجب ہے باوجودیکہ وہ بالکل وارث نہیں ہے۔ تو ایسا ہی محجوب۔ بلکہ بطریق اولیٰ وہ حاجب ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک طریق پر تو وارث ہے [یعنی باعتبار اصل کے] گو اور طریق پر [یعنی باعتبار وجود حاجب کے] نہ ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک یہ وجہ ہے کہ جب محروم کو معدوم تصور کر لیا کیونکہ اہل میراث سے تو وہ ہی نہیں کسی طرح بھی بمقابلہ محجوب کے کہ وہ اہل میراث سے تو ہے ایک طریق پر [یعنی باعتبار اصل کے] گو دوسرے طریق پر [یعنی باعتبار وجود حاجب کے] نہ ہو تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند قرار دیا جائے گا۔ یعنی اس کو کچھ ورثہ سے نہیں ملے گا۔ اور غیر کے حجب کے حق میں بمنزلہ زندہ کے شمار ہوگا تو محجوب وارث ہوگا اپنے حاجب کے حق میں۔ اگر حاجب نہ ہوتا اس محجوب کا تو حاجب ہوتا اپنے محجوب کا۔ شریفیہ ۶۱ (وَالْمَحْجُوْبُ . . . . فَیَحْجُبُہٗ)

۱۲۲ <u>محجوب و محروم کا جھگڑا ضمناً</u>۔ سند ۴۔ اور دیکھو دفعہ ۱۴۴ سند ۳ و دفعہ ۱۹۱ سند ۵ ٭ نیز دیکھو دفعہ ۲۷ سند ۸۔

۱۲۳ <u>باپ غلام یا کافر۔ دادا آزاد مسلمان</u>۔ تو کل ورثہ دادا لے گا۔ سند ۳

۱۲۴ <u>محروم الارث حق میراث میں مثل میت کے ہے</u>۔ گویا یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کی ہستی ہی نہیں ہے۔ اسی واسطے وہ حاجب نہیں ہوسکتا۔ سند ۱۰۔

نقشہ ۱۹۷۔ ترتیب ورثاء بلحاظ قوت حجب۔ و تعداد محجوبین (بحجب حرمان و نقصان)

نمبر سلسلہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
وارث	بیٹا	پوتا	باپ	دادا	بھائی ح	بیٹی یا بیٹیاں	پوتی یا پوتیاں	بھائی ع	بہنیں ح	چچا ح	چچا ع	ماں	بہن ح	بہنیں ع	بھائی بہن اخ	مولی
کتنے ورثہ کو محجوب کرتے ہیں	۱۸	۱۵	۱۴	۱۳	۷	۷	۵	۴	۳	۳	۳	۳	۳	۱	۱	۱

باب ۹

خلاصہ: ۔ موانع ارث سے یہ مطلب ہے کہ ایسے اسباب واقع ہوں جو کسی وارث کو ورثہ لینے سے محروم کریں ۔ جو شخص اس طرح محروم ہوتا ہے اسکو محروم الارث بھی کہتے ہیں اور ممنوع الارث بھی ۔ پانچ امور میراث کے مانع ہیں ۔ ۱ ۔ رقّ (یعنی یہ کہ وارث کسی کا شرعی غلام یا لونڈی ہو) ۲ ۔ قتل (کہ وارث نے مورث کو قتل کیا ہو) جس سے قصاص یا کفارہ لازم آئے ۔ ۳ ۔ اختلاف ملتین (یعنی یہ کہ وارث و مورث میں سے ایک مسلمان ہو ۔ دوسرا کافر ۔) ۴ ۔ اختلاف دارین (غیر اہل اسلام میں) جیسے حربی و ذمی ۔ یا مستامن و ذمی ۔ یا دو مستامن دو مختلف ملکوں کے ۔ ۵ ۔ اشتباہ وارث و مورث (یعنی یہ نہ معلوم ہو کہ وارث کون ہے اور مورث کون) خواہ بسبب ترتیب موت نہ معلوم ہونے کے یا اور کسی وجہ سے ۔ پانچ موانع کے علاوہ ہم نے دو اور بھی لکھے ہیں ۔ یعنی نبوت اور بادشاہت ۔ وارث کا لاپتہ ہونا ۔ یا لعان یا جہالت یعنی یاجال جہل کا غرابہ ہونا ۔ یا نکاح کر لینا میراث لینے کو ... [illegible]

۱۲۵ ۔ ورثہ لینے کے واسطے کونسے امور مانع ہیں ۔

دیکھو نقشہ ۱۶۸

۱ ۔ غلامی ۔ (کامل ہو یا ناقص) یعنی وارث کسی کا شرعی غلام ہو یا لونڈی ہو ۔ گو کچھ حصہ اس کا آزاد بھی ہو چکا ہو ۔ مثلاً ۔ ایک شخص مر گیا ۔ اور اس کا بیٹا کسی کا غلام ہے ۔ تو یہ بیٹا اس کا وارث نہ ہوگا ۔

۲ ۔ قتل ناحق ۔ کہ عاقل و بالغ شخص اپنے ہاتھ سے مورث کو قتل کرے ۔ اور قصاص یا کفارہ لازم آئے ۔

اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کرے تو اس قاتل کو مقتول کی میراث نہ ملے گی ۔ مگر اس میں تین شرطیں ہیں ۔

۱ ۔ قتل ناحق ہو ۔ تو اگر کسی شخص نے اپنے مورث کو بحکم حاکم حد میں یا قصاص میں قتل کیا ۔ یا وہ مورث اس پر بقصد قتل حملہ آور ہوا تھا ۔ اس نے مدافعت میں اس کو قتل کیا ہو ۔ تو یہ قاتل محروم نہ ہوگا ۔ کہ یہ قتل ناحق نہیں ہے ۔

۲ ۔ قاتل مکلف ہو ۔ یعنی عاقل و بالغ ہو ۔ دیوانہ یا لڑکا نہ ہو ۔ تو اگر دیوانے یا لڑکے کے ہاتھ سے مورث مارا گیا تو وہ محروم نہ ہوگا ۔

۳ ۔ قتل ہاتھ سے واقع ہوا ہو ۔ کہ اس کو مباشرت قتل کہتے ہیں ۔ جو قتل بطور تسبیب کے ہو یعنی ہاتھ سے قتل نہ کرے ۔ مگر ایسا کام کرے جس سے وہ ہلاک ہو جائے مثلاً راستہ میں کنواں کھود دے ۔ کہ وہ اس میں گر کر مر جائے ۔ چاہے وہ کنواں کسی غیر کی ملک میں کھودا ہو ۔ ایسی صورت میں قاتل محروم نہ ہوگا ۔

(اگر قاتل مقتول سے پہلے مر جائے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا ۔)

۳ ۔ اختلاف دینین ۔ یعنی وارث و مورث کے مذہب میں اختلاف ہو

۱ ۔ کافر کو مسلمان سے ورثہ نہیں ملے گا ۔ اجماعاً ۔ اور نہ مسلمان کو کافر سے (نزد حضرت علی و زید و عامہ صحابہ و امام اعظم و امام شافعی) لیکن معاذ بن جبل ۔ معاویہ بن ابو سفیان ۔ حسن ۔ محمد بن حنفیہ ۔ محمد بن علی بن الحسین اور مسروق اس کے خلاف ہیں (دیکھو دفعہ ۱۱۶) ۔ مسلمان مرتد سے صرف حالت اسلام کی کمائی کا ورثہ لے گا ۔ مثلاً ۔ اگر باپ کافر ہے اور بیٹا مسلمان تو دونوں میں توارث نہیں ہوگا ۔

۱ ۔ ایک موقع پر کافر کا ورثہ مسلمان کو مل جاتا ہے ۔ دیکھو دفعہ ۱۱۶ سند ۴ ۔

۲ ۔ یہود و نصاریٰ کے درمیان توریث ہوگی ۔ مگر ان کے اور مجوسیوں کے درمیان نہ ہوگی ۔ اہل ہوا اور اہل اسلام کے درمیان توریث ہوگی ۔

۴ ۔ اختلاف دارین ۔ یعنی وارث و مورث مختلف دار سے متعلق ہوں ۔ (دیکھو نقشہ ۱۶۹)

چاہے حقیقتاً ہو چاہے حکماً ہو۔ مگر غیر اہل اسلام میں ہو جیسے حربی و ذمی ہیں۔ یا مستامن و ذمی ہیں۔ یا دو مستامن ہیں جو مختلف ملکوں کے ہوں۔

تشریح :۔ دو مختلف داروں کا یہ مطلب ہے کہ ایک شخص حدود دار اسلام میں رہتا ہو اور دوسرا حدود مخالف میں۔ مگر دونوں کافر ہوں۔ اگر ایک مسلمان دوسرا کافر ہو تو اختلاف دین کا حکم ان پر عائد ہوگا اور اختلاف دار کا کچھ عمل نہ ہوگا۔ ہاں اگر دونوں مسلمان ہوں تو باہم توریث ہوگی۔

مثال ـــ اگر ایک کافر دار اسلام میں ذمی یعنی بادشاہ اسلام کا مطیع ہو کر جزیہ دے کر رہتا ہو۔ اور دوسرا کافر دار حرب میں یعنی کفار کے ملک میں رہتا ہو۔ تو ایک کو دوسرے کی میراث نہیں ملے گی۔

۵۔ اشتباہ وارث و مورث ـ یعنی یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ کون وارث اور کون مورث ہے۔ یا یہ نہ معلوم ہو کہ اصلی وارث کونسا ہے۔ گو ترتیب موت کے معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ ہو۔

۱۔ جبکہ ایک ہی دفعہ کئی شخص جل کر یا ڈوب کر مرجائیں۔ یا کسی اور حادثہ سے ایک ہی دفعہ مرجائیں۔ تو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے (دیکھو دفعہ ۱۲۶ و ۱۲۷)۔ صاحب درمختار نے اس کو مانع ارث تسلیم نہیں کیا ہے۔

۲۔ جبکہ ایسی صورت واقع ہو کہ ایک عورت اپنے بچہ کو اور کسی اور کے بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور مرجائے اور پھر یہ نہ معلوم ہو کہ دونوں میں سے اس کا بچہ کونسا ہے تو اس عورت کی میراث ان میں سے کسی بچہ کو نہ ملے گی۔ یا اگر ایسی صورت واقع ہو کہ ایک انّا کے دو بچے سپرد کیے جائیں۔ ایک مسلمان کا اور ایک نصرانی کا۔ اور جب وہ بچے بڑے ہو جائیں تو صحیح نہ معلوم ہو کہ نصرانی کا بچہ کونسا ہے اور مسلمان کا بچہ کونسا۔ تو ان کو اپنے اپنے باپ کی میراث نہیں ملے گی۔ (یاد رہے کہ بچہ دونوں مسلمان تصور ہونگے) ہاں اگر وہ دونوں آپس میں مصالحت کریں تو میراث تقسیم کریں۔

نبوت بھی مانع میراث ہے۔ یعنی نبی کے گھرانے میں ورثہ تقسیم نہیں ہوتا۔ نہ نبی وارث ہوتا ہے نہ مورث۔ ہاں ترکہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے اور تبرکاً اکثر مسلمانوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ کی میراث بھی اگر اس کی اپنی ذاتی ہو تو تقسیم ہو سکتی ہے۔ ورنہ سلطنت میراث کے طور پر تقسیم نہیں ہوا کرتی۔ بڑے بیٹے کو تاج و تخت مل جاتا ہے۔

<——✦——>

سندات ۱ ورثہ ملنے کو چار چیزیں منع کرتی ہیں۔ مانع ارث کے چار ہیں۔ اول غلامی کامل ہو یا ناقص۔ دوسرے قتل یعنی وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ واجب ہو۔ تیسرے اختلاف دینیں (یعنی وارث و مورث کے مذہب مختلف ہوں) چوتھا اختلاف دارین۔ حقیقتاً ہو یہ اختلاف جیسے حربی و ذمی کا۔ یا حکماً ہو جیسے مستامن اور ذمی کا یا دو حربی کا کہ مختلف ملکوں کے ہوں ـــ سراجی۔

۲ غلام کسی قسم کا ہو ورثہ سے محروم ہے۔ (دلائل) پہلا مانع رقیت ہے [یعنی وارث کا لونڈی یا غلام ہونا] خواہ کامل ہو جیسے قن [یعنی خالص غلام] یا ناقص جیسے مکاتب و مدبر و اُمّ ولد۔ غلام ورثہ سے اس وجہ سے محروم ہے کہ وہ مطلقاً مالک نہیں ہو تا کل اسباب ملک میں [مثل بیع و شرا] تو بالارث بھی وارث نہیں ہوگا۔ [اور یہ بات بھی ہے] کہ تمام مال جو غلام کے پاس ہے تو وہ اس کے مالک کا ہے۔ اگر اس غلام کو اس کے اقربا کا وارث کردیں تو وہ مال بھی اس کے مالک کی ملکیت ہو جائے گا۔ تو اس طرح پر بغیر وجہ کے ایک اجنبی شخص کو ورثہ مل جائے گا جو لغو ہے اجماعاً۔ اور معتق البعض [یعنی وہ غلام جس کا کچھ حصہ آزاد ہوا ہو] تو وہ بمنزلہ خالص غلام ہی کے ہے کہ جبتک اس پر ایک درم بھی باقی رہے اس کی گردن چھٹانے میں تو وہ وارث نہ ہوگا اور نہ کسی کے واسطے میراث لینے میں حاجب ہوگا۔ لیکن صاحبین کے نزدیک وہ آزاد ہے۔ پس وہ وارث ہوگا اور حاجب بھی ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ امام اعظم کے نزدیک عتق میں تجزی جاری ہے بخلاف صاحبین کے ـــ شریفیہ ص ۱۔ (اوّل الرق ...... لہما خلافاً)

صاحبین نے کہا ہے کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو تو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وہ وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا۔ اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا مال اس کے وارث کو ملے گا۔ اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث و مورث اور حاجب ہوگا۔ بقدر اس کی حریت کے جو اس میں ثابت ہے۔ درمختار ۸۷۶ (وفاکا لحر .... مازیہ من الحریۃ)

نقشہ ۱۶۸ - وہ امور جو حصول میراث کے مانع ہیں

(متعلق دفعہ ۱۲۵)

یہ امور میراث کے مانع ہیں

۱ - اگر وارث غلام ہو

۲ - اگر وارث مورث کو ناحق قتل کرے

۳ - اگر وارث کا مذہب مختلف ہو مورث کے مذہب سے

۴ - اگر وارث و مورث مخالف سلطنتوں میں رہتے ہوں

۵ - اگر وارث و مورث میں ترتیب موت نامعلوم ہو

۶ - اگر وارث و مورث کی شناخت میں اشتباہ ہو

نقشہ ۱۶۹ - دار اسلام و دار حرب میں توریث (غیر اہل اسلام میں)

صورت اختلاف دارین حقیقی - سند ۲۳ | صورت اختلاف دارین حکمی - سند ۲۴ و ۲۵

دار اسلام

حربی کا باپ — حربی کا بیٹا — مستامن — ذمی — حربی اطراف امن آیا — حربی اطراف امن آیا

دوسرے ملک کا

[illegible]

صورت اول — توارث نہ ہوگا

صورت دوم — توارث نہ ہوگا

صورت سوم — توارث نہ ہوگا

دار حرب

حربی — حربی — حربی — حربی — حربی

[illegible]

غلامی میراث کے واسطے مانع ہے یعنی کسی طرح کی مملوکیت اگر وارث میں ہو تو وہ مورث کی میراث نہیں پاسکتا خواہ یہ رقیق محض قن ہو یعنی جس کی آزادی کا سبب بالکل منعقد نہیں ہوا۔ اور خواہ ایسا مملوک ہو جس کا سبب حریت منعقد ہوا ہو مگر ہنوز آزاد نہیں ہوا۔ جیسے مدبر اور مکاتب اور ام ولد۔ اور نیز امام اعظم کے نزدیک معتق البعض ـــــ فتاوی عالمگیری

مکاتب وہ غلام کہ جس سے یہ شرط قرار پا جاوے۔ کہ اسقدر درم دینے سے تو آزاد ہے۔ سوائے اُس صورت کے کہ وہ بدل کتابت ادا نہ کر سکے۔ مالک اسکو فروخت نہیں کر سکتا مدبر اس غلام کو کہتے ہیں۔ کہ جس کو مالک نے یہ کہا ہے کہ جب میں مروں تو تو آزاد ہے۔ تو مالک اسکو نہ ہبہ کر سکتا ہے۔ اور نہ رہن کر سکتا ہے۔ اُمِّ ولد وہ لونڈی ہے جس سے مالک سے اولاد ہو تو مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے چاہے مالک نے آزاد نہ کیا ہو۔ نزد جمیع صحابہؓ و تابعین ۔ حاشیہ شریفیہ ۔

۳ معتق بعض صاحبین کے نزدیک آزاد ہے۔ دیکھو سند ۲۔

۴ ایک قسم کا غلام وارث و مورث ہوگا۔ جس غلام کو راہن تنگدست نے آزاد کیا ہو اور اس پر یہ واجب ہو کہ وہ سعایت کر کے مرتہن کو بقدر اپنی قیمت کے ادا کر دے۔ تو یہ غلام آزاد کے حکم میں ہے ـــــ فتاوی عالمگیری ۔

۵ غلام کا مال بھی ترکہ ہے (نزد شافعی) علماء شافعیہ نے ایک یہ مسئلہ ذکر کیا ہے جس میں غلام کا مال بھی اس کے ورثا کو پہنچتا ہے۔ باوجودیکہ وہ غلام بالکل آزاد نہ ہوا اس کی صورت یہ ہے۔ ایک حربی مستامن پر دار اسلام میں جنایت کی گئی [مثلاً کسی نے اس کو زخمی کیا] پھر وہ دار الحرب میں جا ملا پھر وہاں گرفتار ہوا اور غلام بنا لیا گیا اور اُسی حالت میں جبکہ وہی زخم اپنا کام کرتا رہا مر گیا۔ تو اس کی دیت اس کے ورثا کے واسطے ہوگی۔ اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا۔ پس یہ لکھ لینا چاہئے۔ ـــ در مختار ۲ ۸۶۲ (و قد ذکر الشافعیۃ .... فالیحرر)

۶ قتل کی قسمیں۔ اور وہ قتل جو ورثہ سے محروم کرتا ہے۔ ایک قتل وہ ہے جس کے بدلے قصاص واجب ہوتا ہے۔ وہ قتلِ عمد ہے۔ اور یہ اس طریق پر ہے کہ عمداً کسی کو ہتھیار سے مارا ہو یا اس چیز سے جو ہتھیار کی جگہ جسم کے حصوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں کام میں لائی جا سکے۔ مثلاً تیز نوکدار لکڑی یا پتھر یہ فعل گناہ ہے جس سے قصاص لازم ہوتا ہے مگر کفارہ اس میں نہیں ہوتا۔ (اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک جبکہ عمداً ایسی چیز سے مارا جس سے غالباً آدمی مر جاتا ہے اگرچہ وہ تیز اور نوکدار نہ ہو جیسے ایک بڑے پتھر سے تو یہ بھی قتل عمد ہے) ✤ دوسرا قتل کہ جس کا تعلق کفارہ سے ہے۔ وہ قتل دو قسم کا ہے۔ ایک ان میں سے قتل شبہ عمد ہے اور وہ اس طریق پر ہے کہ قصداً اس چیز سے مارے جس سے غالباً آدمی نہیں مرتا۔ مثلاً چھوٹے پتھر سے۔ تو یہ قتل دونوں قولوں کے اعتبار پر [یعنی صاحبین و حنفیہ] موجب دیت کا ہوگا۔ اور مارنے والے پر موجب گناہ اور کفارہ کا ہوگا۔ اور اس میں قصاص نہیں ہے ✤ دوسرا اُن میں سے قتل خطا ہے۔ مثلاً کسی نے تیر پھینکا شکار کی طرف اور وہ لگ گیا کسی انسان کو اور وہ مر گیا۔ یا کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور اس طرح دوسرا شخص مر گیا یا کوئی شخص سوار تھا کہ اس سواری کے جانور نے دوسرے کو روند ڈالا۔ یا کوئی شخص چھت پر سے گر پڑا۔ اور دوسرے شخص پر گرا اور وہ مر گیا۔ یا کسی کے ہاتھ سے پتھر چھوٹ پڑا اور دوسرا اس کے صدمہ سے مر گیا۔ تو یہ تمام قسم کے قتل موجب ہیں کفارہ کے اور دیت کے۔ اور ان میں گناہ نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قاتل ان سب صورتوں میں میراث سے محروم ہوگا۔ بشرطیکہ قتل ناحق ہو۔ اگر قتل حق پر ہو [کہ یہ قتل حق پر مانے گئے ہیں] جبکہ کسی نے اپنے مورث کو قصاص میں یا حد میں یا اپنے نفس کی مدافعت میں قتل کیا تو وہ محروم نہ ہوگا میراث سے بالکل۔ اور ایسا ہی حکم ہے جبکہ قتل کیا عادل نے اپنے مورث باغی کو۔ یا قتل کیا باغی نے عادل کو خلافاً لابی یوسف [یعنی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ باغی محروم ہوگا میراث سے۔ اور ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں محروم ہوگا۔ کذا فی حاشیۃ السعدی] ایک قتل یہ ہے کہ قتل بالسبب ہو بجائے مباشرت کے [یعنی مباشرت قتل نہ ہو۔ یعنی اپنے ہاتھ سے قتل نہ کیا ہو) جیسے غیر کے ملک میں کنواں کھودنے والے یا پتھر رکھنے والے کی صورت ہے [یعنی مورث کی زمین میں چپکے سے کنواں کھود دے۔ یا بڑا سا پتھر رکھ دے کہ اُس سے ٹکرا کر گر کر مر جاوے] تو اس میں دیت دینی ہوتی ہے۔ اور قصاص اور کفارہ نہیں ہے۔ ایک قتل یہ ہے کہ قاتل [نابالغ] لڑکا ہو یا مجنون ہو۔ تو ان سب صورتوں میں علماء حنفیہ کے نزدیک قاتل ورثہ سے محروم نہیں ہوگا۔

اب ایک اور نقص حاید ہوتا ہے یعنی یہ کہ جب باپ قتل کرے اپنے بیٹے کو عمداً تو اس حالت میں نہ قصاص ہی واجب ہوتا ہے نہ کفارہ۔ مگر باپ محروم ہوگا میراث سے اجماعاً۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قتل [یعنی باپ کا بیٹے کو قتل کرنا] واقعی موجب قصاص تھا مگر قصاص ساقط ہو گیا بوجہ ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ قتل نہ کیا جاوے باپ اپنے بیٹے کے بدلے اور قتل نہ کیا جاوے مالک اپنے غلام کے بدلے ✤ پھر یہ نہ کہا جائے کہ یہ ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قاتل نہیں وارث ہوگا مقتول کا اس سے

مقتضی ہے کہ قاتل مطلقاً محروم کیا جائے میراث سے (چاہے قتل کسی قسم کا ہو) جیسا کہ مذہب شافعی کا ہے۔ تو مختلف صورتیں کیوں نکالی گئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاتل بالحق کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دینا چاہئے کیونکہ قاتل کے واسطے میراث سے محروم کیا جانا جو عقوبتاً مشروع ہوا ہے وہ قتل ممنوع اور قتل ناحق سے متعلق ہے اور قاتل بالحق قتل ممنوع اور قتل ناحق کا مرتکب نہیں ہوتا لہٰذا اس کا ورثہ لینے کا حق نہیں معدوم ہوگا۔ اور مستثنیٰ کرنا قاتل بالسبب کا اس واسطے ہے کہ شخص مسبب بالقتل حقیقتاً قاتل نہیں ہے (اس واسطے کہ وہ مباشر قتل کے ساتھ نہیں ہے) اور اس کی دلیل اس طرح ہے کہ آیا نہیں دیکھتا تو اگر وہ کرتا اس فعل کو (یعنی کنواں کھودنا یا پتھر رکھنا) اپنے ملک میں تو اس سے اس فعل کے متعلق کچھ مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ قاتل سے اس کے فعل کے متعلق مطلقاً مواخذہ کیا جاتا ہے۔ یعنی چاہے وہ فعل اسکے اپنے ملک میں واقع ہو یا کسی دوسرے کی ملک میں۔ جیسا کہ تیر پھینکنے والا کہ چاہے تیر اپنی زمین میں سے پھینکے یا غیر کی زمین میں قتل کا مرتکب ہے اور یہی وجہ ہے کہ قتل جب تمام ہوتا ہے جب مقتول پر فعل واقع ہو جائے اور کسی سبب کے بیچ میں حائل ہو جانے سے یہ بات جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ کنویں کا کھودنا [یا پتھر کا رکھنا] تو وہ فعل جو واقع ہوا ہے زمین پر واقع ہوا ہے۔ کسی جان پر واقع نہیں ہوا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ کنویں میں گرنے کے وقت وہ شخص قاتل قرار دیا جائے۔ [کہ جس نے کنواں کھودا ہے] کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کنواں کھودنے والا خود اس میں گر کر مر جاتا ہے تو اس کا قاتل کون ہے۔ اب جبکہ [یہ ثابت ہوا کہ] قاتل بالسبب حقیقتاً قاتل نہیں ہے۔ تو قتل کی سزا اس کو کس طرح دی جائے یعنی میراث سے محرومیت اور کفارہ اس پر کیونکر ہوگا۔ ہاں دیت عاقلہ پر اس وجہ سے واجب کیا گیا کہ مقتول کا خون باطل ہونے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ بخلاف قتل خطا کے کہ اس میں قاتل اپنے فعل سے مباشر قتل کا ہوا ہے۔ تو لازم آیا کفارہ اور محروم ہونا میراث سے۔ اور کم سن بچے اور مجنون کو اس وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ میراث سے محرومیت (جیسا کہ ذکر کیا گیا) جزا ہے قتل ممنوع کے واسطے۔ مگر ان دونوں کو ممنوعات کا مرتکب ہونے کی صلاحیت شرعاً حاصل نہیں۔ تو پھر شارع کا خطاب ان دونوں کی طرف ہو ہی نہیں سکتا۔ بخلاف خطا سے قتل کرنے والے کے کہ وہی اس کا اہل ہے اور اسی کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ پھر یہ امر بھی ہے کہ قاتل کو میراث سے محروم رکھنا احتیاط و نگاہداشت کو مد نظر رکھنے کے خیال سے کیا گیا ہے۔ تو خطا کرنے والا ہی احتیاط و نگاہداشت کو کام میں لائے گا۔ بخلاف بچے و مجنون کے۔ شریفیہ ۱۴ و ۱۵ (والقتل الذی . . . . الی المخطی دونہما)۔ ہر قسم کی کینہ وری کا فعل جس سے قصاص یا کفارہ لازم ہو قاتل کو مقتول کی میراث سے محروم کر دیتا ہے — عالمگیری

۷ <u>ہر قسم کا قاتل میراث سے محروم ہے (نزد شافعی)</u>۔ دیکھو سند ۴۲۔ ۱۰۔ **۸** <u>قتل عمد نزد شافعی</u>۔ دیکھو سند ۱۴۔ ۱۰۔

۹ <u>باپ اگر بیٹے کو قتل کرے</u>۔ دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو۔ اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری ساقط ہو جائیں۔ درمختار ۸۶۲ (والقتل . . . . الابوۃ) دیکھو سند ۶۔

اگر باپ نے اپنے بیٹے کا ختنہ کیا یا پچھنے لگائے یا قرحہ چیرا اور وہ اس سے مر گیا۔ تو باپ اسکی میراث سے محروم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس نے اپنے بیٹے کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ ضرب سے مر گیا۔ تو بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور میراث سے محروم ہوگا۔ اور بنا بر قول امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کچھ ضامن نہ ہوگا اور میراث سے محروم نہ ہوگا۔ اگر استاد نے شاگرد کو اسکے باپ سے اجازت لیکر مارا اور وہ ضرب سے مر گیا۔ تو استاد بالاتفاق ضامن نہ ہوگا — فتاوی عالمگیری — دیکھو سند ۶

۱۰ <u>قتل بالسبب</u>۔ جو شخص قتل کا سبب برانگیختہ کرے وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا۔ مثلاً راہ میں پانی چھڑک دیا کہ اس سے اس کا مورث پھسل کر گرا اور مر گیا۔ یا اس کے مانند کسی سبب سے ہلاکت کا باعث ہوا — فتاوی عالمگیری۔ دیکھو سند ۶۔

یاد رہے کہ گلا گھونٹ کر یا پھوڑا مار کر یا پانی میں ڈبو کر یا زہر دے کر مارنا بھی وہ قتل ہے جس میں قصاص واجب ہوگا اور ورثہ سے محروم کرے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک جبکہ عمداً کوئی شخص ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً آدمی مر جاتا ہے۔ اور جو تیز اور نوکدار نہ ہو تو یہ بھی قتل عمد ہے۔ م

۱۱ <u>استاد کی ضرب سے شاگرد مر گیا</u>۔ تو استاد ضامن ہوگا یا نہیں۔ دیکھو سند ۹۔ **۱۲** <u>دیت</u>۔ دیکھو باب اول ترکہ و اشیاء ترکہ

۱۳ <u>قاتل مقتول سے پہلے مر گیا</u>۔ اگر قاتل مقتول سے پہلے مر گیا تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا۔ بالاتفاق۔ درمختار ۸۶۲ (ولو مات . . . . . . اجماعاً)

۱۴ <u>مورث اور وارث کے مذہب میں اختلاف</u>۔ اختلاف دو دینوں کا توارث کے مانع ہے۔ تو کافر کو مسلمان سے ورثہ نہیں ملیگا۔ اجماعاً۔ اور نہ مسلمان کو کافر سے بموجب قول حضرت علی و زید و عامہ صحابہ۔ اور یہی مذہب ہے ہمارے علماء کا اور شافعی کا بدلیل قول علیہ السلام کے کہ دو مختلف مذہب والوں میں باہم توارث نہ ہوگا۔ مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مسلمان کو کافر سے ورثہ ملے اس حدیث کی دلیل پر۔ الاسلام یعلو ولا یعلی۔ اور شافی علوہی ہے کہ وارث ہو مسلمان کافر سے اور نہ وارث ہو کافر مسلمان

ہے۔ چنانچہ یہی مذہب ہے معاذ بن جبل کا اور معاویہ بن ابو سفیان اور حسن اور محمد بن حنیفہ اور محمد بن علی بن الحسین اور مسروق رح کا۔ علمائے حنفیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں خاص اسلام پر بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ اگر ثابت ہوا اسلام ایک طریق پر اور دوسرے طریق پر غیر اسلام ثابت ہو تو اسلام ثابت رہیگا اور غالب رہے گا۔ اور اگر مسلم اور کافر سے بچہ پیدا ہو تو بچہ مسلمان مانا جائیگا۔ یا یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ علو سے مطلب علو باعتبار حجت ہے یعنی اسلام کی حجت عالی اور غالب ہے کفر کی حجت پر۔ یا علو سے مراد قہر اور غلبہ ہے یعنی مسلمانوں کو غلبہ ہے آخرت میں۔ (چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ) [جب یہ بات ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان کو مرتد سے میراث ملتی ہے (دیکھو دفعہ ۱۱۶) اس کا جواب شارح نے یہ دیا ہے جو آگے لکھا ہے] تو یہ بات کہ علمائے حنفیہ کے نزدیک مسلمان کو ورثہ ملتا ہے مرتد سے باوجودیکہ مرتد کو نہیں ورثہ ملتا ہے مسلمان سے یوں ہے کہ مسلمان کو ورثہ ملنا مرتد سے حالت اسلام کی کمائی کے متعلق ہے۔ اور اسی واسطے حضرت ابوحنیفہ رح نے کہا ہے کہ مسلمان وارث کیا جائے گا مرتد سے اس مال میں جو اس نے اپنے حالت اسلام میں کمایا ہے (اور جو مال اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ مسلمانوں کے لئے مثل مال غنیمت ہے۔ اور صاحبین نے جو کہا ہے کہ مرتد کی کل کمائی (حالت اسلام و ارتداد کی) اس کے ورثا کے واسطے ہے۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ مرتد اپنے اس اعتقاد پر جو اس نے اب ظاہر کیا ہے قائم نہیں رکھا جائے گا۔ بلکہ اس پر جبر کیا جائے گا۔ (قاضی کی طرف سے) کہ دوبارہ اسلام قبول کرے۔ لہذا حکماً وہ مسلمان شمار ہوگا۔ ایسا عمل نہ اس کے نفع کے خیال سے کیا جاتا ہے گا۔ بلکہ اس خیال سے کیا جائے گا کہ مسلمان وارث اس کے مال سے منتفع ہوں (یعنی اس واسطے ایسا کیا جائے گا کہ مرتد کے مال سے مسلمان وارث کو فائدہ پہنچے نہ اس خیال سے کہ مسلمان مورث کے مال سے اس مرتد کو فائدہ پہنچ جائے) شریفیہ ۱۷ و ۱۸ (اختلاف الدینین ..... وارثہ)

۱۵ <u>نہ کافر کو مسلمان سے نہ مسلمان کو کافر سے ورثہ ملیگا</u>۔ نہ وارث ہوگا کافر مسلمان سے بدلیل قول حق تعالیٰ۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ کذا فی ضوء السراج۔ روایت ہے کہ جب ابوطالب نے انتقال کیا اور اپنے چار بیٹے چھوڑے۔ حضرت علی و حضرت جعفر و عقیل و طالب۔ جن میں سے عقیل و طالب کافر تھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و حضرت جعفر کو ابوطالب کا ورثہ نہ دیا۔ حاشیۃ السعد۔ دیکھو سند ۱۴۱۔

۱۶ <u>یہود و نصاریٰ و مجوسی میں آپس کا ورثہ</u>۔ کفار ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ اگرچہ ان کی ملت میں اختلاف ہو۔ کیونکہ کفر ایک ملت واحد ہے جیسا ذکر کیا ہے فضلی نے بروایت <u>شافعی مختصر</u> میں۔ اور ذکر کیا اس کا ابو القاسم نے مالک سے اسی طرح۔ اور کہا ابن ابی لیلیٰ نے کہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہونگے مگر ان دونوں اور مجوسیوں کے درمیان توارث نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ یہود و نصاریٰ توحید پر متفق ہیں اور موسیٰ ؑ کے نبوت کے اور نزول توریت کے قائل ہیں (تو یہود و نصاریٰ تو ایک ملت پر ہوئے) بخلاف مجوسیوں کے کہ وہ انکار کرتے ہیں توحید کا۔ اور دو خداؤں کے قائل ہیں۔ ایک تو یزدان کے کہ اس کو خالق خیر کا مانتے ہیں اور دوسرے اہرمن کے کہ اس کو خالق شر کا مانتے ہیں اور کسی نبی کو نہیں مانتے اور نہ کسی آسمانی کتاب کو۔ لہذا وہ دوسری ملت کے ہوئے۔ بعض فقیہ یہود و نصاریٰ کے درمیان بھی توارث کے قائل نہیں ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں میں حضرت عیسیٰ اور انجیل کو ماننے میں اختلاف ہے۔ پس وہ مختلف ملت سے ہوئے جیسا کہ مسلمان اور نصاریٰ بخلاف اہل الہوا کے کہ وہ انبیا کے تو قائل ہیں اور کتب آسمانی کے بھی۔ لیکن اختلاف کرتے ہیں کتاب اور سنت کی تاویل میں۔ اور یہ بات موجب اختلاف ملت کا نہیں ہو سکتی شریفیہ ۱۸۔ (ثم ان الکفار ..... اختلاف الملۃ)

۱۷ <u>مسلمان اور مرتد میں توارث</u>۔ دیکھو سند ۱۴ اور دفعہ ۱۱۵۔

۱۸ <u>اگر کافر تقسیم ترکہ سے پہلے مسلمان ہوجائے</u>۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ اگر کافر رشتہ دار تقسیم ترکہ سے پہلے مسلمان ہوگیا تو وارث ہوگا۔ در مختار ۲ ۸۶۲۔ طح

۱۹ <u>کافر سے مسلمان کو میراث پہنچتی ہے نہ اس کے برعکس (بعض علماء کے نزدیک)</u> سند ۱۴۔ چنانچہ یہی مذہب ہے معاذ بن جبل کا۔ اور معاویہ بن ابوسفیان کا۔ حسن کا اور محمد بن حنیفہ کا۔ اور محمد بن علی بن الحسین کا۔ مسروق رح کا۔ دیکھو سند ۱۴۔

۲۰ <u>مسلمان اور کافر والدین کا بچہ مسلمان ہے</u>۔ دیکھو سند ۱۴۔

۲۱ <u>مرتد کا ورثہ مسلمان کو پہنچتا ہے</u>۔ دیکھو سند ۱۴۔ دیکھو دفعہ ۱۱۵۔

۲۲ <u>اگر ایک طریق پر ایک شخص کا اسلام ثابت ہوتا ہے اور دوسرے طریق پر غیر اسلام۔ تو اسلام ثابت رہیگا</u> (دیکھو سند ۱۴)

۲۳ <u>اختلاف دارین کا مطلب</u> دار مختلف نہیں ہوا کرتا۔ مگر جبکہ وہاں کا بادشاہ مختلف ہوا اور لشکر مختلف ہو۔ اور ایک دوسرے کی حمایت نہ کریں۔ مثلاً ایک بادشاہ (کفار میں سے) ہند میں ہے تو اس کی ولایت اور سلطنت علیحدہ ہے اور دوسرا بادشاہ روم میں ہے۔ اس کی سلطنت اور ولایت علیحدہ ہے۔ تو اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی حمایت نہ کریں۔ بلکہ ایک دوسرے کے قتل کو جائز رکھیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک کے لشکر کا آدمی دوسرے کے لشکر کے آدمی سے کہیں ملے تو اسکو مار ڈالے تو ایسی صورت میں یہ دونوں دار مختلف کہلائیں گے۔ تو جب یہ دونوں دار مختلف ہوئے تو ان دونوں میں آپس میں توارث نہ ہوگا۔ کیونکہ وراثت آپس کی حمایت اور ولاد

پر مبنی ہے۔ ہاں اگر ان دونوں بادشاہوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے واسطے عہد و پیمان ہوا اور دونوں کو ایک دوسرے کے دشمن کے مقابلہ میں مدد دینے کا معاہدہ ہو تو ایسی صورت میں یہ دار ایک اور ان دونوں میں توریث جاری ہوگی — شریفیہ ۱۹۔ (والدار ان ما ..... والوراثۃ ثابتۃ)

۲۴۴ <u>کیا اختلاف دارین وراثت کے لئے مانع ہے</u>۔ اختلاف دار وراثت کے واسطے شافعی کے نزدیک مانع نہیں ہے۔ ہاں علماء حنفیہ کے نزدیک اختلاف دار کفار کے درمیان وراثت کے واسطے مانع ہے۔ مسلمانوں کے واسطے مانع نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا جائزہ کہا جائے تو باغی اور غیر باغی قوم میں توارث ثابت ہوگا۔ گو لشکر اور بادشاہ میں اختلاف بھی ہو۔ دار اسلام تو دار احکام ہے لہٰذا اہل اسلام کے درمیان اگر لشکر اور بادشاہ مختلف بھی ہوں تب بھی دار مختلف نہیں ہوگا کیونکہ اسلام کا حکم سب مسلمانوں پر ایک ہی ہے۔ اور دار الحرب کہ وہ ظلم اور بغاوت کا گھر ہے تو وہاں لشکر اور بادشاہ کے مختلف ہونے سے دار مختلف ہوگا۔ اور جب دار مختلف قرار پا گیا تو پھر آپس میں توارث منقطع ہو جائیگا۔ اور ایسا ہی حکم ہے جبکہ وہ ہماری طرف ہماری امان میں آ جائیں [یعنی ذمی کے واسطے] جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں — شریفیہ ۱۹-۲۱۔ (ولیس اختلاف الدار ..... ایضاً کما مر)

اختلاف دارین وراثت کے مانع ہے۔ لیکن کفار کے متعلق نہ مسلمانوں کے۔ چنانچہ اگر کوئی مسلمان دار حرب میں مر جاوے تو اسکا بیٹا دار اسلام میں وارث ہوگا۔ اختلاف دارین حقیقی کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی حربی دار حرب میں مر جائے۔ اور باپ یا بیٹا چھوڑے جو دار اسلام میں ذمی ہوں۔ تو اس ذمی کو حربی سے ورثہ نہیں ملیگا۔ اسی طرح اگر کوئی ذمی دار اسلام میں مر جائے۔ اور باپ یا بیٹا چھوڑے جو دار حرب میں ہوں۔ تو اسی باپ یا بیٹے کو ورثہ نہیں ملیگا۔ فتاویٰ عالمگیری ۴ +

۲۴۵ <u>اختلاف دارین حقیقی کی صورت</u>۔ اختلاف دارین یا تو حقیقۃً ہو جیسے حربی و ذمی کی صورت میں۔ جیسا کہ اگر مر جائے حربی دار الحرب میں اور اس کا باپ اور بیٹا دار اسلام میں ذمی ہوں۔ یا کوئی ذمی دار اسلام میں مر جائے اور اس کا باپ اور بیٹا دار الحرب میں ہو تو ان دونوں کو ورثہ نہیں ملیگا۔ کیونکہ ذمی تو اہل دار اسلام سے ہے اور حربی اہل دار حرب سے ہے (اور یہ صورت حقیقۃً ہے) تو وہ دونوں اگرچہ ملت میں تو متحد ہیں لیکن بوجہ ان کے دو مختلف داروں میں ہونے کے منقطع ہو گئی ولایت ان دونوں کے درمیان لہٰذا منقطع ہو گئی وراثت بھی۔ کیونکہ وہ ولایت پر مبنی ہے۔ کہ وارث نائب ہوتا ہے مورث کا اس کے مال میں۔ بلحاظ ملکیت و قبضہ و تصرف کے — شریفیہ ۱۸ (واختلاف الدارین ..... تصرفًا)۔ دیکھو سند ۲۲ +

۲۴۶ <u>اختلاف دارین حکمی کی پہلی صورت</u>۔ اختلاف دارین یا حکماً ہو۔ جیسے مستامن اور ذمی (اور دو حربی کی صورت میں کہ دو مختلف دار کے ہوں) مثال اول کی تو ظاہر ہے۔ اس واسطے کہ حربی جبکہ داخل ہوا دار اسلام میں امان کے واسطے۔ تو وہ اور ذمی حقیقۃً تو دار واحد میں ہیں مگر حکماً مختلف داروں میں ہیں۔ کیونکہ مستامن اہل دار حرب سے ہے حکماً۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ مستامن پھر دار حرب میں واپس جا سکتا ہے اور ہمارے دار میں ہمیشہ اقامت نہیں کر سکتا بخلاف ذمی کے۔ تو اس صورت میں (بوجہ حکمی اختلاف دار کے) ان دونوں میں توارث نہ ہوگا۔ بلکہ اگر مستامن مر جائے تو اس کا مال اس کے ورثاء کے لئے جو دار حرب میں ہیں بچا رکھا جائیگا۔ کیونکہ امان کا حکم اس کے مال میں بھی اسی کی وجہ سے جاری ہے اور اس کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کا مال اس کے ورثاء کو پہنچایا جائے اور نہ صرف کیا جائے بیت المال میں۔ مگر جب ذمی مر جائے (یعنی دار اسلام میں) اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو حکم اس کا اس طور پر ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ (یعنی ترکہ بیت المال میں جائے گا کیونکہ یہ مسلمانوں کی حمایت میں ہے اور جب کوئی وارث نہ چھوڑے تو مسلمان ہی وارث ہونگے) — شریفیہ ۱۸ و ۱۹۔ (او حکماً ..... علی ما مر) + اگر مستامن حربی ہمارے ملک میں مر جائے اور کچھ مال ترکہ چھوڑے تو اس کا مال اس کے ورثاء کو بھیج دیا جائے اور اگر کوئی ذمی مر جائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے تو اس کا مال بیت المال میں داخل ہوگا — فتاویٰ عالمگیری +

۲۴۷ <u>اختلاف دارین حکمی کی دوسری صورت</u>۔ اور مثال ثانی (یعنی دو حربی دو مختلف ملکوں کے) پس اگر حمل کی جائے یہ مثال جیسا کہ مذکور ہوا کہ دو حربی دو مختلف داروں میں ہوں (مثلاً ایک مصر میں دوسرا شام میں) تو اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ یہ صورت ایسی ہے جیسے حقیقتاً دو دار کے اختلاف کی ہوتی ہے۔ تو چاہئے تھا کہ مصنف پہلے ہی "او حکماً" کی ذیل میں ذکر کر دیتا۔ تو جواب یہ ہے کہ کفر کل ایک ملت ہے اور کفار سب کے سب ایک دار میں شمار ہوتے ہیں۔ اور اختلاف ان کے داروں کا صرف حکماً ہے نہ حقیقتاً تو اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ کفر کا ملت واحد ہونا امر حکمی ہے۔ کیونکہ کفار مختلف ملتوں پر ہیں حقیقتاً۔ اور اس بنا پر ان سب کا ایک دار حقیقتاً نہیں ہو سکتا بلکہ حکماً ہوگا۔ اور اگر قول مذکور اس پر حمل کیا جائے کہ دو حربی دو مختلف ملک سے ہوں حقیقتاً مگر وہ دونوں دار اسلام میں بطریق امن رہتے ہوں تو وہ دونوں ایک دار میں ہیں حقیقتاً (یعنی دار اسلام میں) اور دو دار مختلف میں ہیں حکماً۔ تو اس بیان پر وہ تردید لازم نہیں آئے گی جس کا ذکر ہوا۔ اور اس معنی پر یہ بھی موید ہے کہ

اُس نے مُن دارینا کہا اور فی الدارین نہ کہا۔ اگرچہ اولی یہ تھا کہ اوالحربیین کے بدلے اوالمستامنین کہتا۔ مگر اس ترک اولی میں اس فائدہ کی طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ قرار دینا اس کا (یعنی مثال ثانی اوالحربیین کا) دونوں اختلاف کے لئے مثال (یعنی اختلاف حکمی و حقیقی دونوں کے لئے ہوسکتی ہے) الحاصل اگر وہ حربین جن کا ذکر ہوا دو دار میں ہوں تو یہ اختلاف حقیقی ہوگا۔ اور اگر وہ دونوں ہمارے دار میں ہوں تو اختلاف حکمی ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کو قرار دینگے کہ گویا وہ اسی دار میں ہے کہ جس سے وہ نکل کر ہمارے پاس امن چاہتا ہوا آیا ہے۔ تو ان میں باہم توارث دار اسلام میں نہ ہوگا مگر جبکہ وہ دونوں اہل ذمہ سے ہو جائیں (یعنی اہل جزیہ) ہاں اگر وہ دونوں حربی مستامن ہیں اور دار واحد سے نکل کر آتے ہیں تو ان میں آپس میں توارث ہوگا۔ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں مستامن اگر دار واحد سے ہوں تو قبول کی جاتی ہے شہادت ایک کی دوسرے کے متعلق۔ اور اگر ہونگے وہ دو مختلف دار سے تو ایک دوسرے کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ پس اسی طرح ان میں توارث بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ شہادت اور میراث باب ولایت سے ہیں۔ سشریفیہ ۱۹ —

(الّا المثال الثانی . . . . باب الولایۃ)

۲۸ <u>اختلاف دار صرف کفار پر عائد ہوتا ہے۔</u> اختلاف دار ہونا بھی مانع ارث ہے یعنی ایک شخص تو دار کفر میں ہوا اور دوسرا دار اسلام میں تو میراث باہمی جاری نہ ہوگی لیکن یہ حکم کافروں کے حق میں ہے مسلمانوں کے حق میں نہیں ہے۔ چنانچہ اگر ایک مسلمان دار حرب میں مرگیا تو اس کا بیٹا جو دار اسلام میں ہے وارث ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ اختلاف دار دو قسم ہے۔ ایک حقیقی جیسے ایک حربی دار حرب میں مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دار اسلام میں ذمی ہے تو یہ ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر دار اسلام میں ایک ذمی مرگیا اور اس کا باپ یا بیٹا دار حرب میں ہے۔ تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا۔ دوم اختلاف حکمی۔ جیسے مستامن و ذمی حتیٰ کہ اگر حربی مستامن ہمارے دار اسلام میں مرگیا تو اسکا وارث جو ہمارے ہاں ذمی ہے اس کی میراث نہ پائیگا —— فتاویٰ عالمگیری۔

۲۹ <u>اگر مستامن دار اسلام میں مرجائے۔</u> تو اُس کا مال دار اسلام سے دار حرب میں واپس بھیج دیا جائے گا — دیکھو مسئلہ ۲۶۔

۳۰ دو مختلف دار میں مسلمانوں میں توارث ہوگا۔ کفار میں نہ ہوگا۔ دیکھو مسئلہ ۲۴۔ **۳۱** <u>ذمی کا ترکہ</u> مسئلہ ۱۴۔ (مثل اور قاتل کے)

۳۲ <u>مسلمان ہر جگہ اہل دار اسلام سے ہے۔</u> چاہے وہ دار حرب ہی میں کیوں نہ ہو۔ دفعہ ۱۱۹ - ۱ - نیز دیکھو مسئلہ ۲۴

۳۳ <u>کئی اموات میں صحیح تقدیم و تاخیر نہ معلوم ہونا مانع ارث ہے۔</u> مصنف نے اس جگہ وقت موت میں شبہ واقع ہونے کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ جیسے ڈوب جانے والوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی میراث کے مانع ہے۔ تو اس واسطے ذکر نہیں کیا کہ اس کا مفصل ذکر کتاب کے آخر میں آئیگا۔ شریفیہ ۲۱ -

(ولم یتعارض . . . . فی آخر الکتاب) (دیکھو دفعہ ۱۲۶ - ۱۲۷)

جہالت تاریخ مانع ارث میں داخل نہیں۔ کیونکہ مانع ارث اصطلاحاً اس کو کہتے ہیں کہ جس سے ورثہ لینے کی اہلیت جاتی رہی ہو۔ تو اگر میراث نہ لینے کی کوئی اور وجہ سوائے اہلیت جاتے رہنے کے ہو تو وہ مانع ارث میں داخل نہیں اور جس نے استبہام تاریخ موتی کو مانع کہا اُس نے غلطی کی۔ یہ طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا ہے۔

۳۴ <u>ورثار کی شناخت میں مغالطہ واقع ہونا مانع ارث ہے۔</u> منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ پانچ مسئلوں یا زیادہ میں پایا جاتا ہے جو مفصل مجتبیٰ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ انّا نے ایک بچہ کو دودھ پلایا اپنے بچہ کے ساتھ - پھر وہ انّا مرگئی۔ اور شبہ یہ ہوا کہ دونوں لڑکوں میں سے انّا کا لڑکا کونسا ہے۔ تو (ایسے شبہ کی حالت میں) دونوں میں سے کسی کو انّا کا ورثہ نہیں ملے گا۔ اور اسی طرح اگر انّا کے پاس مشتبہ ہو جائے مسلمان کا بچہ اور نصرانی کا بچہ اور یہ دونوں بالغ ہو جائیں تو یہ دونوں مسلمان تصور کئے جائیں گے۔ مگر ان کو اپنے باپوں کی میراث نہیں ملے گی۔ منیہ میں اتنا اور زیادہ لکھا ہے کہ اگر یہ دونوں باہم صلح کرلیں تو میراث حسب منشاء لے سکتے ہیں۔ در مختار ۸۶۳ - (ومن الموانع جہالۃ . . . . المیراث بینہما)

۳۵ <u>رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی نسبت فرمایا۔</u> اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ۔ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ۔ ہم نبیوں کے گروہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں (یعنی ہمارا ترکہ) صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا لَا یَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا۔ مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمَئُوْنَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔ یعنی میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں گے۔ جو کچھ میری بیویوں کے ضروری خرچ اور کارکن کی اجرت دینے کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک میراث کے احکام سے مستثنیٰ صرف آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

نقشہ ۱۷۰۔ درجہ اوّل کے حاجب اور جو انسے محجوب ہیں۔ (اور ہر درجہ میں)
بیٹی پوتی کا دور حجب
پوتی کا دور تقریباً مثل بیٹی کے ہے۔
ذوی الارحام تلازن کئے گئے ہیں کہ انکو ذوی الفروض و عصبات کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا۔
(خاوند اور بیوی بھی اسی درجہ میں ہیں مگر وہ کسی رشتہ دار کے حاجب نہیں ہیں)
دادا
دادی
نانی
ماں
باپ
چچا
چچا
بھائی
بہن
بھائی
بہن
بھائی
بہن
بیٹی
درجہ II
درجہ III
درجہ I
ہر درجہ میں جو ورثا بالکل محجوب ہیں وہ افشاں کے ذریعے ڈھکے ہوئے ہیں اور جو محجوب بحجب نقصان ہیں وہ موٹی افشاں کے ذریعے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور ان کے حصے جو کم ہوئے ہیں وہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

نقشہ ۱۷۱۔ درجہ اوّل کے حاجب اور جو اُن سے محجوب ہیں (ہر درجہ میں)
بیٹے کا دورِ حجب
ذوی الارحام نظر انداز کئے گئے ہیں کہ انکو ذوی الفروض و عصبات کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا
پوتے کا دورِ حجب مثل بیٹے دورِ حجب کے ہے صرف فرق یہ ہے کہ بیٹا تو پوتے پوتیوں کو محجوب کرتا ہے اور یہ نہیں کرتا۔
پردادا
پردادی
دادا
دادی
نانی
درجہ
II
ماں
باپ
چچا
بھائی
درجہ
III
بیٹا
بیٹی
درجہ
I
ہر درجہ میں جو ورثا بالکل محجوب ہیں وہ افشاں کے ذریعے ڈھکے ہوئے ہیں اور جو محجوب بہ حجب نقصان ہیں وہ سوئی افشاں کے ذریعہ ڈھکے ہوئے ہیں اور ان کے حصے جو کم ہوئے ہیں وہ لکھ دیئے گئے ہیں

کتاب المیراث
۳۲۵
۱۲۵
نقشہ ۱۷۲ - درجہ دوم کے حاجب اور جو اُن سے محجوب ہیں (ہر دو درجہ میں)
باپ کا دور حجب
ذوی الارحام قلم زد کئے گئے ہیں کہ اگرچہ ذوی الفروض عصبات کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا۔ (ماں کا دور حجب اگلے نقشہ میں ملے گا)
(دادا کا دور حجب مثل باپ کے ہے۔ فرق یہ ہے کہ دادا اپنے ہمدرجہ دادی کو محجوب نہیں کریگا)
دادی
دادا
نانی
ماں
باپ
چچا
چچا
درجہ II
درجہ III
درجہ I
ہر درجہ میں جو ورثہ بالکل محجوب ہیں وہ افشاں کے ذریعہ ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور جو محجوب حجب نقصان ہیں وہ موٹی افشاں کے ذریعہ ڈھکے ہوئے ہیں اور ان کے حصے جو کم ہوئے ہیں وہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

نقشہ ۱۷۳- درجہ سوم کے حاجب اور جو اُنسے محجوب ہیں (ہر درجہ میں) -
بھائی حقیقی کا دورحجب
ذوی الارحام قرابت، کیے گئے ہیں کہ انکو ذوی الفروض وعصبات کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا -
ماں کا دورحجب اس نقشہ میں دکھایا گیا ہے ۔ (بھائی ع کا دورحجب بھی یہی ہے -صرف بھائی ح کو محجوب نہیں کرتا) -
پردادا
پردادی
پرنانی
دادا
دادی
نانی
درجہ II
باپ
ماں
چچا ع
چچا ح
III
بھائی ح
بہن ح
بھائی ع
بہن ع
بھائی خ
بہن خ
درجہ III
درجہ I
ہر درجہ میں جو ورثا بالکل محجوب ہیں وہ افشاں کے ذریعہ ڈھکے ہوئے ہیں اور جو محجوب بہ حجب نقصان ہیں وہ موٹی افشاں کے ذریعے ڈھکے ہوئے ہیں اور اُن کے حصے جو کم ہوتے ہیں وہ لکھ دیئے گئے ہیں -

باب ۱۰
باب دہم
متفرق
فصل ۱۔ کئی اموات ایک موقع پر۔ یا یکے بعد دیگرے (مناسخہ)۔ فصل ۲۔ عول (یعنی مخرج کو بڑھا دینا)۔
فصل ۳۔ تخارج۔ یعنی ترکہ کی کوئی خاص چیز منظور کر کے دست برداری۔

باب ۱۰ فصل اول یعنی اموات ایک موقع پر (غرقیٰ، حرقیٰ، دہمیٰ) یا یکے بعد دیگرے (مناسخہ) باب ۱۰

خلاصہ) - فرائض کی کتابوں میں یہ فصل غرقیٰ وحرقیٰ وہدمیٰ کے متعلق ہے (غرقیٰ جمع ہے غریق کی اور حرقیٰ جمع ہے حریق کی اور ہدمیٰ جمع ہے ہدیم کی۔ سب بر وزن فعیل بمعنی مفعول ہیں) ۞ اگر کئی رشتہ دار ایک حادثہ سے مرے ہوں۔ اور یہ نہ ثابت ہو کہ وہ یکے بعد دیگر مرے ہیں تو یہ مان لیا جائے گا کہ وہ سب ایک وقت میں مرے۔ اُن کے ترکہ کی تقسیم اس طرح کی جائے گی کہ ہر ایک کے زندہ ورثا کو ان کا ترکہ تقسیم ہوگا۔ یہ مذہب امام اعظم کا ہے ۞ لیکن ابن مسعود اور ابن ابی لیلیٰ کا اور ہی مذہب ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ میت ہی ایک دوسرے سے ورثہ لیں گی۔ مگر یہ خیال رکھا جائے گا کہ کوئی میت وارث اور مورث دونوں نہ بننے پائے ۞ اگر کئی رشتہ دار یکے بعد دیگرے مر جائیں۔ اور ورثہ آخر رشتہ دار کے مرنے کے بعد تقسیم کیا جاوے۔ تو یہ صورت مناسخہ کی کہلاتی ہے۔

۱۲۶ - کئی رشتہ داروں کے ایک وقت میں مرنے سے کیا مطلب ہے؟

۱۔ اگر کئی رشتہ دار کسی حادثہ سے مر جائیں۔ تو یہ مان لیا جائے گا کہ وہ سب ایک ہی وقت میں مرے ماسوائے اس کے کہ صورت اس کے برعکس ثابت ہو (یہ صورتیں اکثر معرکہ کارزار میں یا جہاز ڈوبنے کے وقت یا آگ لگنے کے موقع پر یا اسی طرح اور موقعوں پر پیش آتی ہیں)

۱۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب کی جان ایک وقت میں نکلی ہو۔ بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ کسی حادثہ کی وجہ سے اگر دو یا زیادہ آدمی ایک موقع پر مر جائیں اور وہ حادثہ چاہے بہت دیر تک جاری رہا ہو۔ مگر درحالیکہ موت کا آگے پیچھے ہونا معلوم نہ ہو یہی قرار دیا جائیگا کہ وہ سب ساتھ مرے۔ مثلاً کہیں آگ لگی اور وہ دو گھنٹہ تک لگی رہی۔ ایک شخص پہلے جل کر مرا اور دوسرا آدھ گھنٹہ بعد مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یکے بعد دیگرے مرے تو وہ دونوں ایک ہی وقت میں مرے ہوئے خیال کئے جاوینگے۔ ہاں اگر ثابت ہو جائے کہ یکے بعد دیگرے مرے ہیں تو اس قاعدہ پر عمل نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ مناسخہ ہو جائیگا (دیکھو دفعہ ۱۲۸) ۞ اسی طرح اگر دو یا کئی شخص ایک موقع پر مرے ہوئے پائے گئے۔ اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یکے بعد دیگرے مرے ہیں۔ تو وہ ایک ہی وقت میں مرے ہوئے شمار ہونگے ۞

سندات ۱ کئی آدمیوں کا ایک حادثہ سے مرنا۔ جبکہ کئی آدمیوں کی ایک جماعت [جو آپس میں رشتہ دار ہوں] مر جائیں۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ کون ان میں سے پہلے مرا۔ مثلاً ایک کشتی میں سب سوار تھے کہ کشتی ڈوب گئی۔ یا سب کے سب آگ میں جل کر مر گئے یا کوئی دیوار یا گھر کی چھت اُن پر گر گئی۔ یا سب کے سب لڑائی میں مارے گئے اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کون سا اُن میں سے پہلے مرا اور کونسا بعد میں سو یہ مان لیا جائے گا کہ سب ایک ہی وقت میں مرے تھے — شریفیہ ۱۵ (اذا ماتت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماتوا معاً)

۲ - کئی آدمیوں کا یکلخت مرنا۔ جبکہ ایک جماعت ڈوب کر یا جل کر مر گئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ ان میں سے پہلے کونسا مرا ہے تو یہ قرار دیا جائے گا کہ وہ سب ساتھ مرے (پس ان میں سے ہر ایک کا مال اسکے وارثوں کو ملے گا۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا ۞ لیکن اگر ان میں موت کی ترتیب معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا پچھلا مرنے والا وارث ہوگا)۔ اسی طرح اگر چند آدمیوں پر دیوار گری اور سب مر گئے یا معرکہ میں مقتول ہوئے۔ اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے تو اس کے واسطے بھی یہی حکم ہے — فتاویٰ عالمگیری ۞

۳ اگر موت کی تقدیم و تاخیر معلوم نہ ہو۔ میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول کو (جس کا ذکر دفعہ ۹۳ سند ۹ میں ہوا) مصنف نے اپنی شرح میں قائم رکھا ہے۔ لیکن

ہمارے استاد نے ضوءالسراج سے منسوب بہ محمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ اگر دو شخصوں میں سے ایک مرگیا۔ اور یہ معلوم نہ ہوا کہ ان میں سے کونسا پہلے مرا ہے [یعنی یہ تو معلوم ہوا کہ آگے پیچھے مرے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ ان میں سے کون سا پہلے اور کونسا پیچھے مرا ہے] تو یہ قرار دیا جائے گا کہ دونوں ساتھ ہی مرے۔ بوجہ ثبوت تعارض کے دونوں میں۔ اور یہ روایت مخالف ہے [مجمع کے قول سے] جو ابھی ذکر ہوا ——— درمختار ۸۷۱ (قلت وافراہ .... فتدبّر)

۲ سوائے یقینی صورت کے سب صورتوں میں جماعت کے سب آدمی ایک وقت میں مرے ہوئے تسلیم کئے جائیں گے۔ دیکھو دفعہ ۱۲۷ اسناد ۶ ✤

۱۲۷۔ استقرار حق و تقسیم میراث۔

دیکھو دفعہ ۱۲۵ — ۱۲۶ —

۱۔ ہر ایک میت کا متروکہ ان کے زندہ ورثہ کو ملے گا۔ اور مرنے والوں میں آپس میں توارث نہ ہوگا (نزد امام ابوحنیفہ)۔

علماء شافعی بھی اسی کے پیرو ہیں اور موطا امام مالک سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اور اس زمانہ میں اسی کے موافق فیصلہ کیا جاتا ہے ✤

۲۔ جو عمر میں بڑا تھا وہ سب سے پہلے مرا ہوا مانا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے چھوٹا۔ حتیٰ کہ سب سے چھوٹا سب کے بعد مرا ہوا مانا جائے گا۔ اور میراث اسی خیال پر تقسیم ہوگی (اس روایت پر اس زمانہ میں عمل نہیں ہے) ✤

اسناد **۱** تقسیم نزد علمائے حنفیہ (جو لوگ ساتھ مر جائیں) ان میں سے ہر ایک کا ترکہ ان کے زندہ وارثوں کو ملے گا۔ اور جو اشخاص مر گئے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کا ورثہ نہیں لیگا۔ یہی قول مختار ہے۔ نزد علماء حنفیہ۔ اور امام مالک کی بھی یہی رائے ہے جیسا کہ موطا میں ظاہر کی گئی ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے اور وہ ایک روایت کی رو سے ہے کہ مروی ہے ابوبکر و عمرؓ سے اور زید بن ثابت سے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ——— شریفیہ ۱۵۷ - ۱۵۸ - (فحاالکل .. انشاء اللہ تعالیٰ) ✤ ابن مسعود کی دو روایتوں میں سے ایک سے بھی یہی پایا جاتا ہے ——— مجمع الانہر ✤

اگر ورثہ کی اموات میں صحیح تقدیم و تاخیر معلوم نہ ہو تو ان میں آپس میں توارث نہ ہوگا۔ دیکھو دفعہ ۱۲۵ اسناد ۲۱ ✤ جو لوگ یکلخت ڈوب کر مر جائیں۔ یا سب کے سب جل جائیں (یا اسی طرح کسی حادثہ سے ایک ہی دفعہ مریں) تو ان میں آپس میں توارث نہیں ہوگا۔ سوائے اس صورت کے جبکہ یہ معلوم ہو کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون۔ اس صورت میں جو بعد میں مرا ہے پہلے مرنے والے سے ورثہ لے گا۔ اور اگر پہلے مرنے والا معلوم نہ رہا کہ کونسا تھا تو جن کا مرنا یقینی ہو ان کو ورثہ دیا جائے اور جس میں شک ہو وہ موقوف رکھا جائے۔ یہاں تک کہ صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ پہلے کون مرا ہے۔ یا یہ صورت ہو جائے کہ ورثاء آپس میں رضامند ہو جائیں ——— شرح مجمع ——— درمختار ۸۷۱ (ولا توارث ...... شرح مجمع)

ساتھ مرنے والوں میں سے ہر ایک کا ورثہ اس کے اپنے ورثاء کو ملے گا۔ اور ان میں سے کوئی کبھی ایک دوسرے کا ورثہ نہیں لے گا۔ ہاں اگر ترتیب موت معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا پچھلا مرنے والا وارث ہوگا ——— فتاوے عالمگیری ✤

(۱) مروی ہوا کہ خارجہ بن زید بن ثابت نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ مجھ کو ابوبکر صدیقؓ نے اہل یمامہ کے مقتولین کی توریث کے واسطے حکم کیا تو میں نے وارث کیا زندوں کو مردوں سے اور نہیں وارث کیا میں نے مرے ہوؤں کو مرے ہوؤں سے [یعنی جو لوگ باقی زندہ تھے انکو مرے ہوؤں کی میراث دی] (۲) حکم کیا مجھ کو عمرؓ نے اہل طاعون عمواسؓ کی توریث کے واسطے کہ ایک قبیلہ پورا مر گیا تھا۔ تو میں نے زندوں کو مُردوں کا وارث کیا۔ اور مرے ہوؤں میں آپس میں ورثہ تقسیم نہ کیا۔ (۳) اسی طرح منقول ہوا حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ سے مقتولین جمل و صفین کے متعلق۔ شریفیہ ۱۵۱ (قدر دیہ خارجۃ .. وصفین)

۲ تقسیم ورثہ نزد ابن مسعود و ابن ابی لیلیٰ۔ اور فرمایا حضرت علیؓ اور ابن مسعود نے دو روایتوں میں سے ایک میں جو ان سے مروی ہیں کہ بعض متوفیٰ بعض سے ورثہ لیں گی نہ اس مال میں سے جو ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی سے ورثہ میں پایا ہے (یعنی جس قدر کہ ایک میت کو دوسری میت سے ورثہ ملا ہے

اس میں آپس کی توریث جاری نہ ہوگی) کیونکہ اگر اس میں توریث جاری ہو تو ضرور ہے کہ ہر واحد اپنے ذاتی مال کا وارث ہو اور اس کے غلط ہونے میں شک نہیں (کیونکہ وارث بھی ایک ہی شخص ہوا اور مورث بھی) اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے ـــــ شریفیہ ۱۵۸ (وَ قَالَ عَلِیٌّ . . . . اِبْنِ اَبِی لَیْلیٰ)

۳ دلائل ابن مسعود و ابن ابی لیلیٰ و حضرت امام اعظم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سبب استحقاق (ایک ساتھی کا دوسرے ساتھی کی میراث لینے کے واسطے) ایک کا زندہ رہنا ہے دوسرے کی موت کے بعد۔ تو جب ہم نے مان لی ہے حیات ایک کی تو اس پر دلائل قائم کرسکتے ہیں۔ اور محرومیت کی وجہ ایک کی موت دوسرے سے پہلے واقع ہونا ہے۔ اور یہ مشکوک ہے، پس محرومیت شک سے ثابت نہ ہوگی (یہاں محرومیت) ضرورت کی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ دونوں میں سے ہر ایک جبکہ وارث ہو چکا ہوا اپنے مورث سے اور ضرورت یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک اپنے مورث سے وارث ہوسکے اور یہ اس امر پر منحصر ہے کہ مورث پہلے مرے۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مورث وارث بنے۔ لیکن جو امر ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرے گا [یعنی صرف ضرورت ہی کے موقع پر اُس کو کام میں لائیں گے]۔ اور یہ اصل ترکہ کی طرف جو رجوع کیا جائے گا وہ بھی ثبوت حیات ہی سے ہوسکتا ہے [تو اس کو مرا ہوا مان کر ترکہ کیونکر کم کردیں] اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک شخص کو طہارت پر یقین ہے اور حدث میں شک ہے۔ تو حالت شک میں نجاست کا ثبوت نہیں ہوگا، یا اس کے بالعکس صورت ہو [یعنی طہارت کے متعلق شک ہے اور نجاست پر یقین] تو شک سے طہارت کا ثبوت نہیں ہوگا ـــــ شریفیہ (اَلْوَجْہُ فِیْ ذَالِکَ . . . . فِی الْحَدِیْثِ اَوْ بِالْعَکْسِ)

۴ ابن مسعود کی دلیل کا جواب۔ ہماری (علماء حنفیہ کی) دلیل یہ ہے کہ ان دونوں مرنے والوں میں سے ہر ایک کی میراث کا ایک دوسرے کے واسطے استحقاق یقیناً غیر معلوم ہے [یعنی یہ نہیں معلوم کہ یہ دونوں جو ساتھ مرے ہیں۔ ایک دوسرے کی میراث کے کس طرح حقدار ہوں گے۔ دیکھو باب اوّل] اور جب استحقاق کا سبب غیر یقینی ہے تو استحقاق ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ استحقاق شک کی حالت میں متصور نہیں، اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ استحقاق کا سبب اس کا زندہ موجود رہنا ہے۔ اپنے مورث کی موت کے بعد۔ اور یہ ظاہر حال پر دیکھا جاتا ہے نہ یقین ہو جانے پر۔ اور ظاہر حال کیا ہے۔ ظاہر حال یہ ہے کہ جو چیز جس حالت پر پہلے سے تھی اسی پر خیال کی جائے۔ اور یہ یوں ہے۔ یہ بسبب نہ موجود ہونے دلیل کے جو بقا کے خلاف ہو۔ نہ بسبب پائے جانے دلیل منفی بقا کے۔ تو اس صورت میں ظاہر حال کے بموجب اس کی حیات خیال کی جائے گی۔ اس حالت کے خیال پر جس پر کہ وہ تھی۔ نہ اس حالت کے ثابت کرنے پر جو نہ تھی۔ جیسے حیات مفقود کہ قرار دیا جاتا ہے ثبوت حیات کا توریث کی نفی میں نہ استحقاق میراث میں اپنے مورث سے۔ اسی طرح یہاں دونوں وارثوں کی موت ظاہر ہوگئی۔ اور ایک دوسری کی موت میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں ہوئی۔ تو ایسی صورت میں قرار دیا جائے گا کہ موت دونوں کی ایک ہی وقت میں ہوئی جیسا کہ اگر نکاح کیا کسی عورت کے ساتھ پھر نکاح کیا اس کی بہن کے ساتھ اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان میں سے پہلے کس سے نکاح کیا تھا۔ تو قرار دیا جائے گا کہ دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے۔ تو دونوں نکاح فاسد ہوں گے۔ تو ایسا ہی یہاں بھی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ دونوں بھائی تھے تو گویا وہ دونوں ساتھ ہی مرے حقیقۃً تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا جیسا کہ اگر فی الحقیقت دونوں موتیں ایک دفعہ ہی واقع ہوتیں ـــــ شریفیہ ۱۵۸ (وَلَنَا اِنَّ سَبَبَ . . . اَلْمَوْتَیْنِ حَقِیْقَۃً)

۵ امام مالک کا قول غرقی و حرقی کے متعلق۔ امام مالک نے کہا ہے کہ یہی عمل ہے ہمارے نزدیک ان ورثا کے متعلق جو غرق ہو کر ہلاک ہو جائیں یا قتل ہو کر یا کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائیں اور نہ معلوم ہو کہ کونسا ساتھی پہلے مرا۔ تو ایک ساتھی کو دوسرے ساتھی سے کچھ ورثہ نہیں ملیگا۔ موطا امام مالک۔

۶ بعض علماء یکلخت مرنے والوں کی پانچ صورتیں قائم کرتے ہیں۔

۱۔ یقینی طور پر معلوم ہو کہ پہلے کون مرا ـــــ تو لاحق سابق کا وارث ہوگا۔

۲۔ پہلے تو یقینی طور پر معلوم تھا کہ فلاں شخص پہلے مرا ہے پھر تقدیم و تاخیر میں شبہ ہوا } تو میراث ملتوی کی جائیگی جب تک شبہ زائل ہو کر پورا یقین نہ ہو جائے یا ورثا باہم صلح کرلیں کہ بعد میں مایوسی نہ ہو

۳۔ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو ـــــ
۴۔ سب کی موت ساتھ ہی واقع ہو ـــــ
۵۔ آگے پیچھے مرنے کا کچھ حال معلوم نہیں ـــــ
} ـــــ ان تین صورتوں میں مرنے والوں سے ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا۔

ـــــ از طحطاوی۔

۱۲۸- مناسخہ کس کو کہتے ہیں؟

۱- اگر ایسی صورت واقع ہو کہ تقسیم ترکہ سے پہلے کوئی وارث مرجائے اور اس کا حصہ بھی تقسیم کیا جانا ہو تو ایسی صورت کو مناسخہ کہتے ہیں۔

ا- اسی طرح اگر کئی وارث ایک دوسرے کی ترکہ کی تقسیم سے پہلے مرجائیں تب بھی صورت مناسخہ ہوگی۔

ب- مناسخہ کی صورت میں دو میت سے کم نہیں ہو سکتیں۔ سب سے پہلی میت کو میت اصلی کہتے ہیں۔

۲- مناسخہ بروزن مفاعلہ بمعنی نقل اور تحویل کے ہیں (کہ بعض ورثاء کا حصہ قبل تقسیم ترکہ کے مرجانے سے منتقل ہوتا ہے اس کی طرف جو وارث ہوتا ہے)۔

سندات

۱ لغوی معنے۔ مناسخہ مفاعلہ کے وزن پر ہے اور نسخ سے مشتق ہے جس کے معنی نقل اور تحویل کے ہیں ——— شریفیہ ۱۰۵- (وہی مفاعلۃ .... والتحویل)

۲ اصطلاحی معنی و تشریح- یہاں مناسخہ سے مراد یہ ہے کہ منتقل ہو حصہ بعض وارثوں کا ان کے مرنے کی وجہ سے قبل تقسیم ترکہ کے اس شخص کی طرف کہ وہ وارث ہو اس بعض سے ——— شریفیہ ۱۰۵- (والمراد بہا ههنا .... من یرث فیہ)

۳ مناسخہ کی صورت یہ ہے کہ بعض حصے میراث ہو جائیں قبل تقسیم کرنے کے جیسا کہ میت چھوڑے خاوند اور بیٹی اور ماں۔ پھر اُن میں سے خاوند مرجائے تقسیم سے پہلے۔ اور ایک بیوی اور ماں اور باپ وارث چھوڑے۔ پھر بیٹی مرجائے تقسیم سے پہلے اور دو بیٹے ایک بیٹی اور نانی وارث چھوڑے اور پھر مرجائے نانی (یعنی پہلی میت کی ماں) اور چھوڑے خاوند اور دو بھائی ——— سراجی (ولو صار ...... ثم ماتت الجدۃ عن زوج واخوین)

مناسخہ اس کو کہتے ہیں کہ ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بعضے وارث مرجائیں ——— فتاوے عالمگیری منقول از محیط سرخسی

فصل دوم- عول (یعنے مخرج کو بڑھا دینا)

خلاصہ بعض دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو مخرج یا مسئلہ سہام کے مجموعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ حصوں پر پورا نہیں بیٹھتا۔ اور ایسی صورت تین مخارج میں واقع ہوتی ہے۔ ۶ و ۱۲ و ۲۴ میں۔ تو ۶ کو بڑھا کر ۸ یا ۹ یا ۱۰ کر لیتے ہیں۔ اور ۱۲ کو بڑھا کر ۱۳ یا ۱۵ یا ۱۷ کر لیتے ہیں۔ اور ۲۴ کو بڑھا کر ۲۷ یا بعض دفعہ ۳۱ کر لیتے ہیں تو حصص پورے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مسئلہ پیش ہوا تھا جس میں خاوند اور ماں اور سگی بہن وارث تھے۔ تو مسئلہ ۶ سے ہوا تھا جو وارثوں کے حصوں پر پورا تقسیم نہیں ہوتا تھا تو آپ نے عول کرنے کو فرمایا۔ تو ۸ سے عول کیا گیا۔ تو حصے پورے پورے بٹے۔

۱۲۹- عول کسے کہتے ہیں؟

(عول کی مثالیں- دیکھو دفعہ ۹۹)

۱- جب مخرج ایسا کم واقع ہو کہ کل رشتہ داروں کے حصوں پر پورا تقسیم نہ ہو سکے اور اس میں کچھ بڑھا کر کمی پوری کی جائے تو اس عمل کو عول کہتے ہیں۔ اور جس مسئلہ میں عول واقع ہو اس کو مسئلہ عولیہ کہتے ہیں۔

مثال ۔ فرض کرو کہ ایک خاوند اور دو بہنیں ہیں ۔ تو مسئلہ ۶ سے ہوگا (کیونکہ خاوند کو ½ اور بہنوں کو ⅔ ملیگا) مگر ۶ پورے تقسیم نہیں ہوتے ۔ حالانکہ ۶ مخرج ہے تو بجائے ۶ کے ۷ لیا گیا یعنی یہ ۔ عولیہ ہے یعنی "زیادہ کیا گیا مخرج" اور یہ ۷ دونوں حصوں کے مجموعہ کا شمار کنندہ ہے ۔

سندات

۱ عول کیا ہے ۔ اَلْعَوْلُ اَنْ یُزَادَ عَلَی الْمَخْرَجِ شَیْئٌ مِّنْ اَجْزَائِہٖ اِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ ۔ یعنی عول یہ ہے کہ زیادہ کیا جائے مخرج پر کچھ اس کے اجزا سے جبکہ مخرج ادائے فرض سے کم رہے ـــــ سراجی ۔

۲ عول کی تشریح ۔ مخرج جو اصل مسئلہ ہے جب وہ کمی کرے مجموعی طور پر موجودہ حصوں پر تقسیم ہونے میں تو ترکہ میں کچھ بڑھا کر مخرج کو زیادہ کر دیا جاتا ہے تاکہ سب ورثہ کے حصوں پر نقصان برابر بٹ جائے ـــــ شریفیہ ۶۶ (اِنَّ الْمَخْرَجَ اِذَا .... نَشْبُتَ وَاحِدَۃً)

۳ عول کے لغوی معنے ۔ عول لغت میں استعمال کیا جاتا ہے ظلم کی طرف مائل ہونے کے معنوں میں ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "فُلَانٌ یَعُوْلُ عَلَیَّ" یعنی فلاں شخص عول کرتا ہے مجھ پر یعنی ظلم کرنے پر مائل ہے ۔ یا عول بمعنی غلبہ کے ہیں ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے عِیْلَ صَبْرُہٗ ۔ یعنی غالب ہوا اور دبے صبر کے ۔ اور عول کے معنی اونچا کرنے کے ہیں ۔ کہتے ہیں عال المیزان یعنی جب ترازو کو اونچا کریں ۔ اس آخر کے معنے سے اصطلاحی معنے لئے گئے ہیں ـــــ شریفیہ ۶۶ (ہُوَ فِی اللُّغَۃِ .... اَلْمُصْطَلَحُ عَلَیْہِ) دیکھو سند ۱ و سند ۵ ۔

۴ عول کے لغوی و اصطلاحی معنوں میں تعلق ۔ بعض کہتے ہیں کہ اصطلاحی معنے پہلے معنوں سے متعلق ہیں ۔ کیونکہ مسئلہ اپنے اہل کے ساتھ ظلم کی طرف مائل ہوا اور ان کے مفروضہ حصے گھٹا دیئے (یعنے ظلم کر کے سب کے حصے گھٹا دیئے) یا دوسرے معنوں سے متعلق ہے ۔ گویا مسئلہ غالب آگیا اپنے اہل پر ان کو نقصان پہنچا کر ۔ (یعنے ان کو نقصان پہنچایا) ـــــ شریفیہ ۶۶ ۔ (وَقِیْلَ ...... اَلْقَہْرُ عَلَیْہِمْ)

۵ عول کیا ہے ۔ دیکھو دفعہ ۱۳۰ ۔ سند ۱ و ۵ ۔

۱۳۰ ۔ عول کی ابتدا اور اب تک پابندی ۔

۱ ۔ حضرت عمر کے زمانہ سے عول جاری ہوا ۔

ا ۔ عول کا پہلا مسئلہ جو پیش آیا ۔ اس میں خاوند ۔ اور ماں ۔ اور سگی بہن وارث تھے ۔ (دیکھو ضمیمہ ۵) ۔

ب ۔ حضرت عثمان ۔ حضرت علی ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کے پابند رہے ۔

۲ ۔ سب علمائے حنفیہ عول کے پابند ہیں ۔ (ہاں ابن عباس خلاف تھے ۔ اور ان کا کمی پورا کرنے کا طریق اور تھا ۔ دیکھو سند ۴) ۔

سندات

۱ عول کا پہلا مسئلہ زمانہ خلافت فاروقی میں پہلے جس نے عول کا حکم دیا وہ حضرت عمرؓ تھے ۔ یعنی آپ کے عہد میں ایک صورت واقع ہوئی جس میں مخرج مجموعہ فروض سے کم تھا ۔ تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا ۔ تو حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب عم شفیع المذنبین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عول کرنا تجویز فرمایا ۔ اور فرمایا کہ عول کرو تم فرائض میں ۔ تو سب صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا ۔ اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا ۔ لیکن ابن عباس نے حضرت عمر کی وفات کے بعد عول کی پابندی سے انکار کیا ـــــ شریفیہ ۶۶ ۔ (اَوَّلُ مَنْ حَکَمَ .... بَعْدَ مَوْتِہٖ)

۲ عول کا پہلا مسئلہ کیا تھا ۔ عول کا پہلا مسئلہ جو حضرت عمر کے زمانہ میں واقع ہوا تھا وہ یہ تھا کہ خاوند اور ماں اور سگی بہن وارث تھے تو ½ و ⅓ و ½ ایک موقع پر جمع ہوئے اور اصلی مسئلہ ۶ سے ہوا اور اس لئے عول کیا آٹھ کی طرف ـــــ فتاوی عالمگیری ۔ و دیکھو ضمیمہ ۵ ۔ مسئلہ ۱۷ ۔

۳ صحابہ کرام اور فقہا عول کے پابند رہے ہیں ۔ فریضہ عائلہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام سے ترکہ کے سہام کم ہوں ۔ مثلاً اصحاب فرائض ⅔ اور ½ کے مستحق ہوں جیسے حقیقی دو بہنیں اور خاوند یا ½ و ⅓ و ½ جمع ہو جائیں جیسے میت کا خاوند ½ اور بہن ½ اور ماں ۔ تو ایسی صورت میں یہ حکم ہے کہ عول

کیا جاتے۔ اور یہی اکثر صحابہ رضؓ کا قول ہے۔ از انجملہ حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور یہی مذہب فقہا کا ہے فتاوٰی عالمگیری۔

۴ ابن عباسؓ کے عول نہ کرنے کی دلائل و علماء حنفیہ کا جواب۔ کسی نے کہا ابن عباس سے کہ آپ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کیوں نہ انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کی ہیبت کی وجہ سے کیونکہ حضرت عمرؓ مہیب شخص تھے۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کیا کریں گے مسئلہ عائلہ میں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں عول نہیں کروں گا بلکہ نقصان دوں گا اس کو جو کہ زیادہ ضعیف ہوگا [یعنی غیر مستقل ذوی الفروض ہوگا] از روئے حال۔ کہ وہ بیٹیاں اور بہنیں ہیں۔ کیونکہ انکا حصہ ادلتا بدلتا رہتا ہے اور وہ منتقل ہوتا رہتا ہے مقررہ حصوں سے غیر مقررہ حصوں میں۔ تو اس پر کہا اس شخص نے کہ یہ فتویٰ تیرا تجھ کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس واسطے کہ تو اپنی رائے میں اکیلا ہی ہے۔ اور بعد تیری وفات کے ترکہ تیرا خلاف تیری رائے کے تیرے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ یہ سن کر ابن عباس غصہ ہوئے اور کہا کہ کیوں نہیں جمع ہوتے (عول کرنے والے) حتی کہ مباہلہ کریں ہم فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ تحقیق وہ ذات کہ جس نے شمار کیا ہے میدان کی ریت کو ذرہ ذرہ کر کے نہیں مقرر کیا اس نے کسی ترکہ میں دو نصف اور ثلث [یعنی ایسی غلطی خدا تعالیٰ سے نہیں ہو سکتی]۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب ترکہ سے ایسے حقوق متعلق ہوتے ہیں جو پورے نہیں بٹ سکتے [یعنی جبکہ ترکہ اتنا کم ہو کہ تجہیز و تکفین و قرضہ وغیرہ کو بھی کافی نہ ہو] تو ایسی صورت میں تقسیم میراث پر وہ حقوق مقدم کئے جاتے ہیں جو زیادہ ضروری ہوتے ہیں جیسے تجہیز و تکفین اور قرضہ اور وصیت۔ تو جس حالت میں کہ ترکہ کل حصوں کو پورا کرنے سے کم رہ جائے تو اس صورت میں بھی مقدم کرنا چاہئے زیادہ ضروری کو۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو وارث منتقل ہوگا۔ ایک فرض مقررہ سے دوسرے فرض مقررہ کی طرف تو وہ ہوگا ہر طریق پر صاحب فرض [جس وارث کا حصہ کم و بیش ہو جاتا ہی تو وہ ذوی فرض کہلانے کا مستحق ہے] اور زیادہ مستحق ہوگا بمقابلہ اس وارث کے جو منتقل ہوتا ہے فرض مقررہ سے طرف غیر فرض مقررہ کے [یعنی کبھی مقررہ حصہ اس کو ملتا ہے اور کبھی عصوبت] اس واسطے کہ وہ من وجہٍ صاحب فرض ہے اور من وجہٍ عصبہ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں دوسری قسم کے وارث کو نقصان دینا بہتر ہے۔ اس وجہ سے کہ ذوی الفروض کا حق عصبات سے پہلے دیا جاتا ہے (اور دوسری قسم کے وارث کبھی ذوی الفروض ہوتے ہیں کبھی عصبہ)۔ دلیل حنفیہ کی یہ ہے کہ کل اصحاب فرائض جو کسی ترکہ میں مجتمع ہیں وہ سب از روئے استحقاق برابر ہیں [یعنی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے] کیونکہ ان سب کا استحقاق نص سے قائم ہوا ہے۔ لہٰذا سب کا استحقاق برابر ہے۔ اور ہر شخص ان میں سے اپنا پورا پورا حصہ لے گا اگر پورا مل سکے۔ ہاں بصورت ترکہ کی کمی کے ہر شخص کو برابر نقصان اٹھانا چاہئے۔ جیسا کہ قرضداروں کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ (دیکھو دفعہ ١٠٢) پس جبکہ حق تعالےٰ نے کسی ترکہ میں دو نصف اور ثلث واجب کئے جیسا کہ مسئلہ کی صورت ہے۔ [دیکھو سند ٢ عول کا پہلا مسئلہ] تو معلوم ہوا کہ یہ حصص اسی غرض سے ہیں کہ انکو ضرب دیا جائے ترکہ میں کیونکہ وہ ترکہ سب حصوں کو پورا نہیں کرتا [گویا وہ تناسب بتایا ہے کہ تقسیم اس تناسب پر کی جائے] بخلاف تجہیز وغیرہ حقوق کے کہ وہ حقوق مرتبہ ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔ (شروع کتاب میں)۔ اور کسی حصہ کا فرضی حصہ سے عصوبت کی طرف منتقل ہو جانا ضعف نہیں ہے۔ اس واسطے کہ عصوبت زیادہ قوی مانی گئی ہے اسباب ارث میں۔ پس کس طرح ثابت ہوگا نقصان دینا یا محروم رکھنا کسی ایسے حصہ دار کو جو کبھی عصبہ بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ صحیح وہ ہے جس پر عامہ صحابہ اور جمیع فقہاء متفق ہیں۔ اور وہ عول کی پابندی ہے۔ شریفیہ ٦٦-٦٨ (قیل لہ الخ۔ جمہور الفقہاء)

۵ ابن عباس کا طریق مسئلہ عولیہ کے حل کرنے کا۔ دیکھو سند ۴۔

١٣١۔ مسئلہ عولیہ کے ذریعہ میت کی تذکیر و تانیث معلوم کرنا۔

١۔ جب ٦ کا عول ٨ و ٩ و ١٠ سے ہو تو میت عورت ہے
٢۔ جب ١٢ کا عول ١٧ و ١٠ سے ہو تو میت مرد ہے
٣۔ جب ٢٤ کا عول ٢٧ و ١٠ سے ہو تو میت مرد ہے

باقی صورتوں میں یا میت مرد ہو یا عورت۔

سندات ۱ عول کے مسئلہ سے میت کی تذکیر و تانیث معلوم کرنا۔ یاد رہے کہ جب اصل مسئلہ ۶ سے ہو اور اس کا عول ۱۰ سے ہو تو یقیناً میت عورت ہے اور جب عول ۷ سے ہو تو احتمال ہے کہ شاید مذکر ہو یا مونث۔ اور جب بارہ کا عول ۱۷ سے ہو تو میت مذکر ہے اور اگر ۱۳ یا ۱۵ سے ہو تو احتمال ہے کہ میت مذکر ہے یا مونث۔ اگر ۲۴ کا عول ۲۷ سے ہو تو میت مذکر ہے ——— فتاوی عالمگیری۔

۲ ایک اور خیال۔ جبکہ ۶ عول کرے ۸ یا ۹ یا ۱۰ کی طرف تو میت بالیقین عورت ہے۔ اور اگر ۷ کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت مرد ہو یا عورت ——— درمختار۔ یہ صحیح ہے اگرچہ کسی اور فرائض کی کتاب میں مجھے نہیں ملا۔ مصنف۔ (دیکھو دفعہ ۸۲)

۱۳۲ مسئلہ عول میں نقصان کس کو دیا جاتا ہے؟

۱۔ عول کے مسئلہ میں جو مخرج بڑھایا جاتا ہے اس کی وجہ سے جو نقصان عائد ہوتا ہے وہ سب حقداروں پر تناسب سے پھیلایا جاتا ہے۔ (عمل اسی پر ہے)۔

۲۔ ابن عباس مسئلہ عول میں نقصان اس حقدار کے ذمہ لگاتے ہیں جس کا مقررہ حصہ عصوبت سے بدل سکتا ہے (عمل اس پر نہیں ہے)

سندات ۱ عول کا نقصان سب حقداروں کو تناسب سے پہنچتا ہے۔ عول یہ ہے کہ مسئلہ کے مقررہ حصوں پر کچھ بڑھایا جاوے تو عول کا مسئلہ مسئلہ فریضہ ہو جائے گا اور یہ نقصان ان حقداروں پر بتناسب ان کے حقوق کے پڑے گا۔ کیونکہ ان میں سے سب کے حقوق برابر ہیں تو کسی خاص وارث پر کیونکر نقصان ڈالا جائے۔ جیسے قرضہ اور وصیتوں کی صورت میں ہوتا ہے کہ جب میت کے ترکہ میں سے کل قرض ادا نہیں کئے جا سکتے تو موجودہ مال سب پر بحساب ہر ایک کے واجب حق کے حصہ وار تقسیم کر دیا جاتا ہے اور نقصان سب پر بٹ جاتا ہے۔ تو ایسا ہی عمل یہاں بھی کیا جاتا ہے ——— فتاوے عالمگیری۔

۲ ابن عباس عول کا نقصان سب حقداروں کو نہیں پہنچاتے۔ دیکھو دفعہ ۱۳۰ سند ۴۔

۱۳۳ وہ مخارج جن میں عول ہوتا ہے اور نہیں ہوتا اور جس طریق پر ہوتا ہے

مثالیں دیکھو دفعہ ۸۲

۱۔ چار مخارج میں عول نہیں ہوتا یعنی ۲ و ۳ و ۴ و ۸ میں۔

۲۔ تین مخارج میں عول ہو سکتا ہے۔ یعنی ۶ – ۱۲ – ۲۴ میں۔
مخارج عولیہ کو اس طرح یاد رکھ سکتے ہو کہ ۶ کے دُگنے اور چوگنے میں عول ہوا کرتا ہے۔

۳۔ عول اس طریق پر ہوگا:-

۶ کا عول ۷ – ۸ – ۹ – ۱۰ سے ہوگا۔ (یعنی ۱۰ تک طاق و جفت میں)۔

۱۲ کا عول ۱۳ — ۱۵ — ۱۷ سے ہوگا۔ (یعنی صرف طاق عدد ۱۷ تک)۔

۲۴ کا عول ۲۷ سے ہوگا۔ (یعنی صرف ۲۷ سے عول ہوگا۔ ہاں ابن مسعود کے نزدیک ۳۱ سے بھی ہوگا)۔

۴۔ عول کے مسائل میں حقدار ہمیشہ ذوی الفروض ہی ہونگے۔ عصبہ کوئی نہ ہوگا ۔

وجہ یہ ہے کہ عصبہ کو ذوی الفروض سے بچا ہوا مال ملا کرتا ہے۔ یہاں ذوی الفروض ہی پر پورا نہیں بیٹھتا ۔

تشریحات ۱ جن مخارج میں عول نہیں ہوتا سات مخارج میں سے چار میں بالکل عول نہیں ہوتا۔ اور وہ ۲ و ۳ و ۴ و ۸ ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان چار مخرجوں کے ساتھ جو فروض متعلق ہیں تو مال ان فروض پر پورا تقسیم ہوجاتا ہے یا کچھ بچ رہتا ہے [تو اگر کچھ زائد بچ رہا تو وہ زائد عصبہ کو دیا جائے گا یا ذوی الفروض پر رد کیا جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں عول کی کچھ حاجت نہ ہوگی ——— حاشیہ السعد۔ (اَرْبَعَةٌ مِّنْهَا .... الثمانیہ)

۲ جن مخارج میں عول ہوتا ہے اور کس طریق پر۔ تین مخارج ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں عول واقع ہوتا ہے ۔ ۶ میں عول ہوتا ہے ۱۰ تک طاق و جفت میں ۔ اور ۱۲ عول کرتا ہے ۱۷ تک صرف طاق میں نہ جفت میں ۔ ۲۴ عول کرتا ہے صرف ۲۷ کی طرف ایک عول جیسے مسئلہ منبریہ میں جب بیوی۔ بیٹیاں اور ماں باپ ہوں! اور یہ عول اس سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن ابن مسعود کے نزدیک۔ کہ ان کے خیال میں ۲۴ کا عول ۳۱ تک ہوتا ہے۔ جیسے بیوی ماں اور بیٹا قاتل اور دو بہنیں ۶ اور دو بہنوں اخ کی موجودگی میں ——— سراجی ۱۴۔ (وَثَلَاثَةٌ مِّنْهَا ... اِثْنَيْنِ لِلْاُمِّ) دیکھو دفعہ ۸۲ - ۹

۳ - کس طریق پر عول ہوتا ہے۔ ۶ میں ۴ عول واقع ہوتے ہیں۔ دس تک۔ طاق اور جفت دونوں کے اعتبار سے ۔ ۷ کی طرف عول کرتا ہے جیسا اگر خاوند اور دو سگی بہنیں وارث ہوں ۔ ۸ کی طرف عول کرتا ہے جیسا کہ اگر یہی ہوں [یعنی خاوند اور دو سگی بہنیں] اور ماں ہو ۔ ۹ کی طرف عول کرتا ہے۔ جیسا کہ اگر یہی ہوں [یعنی خاوند اور دو سگی بہنیں اور ماں] اور اخیافی بھائی ہو ۔ دس کی طرف عول کرتا ہے جیسا کہ اگر یہی ہوں [یعنی خاوند اور دو سگی بہنیں اور ماں] اور ایک اخیافی بھائی اور بھی ہو ۔ بارہ میں عول واقع ہوتے ہیں سترہ تک طاق عدد میں نہ جفت میں۔ ایک تو عول کرتا ہے تیرہ کی طرف۔ جیسا کہ اگر بیوی اور دو سگی بہنیں اور ماں وارث ہوں ۔ اور پندرہ کی طرف جیسا کہ اگر یہی ہوں [یعنی بیوی اور دو سگی بہنیں اور ماں] اور ایک اخیافی بھائی وارث ہوں۔ اور سترہ کی طرف۔ چنانچہ یہی ہوں [یعنی بیوی اور دو سگی بہنیں اور ماں ایک اخیافی بھائی] اور ایک اور اخیافی بھائی ہوں۔ ۲۴ کا عول ۲۷ سے ہوتا ہے جیسا کہ اگر بیوی اور دو بیٹیاں اور ماں اور باپ وارث ہوں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں۔ در مختار ۸۶۸۔ (وَسِتَّةٌ تَعُوْلُ ...... اَلْمِنْبَرِيَّة) اور مثالیں دفعہ ۸۲ میں ملینگی ۔

۴ ۲۴ کا عول ۳۱ سے نزد ابن مسعود۔ دیکھو ضمیمہ ۵ مسئلہ ۱۴ ۔ ۵ مسئلہ منبریہ۔ شرحیہ۔ مروانیہ وغیرہ۔ دیکھو دفعہ ۸۲ و ضمیمہ ۵ ۔

باب ۱۰ فصل سوم ۔ تخارج {یعنی ترکہ کی کوئی خاص چیز منظور کرکے دست برداری} باب ۱۰

خلاصہ:۔ اگر کوئی وارث اپنے سہام کے بدلے کوئی خاص چیز ترکہ میں سے لینی چاہے۔ اور تمام دیگر ورثاء رضامند ہوں تو عمل تخارج ہے ۔ ایسا موقع اول ہی اول حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا تھا۔ کہ عبد الرحمن بن عوف نے اپنی بیوی تماضر کلبیہ کو اپنے بستر مرگ پر طلاق دیدی تھی۔ تو حضرت عثمان رضہ نے تماضر کلبیہ کو ورثہ دیا ۔ انھوں نے باقی تین بیویوں سے اپنے چوتھائی حصہ کے بدلے تراسی ہزار دینار لینے منظور کرلئے تھے ۔ ترکہ کے اشیاء میں سے کسی چیز پر بھی مصالحت ہوسکتی ہے۔ مثلاً درم۔ دینار۔ زیور۔ مہر۔ کپڑا۔ زمین۔ اور خواہ شخص مصالح کے حصہ سے یہ چیزیں قیمتاً زیادہ ہوں یا کم ۔

سلہ منبریہ ضمیمہ ۵ کا نواں مسئلہ ہے ۔

۱۳۴- تخارج کسکو کہتے ہیں؟

(تخارج کا مفصل حال کتاب الصلح میں ملیگا)

۱- تخارج بروزن تفاعل خروج سے مشتق ہے +

۲- تخارج سے یہ مطلب ہے کہ اگر ورثا میں سے کوئی وارث (ایک ہو یا کئی) مال متروکہ میں سے کوئی خاص چیز اپنے حصے کے بدلے لیکر اپنے حصے سے دست بردار ہونا چاہے تو دیگر ورثا کی رضامندی سے ایسا کرسکتا ہے۔ اور اس عمل کو تخارج کہتے ہیں +

اسنادات ۱ تخارج کے معنی و مطلب۔ تخارج بروزن تفاعل خروج سے مشتق ہے۔ اور یہاں تخارج سے مراد یہ ہے کہ ورثاء آپس میں رضامند ہو جائیں کسی وارث کے علیحدہ ہو جانے پر میراث میں سے کوئی شے معین لے کر۔ اور یہ جائز ہے آپس کی رضامندی سے اور امام محمد رح نے کتاب الصلح میں بروایت ابن عباس اس کا ذکر کیا ہے ——— شریفیہ ۸۶ - (وَهُوَ تَفَاعُل ..... عَنْ اِبْنِ عَبَّاس)

۱۳۵- تخارج جائز ہے- اور کب سے؟

(تخارج کے مسائل اور حل دیکھو دفعہ ۹۳)

۱- اگر ورثا آپس میں رضامند ہو جائیں کہ کوئی وارث اشیاء ترکہ میں سے کوئی خاص چیز لے کر ورثہ لینے سے دست بردار ہو جائے تو یہ جائز ہے۔ اور یہ خیال کیا جائے گا کہ اُس وارث نے اپنا حصّہ وصول پا لیا۔ اور ترکہ میں سے اس کو اور کچھ نہیں ملے گا +

۲- تخارج کا عمل سب سے پہلے حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا تھا اب بھی اگر ایسا موقع پیش آئے تو جائز ہے

اسنادات ۱ تخارج آپس کی رضامندی پر جائز ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۳۴ سند ۱ +

۲ تخارج کی صورت جو حضرت عثمان کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی عمر بن دینار سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے طلاق دی تھی[1] اپنی بیوی تماضر کلبیہ کو اپنے مرض موت میں۔ پھر آپ کا انتقال ہو گیا درحالیکہ ان کی وہ بیوی عدت میں تھیں۔ پس حضرت عثمان نے ان کو معہ اور باقی تین بیویوں کے وارث کیا۔ تو ان تین بیویوں نے تماضر کلبیہ کے ساتھ ان کے حصے کے بدلے تراسی ہزار دینار پر (بعض کے نزدیک درہموں پر) مصالحت کر لی۔ شریفیہ ۸۶ - ۸۷ - (وَذَكَرَ عَنْ عُمَر .... قِيلَ دَرَاهِم)

تشریح۔ نقل کیا ہے امام مالک نے کہ تماضر کلبیہ کی عدت گزر چکی تھی۔ لیکن شافعی نے اور لوگوں سے (سوائے مالک کے) روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف مرے تو ان کی بیوی عدت میں تھیں اور ایسا ہی تہذیب الاسماء سے پایا جاتا ہے۔ کہا شیخ ابن الہمام نے کہ مالکیہ کا یہ قول کہ حضرت عثمان نے انکو بعد عدت کے وارث کیا تھا معارض ہے جمہور کے اس قول سے کہ وہ عدت میں تھیں جب ورثہ دیا تھا +

[1] طحطاوی نے لکھا ہے۔ کہ خاص بنتے کی قید اسواسطے لگائی گئی۔ کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں ہے۔ دیکھو کتاب الصلح ۳۵ یہ طلاق بائن تھی +

ضمیمہ ۱۔ اصطلاحات و الفاظ اور انکی تشریح ۔ ضمیمہ ۲۔ مسائل شافعی و حنفی میں اختلاف

ضمیمہ ۳۔ پیچیدہ مسائل اور انکا حل ۔ ضمیمہ ۴۔ پیچیدہ رشتے

ضمیمہ ۵۔ مسائل بلقبہ اور انکا حل ۔ ضمیمہ ۶۔ میراث نظم میں (معہ مختصر شرح)

ضمیمہ ۷۔ فضلائے میراث و دیگر اشخاص ۔ ضمیمہ ۸۔ جملہ ورثا و غیر ورثا

۱۔ جملہ ورثہ جنکو ورثہ ملتا ہے (بلحاظ حروف تہجی)

۲۔ جملہ ورثہ جنکو ورثہ ملتا ہے (بلحاظ ترتیب ترکہ)

۳۔ ورثا کے مقابلۃً حصے

۴۔ وہ متعلقین جنکو ورثہ نہیں ملتا

ضمیمہ ۹۔ جملہ مسائل فرائض اور انکا حل (علیحدہ جلد میں)

ضمیمہ ۱۰۔ فرائض انگریزی قانون کے ماتحت۔ یعنے اینگلو محمڈن لا یا وہ تبدیلیاں جو فرائض میں سلطنت انگریزی کی وجہ سے واقع ہوئیں۔ اسمیں ہندوستان کے جملہ ہائی کورٹ اور پریوی کونسل کے فیصلے بھی درج ہیں۔ (علیحدہ جلد میں)

ضمیمہ ا۔ اصطلاحات و الفاظ اور انکی تشریح

اس ضمیمہ میں اُن اصطلاحات اور مشکل الفاظ کے معنے ہیں جو اس کتاب میں کام میں لائے گئے ہیں ؂

آیات مواریث یعنی میراث کی آیت جو قرآن شریف میں سورۂ نساء میں ہے۔

اِجتہاد۔ فقہا کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے کہ کلام اللہ اور احادیث اور اجماع کے ذریعہ قیاس سے ڈھونڈ کر مسائل بنانا اُن شرائط کو تابع جنکا ذکر اصول کی کتابوں میں ہے۔

اجماعاً یعنی جس معاملہ میں سب علماء متفق ہیں ؂

اجماع اُمت۔ دیکھو دفعہ ۳ سند ۵ ؂

احناف۔ حنفی لوگ (وہ لوگ جو امام ابوحنیفہؒ کے پیرو ہیں) ؂

اخیافی بھائی بہن۔ وہ بھائی بہن ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں یعنی اگر کسی بچہ کا باپ مر جائے پھر اسکی ماں دوسرا خاوند کرلے اور اس سے دوسرا بچہ ہو تو یہ دونوں بچے اخیافی ہیں۔ یہ خیف سے مشتق ہے ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جسکی ایک آنکھ سفید ہو اور دوسری سیاہ ؂

ارکان۔ رکن کی جمع ہے جس کے معنی جزو اعظم کے ہیں ؂

استدلال۔ دلیل طلب کرنا۔ یا دلیل پیش کرنا ؂

استہلال۔ بچہ کا پیدائش کے وقت رونا۔ یا آواز نکالنا ؂

اسفل یا سافل۔ (دیکھو سافل یا اسفل)

اعیان ترکہ۔ (دیکھو دفعہ ۹ سند ۳) ؂

اہل الرحم۔ دیکھو دفعہ ۵۹ سند ۴ ؂

اہل السلامۃ۔ (دیکھو دفعہ ۳ سند ۵) ؂

اہل التنزیل۔ (دیکھو دفعہ ۵۹ سند ۵) ؂

اہل قرابت۔ (دیکھو دفعہ ۵۹ سند ۲) ؂

بالفرضیت۔ فرضی حصہ کے طور پر ؂

بسط۔ (دیکھو دفعہ ۸۰) ؂

بطن۔ پشت جیسے تقسیم دوسرے بطن سے شروع ہوگی سے مطلب ہے کہ تقسیم دوسری پشت سے شروع ہوگی۔ بطون اسکی جمع ہے (قبیلہ صغیرہ یا جماعت سے مطلب ہے جیسا کہ شرح بسیط میں لکھا ہے)

بھائی بہن اخیافی۔ (دیکھو اخیافی بھائی بہن) ؂

بھائی بہن حقیقی۔ (عصبہ) دیکھو دفعہ ۳۸ سند ۴ و ۵ ؂

بھائی بہن حقیقی۔ وہ بھائی بہن جو ایک ماں باپ سے ہوں ؂

بھائی بہن علاتی۔ دیکھو علاتی بھائی بہن ؂

پوٹ کی چادر۔ لفافہ۔ لباس کفن (دیکھو دفعہ ۱۰۰: ۵) ؂

تابعین۔ محدثین کی اصطلاح میں وہ لوگ جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کم ایک سے ملاقات کی تھی۔ اور جنہوں نے ان تابعین کو دیکھا تھا وہ تبع تابعین کہلاتے ہیں ؂

تبع تابعین۔ دیکھو تابعین ؂

تجہیز و تکفین۔ تجہیز دلہن کو جہیز دینا۔ یا مسافر کا اسباب تیار کرنا یا میت کا اسباب تیار کرنا۔ اور تکفین کے معنی کفن دینے کے ہیں۔ اور کفن میت کے لباس کو کہتے ہیں ؂

تجزّی یعنی اجزا کرنا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک عتق میں تجزی جاری ہے یعنی غلام کا کوئی حصہ بھی آزاد ہو سکتا ہے۔ (دیکھو دفعہ ۱۱۲ سند ۱)

ترکہ۔ یعنی متروکہ یعنی وہ مال و متاع جو کوئی شخص مرتے وقت چھوڑ جائے

توارث۔ میراث کا آپس میں لین دین ؂

جاہلیت۔ وہ زمانہ جو اسلام سے پہلے تھا ؂

جزو السہم۔ فریقوں اور ان کے سہام کو ضرب کرنے سے جو کچھ حاصل ہو۔ اس کو جزو السہم کہتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری) ؂

جنایت۔ یعنی تقصیر و گناہ۔ یا فعل غیر مشروع ؂

جہت قرابت۔ یعنے رشتہ داری کے اطراف ؂

حجب۔ دیکھو محجوب ؂

حدیث۔ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو (دیکھو سند ۱)

حِل۔ زمین حرم کے گرداگرد میقات تک جو قطعہ زمین ہے اسکو حل کہتے ہیں

حمل۔ وہ بچہ جو حمل میں ہے۔ (دیکھو دفعہ ۱۰۶) ؂

خمار۔ یعنی اوڑھنی۔ (لباس کفن عورت) ؂

خنثیٰ۔ اس کو کہتے ہیں کہ علامت ذکورت و انوثت دونوں رکھتا ہو

خنثیٰ مشکل۔ اس کو کہتے ہیں کہ علامت ذکورت و انوثت دونوں رکھتا ہو

دارِ اسلام۔ (دیکھو دفعہ ۱۲۵) ✦

دارِ حرب۔ (دیکھو دفعہ ۱۲۵) ✦

دارِ مستاجر۔ دیکھو دفعہ ۹ سند ۳) ✦

دَینِ مستغرق۔ اتنا بڑا قرضہ جو ترکہ سے بھی زیادہ ہو یعنی جس نے ترکہ کو غرق کر لیا ہو۔ یا ڈھانک لیا ہو ✦

دِیت۔ کسی کے خون کرنے کا بدلہ (مال میں یا کسی اور طور پر) ✦

ردّیہ۔ (مسئلہ ردّیہ) وہ مسئلہ جسمیں رد کا عمل کیا جائے۔ یعنی ذوی الفروض کی تقسیم سے ترکہ بچ رہے اور کوئی عصبہ نہو جس کو بقایا دیا جائے تو پھر اُن ہی ذوی الفروض پر بہ تناسب اُنکے حصص کے تقسیم کر دیا جائے

رُؤس۔ رؤس جمع ہے راس کی۔ اور راس سے مطلب اصحاب سہام ہیں

زمانہ جاہلیت۔ دیکھو جاہلیت ✦

سافل یا اسفل مخفف ہے فَانْ سَفَلَ کا یعنی اگرچہ سلسلہ نیچے تک ہو۔ مثلاً اولاد کی اولاد۔ اگرچہ سافل ہو۔ یعنی اولاد کی اولاد اور اُن کی بھی اولاد۔ درجہ بدرجہ وغیرہ تک ✦

ساقط ہونا یعنی ورثہ سے محروم ہونا۔ جیسے ماں کی موجودگی سے ماں اور باپ کی طرف کی دادیاں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی اُنکو ورثہ نہیں ملتا

سببی۔ از روئے سبب اور یہاں مراد ہے اُس تعلق سے جو خاوند اور بیوی میں بسبب نکاح کے ہو ✦

سُنّت۔ سنّت وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل ہو یا صحابہ کرام کا چنانچہ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے (دیکھو ۳۴)

سوتیلا۔ جو اصلی نہ ہو۔ جیسے سوتیلا باپ (دیکھو نقشہ ۲۰)

سہام منکسر ہونا یعنی حصّہ پورا تقسیم نہو سکنا جیسے سات بیٹوں پر پانچ سہام منکسر ہیں یعنی پورے پورے تقسیم نہیں ہو سکتے یعنی سہام ٹوٹتے ہیں کہ ہر ایک کو ۵/۷ سہام ملتے ہیں کہ پورے پورے نہیں ہیں ✦

سہم و سہام۔ سہم کے معنی تیر یا حصّے کے ہیں۔ یہاں اسکے معنی وارث کے حصّے کے ہیں۔ اور سہام جمع ہے ✦

شافعیہ۔ وہ لوگ جو حضرت شافعیؒ کے پیرو ہیں ✦

شریعت۔ وہ راستہ جو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے واسطے عبادات اور معاملات کے ذریعہ بنایا ہے ✦

شکل۔ اصطلاح منطق میں قیاس کو کہتے ہیں ✦

شیخین سے مُراد امام ابو یوسفؒ و امام ابو حنیفہؒ ہیں ✦

صاحبین سے عام طور پر امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ مراد لی جاتی ہیں

صاع۔ صاع دو قسم کا ہوتا ہے۔ عراقی و حجازی۔ عراقی تو ۸ رطل کا ہوتا ہے اور حجازی ۵ ۱/۳ رطل کا۔ اور رطل نصف من کا ہوتا ہے ✦

صحابہ۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جلیس انکو صحابہؓ کرام کہتے ہیں ✦

طرح دو۔ دُور کر دو ✦

طرفین سے امام محمدؒ و امام ابو حنیفہؒ مراد لی جاتی ہے ✦

طیبہ۔ یعنی پاک۔ جیسے مدینہ طیّبہ ✦

عائلہ۔ وہ مسئلہ جسمیں عول واقع ہو ✦

عبد جانی۔ یعنی وہ غلام جس سے جنایت ہوئی ہو یعنی خطا یا قصور سرزد ہوا ہو ✦

عبد ماذون جس غلام کو مالک نے تجارت کرنیکی اجازت دی ہو

عترت۔ یعنی قرابتدار و نزدیکی لوگ ✦

عصوبت۔ ترکہ کا وہ حصہ جو ذوی الفروض کی تقسیم سے بچ رہے تو وہ عموماً عصبہ کو ملتا ہے اور کبھی ذوی الارحام کو ✦

عقد۔ یمن میں ایک قبیلہ ہے ✦ ایک خاص قطعہ زمین ✦

علاتی بھائی بہن۔ وہ ہیں جن کا باپ ایک ہو اور ماں علیحدہ علیحدہ

عول۔ دیکھو دفعہ ۱۲۹ ✦ عول کے معنی صحیح عدد کے بھی لئے گئے ہیں۔ (دیکھو دفعہ ۹۴ سند ۴)

عین ترکہ۔ دیکھو دفعہ ۹ سند ۳ ✦

غرقی و حرقی و ہدمی۔ غرقی جمع ہو غریق کی۔ اور حرقی جمع ہو حریق کی۔ اور ہدمی جمع ہے ہدیم کی۔ یعنی ڈوبا ہُوا۔ اور جلا ہوا اور دبا ہوا۔ (دیکھو دفعہ ۱۲۶) ✦

غنیمت۔ لوٹ کا مال جو لڑائی میں ہاتھ لگے ✦

فار۔ فارہ۔ فار وہ خاوند ہے جو اپنی بیوی کو مرض موت میں طلاق دے۔ فار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ گویا اپنی بیوی کو اپنے مال میں سے اپنے بعد میراث دینے سے بھاگتا ہے۔ اسی طرح فارہ وہ عورت ہے جو مرتد ہو جائے کہ خاوند کو میراث نہ مل سکے ✦

فرائض۔ جمع فریضہ کی ہے یعنی حصّے ✦

فیئے - وہ مال جو لڑائی ختم ہونیکے بعد - اور مُلک پر اسلامی قبضہ ہونے کے بعد زمین وغیرہ کے خراج سے حاصل ہو۔ بعض کے نزدیک فیئے وہ مال ہی جو کہ بغیر لڑائی کے کفار سے ہاتھ آجائے +

قرابت - رشتہ +

قیاس - (دیکھو دفعہ ۳ سند ۴) +

کاَن لم یکن - معدوم سمجھو - گویا یہہ سمجھو کہ وہ تھا ہی نہیں +

کتاب مجید - قرآن شریف +

کسر - کسی عدد کا ٹکڑا - جیسے ⅔ یعنی دو کا تیسرا حصہ +

لفافہ - یعنی لپٹ کی چادر - (جو کفن میں لگائی جاتی ہے) دیکھو دفعہ ۱ سند ۵

لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَین - مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو +

مافی الید - مناسخہ میں وہ متروکہ ہے جو میت ثانی کو میت اوّل سے ملا ہو یا جو کچھ پہلی میتوں سے بعد کی میتوں کو ملا ہو -

مبیع محبوس بالثمن - (دیکھو دفعہ ۹ سند ۳) +

متاخرین - آخیر زمانہ کے لوگ یعنی حال کے گذشتہ زمانہ کے لوگ +

متروکہ - (دیکھو ترکہ) +

متقدمین - پہلے لوگ - زمانہ گذشتہ کے لوگ +

مجتہد - یعنی اجتہاد کرنے والا - دیکھو اجتہاد +

محجوب - حجب کے معنی لُغت میں باز رکھنے کے ہیں - حجاب ہی سے نکلا ہے کہ وہ کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو روکتا ہے - دیکھو دفعہ ۱۴۲

محض - یعنی خالص جیسے فرض محض یعنی صرف حصہ +

مخارج - جمع ہے مخرج کی - دیکھو مخرج +

مدلی و مدلی بہ - جس کی معرفت کام ہوا ہو +

مدینہ - یعنی شہر - لیکن خاص طور پر اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابؓ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تھے +

مستامن - وہ شخص جو مسلمانوں کی حمایت میں رہتا ہو +

مسئلہ ردّیہ - جس مسئلہ میں ذوی الفروض سے بچا ہوا مال پھر انہی ذوی الفروض پر تقسیم کیا جاتا ہے - (دیکھو رد دفعہ ۵۱) +

مسئلہ عولیہ - جس مسئلہ میں عول واقع ہو - (دیکھو دفعہ ۱۲۹)

مصارف - اخراجات - خرچ +

مستعار لینا - عاریتہً مانگ لینا +

مُعتِق مُعتَق - غلام کا آزاد کرنے والا - غلام آزاد شدہ +

معتق البعض - وہ غلام جس کا کچھہ حصہ آزاد ہو گیا ہو +

معمّا - جو چیز بطریق رمز بیان کی جائے - عجیب چیز کہ کبھی دیکھی نہو +

مفقود - یعنی گم شدہ - یا غائب یا لاپتہ +

مکاتب - وہ غلام جس نے مالک سے اجازت لے رکھی ہو کہ مزدوری کر کے اپنی قیمت ادا کر دوں گا پھر وہ آزاد ہو جائے گا +

ممات - یعنی موت - یا حالتِ موت +

منکسر ہونا سہام کا - سہام کا پورا تقسیم نہ ہونا +

مَن لا یُرَدُّ عَلَیہ - جس پر رد نہیں کیا جاتا - وہ اصحاب فرائض ہیں جو صرف خاوند یا بیوی ہیں +

مَن یُرَدُّ عَلَیہ - جن پر رد کیا جاتا ہے - وہ سوائے خاوند یا بیوی کے دیگر اصحاب فرائض ہیں +

مواخات - یعنی بھائی چارہ کرنا - یا کسی کو بھائی بنا لینا +

مورث اعلیٰ - مناسخہ میں پہلا میت مورث اعلیٰ ہے - (دیکھو دفعہ ۱۴۸)

میّت - م کے زبر اور ی کے زیر سے اور ی پر تشدید یعنی مُردہ (اور بعض دفعہ میت ہی کہہ دیتے ہیں) دراصل یہ کلمہ بروزن فیعل تھا - واؤ کو ی سے بدل دیا - اس لفظ میں مؤنث و مذکر برابر ہیں -

نسباً - (دیکھو دفعہ ۸۰) +

نسبی - از روئے نسب یعنی نسل کی رو سے +

نص - یعنی آیت قرآنی - قرآن شریف کی آیت - (دراصل ایسی آیت قرآنی جو دو متشابہ اُمور کی تصریح کرے +

وَرَثہ - جمع وارث کی - مگر بعض جگہ ورثاء لکھا ہے +

وصیّت مطلقہ - (دیکھو وصیّت معینہ) +

وصیّت معیّنہ - وہ وصیّت جو کسی خاص چیز کی متعلق کی جائے بمقابلہ وصیّت مطلقہ کے جیسے تہائی یا چوتہائی مال کی وصیت کیجائے (دفعہ ۲۹ سند ا)

وقت ختان - (دفعہ ۳۱) یعنی بچہ کی ختنہ کس عمر میں کرنی چاہیئے +

وقف - وہ مال یا چیز جو تمام مسلمانوں کے فائدہ کیواسطے بلا اخذ قیمت اپنی ملکیت علیحدہ کردی جائے

وَلا - یعنی غلام آزاد کی میراث +

وَلاء اعتاق - غلام آزاد کر کے ولا یعنی ترکہ حاصل کرنا - (دفعہ ۴۹)

وَلاء عتاقہ - (دیکھو دفعہ ۴۹)

وَلاء موالات - آپس میں عہد و معاہدہ کر کے ترکہ حاصل کرنا - (دفعہ ۴۸)

وَلاء نعمت - (دیکھو دفعہ ۴۹)

ہبہ کرنا - بغیر قیمت لئے کسی کو دے دینا - دفعہ ۳ سند ۴) +

ضمیمہ ۲ ۔ مسائل شافعی و حنفی میں اختلاف

مسائل شافعی کا کتاب میں اُنکے موقع پر ذکر کیا جاچکا ہے ۔ مگر یہاں مسائل شافعی و حنفی ایک جگہ جمع کرکے لکھدیئے گئے ہیں ؛

فی مسائلِ وقع فیہا الخلاف بین الشوافع والاحناف ؛

شافعی

۱ - اگر کسی شخص کے ذمہ ادائیگی زکوٰۃ ہے اور وہ مرجائے ۔ تو تجہیز و تکفین سے پہلے وہ زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے ۔ کمافی الشنشوری ؛ (دفعہ ۹ سند ۹)

۲ - اگر خاوند خوشحال ہے تو عورت کا کفن اسکے ذمہ ہے ورنہ نہیں ۔ کمافی العذب الفائض ؛

۳ - اگر کسی کے واسطے ایک وارث کے حصہ کی وصیت کی اور مثل ایک وارث نہ کہا تو وصیت علماء شافعی کے نزدیک صحیح رہیگی ۔ اور موصی کے ارادہ پر مبنی کی جائیگی کہ مثل ایک حصہ وارث مطلب ہوگا ؛ اور یہ مضاف الیہ کو بجائے مضاف کے قائم کرنا مجاز آہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ ۔ عذب الفائض ؛

۴ - شافعیہ کا خیال اسکے خلاف ہے ۔ شنشوری

۵ - مقر کے اقرار سے کہ فلاں شخص مجہول النسب میرا رشتہ دار ہے ورثہ نہیں ملتا

۶ - مولی الموالات کو ورثہ نہیں ملتا ؛

۷ - مولی العتاقہ کو شافعی کے نزدیک ورثہ نہیں ملتا ؛

۸ - مسئلہ اکدریہ علمائے شافعی اور صاحبین کے طریق پر حل ہو جاتا ہے ؛ دیکھو ضمیمہ ۵ - ۱۳ ؛

۹ - قتل مانع ارث دیکھو دفعہ ۱۲۵ ؛

۱۰ - مسئلہ مشترکہ بطریق شافعی حل ہوتا ہے ؛

حنفی

۱ - اگر ادائیگی زکوٰۃ کسی کے ذمہ ہو اور وہ مرجائے تو ادائے زکوٰۃ اسکے ذمہ نہیں رہتی ہاں اگر وہ کسی کو اسکی ادائیگی کی متعلق وصیت کرگیا تو جسقدر ہوسکے وہ تہائی مال میں سے ادا کی جائے گی ؛

۲ - کفن عورت کا اس کے خاوند کے ذمہ ہے (نزد ابویوسف) اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر خاوند غریب بھی ہو تو قرض کرکے کفن دفن کرے ۔ برخلاف امام محمد کہ وہ غریب خاوند کے ذمہ جائز نہیں رکھتے ۔ (دیکھو دفعہ ۱ سند ۱۲) ؛

۳ - ایسی وصیت علماء حنفیہ اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ۔ عذب الفائض ؛ (دیکھو کتاب الوصیت)

۴ - اگر خاوند مرض الموت میں بیوی کو طلاق بائن دے (جبکہ بیوی کی مرضی کے خلاف ہو ۔ اور بیوی ایسی ہو جس سے صحبت نہ ہوئی ہو) اور ایام عدت منقضی ہونے سے پہلے مرجائے تو عورت وارث ہوگی ؛

۵ - مقر کے اقرار سے ۔ فلاں مجہول النسب مرا رشتہ دار ہے (بشرطیکہ نسب نہ ثابت ہو) ورثہ ملتا ہے ؛ (دیکھو دفعہ ۶۲)

۶ - مولی الموالات کو ورثہ ملتا ہے ؛ دیکھو دفعہ ۶۸ - الف)

۷ - اعتاق کا اقرار کرنیسے ولا صحیح ہوجائے گی ۔ یعنی مولی العتاقہ ورثہ لیگا ۔ صرف اقرار کرنے سے کہ میں نے فلاں کو آزاد کیا تھا ؛

۸ - مسئلہ اکدریہ علمائے حنفیہ کے طریق پر حل نہیں ہوتا ۔ کیونکہ امام اعظم کے نزدیک دادا باپ کے مانند ہے تو بہن کا حاجب ہوگا ؛

۹ - قتل مانع ارث دیکھو دفعہ ۱۲۵ ؛

۱۰ - دیکھو مسئلہ مشترکہ ضمیمہ ۵ ؛

۱۱ بھائی بہنوں کو بموجودگی دادا ورثہ ملتا ہے۔ نزد شافعیہ ✣
دیکھو مقاسمۃ الجد دفعہ ۴۰ ✣

۱۲ ۔شافعی کے نزدیک جبکہ دو دادی ماں کی طرف کی ہو۔ جیسے نانی اور قریب والی باپ کی طرف کی۔ جیسے باپ کی ماں۔ تو قریب والی بعید والی کو محجوب نہ کرے گی ✣

۱۳ شافعیہ کے نزدیک غلام کو ورثہ ملتا ہے ایسی صورت میں جیسے کسی مستامن پر جنایت کی گئی اور پھر وہ دار الحرب میں تھا اور پھر وہ غلام بنا لیا گیا اور غلامی کی حالت میں مرگیا اور اسی جنایت کے صدمے سے۔ لہذا دیت اسکے ورثا کو ملے گی ✣

۱۴ ایسا مکاتب نہ وارث ہوگا نہ مورث جیسا کہ عوائد السنبلیہ میں لکھا ہے۔ لیکن عذب الفائض میں لکھا ہے مکاتب کے مرنے پر اسکی کتابت فسخ ہوجاتی ہے کتابت ادا کی ہو یا نہ کی ہو ✣

۱۵ ۔ شافعیہ کے نزدیک معتق البعض وارث ہوتا ہے ✣

۱۶ ۔ ولاء میں ماں کیطرف والوں کو عصوبت میں ترجیح ہے۔ مثلاً اگر ایک غلام اپنے چچا معتق کے دو بیٹے چھوڑ مرا کہ ایک انمیں سے معتق کا اخیافی بھائی ہے تو کل مال اس چچا کے بیٹے کو ملیگا جو اسکا اخیافی بھائی ہے۔ جیسا کہ عذب الفائض میں ہے ✣

۱۷ علماء شافعی کے نزدیک اس کے خلاف ہوگا ✣

۱۸ ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسے اہل شہر میں آپس میں توارث نہیں ہوگا عوائد السنبلیہ ✣

۱۹ ۔ دیکھو رد کا بیان ✣

۲۰ ۔ بیت المال ذوی الارحام سے ترتیب میں پہلے ہے اگر منتظم ہو۔

۲۱ ذوی الارحام کی توریث میں اصول کی میراث نیچے فروع کو پہنچاتے ہیں ✣

۲۲ ۔ مستامن اور معاہد ذمی کے مانند ہیں۔ اور ذمی اور حربی میں توارث نہ ہوگا ✣

۲۳ ۔ مرتد کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۱۵ ✣

۱۱ ۔ بھائی بہنوں کا محجوب ہونا دادا کی موجودگی میں۔ مذہب حنفی میں مفتی ہے۔ بخلاف صاحبین ✣

۱۲ ۔ قریب درجہ کی دادی وارث ہو یا نہ ہو۔ باپ کی طرف کی ہو یا ماں کی طرف کی دور والی کو محجوب کرے گی ماں کی طرف والی کو یا باپ کی طرف والی کو ✣

۱۳ ۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک جنایت کرنے والے کا دیت کا ورثا کو نہیں ملے گا۔ نہ مالک کو ملیگا۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ لہذا نہیں وارث ہوگا یہ غلام ہمارے نزدیک ✣

۱۴ ۔ اگر مکاتب قبل ادائے کتابت کے مرجائے۔ اور اتنا مال چھوڑ جائے کہ بدل کتابت اس میں سے دیا جاسکے۔ تو اسپر حکم لگایا جائیگا کہ وہ اپنی آخر حیات میں آزاد ہوگیا تھا۔ اور بدل کتابت اسکے مال میں سے ادا کردیا جائیگا۔ اور اگر کچھ باقی رہیگا تو اسکے ورثہ کو ملیگا (یعنی وہ لوگ جو اسکے ساتھ کتابت وغیرہ میں شامل تھے)۔ اگر اس مکاتب کو کسی سے میراث پہنچ سکتی ہو اور وہ مرجائے اس کے آزاد ہونے سے پہلے۔ تو اسوقت اسکو میراث نہیں ملیگی۔

۱۵ ۔ معتق البعض امام کے نزدیک نہیں وارث ہوتا کیونکہ وہ ابھی مملوک ہے گو اگرچہ ایک درہم بھی اسکی ادائیگی کا باقی ہو۔ اور یہی صحیح ہے جیسا کہ عوائد السنبلیہ میں لکھا ہے۔ صاحبین کی رائے اس کے خلاف ہے ✣

۱۶ ۔ اس مسئلہ میں احناف کے نزدیک دونوں بیٹوں کو نصف نصف مال ملیگا ✣

۱۷ ۔ اگر ماں لونڈی اور باپ اصلی آزاد ہو اور غیر عربی ہو تو امام ابوحنیفہ امام محمد کے نزدیک انکے بیٹے کی ولاء ماں کیطرف جائیگی۔ اگر باپ غلام اور ماں آزاد ہو تو باپ کیجانب ولاء نہیں جائیگی (عند الاحناف) ✣

۱۸ ۔ اگر کل اہل شہر مرتد ہوجائیں تو انمیں آپسمیں توارث ہوگا جیسا کہ کفار میں ہوتا ہے

۱۹ ۔ ذوی الفروض پر رد ترتیب میں بیت المال سے پہلے ہے چاہے بیت المال منتظم ہو یا نہ ہو

۲۰ ۔ ذوی الارحام ترتیب میں بیت المال سے پہلے ہیں ✣

۲۱ ۔ ذوی الارحام کی توریث میں ہمارا مذہب الاقرب فالاقرب کا پابند ہے ✣

۲۲ ۔ مستامن اور معاہد حربی کے مانند ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے ✣

۲۳ ۔ مرتد کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۱۵ ✣

ضمیمہ ۳ — پیچیدہ مسائل اور اُن کا حل

ا۔ یعنی وہ مسائل جن کے سمجھنے اور حل کرنے کو زیادہ عقل درکار ہے۔ یہ مسائل اور اُن کے حل فتاوی عالمگیری اور بعض دیگر مستند قلمی کتب سے لئے گئیں۔ یاد رہے کہ۔ ان نقشوں میں میت کی جگہ م لکھا گیا ہے اور جو ورثہ قلمزن کئے گئے ہیں وہ پہلے ہی مر چکے تھے۔ جو ورثہ نقطہ دار لکیر سے ملائے گئے ہیں وہ خاوند اور بیوی سمجھو۔

۱۔ ایک شخص اور اُس کی ماں اور اُسکی خالہ کو ایک ترکہ میں سے برابر کا حصّہ ملا۔ مسئلہ کی صورت بتاؤ۔

نقشہ ۱۷۴

زید — عمرو — $\frac{1}{3}$ — $\frac{1}{3}$ — $\frac{1}{3}$

حل۔ زید کی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح اُسکے بھائی کے بیٹے عمر سے ہوا تھا۔ (دیکھو نقشہ) اب زید کے مرنے پر یہ ورثہ ہیں۔ زید کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹی کا بیٹا۔

بیٹیوں کو $\frac{2}{3}$۔ اور بیٹی کے بیٹے کو (کہ بھائی کے بیٹے کا بیٹا بھی ہے۔ $\frac{1}{3}$ بطور عصبت ملا۔

۲۔ تین حقیقی بھائی وارث ہیں مگر ایک کو ترکہ میں سے دو تہائی اور دو باقیوں کو چھٹا چھٹا حصہ ملا۔ مسئلہ کی صورت بتاؤ۔

نقشہ ۱۷۵

م — $\frac{2}{3}$ — $\frac{1}{6}$ — $\frac{1}{6}$

حل۔ تین بھائیوں میں سے ایک بھائی کا نکاح اس کے چچا کی بیٹی بہن سے ہوا ہے (دیکھو نقشہ) تو اس کی بیوی کے مرنے پر ورثہ تین چچا کے بیٹے بھائی ہیں جنمیں سے ایک اسکا خاوند ہے تو خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملا۔ باقی $\frac{1}{2}$ تین حصے ہوکر تینوں بھائیوں کو مع اس بھائی کے جو خاوند تھا تقسیم ہوا۔ لہٰذا حصص $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{1}{6}$ ہوئے۔

۳۔ تین بیٹیاں وارث ہیں مگر ایک کو ترکہ کی دو تہائی دوسری کو تہائی اور تیسری کو کچھ نہ ملا۔ مسئلہ کی کیا صورت ہے۔

نقشہ ۱۷۶

سلمیٰ — غلام — قتل کر ڈالا — محروم — باپ کو خریدا — $\frac{1}{3}+\frac{1}{3}$ — $\frac{1}{3}$

حل۔ ایک غلام تھا جس کی تین لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی نے باپ کو خرید لیا (تو وہ آزاد ہو گیا۔ دیکھو صفحہ ۲۰۵) دوسری نے اُسکو قتل کر ڈالا۔ تیسری نے نہ خریدا نہ قتل کیا۔ قاتلہ تو محروم ہوئی۔ باقی دو کو ترکہ $\frac{2}{3}$ ملا یعنی ہر ایک کو $\frac{1}{3}$۔ پھر جس لڑکی نے خریدا تھا وہ اس غلام کا عصبہ سببی بنی اور بقایا بطور ولا اس کو ملا

گیا۔ لہذا ایک کو $\frac{1}{4}$ - دوسری کو $\frac{3}{16}$ - تیسری محروم ہوئی پالیسی اور مثال دفعہ ۱ میں ملیگی۔

۴۔ اگر ترکہ بیس روپیہ ہوا اور چار بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک روپیہ ملے تو اور ورثہ کون کون تھے اور انکو کیا کیا ملیگا۔

نقشہ ۱۷۷

حل (دیکھو نقشہ ۱۷۷)

مسئلہ کی صورت یہ ہے ۔ ۲ بہن ح ۔ ۲ بہن اخ ۔ ۴ بیویاں وارث ہیں حصص $\frac{1}{4}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{2}{3}$ و $\frac{1}{3}$ ہوئے مسئلہ ۱۲ ہوا عول ۱۵ ہے لہذا اس تناسب سے ۲۰ روپیہ میں سے چار بیویوں کو ایک ایک روپیہ ملیگا۔

۵۔ ایک شخص اور اسکی ماں کو نصف نصف ترکہ ملا۔ مسئلہ کی کیا صورت ہے۔

نقشہ ۱۷۸

حل زید اور عمرو بھائی ہیں۔ عمرو کے بیٹے کا نکاح زید کی بیٹی سے ہوا اور ان کا ایک لڑکا ہے۔ اب زید کے مرنے پر ورثہ یہ ہیں :-
بیٹی اور بھتیجے کا بیٹا یا نواسہ۔ بیٹی کو $\frac{1}{2}$ - باقی $\frac{1}{2}$ بطور عصوبت بھائی کے بیٹے کے بیٹے کو ملے گا۔

۶۔ ایک موقع پر ایک باپ اور اس کی بیٹی وارث تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو نصف نصف ترکہ ملا۔ مسئلہ کی کیا صورت ہے؟۔

حل ۔ چچازاد بھائی بہن خاوند بیوی ہیں اور ان کی ایک لڑکی ہے۔ (دیکھو نقشہ)
بیوی مری تو لڑکی کو $\frac{1}{2}$ ملا اور خاوند کو $\frac{1}{4}$ - اور پھر خاوند کو عصبیت ملی کیونکہ وہ چچازاد بھائی بھی ہے۔ (لہذا درجہ چہارم کا عصبہ ہے) تو باپ اور بیٹی کو نصف نصف ترکہ ملا۔

نقشہ ۱۷۹

۷۔ ایک موقع پر ایک باپ اور اس کا بیٹا وارث تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو نصف ترکہ ملا۔ مسئلہ کی کیا صورت ہے؟

نقشہ ۱۸۰

حل ۔ چچازاد بھائی بہن خاوند بیوی ہیں۔ بیوی کے مرنے پر ورثا یہ ہیں۔ خاوند اور اسکا باپ۔
خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملا۔ اور اس کے باپ کو باقی $\frac{1}{2}$ میت کا چچا ہونے کی وجہ سے بطور عصوبت۔

۸۔ ایک موقع پر دو حقیقی بھائی وارث تھے۔ مگر ایک کو ترکہ ملا۔ دوسرے کو نہ ملا مسئلہ کی کیا صورت تھی

حل۔ باپ اور چچا وارث تھے۔ باپ کو ورثہ ملا چچا محروم رہا اور یہ ظاہر ہی ہے۔

۹ - چوبیس روپیہ ترکہ ہے اور چوبیس عورتیں وارث ہیں۔ بتاؤ کس طرح ہر ایک کو ایک ایک روپیہ ملے۔

نقشہ ۱۸۱

۳ بیوی — ۴ دادی — ۱۶ بیٹیاں — ایک بہن ع —— اس مسئلہ میں ورثا ہیں۔

$\frac{1}{8}$ $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{24}$ .... مسئلہ ۲۴ (بہن عصبہ ہے دیکھو دفعہ ۳۲)

۳ ۴ ۱۶ ۱ = ۲۴ لہذا ہر ایک کو ایک ایک روپیہ ملا۔

۱۰ - ایک موقع پر ایک شخص اور اُس کی بیوی وارث تھے۔ ترکہ میں سے تہائی بیوی کو اور دو تہائی خاوند کو ملا۔ صورت مسئلہ بتاؤ۔

نقشہ ۱۸۲

حل۔ میّت کے بیٹے کی بیٹی منسوب ہے میّت کے دوسرے بیٹے کے بیٹے سے۔ ورثا اب بیٹے کی بیٹی اور بیٹے کا بیٹا ہیں۔ جو خاوند اور بیوی ہیں۔

۱۱ - ایک ترکہ سے ایک خاوند اور اس کی بیوی کو تہائی ملا اور دوسرے خاوند اور اُسکی بیوی کو دو تہائی۔ صورت مسئلہ بتاؤ۔

نقشہ ۱۸۳

حل میت کے ماں اور باپ میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ (دیکھو نقشہ)

پھر میّت کے بیٹے کی بیٹی جو منسوب ہے میت کے دوسرے بیٹے کے بیٹے سے ان دونوں کو باقی $\frac{2}{3}$ ملے گا۔

۱۲ - ایک ترکہ سے ایک خاوند و بیوی کو چوتھائی ملا اور دوسرے خاوند و بیوی کو تین چوتھائی صورت مسئلہ کیا ہے۔

حل۔ نقشہ سے ظاہر ہے کہ م یعنی میت کا اخیافی بھائی (چچازاد بھائی بھی ہے) اور یہ منسوب ہے میت کے ع بھائی سے اور دوسرا چچازاد بھائی جو اس کے چچا کی دوسری بیوی سے منسوب ہے۔ اُس کی (یعنی میت کی) اخیافی بہن ہے۔ لہذا م کے مرنے پر یہ ورثا ہیں:-

ع بہن جو منسوب ہے اپنے چچا کے بیٹے بھائی سے کہ وہی زندہ ہے اور اخیافی بہن کہ منسوب ہے اپنے چچا کے بیٹے بھائی سے کہ وہ بھی زندہ ہے۔ لہذا ع بہن کو $\frac{1}{2}$ اور اخیافی بھائی اکو $\frac{1}{6}$ ملا۔ اور علاتی بہن کو $\frac{1}{6}$ ملا۔ پھر بقایا چچازاد بھائیوں میں برابر تقسیم ہوا یعنی ہر ایک کو $\frac{1}{12}$ لہذا $\frac{3}{12}$ یک خاوند و بیوی کو اور $\frac{9}{12}$ دوسرے خاوند اور بیوی کو ملا۔

نقشہ ۱۸۴

۱۳ - تقسیم میراث کے وقت ایک شخص نے بتایا کہ میری بیوی غائب ہے - اگر مل گئی تو ترکہ میں سے وہ ہی حصہ لے گی - اگر نہ ملی (یعنی مرگئی) تو میں لونگا - مسئلہ کی صورت بتاؤ -

نقشہ ۱۸۵

حل - ایک عورت مرگئی اور دو حقیقی بہن - ایک ماں - ایک اخیافی بہن اور ایک علاتی بھائی چھوڑا (دیکھو نقشہ) جو شخص بول رہا ہے وہ میت کا علاتی بھائی ہے اور اس کی بیوی میت کی اخیافی بہن ہے جو غائب ہے اگر وہ زندہ واپس آگئی تو ورثہ اسطرح تقسیم ہوگا حقیقی بہنیں $\frac{2}{3}$ + ماں $\frac{1}{6}$ + اخیافی بہن $\frac{1}{6}$ + علاتی بھائی محروم - ہاں اگر وہ مرگئی تو اس کا چھٹا حصہ اس کو ملیگا (جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے)

	ماں	باپ				
	$\frac{1}{6}$					
	میت	بہن ح	بہن ح	بہن اخ	بھائی ع	بہن اخ (غائب)
{ اگر زندہ واپس آگئی تو تقسیم یہ ہوگی		$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$		۲	$\frac{1}{6}$
{ اگر وہ مرگئی - تو تقسیم یہ ہوگی		$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$		$\frac{1}{6}$	

۱۴ - ایک شخص نے چار بیویاں وارث چھوڑیں تو دو بیویوں میں سے ایک کو علاوہ اپنے حصے کے کل مال کی چوتھائی ملی اور دوسری کو علاوہ اپنے حصے کے کل مال کا نصف ملا اور باقی دو کو اپنا اپنا حصہ مسئلہ کی کیا صورت ہے -

حل - ایک شخص نے اپنی ماں کی علاتی و اخیافی بہن سے نکاح کیا اور اسی طرح اپنے باپ کی علاتی و اخیافی بہن سے نکاح کیا - (دیکھو نقشہ) تو جب وہ مرگیا تو سب بیویوں کو $\frac{1}{4}$ ملا - ہر ایک کو $\frac{1}{16}$ -

اب چونکہ بیوی یا خاوند کی موجودگی میں ذوی الارحام کو ورثہ ملتا ہے لہذا باپ کی بہن ع اور ماں کی بہن ع (یعنی پھوپی ع و خالہ ع) کو بتایا جائیگا کہ ذوی الارحام درجہ چہارم ہیں مگر پھوپی اخ اور خالہ اخ (یعنی ماں اور باپ کی اخیافی بہنیں) علاتی کے سامنے محروم ہونگی - تو $\frac{2}{3}$ باپ کی طرف والوں کو ملیگا اور $\frac{1}{3}$ ماں کی طرف والوں کو - تو اقیا یعنی $\frac{3}{4}$ کا $\frac{2}{3}$ تو باپ کی ع بہن کو گیا اور $\frac{3}{4}$ کا $\frac{1}{3}$ ماں کی ع بہن کو اور یہ میت کی بیویاں بھی ہیں تو حصص ۱ و ۹ و ۵ و ۱ ہوئے - تو دوسری اور تیسری بیوی کو انکا حصہ انکا لکر وہ ملے جو کل مال کا نصف اور چوتھائی ہے -

خالہ اخ	خالہ ع	ماں	باپ	پھوپی ع	پھوپی اخ
$\frac{1}{16}$	$\frac{1}{16}$			$\frac{1}{16}$	$\frac{1}{16}$
۰	$\frac{3}{4}$ کا $\frac{1}{3}$			$\frac{3}{4}$ کا $\frac{2}{3}$	۰
$\frac{1}{16}$	$\frac{5}{16}$			$\frac{9}{16}$	$\frac{1}{16}$
۱	۵			۹	۱

نقشہ ۱۸۶

۱۵ - ایک شخص نے اپنی پھوپی کے بیٹے کا ماموں اور ماموں کے بیٹے کی پھوپی چھوڑی - تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی -

نقشہ ۱۸۷

حل - گویا میت کا چچا اور خالہ موجود ہیں - (دیکھو نقشہ) - یا باپ اور ماں - تو $\frac{2}{3}$ چچا یا باپ کو ملے گا اور $\frac{1}{3}$ خالہ یا ماں کو ملیگا - تو پھوپی کے بیٹے کے ماموں کو $\frac{2}{3}$ اور ماموں کے بیٹے کی پھوپی کو $\frac{1}{3}$ ملیگا - شرح سراجی ابوالبقا قلمی میں لکھا ہے کہ میت نے گویا باپ اور ماں چھوڑے تھے تو یہ بھی صحیح ہے -

ماموں کے بیٹے کی پھوپی (یعنی خالہ) $\frac{1}{3}$ | پھوپی کے بیٹے کا ماموں (یعنی چچا) $\frac{2}{3}$ | م

۱۶ - ایک شخص نے اپنا حقیقی بھائی اور اپنی بیوی کا بھائی چھوڑا مگر کل ترکہ کا وارث بیوی کا بھائی ہوا - یہ کیونکر ہے -

حل - ا نے اپنے باپ کی بیوی کی ماں سے نکاح کیا ہے اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا - جب م مرا تو ورثہ یہ تھے - پوتا ج اس کی بیوی کا بھائی بھی ہے اور ایک بھائی ح - لہذا بیوی کا بھائی وارث ہوا - کیونکہ یہ پوتا ہے اور حقیقی بھائی محروم رہا - دیکھو نقشہ ۱۸۸

۱۷ - ایک شخص نے چچا حقیقی چھوڑا اور ایک ماموں اخیافی چھوڑا - مگر کل ترکہ ماموں کو ملا - یہ کیونکر ہے ؟

حل ا و ب دو بھائی ہیں (دیکھو نقشہ) - ا کی بیویاں ج و د ہیں س نے ص سے نکاح کیا (یعنی اپنے باپ کی دوسری بیوی کی ماں سے) اور ایک لڑکا ط پیدا ہوا - تو م کے مرنے پر یہ ورثا ہیں : - ب یعنی چچا م - ط کہ بھتیجا بھی ہے اور ماموں اخ بھی تو بھتیجے کو کہ درجہ سوم کا عصبہ ہے - اور یہاں ماموں ہے - کل میراث ملے گی - چچا محروم رہیگا -

۱۸ - ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کا بیٹا - اور حقیقی چچا کا بیٹا چھوڑا - کل ترکہ چچا کے بیٹے کو ملا یہ کیونکر ہے

دو بھائیوں کی ایک مشترک لونڈی تھی جس کے ہاں ایک بچہ ب ہوا جس کے متعلق دونوں نے دعوی کیا کہ ہمارا ہے - چنانچہ وہ دونوں کا قرار پایا - مگر اس میں سے ایک کا ایک لڑکا ا اور ایک پوتا ج بھی تھا جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے - لہذا مورث ا کے مرجانے سے ب وج وارث قرار پائے - تو ب کو جو ا کے چچا کا (یا باپ کا) بیٹا ہے کل ترکہ ملا - بمقابلہ ا کے بھتیجے کے کہ محروم رہا - (دیکھو نقشہ ۱۹۰)

۱۹ - ایک شخص نے علاتی بھائی اور چچا م کا بیٹا چھوڑا مگر کل ترکہ چچا کے بیٹے کو ملا - یہ کیونکر ہے ؟

حل - دو بھائیوں کی ایک مشترک لونڈی تھی جن کا ایک بچہ ج تھا - اور دعوی کرنے پر وہ بچہ دونوں بھائیوں کا قرار پایا - ان بھائیوں میں سے ایک بھائی د کا ایک بچہ ا ایک اور بیوی سے بھی تھا تو اس لونڈی کے آزاد ہونے پر د نے اس سے نکاح کر لیا - اب اس سے ایک لڑکا ب ہوا تو ب کے مرنے پر ورثا یہ ہیں - ا جو ب کا علاتی بھائی ہے اور ج جو اس کا حقیقی بھائی ہے تو کل ترکہ ج کو ملا جو چچا کا بیٹا ہے -

۲۰ - ایک شخص نے بیوی چھوڑی ح اور بیوی کے ۲ مادری بھائی - مگر سبکو برابر حصہ ملا مسئلہ کی کیا صورت ہے؟

نقشہ ۱۹۲

باپ کی بیوی کی ماں — باپ کی بیوی — ب — باپ — کل

۱/۸ ۱/۸ ۱/۸ ۱/۸ ۱/۸ ۱/۸ ۱/۸ ۱/۸

مسئلہ ۸ — ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱

حل۔ ا نے اپنے باپ کی بیوی کی ماں سے نکاح کیا اور اس سے سات بیٹے ہوئے۔ پھر ا مر گیا۔ اب ب کے مرنے پر یہ وارث ہیں۔ بیوی۔ ۷ پوتے (یا بیوی کے ساتھ اخیافی بھائی سمجھیں) تو مسئلہ ۸ سے ہوا بیوی کو ۱/۸ ملا اور ۷/۸ ساتوں بھائیوں کو ملے تو ہر ایک کو ۱/۸ ملا۔

۲۱۔ ایک عورت کو اپنے چار خاوندوں کی کمائی کے ترکہ کا نصف ملا۔ مسئلہ کی کیا شکل ہے؟

حل۔ ایک عورت نے ایک شخص سے نکاح کیا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے تین حقیقی بھائیوں سے یکے بعد دیگرے کیا۔ ان چاروں کے پاس اول ہی اول ۸۰۰۰ و ۶۰۰۰ و ۳۰۰۰ و ۱۰۰۰ روپیہ تھے۔ پھر تینوں بھائیوں کو جو اپنے بھائیوں سے حصہ ملا تو ۸۰۰۰ و ۸۰۰۰ و ۱۲۰۰۰ ہو گئے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ عورت کو جو میراث ملتی رہی وہ جمع ہو کر ۱۸۰۰۰ ہو گئی ان سب کی کمائی ۳۶۰۰۰ تھی۔ لہذا ۱۸۰۰۰ اس کا نصف ہوا۔

نقشہ ۱۹۳

	بیوی	۱ خاوند	۲ خاوند	۳ خاوند	۴ خاوند
اصل مال		۸۰۰۰	۸۰۰۰	۳۰۰۰	۱۰۰۰
پہلے خاوند کے مرنے پر ۸۰۰۰ میں سے یہ ملا	۲۰۰۰	۰	۳۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰
دوسرے " ۸۰۰۰	۲۰۰۰	۰	۰	۳۰۰۰	۳۰۰۰
تیسرے " ۸۰۰۰	۲۰۰۰	۰	۰	۰	۶۰۰۰
چوتھے " ۱۲۰۰۰	۱۲۰۰۰			۰	۰
کل ۳۶۰۰۰	۱۸۰۰۰	۸۰۰۰	۸۰۰۰	۸۰۰۰	۱۱۰۰۰

۲۲۔ تقسیم میراث کے وقت معلوم ہوا کہ ایک عورت حاملہ ہے۔ اگر

۱۔ لڑکا ہوا — تو میراث لیگا — لڑکی ہوئی تو نہیں لیگی۔

۲۔ لڑکا ہوا — تب بھی میراث لیگا — لڑکی ہوئی تب بھی لیگی۔

۳۔ لڑکا ہوا — تو لڑکا اور اسکی ماں میراث لیگی — لڑکی ہوئی تو نہ لڑکی لیگی نہ اسکی ماں۔

۴۔ لڑکا ہوا — تو اسکی ماں کو ۱/۸ باقی لڑکا لیگا — لڑکی ہوئی تو ماں لڑکی نصف نصف لینگے — اگر مری ہوئی ہوئی تو ماں پورا حصہ لے گی۔

۵۔ لڑکی ہوئی — تو میراث لیگی — لڑکا ہوا تو نہیں لیگا۔

۶۔ لڑکی و لڑکا ہوا — تو دونوں میراث لینگے — صرف لڑکی ہوئی تو نہیں لیگی۔

۷۔ لڑکی و لڑکا ہوا — تو دونوں میراث لینگے — لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ نہیں لیگا نزد حضرت زید

صورت ۱۔ (۱) جبکہ میت نے دو بہن ح۔ اور باپ کی بیوی حاملہ چھوڑی اور لڑکا ہوا حل۔ اگر لڑکا ہوا۔ تو میت کا بھائی ع ہوگا۔ تو تقسیم یہ ہوگی۔

۲ بہن ح + بھائی ۲ —
۲/۳ — ۱/۳ حمل لڑکا ہو تو ورثہ پایا

اگر حمل لڑکی ہوئی تو ورثہ نہیں لیگی کیونکہ بہنیں اپنا حصہ لے چکیں۔ اب کچھ نہیں بچتا۔ ہاں ۱/۳ بچا ہوا یا تو عصبہ کو مل جائے گا۔ یا اگر وہ نہ ہوا تو بہنوں ہی پر رد ہوگا۔

(۲) ہر عصبہ کی بیوی اگر حاملہ ہے اور لڑکا ہوا۔ تو ورثہ لے سکتا ہے (سوائے باپ اور بیٹے کی بیوی کے)۔ یہ ظاہر ہے۔

(۳) جبکہ میت نے بیوی۔ بھائی کا بیٹا۔ بھائی کی بیوی حاملہ چھوڑی۔ تو تقسیم اس طرح ہوگی: — بیوی — بھائی کے دو بیٹے
۱/۴ — ۳/۴ عصوبت

(اگر لڑکی ہوئی تو ورثہ نہیں لے گی وہ ذوی الارحام سے ہوگی۔ دیکھو دفعہ ۴۵ مسئلہ ۸)

(۴) جبکہ میت نے دو بیٹیاں اور بیٹے کی بیوی حاملہ چھوڑی۔ اور لڑکا ہوا۔

صورت ۶ ـ دیکھو صورت اول (۲)

صورت ۷ ـ جبکہ میت نے بہن ح و ماں و دادا اور باپ کی بیوی حاملہ چھوڑی تو اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ نہیں ملیگا ـ ہاں اگر لڑکا و لڑکی دونوں ہوئیں تو حضرت زید کے نزدیک دونوں وارث ہونگی ـ (دیکھو نقشہ ۱۹۹)

حل۔ اگر لڑکا پیدا ہوا ـ تو یہ میت کا علاتی بھائی ہوا تو تقسیم یہ ہوگی { ماں ۱/۶ ـ بھائی و بہن و دادا بقایا } پھر علاتی بھائی کا حصہ حقیقی بہن کو مل جائیگا ـ دیکھو دفعہ { تو حل کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا ـ

تو پھر تقسیم یہ ہوگی

ماں	بہن ح	دادا	یعنی	ماں	بہن ح	دادا	بھائی ع
۱/۶	۱/۲	۱/۳		۱	۳	۲	محروم

اگر لڑکی پیدا ہوئی ـ تو یہ میت کی علاتی بہن ہوئی ـ

تو تقسیم یہ ہوگی ماں ـ بہن ح و بہن ع و دادا ـ پھر علاتی بہن کا حصہ حقیقی بہن کو ملیگا ـ دیکھو دفعہ ۲۲ ـ تو حل کی لڑکی کو کچھ نہیں ملیگا ـ

تو پھر تقسیم یہ ہوگی

ماں	بہن ح	دادا	یعنی	ماں	بہن ح	دادا	بہن ع
۱/۶	۵/۱۲	۵/۱۲		۲	۵	۵	محروم

اگر لڑکا و لڑکی دونوں پیدا ہوئیں ـ تو یہ میت کے علاتی بھائی و بہن ہوئے ـ

تو تقسیم یہ ہوگی

ماں	بہن ح	دادا	بھائی ع و بہن ع
۱/۶	۱/۲	۵/۹ کا ۱/۳	بقایا

تو پھر تقسیم یہ ہوگی

ماں	بہن ح	دادا	بہن ع	بھائی ع	یعنی	ماں	بہن ح	دادا	بہن ع	بھائی ع
۱/۶	۱/۲	۱۷/۵۴	۱/۵۴	۲/۵۴		۹	۲۷	۱۷	۱	۲

ضمیمہ ـ پیچیدہ رشتے

وہ رشتے اور تعلقات جنکو سمجھنے کیواسطے زیادہ فہم درکار ہے ـ یہ زیادہ تر فتاوی عالمگیری سے لئے گئے ہیں ۔

۱ـ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کا چچا ہے ـ

حل ـ ایک شخص نے دوسرے شخص کی ماں سے نکاح کیا ہے اور دونوں کے ہاں ایک ایک لڑکا ہے ـ تو ایک لڑکا دوسرے کا ماں کی جانب چچا ہے ـ

۲ـ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کا ماموں ہے ـ

حل ـ زید کی بیٹی زینب کا نکاح عمرو سے ہوا ـ اور زید کا نکاح عمرو کی بیٹی کلثوم سے ـ تو ان کے لڑکے ایک دوسرے کے ماموں ہونگے ـ

۳ـ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کے باپ کا چچا ہے ـ

حل ـ دو شخصوں میں سے ایک نے دوسرے کے باپ کی ماں سے نکاح کیا ـ تو ہر ایک کا بیٹا ایک دوسرے کے باپ کا چچا ہے ـ

۴ـ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کی ماں کا چچا ہے ـ

حل ـ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے بیٹے کی بیٹی سے نکاح کیا ـ تو ان کے بیٹے ایک دوسرے کی ماں کے چچا ہونگے ـ

۵۔ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کے باپ کا ماموں ہے۔

حل۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں کی ماں سے نکاح کیا۔ تو ان کے بیٹے ایک دوسرے کے باپ کے ماموں ہیں۔

۶۔ دو شخصوں میں سے ایک دوسرے کی ماں کا ماموں ہے۔

حل۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کیا۔ تو ان کے بیٹے ایک دوسرے کی ماں کے ماموں ہیں۔

۷۔ دو شخص ایک دوسرے کے چچا اور ماموں ہیں۔

حل۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لڑکے نے اس عورت کی ماں سے۔ تو باپ کا بیٹا اس کے بیٹے کے بیٹے کا چچا ہے۔ اور بیٹے کا بیٹا اس کے باپ کے بیٹے کا ماموں ہے۔

۸۔ دو شخص ایک دوسرے کی پھوپی کے اور ماموں کے بیٹے ہیں۔

حل۔ دو شخصوں نے ایک دوسرے کی بہن سے نکاح کیا۔ دونوں کے ہاں ایک ایک بیٹا ہوا۔ اور انھوں نے ان شخصوں کی بہنوں سے نکاح کیا۔ اب جو بیٹے ہوئے۔ وہ ایک دوسرے کی پھوپی اور ماموں کے بیٹے ہیں۔

۹۔ ایک شخص کسی کا چچا بھی ہے اور باپ بھی۔ حل۔ دیکھو ضمیمہ ۳۔ ۱۹۔

۱۰۔ ایک شخص کسی کا ماموں بھی ہے اور چچا بھی۔

حل۔ دو اخیافی بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے کی اخیافی بہن سے نکاح کیا۔ تو جو اولاد ہوئی اس کا دوسرا بھائی باپ کی طرف سے چچا ہے۔ اور ماں کی طرف سے ماموں ہے۔ دوسری صورت۔ اخیافی دو بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے کی علاتی بہن سے نکاح کیا۔ اب جو لڑکا ہوگا تو وہ دوسرا بھائی اس کا باپ کی طرف سے ماموں ہے اور ماں کی طرف سے چچا۔

۱۱۔ ایک شخص کسی کا بھتیجا بھی ہے اور ماموں اخیافی بھی۔ حل۔ دیکھو نقشہ ۱۸۹۔

۱۲۔ ایک شخص کسی کے باپ کا چچا اور ماں کا چچا ہے۔

حل۔ س کے باپ کے باپ کے باپ نے اس کی ماں کے باپ کی ماں سے نکاح کیا۔ اب جو بیٹا ہوا۔ وہ س کے باپ کا چچا ہے۔ اور ماں کا بھی چچا ہے۔

۱۳۔ ایک شخص کسی کے باپ کا ماموں اور ماں کا ماموں ہے۔

حل۔ س کی ماں کی ماں کے باپ نے اس کے باپ کی ماں کی ماں سے نکاح کیا۔ تو جو بیٹا ہوا وہ س کی ماں کا بھی ماموں ہے اور باپ کا بھی ماموں ہے۔

۱۴۔ ایک عورت بچہ کی خالہ بھی ہے اور پھوپی بھی۔ حل۔ دیکھو دفعہ ۶۵۔ سند ۹۔

۱۵۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو تیرے اور میرے دونوں چچا اور ماں باپ وارث ہوں گے۔ بتاؤ ان میں کیا رشتہ ہے؟ حل۔ دوسرا شخص اس کہنے والے کا اخیافی بھائی ہے۔ اور چچا کا بیٹا بھی ہے اور اسکے دونوں بھائی کہنے والیکے اخیافی بھائی ہیں۔ اور اسکے ماں اور باپ کہنے والیکے ماں اور چچا ہیں۔ اور اسکے دونوں چچا کہنے والیکے دو چچا ہیں۔ تو یوں سمجھو کہ کہنے والیکے تین م

۱۶۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو تیری دادی و نانی اور دونوں بیویاں اور دونوں بہنیں اور دونوں بیٹیاں وارث ہونگی۔ تو بتاؤ ان میں کیا رشتہ ہے؟

حل۔ دوسرے شخص کی دادی و نانی کہنے والے کی بیویاں ہیں اور اسکی مادری بہنیں کہنے والے کی علاتی بہنیں ہیں اور اس کی دو بیویوں میں سے ایک اس کہنے والے کی ماں ہے اور دوسری بہن ہے علاتی۔ اور اسکی دونوں بیٹیاں۔ اور دونوں بہنیں کہنے والیکی اخیافی بہنیں ہیں کیونکہ کہنے والیکی ماں اس دوسرے سے جنی ہے۔ یعنی تین بہنیں علاتی ہیں۔ اور دو اخیافی۔ اور دو بیویاں ہیں۔

ضمیمہ ۵ - مسائل ملقبہ اور اُن کا حل

یعنی وہ مسائل جو کسی خاص نام سے پکارے جاتے ہیں

۱- مامونیہ

صورت I جبکہ میت مرد ہے۔

	ماں	باپ	۲ بیٹی	
تقسیم اول	۱/۶	۱/۶	۲/۳	مسئلہ ۶
تقسیم دوم	دادی ۲	دادا ۲	بہن	جب ایک بیٹی مرگئی تو یہ ورثا رہیا
	۱/۶	۵/۶ یعنی باقی	x	بنا بر قول حضرت ابوبکر رضہ
	۱/۶	(باقی میں سے دادا اور بہن کو تین تہائی) حضرت زید کے نزدیک		

صورت II جبکہ میت عورت ہے

	ماں	باپ	۲ بیٹی	
تقسیم اول	۱/۶	۱/۶	۲/۳	مسئلہ ۶
تقسیم دوم	نانی	نانا	بہن	جب ایک بیٹی مرگئی تو ورثا
	۱/۶	x	۱/۲	حصص
	۱/۴	x	۳/۴	رد کا حصہ ملا کر حصص

تشریح مسئلہ مامونیہ۔ صورت یہ ہے کہ میت نے ماں اور باپ اور ۲ بیٹیاں چھوڑیں۔ پھر ایک بیٹی مرگئی اور اس نے ورثا وہی چھوڑے جو میت اول کے تھے۔ اس کو مامونیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ بصرہ میں قاضی کی جگہ خالی تھی۔ اُسکے واسطے مامون رشید کے روبرو یحیٰی بن اکثم پیش کئے گئے۔ تو مامون رشید کی نگاہ میں نہ جچے۔ آخرکار آپ نے اُن سے یہ مسئلہ امتحاناً دریافت کیا۔ تو یحیٰی بولے کہ اے سلطان مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ میت اول مرد تھا یا عورت تھی۔ پس تو مامون رشید تاڑ گیا کہ یہ تو عالم شخص ہے اور اُن کو اسی وقت بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ بات یہ ہے کہ میت اول کے مرد ہونے یا عورت ہونے پر جواب میں فرق واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر میت اول مرد ہوگا تو مسئلہ ۶ ہوگا جس میں سے بیٹیوں کو ۲/۳ اور ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملیگا۔ تو جب ایک بیٹی مرگئی تو اس نے بہن چھوڑی۔ اور دادا حقیقی۔ اور دادی حقیقی چھوڑی۔ تو چھٹا حصہ دادی کو ملے گا اور باقی دادا لے گا۔ اور بہن ساقط ہو جائیگی۔ اور یہ بنا بر قول حضرت ابوبکر رضہ کے ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضہ نے فرمایا کہ دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی سہام دادا اور بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوں گے۔ اور تصحیح مناسخہ اُن ہی قواعد کے موافق ہوگی جو مذکور ہو چکے ہیں۔ اگر میت اول عورت ہوگی تو جبکہ بیٹی مری (یعنی میت ثانی) تو اس نے ایک بہن چھوڑی اور نانی (یعنی ماں کی ماں) اور نانا (یعنی ماں کا باپ۔ تو نانی کو چھٹا حصہ ملیگا۔ بہن کو نصف ملے گا۔ اور باقی بھی ان ہی پر رد کیا جائے گا۔ اور نانا بالاجماع ساقط ہوگا۔ کذا فی الاختیار شرح المختار ——— فتاویٰ عالمگیری۔

۲- مروانیہ یا عزا

خاوند	۲ بہن حقیقی	۲ بہن علاتی	۲ بہن اخیافی	
۱/۲	۲/۳	x	۱/۳	
۳	۴	۰	۲	مسئلہ ۶ عول ۹

تشریح - مسئلہ مروانیہ - صورت یہ ہے کہ میت نے چھ بہنیں متفرق اور خاوند چھوڑا۔ تو نصف تو خاوند کو ملا اور حقیقی دو بہنوں کو ۲/۳ اور اخیافی بہن کو ۱/۳ ملیگا۔ اور علاتی دو بہنیں ساقط ہو جائیں گی۔ تو اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۹ سے ہوگا۔ اس کو مروانیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ مروان بن الحکم کے زمانہ میں واقع ہوا تھا۔ اور اس کو غرا بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ درشار میں خوب مشتہر ہوگیا تھا — فتاوی عالمگیری۔

صاحب طحطاوی لکھتے ہیں کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی تھی اور خاوند مروانی تھا۔ اور چاہتا تھا کہ نصف مال مجھے ملے۔ تو علماء حجاز سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ اس کا حق ۱/۳ مال کا ہے۔ ھکذا فی ضوء السراج — دیکھو صفحہ ۸۲ — ۳۔

بعض نسخوں میں اس کا حل اور طریق پر بھی لکھا ہے۔ مگر ہم نے آسان طریق اختیار کیا ہے۔

۳- حمزیہ - ۳ دادیاں متقابل — دادا — بہن حقیقی — بہن علاتی — بہن اخیافی

دادیاں یعنے دادی نانی

	دادیاں	دادا	بہن حقیقی	بہن علاتی	بہن اخیافی	
نزد حضرت ابوبکر و ابن عباس	۱/۶	۵/۹	x	x	x	.... حصص
	۱	۵	x	x	x	.... مسئلہ ۶ تصحیح ۱۸ سے
نزد حضرت علی و ابن مسعود	۱/۶	۱/۶	۱/۲	۱/۶	x	.... حصص
	۱	۱	۳	۱	x	.... مسئلہ ۶ تصحیح ۱۸ سے
	۱/۶	۵/۱۲	۵/۱۲			یاد رہے کہ دادیوں میں نانی بھی شامل ہے

تشریح - مسئلہ حمزیہ - صورت یہ ہے کہ میت نے ۳ دادیاں متقابل۔ ایک دادا تین بہنیں متفرق چھوڑیں۔ تو حضرت ابوبکر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دادیوں کو چھٹا حصہ دو اور باقی مال دادا کو دیدو تو اصل مسئلہ ۶ سے اور تصحیح ۱۸ سے ہوگی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حقیقی بہن کو نصف ملیگا۔ اور علاتی بہن کو دو تہائی پورا کرنے کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور دادیوں کو چھٹا اور دادا کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور یہی قول حضرت ابن مسعود کا ہے۔ حضرت ابن عباس رض سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ نانی جو ماں کی ماں ہے اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی سب دادا کو ملجائیگا۔ زید رض نے فرمایا کہ دادیوں کو چھٹا حصہ دو۔ اور باقی مال دادا و حقیقی بہن و علاتی بہن کے درمیان چار حصوں پر تقسیم کردو۔ پھر علاتی بہن کو جو کچھ ملے گا وہ حقیقی بہن کو واپس ہوگا تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ اس کی تصحیح ۷۲ سے ہوگی۔ اور اختصار کرنے سے ۳۶ سے رہیگی۔ جب میں سے دادیوں کو ۶ سہام اور حقیقی بہن کو اس کے اپنے حصہ کے اور علاتی بہن کے حصہ کے کل ۱۵ سہام ملیں گے۔ اور دادا کو بھی پندرہ سہام ملینگے۔ اس مسئلہ کو حمزیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ شیخ حمزۃ الزیات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو انھوں نے اسی طور پر جیسا ذکر ہوا سب جواب دیئے۔ — فتاوی عالمگیری۔

۴- مشرکہ - یا حماریہ - یا حجریہ - یا یمیہ -

خاوند — ماں — بھائی بہن اخیافی — بھائی بہن حقیقی (یا بھائی حقیقی)

	خاوند	ماں	بھائی بہن اخیافی	بھائی بہن حقیقی		
تقسیم طریق اول	۱/۲	۱/۶	۱/۳	x ۵۳	...... حصص	نزد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، ابن عباس اور مذہب امام ابوحنیفہ کا بھی یہی ہے۔
	۳	۱	۲	x	...... مسئلہ ۶	
تقسیم طریق دوم	۱/۲	۱/۶	۱/۳ (یہ دونوں قسم کے بھائی بہن اس ۱/۳ میں شامل ہیں)		.... حصص	نزد ابن مسعود، زید بن ثابت
	۳	۱	۲		...... مسئلہ ۶	و قول دوم حضرت عمر رض۔

تشریح - میت نے خاوند اور ماں اور ماں کی دو اولاد اور حقیقی بھائی بہن چھوڑے۔ تو نصف خاوند کو اور چھٹا حصہ ماں کو۔ اور تہائی ماں کی اولاد کو ملیگا۔ اور باقی سب ساقط ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر بجائے ماں کے ماں کی ماں ہو تب بھی یہی حکم ہے اور یہ قول حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہم کا ہی اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے۔ لیکن حضرت زید بن ثابت و حضرت مسعود رضؓ نے فرمایا کہ سگے جو عصبہ ہوتے ہیں وہ تہائی میں ماں کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اور یہی حضرت عمر کا دوسرا قول ہے۔ چنانچہ انھوں نے پہلے اسی طور پر فیصلہ فرمایا تھا جو ہمارا مذہب (علماء حنفیہ کا) ہے پھر دوسرے سال ایسا ہی ترکہ کا مقدمہ پیش ہوا۔ تو چاہا کہ مثل پہلے فیصلہ کے اس میں بھی حکم دیں۔ تو سگے بھائیوں میں سے ایک بولا اے امیر المومنین خیال فرمائیے کہ کیا ہمارا باپ گدھا تھا اور کیا ہم سب ایک ماں کی اولاد نہیں ہیں۔ پس حضرت عمرؓ نے باجتہاد ان کو تہائی میں شریک کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارا پہلا حکم قضا اپنے حال پر رہیگا اور یہ حکم قضا اپنے حال پر رہیگا۔ تو یہ مسئلہ مشترکہ کہلایا۔ کیونکہ حضرت عمر رضؓ نے حقیقی و اخیافی بھائیوں کو حصہ میں باہم شریک کر دیا۔ اس کو حماریہ بھی کہتے ہیں کہ ایک وارث نے اثنائے گفتگو میں کہا تھا کہ اے امیر المومنین کیا ہمارا باپ گدھا تھا۔ واضح ہو کہ اگر حقیقی بھائیوں کے بجائے علاتی بھائی ہونگے تو بالاجماع ساقط ہونگے۔ اور یہ مسئلہ اختلافی ہے ہمارا مذہب صحیح ہے۔ فتاوی عالمگیری نیز دیکھو مسئلہ اکدریہ۔ یہ مسئلہ علماء شافعی کے نزدیک مشترکہ کہلاتا ہے۔ کما فی الشنشوری ✤

۵۔ خرقاء۔ یا مثلثہ عثمان۔ یا مربعہ ابن مسعود۔ یا مخمسہ الشعبی ✤

ماں — دادا — بہن .... صورت مسئلہ یہ ہے ✤

ماں	دادا	بہن	
۱/۶	۵/۶ (یعنی باقی)	x	.... نزد ابوبکر رضؓ ✤
۱/۳	باقی	۱/۲	نزد حضرت علی و حضرت عمر و ابن عباس (بیک روایت) ✤
۱/۳	۴/۹ (بقایا دادا اور بہن کو۔ عورت کو مرد سے دگنا)		نزد زید بن ثابت ✤
۱/۳	۱/۳ (بقایا دادا اور بہن میں نصف نصف)		نزد عثمان رضؓ ✤
۱/۴ (بقایا دادا اور ماں میں نصف نصف)		۱/۲	نزد ابن عباس بروایت دیگر ✤

تشریح مسئلہ خرقاء۔ ورثاء۔ ماں۔ دادا۔ بہن ہیں ✤ اس مسئلہ کو خرقاء اس واسطے کہتے ہیں کہ اقوال صحابہ رضؓ نے اس کو گویا خرق کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ماں کو چھٹا حصہ اور باقی دادا کو ملیگا۔ زید بن ثابت رضؓ نے فرمایا کہ ماں کو تہائی ملیگا اور باقی دو تہائی دادا اور بہن کے درمیان تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ماں کو تہائی اور بہن کو نصف اور باقی دادا کو ملیگا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں بہن کو نصف اور باقی دادا اور ماں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور دوسری روایت میں بہن کو نصف اور ماں کو تہائی اور باقی دادا کو ملیگا۔ اور یہی قول حضرت عمر کا ہے ✤ اس کو عثمانیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا ایک قول گیا ہی ہے جسنے اجماع کو خرق کر دیا یعنی توڑ دیا۔ کہ انھوں نے فرمایا کہ ماں کو تہائی اور باقی دادا اور بہن کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ چنانچہ علماء نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے اس کو خرقاء کہتے ہیں ✤ اسکو مثلثہ عثمان اور مربعہ ابن مسعود بھی کہتے ہیں اور مخمسۃ الشعبی بھی کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حجاج نے شعبی رحؒ سے یہ مسئلہ پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ اس میں پانچ صحابہ رضؓ کا اختلاف ہے۔ اور اگر ان کے ساتھ قول حضرت صدیق رضؓ کا ملایا جائے تو مسدسہ ہوگا — فتاوی عالمگیری

۶۔ دیناریہ۔ یا داؤدیہ۔ بیوی — دادی — ۲ بیٹی — ۱۲ بھائی حقیقی — بہن حقیقی

اور ترکہ ۶۰۰ دینار ہیں جو تقسیم ہونگے

	۱۲ بھائی حقیقی — بہن حقیقی	۲ بیٹی	دادی	بیوی
س ج	۱/۲۴	۲/۳	۱/۶	۱/۸
مسئلہ ۲۴	۱	۱۶	۴	۳
ترکہ اس طرح تقسیم ہوا	۲۴	۴۰۰	۱۰۰	۷۵

تشریح مسئلہ دیناریہ۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ میت نے بیوی اور دادی اور ۲ بیٹی اور ۱۲ بھائی حقیقی اور ایک بہن چھوڑی۔ اور ترکہ میں ۶۰۰ دینار چھوڑے۔ تو دادی کو چھٹا حصہ کے ۱۰۰ دینار۔ دونوں بیٹیوں کو دو تہائی کے چار سو دینار۔ بیوی کو آٹھویں حصہ کے ۷۵ دینار ملے۔ اور باقی ماندہ

۲۵ دیناروں سے ہر ایک بھائی کو دو دو دینار اور بہن کو ایک دینار ملا + دیناروں کی وجہ سے اس مسئلہ کو دیناریہ کہتے ہیں + اس مسئلہ کو داؤدیہ بھی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ شیخ داؤد طائی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ تو انھوں اسی طور پر تقسیم کیا تھا۔ تو میت کی بہن حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی مرگیا اور اس نے ۶۰۰ دینار چھوڑے تو مجھے اس میں سے صرف ایک ہی دینار ملا تو امام صاحب نے پوچھا کہ ترکہ کس نے تقسیم کیا۔ تو وہ بولی کہ آپ کے شاگرد داؤد طائی نے۔ تو امام صاحب بولے کہ وہ ایسا نہیں ہے کہ ناحق ظلم کرے + بھلا بتا تونیرے بھائی نے ایک دادی چھوڑی۔ وہ بولی ہاں۔ پھر پوچھا بھلا دو بیٹیاں چھوڑیں۔ وہ بولی ہاں۔ پھر پوچھا ایک بیوی چھوڑی۔ وہ بولی ہاں۔ پھر پوچھا کہ بھلا تیرے ساتھ بارہ بھائی چھوڑے۔ وہ بولی ہاں۔ تو امام صاحب بولے کہ ایسی صورت میں تو تجھ کو صرف ایک دینار ہی ملیگا + اس مسئلہ کے حل کرنے سے فضیلت امام ابو حنیفہ کی ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ معماۃ سے ہے کہ یوں پوچھا جائے: کہ ایک میت نے ۶۰۰ دینار چھوڑے اور کل سترہ وارث مرد و عورت چھوڑے جن میں سے ایک وارث کو صرف ایک دینار ملا۔ بتاؤ کہ ورثا کون کون تھے — فتاوی عالمگیری +

شرح سراجی از ابو البقا نسخہ قلمی میں۔ بجائے دادی کے ماں لکھا ہے۔ اور تمام ورثہ اور تقسیم یہی ہے + آگے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ قاضی شریح کے زمانہ میں واقع ہوا تھا کہ انہوں نے اسطرح تقسیم کی تھی۔ تو بہن روتی پیٹتی حضرت علی کی خدمت میں گئی اور عرض کیا کہ میرے بھائی نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا تھا جس میں قاضی شریح نے مجھکو صرف ایک دینار دیا۔ تو آپ نے بتایا کہ اور ورثہ یہ ہونگے۔ تو تجھکو ایک دینار ہی ملیگا +

۷- امتحان — ۴ بیوی — ۵ دادیاں — ۷ بیٹیاں — ۹ بہن علاتی
صورت مسئلہ یہ ہے +

۱/۸	۱/۶	۲/۳	۱/۲۴	
۳	۴	۱۶	۱	...... مسئلہ ۲۴ +
۱۰۰۸	[illegible]۶۰	۱۸۹۰	[illegible]	...... مسئلہ ۳۰۲۴۰ +

تشریح — مسئلہ امتحانیہ — صورت یہ ہے۔ چار بیویاں۔ ۵ دادیاں۔ ۷ بیٹیاں۔ ۹ علاتی بہنیں ہیں + تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوا۔ جس میں سے بیویوں کو آٹھویں کے ۳ سہام ملے۔ دادیوں کو چھٹے حصے کے ۴ سہام ملے۔ اور بیٹیوں کو ۲/۳ کے ۱۶ ملے۔ اور بہنوں کو باقی ۱ سہم ملا۔ اور اس صورت میں ہر فریق کی تعداد سہام اور تعداد ورثا میں توافق نہیں ہے۔ اور فریق ورثا کی تعداد میں بھی باہم توافق نہیں ہے۔ تو یہ ضرورت پیش آئی کہ فریق ورثا میں ایک کی تعداد کو دوسرے میں ضرب دیا جائے تو چار کو پانچ میں ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے۔ پھر اس کو ۷ میں ضرب دیا تو ۱۴۰ ہوئے۔ پھر اس کو ۹ میں ضرب دیا تو ۱۲۶۰ ہوگئے۔ پھر اس کو اصل مسئلہ یعنی ۲۴ میں ضرب دیا تو ۳۰۲۴۰ ہوئے۔ تو اس طرح تصحیح مسئلہ ہوگئی + امتحانیہ سوال یوں کیا جائے...... کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے چند قسم کے ورثا چھوڑے کہ ہر قسم کے وارث دس سے کم ہیں۔ مگر تصحیح مسئلہ نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ رقم تیس ہزار سے بڑھ نہ جائے تو تعداد و اقسام وارثان بتاؤ — فتاوی عالمگیری +

۸- شریحیہ — یا ام الفروخ — خاوند — ۲ بہن ح — ۲ بہن اخ — ماں —

۱/۲	۲/۳	۱/۳	۱/۶ .. حصص
۳	۴	۲	۱ مسئلہ ۶ عولیہ ۱۰

تشریح — صورت مسئلہ یہ ہے۔ میت نے خاوند — دو بہن ح — دو بہن اخ — اور ماں چھوڑے —
تو چھ عول کرتا ہے دو تہائی کی طرف کہ وہ چار ہیں طرف دس کے جبکہ جمع ہوں نصف اور دو تہائی اور تہائی اور چھٹا کہ خاوند۔ دو بہن ح — دو بہن اخیافی۔ ماں جمع ہوں + اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ قاضی شریح نے اس مسئلہ میں دس سہام میں سے خاوند کو تین سہام دیئے تھے۔ تو خاوند شہر در شہر قاضی صاحب کو خوار کرتا پھرتا تھا اور لوگوں سے دریافت کرتا پھرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی اور اس نے خاوند چھوڑا اور کوئی اولاد نہ بیٹے کی اولاد چھوڑی تو خاوند کو کیا ملنا چاہئے۔ تو لوگ کہتے تھے کہ خاوند کو نصف ملے گا۔ تو وہ کہتا تھا کہ شریح نے نہ مجھ کو نصف دیا نہ تہائی۔

یہ خبر قاضی صاحب کو بھی لگی۔ تو اُس کو بلوایا اور خوب سزا دی [کہ احکام شریعت کا کیوں خواہ مخواہ مضحکہ اڑاتا پھرتا ہے] اور کہا کہ مجھ سے پہلے امام عادل متقی نے ایسے مسئلہ میں (یعنی عول کے مسئلہ میں) سبقت کی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت عمر رضؓ نے ۔۔ شریفیہ ۶۹۔ (زلعول بثلثیہا ۰ وارادہ بہ عمرؓ) دیکھو دفعہ ۱۳۲۔ اس مسئلہ کو ام الفروخ بھی کہتے ہیں بوجہ کثرت عول کے ۔ ضوء السراج ۔ بعضوں نے مسئلہ اکدریہ کو ام الفروخ لکھا ہے ۔۔۔ عالمگیری

۹۔ منبریہ ۔ بیوی ۔ ۲ بیٹی ۔ ماں ۔ باپ

دیکھو دفعہ ۸۲

بیوی	۲ بیٹی	ماں	باپ	
۱/۸	۲/۳	۱/۶	۱/۶	
۳	۱۶	۴	۴	مسئلہ ۲۴ عولیہ ۲۷

[اگر بجائے ماں اور باپ کے دادی و دادا ہوں یا دادی اور باپ ہو۔ تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر بجائے دونوں بیٹیوں کے بیٹی اور پوتی تب بھی یہی حکم ہے ۔۔۔ فتاوی عالمگیری]

تشریح ۔ چوبیس عول کرتا ہے صرف ۲۷ کی طرف۔ ایک عول جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں کہ جس میں آٹھواں۔ دو تہائی اور چھٹا جمع ہوں۔ اور وہ یہ ہے: ۔۔ بیوی ۔ ۲ بیٹیاں ۔ ماں ۔ باپ ۔ اس کو منبریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا علی رضؓ سے جبکہ وہ کوفہ کی مسجد میں منبر پہ کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اور یہ الفاظ کہتے تھے [الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعًا ۔ ویجزی کل نفس بما تسعٰی والیہ المعاد والرجعٰی] تو آپ نے بغیر سوچے فوراً سائل کو جواب دیا۔ تو سائل نے کہا اگر کہا کیا بیوی کا فرضی حصہ ۱/۸ نہیں ہے۔ تو آپ فوراً بولے صار ثمنہا تسعًا یعنی آٹھواں نواں ہوگیا۔ اور خطبہ پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔ لوگوں کو آپ کی فطنت و ذکاوت پر بڑا تعجب ہوا۔ شریفیہ ۶۹ ۱ اما تری ۔۔۔۔ فطنتہ)

۱۰۔ یتیمیہ ۔ خاوند ۔ بہن ح (یا بہن علاتی)

مسئلہ کی صورت یہ ہے

دیکھو دفعہ ۸۲

خاوند	بہن ح	
۱/۲	۱/۲	
۱	۱	۔۔۔۔ مسئلہ ۲

تشریح ۔ میت نے خاوند اور بہن حقیقی یا بہن علاتی چھوڑی تو خاوند کو نصف اور بہن کو نصف ملیگا۔ اور یہ دونوں مسئلہ یتیمیہ کہلاتے ہیں اس واسطے کہ ترکہ دونوں وارثوں میں برابر تقسیم ہوگیا اور سوائے ان دو مسئلوں کے کسی میں پورا تقسیم نہیں ہوتا ۔ عالمگیری

۱۱۔ الزام ۔ خاوند ۔۔۔ ماں ۔۔۔ ۲ بھائی اخ

(دفعہ ۸۲)

خاوند	ماں	۲ بھائی اخ	
۱/۲	۱/۶	۱/۳	۔۔۔۔۔ حصص
۳	۱	۲	۔۔۔ ۔۔۔ مسئلہ ۶

تشریح ۔ میت نے خاوند اور ماں اور ۲ بھائی اخ چھوڑے ۔ تو نصف اور تہائی اور چھٹا حصہ ملا ۔ اصل مسئلہ ۶ سے ہوا ۔ اور یہ مسئلہ الزام ہے کیونکہ یہ مسئلہ ابن عباس کی طریق تقسیم پر ایک الزام ہے ۔ اس واسطے کہ اگر انھوں نے مسئلہ کی تقسیم یہی رکھی جیسا کہ یہاں ہوئی تو ماں تہائی سے محجوب ہوکر چھٹا حصہ پائے گی ۔ کیونکہ دو اخیافی بھائی موجود ہیں اور یہ ان کا قول نہیں ہے اور اگر ماں کا تہائی قرار دیا اور دو اخیافی بھائی کا چھٹا حصہ ۔ تو اخیافیوں کا حصہ کم کیا گیا ۔ اور یہ ان کا مذہب نہیں ہے اور نیز خلاف نص ہے ۔ اور اگر دونوں بھائیوں کے واسطے ۱/۳ مقرر کیا ۔ تو گویا عول کو تسلیم کیا ۔۔۔ فتاوی عالمگیری

۱۲۔ ام الارامل ۔ ۳ بیوی ۔ ۲ دادی ۔ ۴ بہن اخ ۔ ۸ بہن ح

مسئلہ کی صورت یہ ہے۔ اور ترکہ ۱۷ دینار ہے۔ [دیکھو دفعہ ۸۲

۳ بیوی	۲ دادی	۴ بہن اخ	۸ بہن ح	
۱/۴	۱/۶	۱/۳	۲/۳	
۳	۲	۴	۸	۔۔۔۔ مسئلہ ۱۲ عولیہ ۱۷

تشریح ۔ ام الارامل میت نے چھوڑا ۔ تین بیوی ۔ ۲ دادی چار بہن اخ ۔ ۸ بہن ح ۔ تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوگا۔ اس مسئلہ

کوام الارامل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب عورتیں ہیں۔ اور یہ مسئلہ اکثر امتحاناً بھی دریافت کیا کرتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے ۱۷ دینار چھوڑے اور ۱۷ عورتیں وارث چھوڑیں کہ ان میں سے ہر ایک عورت کو ایک ایک دینار ملا۔ مسئلہ کی کیا صورت ہے — فتاوی عالمگیری +

۱۳۔ اکدریہ۔ یا غرا۔ یا ام الفروخ۔ (بعضوں نے مسئلہ شریحیہ کو ام الفروخ لکھا ہے)

خاوند — ماں — دادا — بہن ح (یا بہن علاتی) مسئلہ کی یہ صورت ہے دیکھو دفعہ ۲۲ مسئلہ ۴

خاوند	ماں	دادا	بہن	مسئلہ	
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{2}$		دیکھو دفعہ ۸۲ +
۳	۲	۱	۳	مسئلہ ۶ عول سے ۹	
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	×		نزد حضرت ابوحنیفہ رح اور
۳	۲	۱		مسئلہ ۶	حضرت احمد بن حنبل رح

تشریح۔ یاد رہے کہ زید بن ثابت سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ ذوی الفروض سے نہیں قرار دیتے بلکہ اس کو عصبہ قرار دیتے ہیں۔ مگر مسئلہ اکدریہ میں۔ کہ وہ اس مسئلہ میں حقیقی بہن کو دادا کی موجودگی میں ذوی الفروض سے قرار دیتے ہیں۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے:۔ خاوند۔ ماں۔ دادا۔ بہن ح یا بہن ع + تو خاوند کو نصف ملیگا۔ ماں کو تہائی۔ دادا کو چھٹا۔ بہن کو نصف۔ پھر ملایا جائیگا دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ۔ پھر تقسیم کیا جائیگا یہ مجموعہ حصص مرد کو دگنے اور عورت کو اکہرے کے لحاظ سے۔ کیونکہ مقاسمہ بہتر ہوگا دادا کے واسطے چھٹے حصے سے اور باقی کے تہائی سے۔ اور یہ مسئلہ اصل میں ۶ سے ہوگا۔ کیونکہ نصف اور چھٹا تہائی جمع ہوئے ہیں۔ اور عول کریگا ۹ کی طرف۔ تو خاوند کو چھٹے کے تین حصے ملینگے اور ماں کو تہائی کے دو۔ اور دادا کو چھٹے کا ایک۔ تو اس طرح بہن کیواسطے کچھ نہیں بچتا تو ہم نے مسئلہ پہ نصف بڑھادیا تو اس طرح ۹ بن گئے۔ تو دادا کو ایک ملا۔ اور بہن کو تین۔ اور مجموعہ دونوں کا چار ہوئے جس کو دادا اور بہن پہ مرد کو عورت سے دگنے کے لحاظ سے تقسیم کیا تو تقسیم میں استقامت نہیں معلوم ہوئی۔ کیونکہ دادا تو دو بہنوں کے برابر ہے۔ اور چار تین پر مستقیم نہیں ہیں۔ تو ضرب دیا تین کو کہ عدد رؤس ہیں مسئلہ میں اور اس کے عول میں یعنی ۹ میں تو حاصل ہوئے ۲۷۔ لہذا مسئلہ صحیح ہوا ۲۷ سے۔ تو خاوند کو اس میں سے ۹ ملے۔ اور ۶ ماں کو اور تین دادا کو اور ۹ بہن کو پھر دادا کا حصہ بہن کے حصے سے ملایا جائیگا تو اس طرح بارہ ہوجائیں گے اور تقسیم کئے جائینگے دونوں میں (یعنی دادا اور بہن میں) تو دادا کو ۸ اور بہن کو چار ملیں گے + زید رض نے ابتداً بہن کو صاحبہ فرض قرار دیا تھا تاکہ میراث سے بالکل محروم نہ رہے اور پیچھے اس کو عصبہ قرار دیا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہوجائے (یعنی وہ دادا کہ جس کو بھائی کے مانند قرار دیا ہے) اگر تم یہ کہو کہ پہلا مسئلہ میں [یعنی جس میں خاوند۔ ماں۔ دادا۔ بہن ح۔ بیٹی تھے۔ دیکھو دفعہ ۲۲-۴] بہن کو صاحبہ فرض کیوں قرار نہ دیا کہ وہ اس مسئلہ میں محروم نہ ہوتی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ بہن کو صاحبہ فرض قرار دینے میں بیٹی کی موجودگی مانع ہے۔ (کیونکہ بیٹی عصبہ کردیتی ہے بہن کو) اور مسئلہ اکدریہ میں کہ یہاں بہن کو صاحبہ قرار دینے میں کچھ مانع نہیں ہے + بعض کہتے ہیں کہ شاید شیخ کی غرض پہلا مسئلہ ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جبکہ زید نے مسئلہ سابقہ میں بہن کے محروم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا جبکہ دادا کے واسطے چھٹا حصہ ہی بہتر ہے تو لاچار بہن کو محروم کرنے کے واسطے اس کو صاحبہ فرض قرار دیا۔ بیٹی کی موجودگی کو آڑ بنا کر۔ لیکن اکدریہ میں بہن کے محروم کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس مسئلہ میں تو صاحبہ فرض قرار دینا ممکن بھی ہے۔ تو جب اس کو حصہ دیا تو اس کے حصہ کو دادا کے حصہ سے زیادہ پایا تو اس کو مخلوط کرنے اور مرد کو عورت سے دگنا دینے کا حکم کیا + اکدریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بنی اکدر کی ایک عورت کے مرجانے پر پیش آیا تھا۔ تو جب وہ مرگئی تو مذکورہ ورثا چھوڑے تھے۔ تو اس مسئلہ میں زید کی طریق تقسیم میں غلطی واقع ہوئی تھی۔ تو یہ مسئلہ اسی کی طرف منسوب ہوا۔ [یعنی اکدریہ کہلانے لگا] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی اکدریہ میں سے ایک شخص حضرت زید کی طریق تقسیم کو مستحسن جانتا

تھا۔ تو عبدالملک بن مروان نے اُس سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ تو اس کا حل غلط آیا۔ تو یہ مسئلہ اکدریہ کہلانے لگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اکدریہ اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ اصحاب فرائض کو تکدر میں ڈالتا ہے (کیونکہ جب بہن کو ذی فرض مان لو تو مسئلہ عولیہ ہو جاتا ہے۔ اور سوائے بہن کے سب اصحاب فرائض کو نقصان پہنچاتا ہے) یا یہ کہو کہ دادا بہن کے حصہ کو مکدر کر دیتا ہے (کیونکہ بہن کا حصہ ۹ میں سے ۳ ہے۔ اور دادا کا حصہ ایک ہے۔ لہذا بہن کا حصہ مکدر ہونا ظاہر ہے۔ اسی واسطے دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اور یہ مجموعہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ تقسیم ہوتا ہے) اہل عراق اس مسئلہ کو غرا کہتے ہیں (یعنی روشن) کیونکہ یہ مسئلہ ان میں بہت مشہور چلا آرہا ہے[1]۔ شریفیہ ۱۰۲:
(اِعْلَمْ اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ .... فِیْهَا بَیْنَهُمْ)

حنفیہ کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باختلاف امام و صاحبین ثابت نہیں۔ اور نہ اکدریہ کا مسئلہ امام کے قول مفتی بہ پر ثابت ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک دادا باپ کے مانند ہے تو بہن کا حاجب ہوگا۔ لیکن صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے مانند نہیں۔ لہذا صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہے۔ (کذا فی الطحطاوی)۔ دیکھو دفعہ ۸۲ و نیز دفعہ ۲۲

۱۴۔ ثلاثیہ ابن مسعود — بیوی ۔ ماں ۔ ۲ بہن حقیقی ۔ ۲ بہن اخیافی ۔ بیٹا (قاتل)

بیوی	ماں	۲ بہن حقیقی	۲ بہن اخیافی	بیٹا (قاتل)	
۱/۸	۱/۶	۲/۳	۱/۳	X	
۳	۴	۱۶	۸	X	.... مسئلہ ۳۱

تشریح ۔ چوبیس کا عول ستائیس سے نہیں بڑھتا۔ لیکن ابن مسعود رضؓ کے نزدیک۔ کیونکہ ان کے نزدیک ۲۴ عول کرتا ہے ۳۱ تک۔ یعنی ۷ بڑھا کر۔ جیسے بیوی ۔ ماں ۔ ۲ بہن ح ۔ ۲ بہن اخ ۔ بیٹا محروم کی صورت میں۔ کیونکہ ان کے نزدیک بیٹا محروم بیوی کے حصہ کے واسطے حاجب ہوگا اور اُس کا حصہ ۱/۴ سے ۱/۸ کر دیگا۔ لہذا یہ مسئلہ ان کے نزدیک ۲۴ سے ہوگا۔ بوجہ موجود ہونے ۱/۸ کے کل نوع ثانی کے ساتھ۔ اور اس مسئلہ نے ۳۱ کی طرف عول اس واسطے کیا کہ صورت مذکورہ میں بیوی کے واسطے ۱/۸ ہے یعنی ۳۔ اور ماں کے لئے ۱/۶ ہے یعنی ۴۔ اور ۲ بہن ح کے واسطے ۲/۳ ہے یعنی ۱۶۔ اور دو اخیافی بہنوں کے لئے ۱/۳ ہے یعنی ۸۔ پس مجموعہ سہام ۳۱ ہوئے۔ اور اور لوگوں کے نزدیک سوائے حضرت ابن مسعود کے یہ مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ اور عول کرے گا ۱۷ کی طرف۔ شریفیہ ۶۹۔ ۷۰۔ (وَ لَا یَزَالُ .... اِلٰی سَبْعَةَ عَشَرَ) ✧ نیز دیکھو دفعہ ۸۴ سند ۱۴ ✧ یہ مسئلہ ثلاثہ ابن مسعود کہلاتا ہے۔ عالمگیری ۔

۱۵۔ عولیہ ۔ خاوند ۔ ماں ۔ بہن ح

خاوند	ماں	بہن ح
۱/۲	۱/۳	۱/۲
۳	۲	۳

{ یعنی عول کا وہ مسئلہ جو زمانہ اسلام میں اوّل ہی اوّل پیش آیا تھا
دیکھو دفعہ ۱۱۲ سند ا و ۲ و نیز دیکھو دفعہ ۸۲ ۔ }

تشریح ۔ میت نے خاوند، ماں، بہن ح چھوڑے۔ تو نصف اور تہائی اور نصف کی ضرورت ہے۔ اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اس کا عول ۸ سے ہوگا۔ یہ پہلا مسئلۂ عول اسلام میں واقع ہوا تھا۔ چنانچہ زمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں یہ صورت واقع ہوئی تھی۔ پس حضرت عمر رضؓ نے صحابہ رضؓ سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضؓ نے فرمایا ہے کہ ان سب پر ان کے سہام کے تناسب سے ترکہ تقسیم کر دیا جائے۔ سب نے اس کو تسلیم کیا۔ عالمگیری ۔ نیز دیکھو دفعہ ۱۳۷ سند ا۔

---

[1] اسی طرح اہل مدینہ طیبہ اسکوام الفروخ کہتے ہیں۔ ضیاء السراج ص ۵۲ دیکھو دفعہ ۹۹۔

ضمیمہ ۶ ـ فرائض نظم میں

یہ نظم ان شائقین کے واسطے درج کی گئی ہے جو میراث کے مسائل حفظ کرنے چاہتے ہیں۔
اشعار کے محاذ مختصر ترجمہ اور شرح بھی لکھدی گئی ہے۔

یہ نظم مولوی سید نوازش علیصاحب ساکن نگینہ کی تصنیف ہے جنھوں نے کل میراث کے مسائل نہایت صحت و خوبی سے اسمیں جمع کر دئیے ہیں۔

نظم		نمبر	معنی و تشریح
حمد خدا و نعت رسول			حمد خدا و نعت رسول
بعد حمد حق و صلوٰۃ رسول	عرض دارد فقیر آل بتول	۱	حمد خدا تعالیٰ اور درود رسول کے بعد۔ فقیر جو اولاد بتول سے ہے عرض کرتا ہے
ابن ناصر نوازش است بنام	یافت از ہند در نگینہ مقام	۲	اسکا نام نوازش علی ہے اور ناصر علی کا بیٹا ہے۔ اور ہندوستان میں نگینہ کا رہنے والا ہے۔

۱ ـ مصارف ترکہ

نظم		نمبر	معنی و تشریح
اولاً مال مردہ در قرضش	گر مرا ورا تعلق ہست بہ عین	۳	سب سے پہلے میت کا ترکہ اس قرضہ میں دینا چاہیے جسکا تعلق کسی شئے معین سے ہو۔
پس بہ تجہیز او ملا کم و بیش	حد و سنت است و قیمت بیش	۴	اسکے بعد تجہیز و تکفین بلا اسراف کیا جائے بغیر کمی بیشی کے۔ اور کفن مسنون ہو اور قیمت کا اندازہ اسکے گذشتہ زمانہ کے لباس
پس بہ دین دگر کہ نیست چناں	پس بموصی لہ ثلث بر ساں	۵	پس دوسرے قرضے ادا کئے جائیں جو ایسے نہوں یعنی جو عین شئے کے متعلق نہوں۔ اسکے بعد بقایا کا تہائی موصی لہ کو دو۔
پس بہ ذوی فروض و نسب عصبہ	بعد ازاں معتق از سبب عصبہ	۶	اسکے بعد ان کو جو ذوی الفروض ہیں اور عصبہ نسبی ہیں۔ اسکے بعد معتق کو جو عصبہ سببی ہیں۔
عصباتش پسش چو نہ باشند	پس بہ فرض نسب بہ رد پاشند	۷	اسکے بعد اسکے عصبات کو (یعنی عصبہ سببی کے) جو نہ ہوں۔ پھر ذوی الفروض نسبیہ پر بطریق رد دیدیں۔
بعد ازاں ذو رحم پسش اولے	از موالات ہر کہ شد مولے	۸	اسکے بعد ذوی الارحام کا نمبر ہے۔ پھر وہ شخص حقدار ہے جو موالات کیوجہ سے مولی ہوا ہے
آنکہ حامل شدہ بشر و خیمہ	پس مقر لہ النسب بہ غیر	۹	اور جس نے نیکی بدی کو اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اسکے بعد مقر لہ بالنسب علی الغیر ہے۔ اس
لیک آں غیر ہست زو منکر	و آں مقر شد بقول خویش مقر	۱۰	طرح کہ وہ غیر شخص اس نسب سے منکر ہے۔ لیکن وہ مقر اپنے اقرار پر اڑا ہوا ہے۔
پس بموصی لہ تمام و کمال	بعد ازاں می رسد بہ بیت المال	۱۱	اس کے بعد تمام مال موصی لہ کو جائے گا۔ اس کے بعد بیت المال کا حق ہے۔

۲ ـ موانع ارث

نظم		نمبر	معنی و تشریح
مانع ارث قتل ناحق دان	از مکلف کہ شد مباشر آں	۱۲	موانع ارث میں سے ایک قتل ناحق ہے کہ مکلف شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا ہو۔
رقیت اختلاف دین و دار	جہل ترتیب موت نیز شمار	۱۳	دوسرا رقیت یعنی غلام پن ہے۔ پھر اختلاف دین اختلاف دار۔ پھر وارث اور مورث کی موت کی ترتیب کا معلوم ہونا
نیست ممنوع مانع میراث	ہست محجوب حاجب وراث	۱۴	ممنوع الارث دوسرے کی میراث کا مانع نہیں ہے۔ ہاں جو محجوب ہے وہ اور ورثا کا حاجب ہے۔

۳ ـ ذوی الفروض

نظم		نمبر	معنی و تشریح
فرض شش بر دو نوع گشت عیاں	نصف و ربع و ثمن بود یک ازاں	۱۵	وارثوں کے حصے چھ ہیں کہ وہ دو نوع پر ہیں۔ ایک نوع کے تو آدھا چوتھائی اور آٹھواں ہے۔
ثلثان و ثلث و سدس دوین	دہ و دو مرد و زن شدہ اہل امین	۱۶	دوسری نوع دو تہائی اور تہائی اور چھٹا ہیں۔ اور انکے مستحق بارہ مرد اور عورتیں ہیں۔
اب و پس جد سپس و سالت ام	باذکر از ولد گرفت ششم	۱۷	پہلا باپ ہے پھر دادا (کہ ماں کا توسط نہو) کہ اس کو مذکر اولاد کی موجودگی میں چھٹا حصہ ملتا ہے

با بقیہ نیز بہرہ آں نیز بنت — محض تعصیب در گم ابنہا | ۱۸ | اور مونث اولاد کی موجودگی میں باقی بھی ملتا ہے اگر یہ دونوں نہوں تو ان کو عصوبت ملتی ہے۔

ولد مادر کلالہ لفرد — سدس در جمع ثلث و زن چوں مرد | ۱۹ | ماں کی اولاد (اخیافی) اگر میت کلالہ ہو۔ اگر ایک ہو تو اسکو چھٹا ملے اور کئی ہوں تو تہائی مذکر مونث کو برابر

زوج را نصف بے ولد با او — ربع و زوجات جملہ نصف شود | ۲۰ | خاوند کو نصف ملتا ہے غیر موجودگی ولد کے، اور موجودگی میں چوتھائی۔ اور انہی صورتوں میں بیوی کو خاوند کا نصف

بنت پس اسفلش چو بنت پسر — نصف گیرد دو ثلث بر اکثر | ۲۱ | بیٹی کو جبکہ اکیلی ہو اور اسکی عدم موجودگی میں پوتی کو نصف ملتا ہے۔ اور دو تہائی جب زیادہ ہوں

عصبات اند با اخ خودہا — مذکر مثل حظ دو انثیے | ۲۲ | یہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ساتھ۔ تو مرد کو دو عورتوں کا حصہ ملتا ہے

سدس بر سفلیات با علیا — حجب با دو گرکہ با ابنہا | ۲۳ | چھٹا ملتا ہے نیچے والے کو ایک اوپر والی کی موجودگی میں۔ دو اوپر والیوں سے وہ محجوب ہونگی ہاں اگر انکے ساتھ

یا فرو تر بود ذکر پیدا — عصبات اند ایں رجال و نسا | ۲۴ | یا ان سے نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہو۔ تو یہ عورت اور مرد عصبہ ہو جائیں گے۔

اخت عینی خلیفہ دختر — پدری گشت جائے بنت پسر | ۲۵ | حقیقی بہن بیٹی کے مانند ہیں حکم میں۔ اور علاتی پوتی کے مانند

خلفا را عصوبت است بہ شاں — با اصول و فروع نرجسہ ماں | ۲۶ | دونوں کو (یعنی حقیقی یا علاتی بہنوں کو) عصوبت ملتی ہے بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں۔

ام با ولد دو زا خوہ و اخت — سدس گیرد دگر نہ ثلث درست | ۲۷ | ماں اولاد کی موجودگی میں یا دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں چھٹا حصہ لیگی اور انکی عدم موجودگی میں تہائی

ثلث باقی ز حصہ زن و شو — گر بود با اب و یکے از اں دو | ۲۸ | ماں کو باقی کا تہائی ملتا ہے (یعنی خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد) اگر وہ باپ اور ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہو

بعد از اں جملہ جدہ را ششم است — نسب شاں چو بے اب ام است | ۲۹ | ماں نہو تو جملہ دادیوں کو چھٹا ملیگا اگر ان کا نسب بغیر علاقہ کسی نانا کے ہو۔

ابوی جملہ ساقط اند باب — باجد آں جدہ کو درو ست سبب | ۳۰ | باپ کی طرف کی تمام دادیاں باپ کی موجودگی سے ساقط ہونگی اور وہ دادی دادا کی وجہ سے محروم ہوگی جسمیں دادا سبب ہے۔

جملہ بعدی بمطلق قربے — ذو جہت ذوجہات راست سوی | ۳۱ | دور والیاں قریب والی سے ساقط ہوتی ہیں۔ ایک جہت کی دادی یا کئی جہتوں کی سب حصے میں شامل ہیں

۴ عصبات

عصبہ آخذ بقیہ فرض — کل برد چونکہ فرد یا بدعرض | ۳۲ | عصبہ وہ شخص ہے جسکو ملتا ہے وہ حصہ جو ذوی الفروض سے بچے۔ اور اکیلا ہونیکی صورت میں کل لے لیتا ہے

چار قسم است فرع و اصل خود — فرع اب باشد و فرع جد | ۳۳ | عصبات چار قسم ہیں، فروع۔ اصول۔ باپ کے فروع۔ دادا کے فروع۔

اقربش ابن پس فرو تر از اں — پس اب و بعد از انست عالی آں | ۳۴ | سب سے قریب بیٹا ہے۔ اسکے بعد باپ اور پھر اس سے اوپر والا۔ (یعنی دادا)۔

پس چو اخ ابن اخوہ عم عم اب — عم جد اقرب است پس اقرب | ۳۵ | پھر (فروع الاب) جیسے بھائی بھتیجا (پھر فروع الجد) جیسے چچا۔ پھر باپ کا چچا۔ دادا کا چچا۔ جو زیادہ قریب ہو۔ وہی پہلے ورثہ لے گا۔

۵ مخارج فروض

مخرج نصف دو سمی زد گر — گر بود واحد و چو شد اکثر | ۳۶ | مخرج نصف کا دو ہے اور باقی حصوں کا انکا ہمنام۔ اگر مسئلہ میں ایک ہی ہو۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں

لیک از نوع یک تو مخرج آں — از سمی قلیل آں میداں | ۳۷ | اور ایک ہی نوع کے ہوں تو مخرج ہمنام چھوٹے حصے کا ہے۔

نصف گر با تمام نوع دگر — یا بہ بعض است از ششش است بدر | ۳۸ | اگر نصف دوسری نوع کے کل حصوں کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ۶ سے ہوگا۔

چوں شود تنگ از فروض کثیر — عول او طاق و جفت تا دہ گیر | ۳۹ | اگر یہ مسئلہ یعنی ۶ تنگ ہو بسبب زیادہ حصہ ہونیکے تو عول اسکا طاق و جفت دس تک ہوگا

ربع با ثانی از دوازدہ است — عول او طاق تا بہفدہ است | ۴۰ | اگر چوتھائی کل نوع ثانی یا بعض کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ عول اسکا طاق ۱۷ تک ہوگا

ثمن با او شود ز بست و چہار — عول او بست ہفت شد یکبار | ۴۱ | اگر آٹھواں کل نوع ثانی کیساتھ جمع ہو تو مسئلہ ۲۴ سے ہوگا۔ اور عول اسکا ۲۷ ایک ہی ہوگا

۶ تماثل و تداخل و تباین و توافق

اسوۃ دو عدد تماثل شد — عدد کم بیش را تداخل شد | ۴۲ | دو عددوں کا یکساں ہونا تماثل ہے۔ شمار کر جانا کم عدد کا زیادہ کو تداخل ہے۔

پس تباین چو عاد شد واحد — کو توافق چو ثالث زائد | ۴۳ | تباین (دو عددوں کا) یہ ہے کہ صرف ایک انکو فنا کرے اور توافق یہ ہے کہ کوئی تیسرا عدد فنا کرے

شد توافق بہ نصف عاد چو دوست — گر سہ باشد بہ ثلث وفق درست | ۴۴ | توافق بہ نصف ہوگا اگر عاد دو ہے۔ اور اگر تین ہو تو توافق بہ ثلث ہے۔

۷ تصحیح مسائل

شعر		نمبر	تشریح
سہم یک طائفہ چوں شد منکسور	چوں توافق بایں دو شد منظور	۴۵	اگر ورثہ کے ایک فریق پر حصہ پورا نہ بٹے (تو حصہ کے عدد اور وارثوں کے عدد میں نسبت دیکھینگے) اگر توافق ہو
وفق فرقہ بزن بمخرج فرض	در تباین تمام اوست بعوض	۴۶	تو وفق فریق کو مخرج فرض میں ضرب دینگے اور تباین کی صورت میں کل کو مخرج فرض میں ضرب دینگے۔
گر بود کسر سہم طائفہ ہا	وفق یا کل ہر گروہے را	۴۷	اگر کئی فریق وارثوں کے منکسر ہوں تو وفق ہر فریق کا یا کل ہر فریق کا
باکل یا بوفق دیگر ببیں	در تماثل بزن یکے را زیں	۴۸	لحاظ کریں کل یا وفق دوسرے فریق کے کہ نسبت تماثل میں انمیں ایک کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہیے
ور تداخل فریق اکثر را	از ہمہ مخرج ایں بس است بما	۴۹	تداخل کی صورت میں بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں کہ حاصل ضرب سب کو پورا ہو جائیگا۔
وفق یک ور توافق و ہمہ تن	در تباین بکل دیگر زن	۵۰	اگر عدد روس فریقوں میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے میں اور جو تباین ہو تو کل کو دوسرے میں ضرب دیں
باز با حاصل دیگر دگر	ایں چنیں تا تمام فرقہ نگر	۵۱	تو حاصل ضرب سے تیسرے فریق کی نسبت کا لحاظ کریں اسی طرح باقی فریقوں کا دیکھتے جائیں
بعد ازیں ضرب مبلغ است تمام	در ہمہ مخرج و جمیع سہام	۵۲	اسی طرح آخر تک کرتے جاؤ پھر آخر کی حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں۔ تو مخرج اور
مثل نسبت بہ سہم و فرقہ او		۵۳	جو نسبت سہام کی اصل مسئلہ سے فریق کی طرف ہوگی۔ اسی نسبت سے حصہ
پس ز مضروب حظ مفرد جو			ایک وارث کا اس فریق میں سے ہوگا۔

۸ رد

شعر		نمبر	تشریح
فاضل از اہل فرض بے عصبات	رد بود غیر شوہر و زوجات	۵۴	جو کچھ بچ رہے ذوی الفروض سے اور عصبات نہوں تو وہی ذوی الفروض اسکو بطور رد لیویں سوائے خاوند و بیوی کے
ہر دو را از اقل مخرج شان	دادہ باقی باہل رد برسان	۵۵	خاوند و بیوی کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دے کر جو بچے وہ اہل رد کو دے دو۔
جنس واحد چو راس خود طلبد	اکثرش چوں سہام خویش برد	۵۶	اگر وہ جنس واحد ہوں (یعنی ایک فریق) تو اس بقایا کو انکے عدد روس پر برابر بانٹ دو۔
زوجہ و شوہر چو در میانہ کم است	مسئلہ از روس وا ز سہم است	۵۷	اگر خاوند و بیوی مسئلہ میں نہوں تو مسئلہ ان کے عدد روس سے ہوگا۔
گر بشود انکسار راست نما	باصولیکہ گفتہ ایم ترا	۵۸	اگر مسائل رد میں انکسار واقع ہو تو اس کی تصحیح کرلو ان اصولوں پر جو ذکر ہوئے۔

۹ ذوی الارحام

شعر		نمبر	تشریح
ذو رحم دان قریب با اموات	غیر ذی فرض باشد و عصبات	۵۹	ذو رحم وہ قریبی رشتہ دار ہے۔ جو نہ ذوی الفروض ہے اور نہ عصبہ۔
عصبہ سان چہار قسم شمر	اول اولاد بنت و بنت پسر	۶۰	عصبہ کیطرح چار قسم کے ہیں اول بیٹی کی اولاد و پوتی کی اولاد (یعنی فروع علاوہ ذوی الفروض عصبات کے)
جدہ فاسدہ دگر اجداد	پس بنات اخ و ز اخت اولاد	۶۱	پھر دادا غیر حقیقی۔ پھر اوپر کے دادا۔ پھر بھائی کی بیٹیاں اور بہنوں کی اولاد۔
پس ز جدین فرع عمہ بیار	قوت قرب و وصف اصل شمار	۶۲	پھر چوتھی قسم جدین کی فروع جیسے پھوپی ماموں خالہ (مادری چچا)۔ قوت قرابت کو ترجیح ہے۔ اور جسکی اصل وارث ہے اس شخص کے مقابلہ میں جسکی اصل غیر وارث ہے محروم ہوگا۔

۱۰ تخارج

شعر	نمبر	تشریح
گر کند صلح وارثے بر شے	۶۳	اگر کوئی وارث ترکہ میں سے کوئی شے معین لیکر دیگر ورثا سے مصالحت کرلے تو مسئلہ
کن ز تصحیح طرح سہم وے		کی تصحیح میں سے اس کا حصہ علیحدہ کردو۔

۱۱ مناسخہ

شعر		نمبر	تشریح
مرد گر وارثے تو مسئلہ اش	اول از وارثان او برکش	۶۴	اگر کوئی وارث تقسیم ترکہ سے پہلے مرجائے تو اس کا مسئلہ اسکے وارثوں کے موافق قائم کرو۔
پس سہامش ز میت اعلیٰ	راست چوں شد بمسئلہ فبہا	۶۵	تو اگر جو حصہ اس کو میت اعلیٰ سے ملا ہے۔ اگر وہ اس مسئلہ پر صحیح ہے تو فبہا۔
ورنہ ایں وفق مسئلہ یا کل	ضرب گردد در اولیں بر جل	۶۶	ورنہ (اگر مسئلہ میں موافقت ہے تو) وفق مسئلہ کو اور اگر مباینت ہے تو کل کو میت اعلیٰ کے مسئلہ میں ضرب دو۔
نیز در سہم وارثان علا	غیر میت ہمہ سہامش را	۶۷	اور نیز سب اوپر والے وارثوں کے سہام میں ضرب دو پھر سوائے میت کے تمام سہاموں کو

نظم	نمبر	ترجمہ
ضرب در سہم وارثانش وار باتوفقش بسہم ایشاں آر	۶۸	اس کے وارثوں کے سہام میں ضرب دو۔ یا وفق مسئلہ میں ضرب دو۔

۱۲۔ تقسیم ترکہ بہ تناسب سہام یا چہ فرض خواہان

نظم	نمبر	ترجمہ
مال و تصحیح گر مباین شد یا توافق و در و مباین شد	۶۹	اگر مال اور تصحیح مسئلہ میں مباینت ہے یا موافقت ہے۔
بہر مال یا بوفق بود ضرب سہم فریق یا مفرد	۷۰	تو کل مال میں یا اس کے وفق میں فریق کے حصہ کو ضرب دیں (اگر حصہ وفق دریافت کرنا ہو) اور فرد حصہ میں (اگر حصہ فرد کا دریافت کرنا ہو)
قسمت مبلغ است بہ تصحیح یا بوفقش کہ خارج است صریح	۷۱	حاصل ضرب کو بصورت تباین کل تصحیح پر اور بصورت موافقت تصحیح پر تقسیم کریں۔ خارج قسمت حصہ دونوں کا ہے۔
خط ہر دو چو کسر در مال است مال و تصحیح را چو حال است	۷۲	اگر مال میں کسر ہے تو مال اور تصحیح دونوں کو کسر کر لیں۔
دین و دائن چو سہم و وارث گیر ہمچو تصحیح دال دیون کثیر	۷۳	قرض اور قرض دہندہ مانند حصہ اور وارث کے ہیں اور قرضخواہوں کا مجموعہ مانند تصحیح کے

۱۳۔ میراث خنثی

نظم	نمبر	ترجمہ
کمتر از مرد و زن بود خنثیٰ آنکہ مشکل بود و گرنہ سوا	۷۴	خنثیٰ مشکل کو مرد یا عورت ٹھہرانے سے جو حصہ کم ملے وہ ملے گا۔ ورنہ سب کے برابر۔

۱۴۔ میراث حمل

نظم	نمبر	ترجمہ
حظ حمل اکثر است از زن و مرد لیک اخذ کفیل باید کرد	۷۵	حمل کا حصہ وہ رکھا جائے گا جو اس کو مرد یا عورت ٹھہرانے سے زیادہ ملے۔ لیکن کسی کو کمی بیشی کے واسطے کفیل بنا لینا چاہئے۔
گر رسد مستحق اوفبہا ورنہ باقی بوارث است سزا	۷۶	اگر حصہ (جو بچا رکھا تھا) اس کا پورا مستحق پیدا ہوا فبہا۔ ورنہ باقی وارثوں کو واپس کریں
حمل میت چو زاد برا کثر وارث و مورث است بے برتر	۷۷	حمل میت اگر زیادہ میعاد کے اندر پیدا ہو تو وارث ہوگا اور دوسروں کو اس سے ورثہ پہنچیگا۔
حمل غیرش چو براقلش زاد ارث گیرد نہ براقلش زاد	۷۸	حمل غیر میت کا جو اقل مدت حمل پر پیدا ہو میراث پائیگا اور نہ وہ جو اقل سے زیادہ پر پیدا ہو
طفل گر پا و ناف یا سر و بر زندہ زاد و بمرد وارث بر	۷۹	بچہ اگر پاؤں اور ناف یا سر اور سینہ تک پیدا ہو زندہ اور پھر مر جائے تو میراث لے گا۔

۱۵۔ میراث مفقود

نظم	نمبر	ترجمہ
مال مفقود را معطل کن تا نود سال از ولادت او	۸۰	مال مفقود کا معطل رہیگا نوے برس تک اس کی پیدائش سے۔
ہمچنیں حظ او ز غیر شمار زندہ در مال و مردہ در حظ دار	۸۱	اسی طرح اس کا حصہ غیر سے معطل پڑا رہیگا۔ اپنے مال میں حکم زندہ کا رکھتا ہے۔ اور حصہ لینے میں حکم میت کا رکھتا ہے
پس برہ مال وارث حالے حظ بگرداں بہ وارث حالے	۸۲	تو اس کا مال حال کے وارث کو دیا جائے گا۔ اور حصہ پھر جائیگا اپنے والے وارث کو

۱۶۔ میراث مرتد

نظم	نمبر	ترجمہ
نبود وارث کسے مرتد مگر از دین ملک برگردد	۸۳	مرتد کسی کا وارث نہیں ہوتا نہ مسلمان کا نہ دوسرے مرتد کا نہ کافر کا۔ ہاں اگر کسی شہر کے سب لوگ مرتد ہو جائیں
کسب زن کسب مرد و اسلام بمسلماں و گرنہ حق عوام	۸۴	تو آپس میں وارث ہوگا۔ عورت کی کمائی مطلقاً اور مرد کی زمانہ اسلام کی مسلمانوں کا حق ہے۔ اور دوسری صورت میں عوام مسلمین کا حق ہے۔

۱۷۔ میراث اسیر

نظم	نمبر	ترجمہ
حکم اسیرے مجہول حال نشاں حکم مفقود گشتہ است عیاں	۸۵	قیدی کا حکم یعنی جن کو کفار قید کر کے لے جائیں اور کچھ حال معلوم نہ ہو۔ ان کا حال مثل مفقود کے ہے۔ اگر حال معلوم ہو تو مثل سب مسلمانوں کے ہے۔

ضمیمہ — فضلا میراث و دیگر اشخاص

جن کے اسمائے گرامی اس کتاب میں مذکور ہوئے ہیں (بترتیب حروف تہجی)

ابراہیم نخعی — یعنی ابن یزید نخعی۔ نخع ایک قبیلہ تھا یمن میں جو آپ اُس سے متعلق تھے اور تابعین میں سے تھے۔ آپ کا انتقال ۹۶ھ میں ہوا۔

ابن ابی لیلیٰ — یعنی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ الانصاری۔ کوفہ کے قاضی تھے ۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی — مقدمۃ الہدایہ۔

ابن سماعہ — کنیت آپ کی ابوعبداللہ تھی اور پورا نام محمد بن سماعہ بن عبید بن ہلال تھا۔ بڑے بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ دو سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ خلیفہ المامون کی طرف سے بغداد میں قاضی تھے۔ ۲۳۳ھ میں انتقال فرمایا — از مقدمۃ الہدایہ۔

ابن سیرین — یعنی محمد بن ابن سیرین۔ آپ بہت بڑے عابد تھے۔ آپ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی — تقریب التہذیب۔

ابن عباس — یعنی عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی ابن عم رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ بڑے جلیل القدر علامہ تھے۔ اور آپکی واقفیت بہت وسیع تھی۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر غالباً پندرہ سال تھی۔ طائف میں ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں وفات پائی اور محمد بن حنیفہ نے آپ کی نماز پڑھائی تھی — مقدمۃ الہدایہ۔

ابن عمر — آپ کا نام عبداللہ تھا۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن۔ آپ کی وفات ۸۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ نے زندگی میں ایکہزار غلام آزاد کئے تھے بلکہ زیادہ — مقدمۃ الہدایہ۔

ابن مبارک — یعنی عبداللہ ابن مبارک المروزی۔ آپ فقیہ اور عالم تھے۔ ۱۸۱ھ میں انتقال فرمایا — تقریب التہذیب۔

ابوبکر صدیق — آپ رسولخدا صلعم کے خلیفہ اوّل تھے اور رسولخدا صلعم آپ کے داماد تھے اور غار میں بھی آپ آنحضرت کے ہم جلیس رہے اور آپ اکثر سفر و حضر میں رسولخدا کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ نے قصہ معراج کی بلاچون وچرا تصدیق کی جس کی وجہ سے آپکا لقب صدیق ہوگیا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد آپ کی خلافت دو سال کچھ ماہ تک رہی۔ آپ کی وفات پیر کے روز ماہ جمادی الاولی ۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی — مقدمۃ الہدایہ۔

ابوجعفر فقیہ — آپ بلخ ہندوانی کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے شیخ تھے اور چھوٹے ابوحنیفہ کہلاتے تھے آپکا انتقال ۳۶۲ھ میں ہوا جیسا کہ امام الیافعی نے ذکر کیا ہے — مقدمۃ الہدایہ۔

ابوسعید الخدری آپ شہید ہوئے تھے۔ اکثر نے روایت کیا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں ہوئی — تقریب التہذیب۔

ابوسلیمان۔ آپ کا پورا نام موسیٰ ابن سلیمان الجوزجانی تھا۔ آپ نے علم فقہ محمد رح سے سیکھی تھی۔ مفتاح السعادت میں لکھا ہے کہ خلیفہ المامون نے آپ کو عہدہ قضا پر مقرر کردیا تھا مگر آپ نے استعفا دیدیا — مقدمۃ الہدایہ۔

ابوحنیفہ — امام ابوحنیفہ یعنی نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ کوفہ کے رہنے والے تھے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فقیہ زبردست اور امام وقت تھے۔ آپ منکسر المزاج تھے۔ ابوالمنصور امام جعفر نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلوایا تاکہ آپ کو قاضی بنائے لیکن امام صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں قضا کی اہلیت نہیں رکھتا۔ منصور نے کہا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ امام صاحب بولے کہ جھوٹے کو قاضی کس طرح بنا سکتے ہو۔ تو منصور نے آپ کو قید کر دیا اور وہاں ہی آپ نے وفات پائی ۱۵۰ھ تھا — مقدمۃ الہدایہ۔

ابی عبیدہ — یعنی عامر ابن عبداللہ الجراح۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے شیخین کے بعد آپ رسولخدا صلعم کو زیادہ محبوب تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون میں انتقال فرمایا — تقریب التہذیب۔

ابوموسیٰ اشعری۔ آپ کا پورا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم تھا۔ آپ جلیل القدر صحابی تھے۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبید اور عدن پر ان کو عامل مقرر فرمایا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کوفہ کے والی مقرر کئے گئے تھے۔ بہت خوش آواز تھے۔ آپ کا انتقال ۴۲ھ میں ہوا۔ بعض کے نزدیک کوفہ میں اور بعض کے نزدیک مکہ میں — مقدمۃ الہدایہ۔

ابی بن کعب — کنیت ابوالطفیل ہے۔ یہ فضلائے صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۹ھ میں ہوا۔ مگر بعض کے نزدیک ۳۲ھ میں ہوا — تقریب التہذیب۔

ابولبابہ ۔ انصاری مدنی ۔ آپ کا نام بشیر تھا۔ اہل نقباء میں سے ایک تھے۔ خلافت علی تک زندہ رہے۔

السجاوندی ۔ سراج الدین محمد بن عبدالرشید۔ جنہوں نے نہایت مشہور اور مستند کتاب فرائض پر لکھی جو سراجی کے نام سے مشہور ہے۔

الشیم ۔ ایک صحابی کا نام ہے۔

الدارقطنی ۔ آپ بغداد کے ایک جلیل القدر محدث تھے۔ بغداد میں ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ دارقطن بغداد میں ایک محلہ ہے وہاں آپ کا مکان تھا۔ اس وجہ سے دارقطنی کہلانے لگے۔

الدارمی ۔ آپ کا نام حافظ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل التمیمی السمرقندی تھا۔ آپ کا انتقال ترویہ کے روز (یعنی ۸ ذی الحجہ کو) ہوا تھا اور عرفہ کے روز دفن کئے گئے ۲۵۵ھ تھا۔

امام سرخسی یعنی شمس الائمہ السرخسی۔ سرخس ایک مقام ہے خراسان میں آپ وہاں کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم اور فقیہ حنفی تھے۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن سہل اور کنیت ابوبکر تھی جیسا مفتاح السعادت میں لکھا ہے۔ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے ساتھ بغرض تجارت بغداد آئے تھے جمادی الاولیٰ ۲۹۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مقدمۃ الہدایہ۔

امام ابویوسف۔ آپ کا پورا نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب تھا۔ ۱۱۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک سے ملے تھے اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ آخرکار بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں ہی قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا۔

امام محمد۔ یعنی ابن الحسن ابن فرقد الشیبانی۔ کوفہ میں پیدا ہوئے اور امام ابوحنیفہ کے دو سال خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ابویوسف پر فقہ میں سبقت لے گئے۔ اور امام مالک سے احادیث سیکھیں اور امام شافعی کی والدہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ پھر امام محمد نے اپنے تمام مال اور کتب خانہ کو امام شافعی کے سپرد کر دیا۔ رے کے مقام پر وفات پائی۔ مقدمۃ الہدایہ۔

امام مالک رح۔ یعنی مالک بن انس۔ تبع تابعین میں سے تھے۔ ابن حجر کے نزدیک آپ کی پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ مقدمۃ الہدایہ۔

ثابت بن دحداح ثابت ابن الدحداح یوم احد میں شہید ہوئے۔ بعض کے نزدیک حدیبیہ کی لڑائی میں مارے گئے۔ تجرید الصحابہ لحافظ شمس الدین ذہبی۔

جابر ۔ یعنی ابن زید ابوالشعثاء الازدی۔ آپ کنیت سے مشہور ہیں اور تابعین میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ تقریب التہذیب۔

جابر ۔ یعنی جابر بن عبداللہ۔ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو اہل بیعت رضوان میں سے تھے۔ ۹۴ سال زندہ رہ کر مدینہ میں ۷۸ھ میں انتقال فرمایا۔

حذیفہ ۔ یعنی ابن الیمان۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو مدائن پر عامل بنایا تھا۔ حضرت عثمان کے قتل کے چالیس روز بعد آپکا انتقال ہو گیا۔

حسن بصری۔ آپکا نام ابوسعید الحسن بن ابی الحسن یسار البصری تھا۔ بڑے پرہیزگار اور فقیہ تھے اور تابعین میں سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار زید بن ثابت الانصاری رضؓ کے غلام تھے اور آپ کی والدہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی (جو رسول اللہ صلعم کی زوجہ تھیں) لونڈی تھیں۔ جب آپ کی والدہ کسی کام کے واسطے جاتی تھیں اور یہ ضد کرتے تو حضرت ام سلمہ اپنی چھاتی ان کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ام سلمہ کے دودھ کی برکت ہے کہ ان میں فصاحت و بلاغت بے حد تھی۔ حضرت عمر رضؓ کی ختم خلافت سے دو سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۱۰ھ میں بصرہ میں ماہ رجب میں بروز جمعرات وفات پائی اور جمعہ کے روز دفن ہوئے۔ مقدمۃ الہدایہ۔

خارجہ ۔ بن زید بن ثابت۔ آپ ابوزید المدنی کہلاتے تھے اور تابعین میں سے تھے۔ ثقہ اور فقیہ تھے۔ ۱۰۰ھ میں انتقال ہوا لیکن بعض کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ہوا۔ تقریب التہذیب۔

خصاف ۔ یعنی ابوبکر احمد ابن عمر الشیبانی۔ بڑے محدث تھے۔ زمانہ مہتدی باللہ سے پہلے تھے۔ زاہد اور متقی تھے۔ اور روزی اپنی دستکاری سے کماتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الخراج، کتاب الحیل، ادب القاضی، احکام الوقف وغیرہ ہیں۔ ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

خواہرزادہ۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ۔ ماوراء النہر کے ایک فقیہ تھے۔ آپ کا نام محمد بن حسین بن محمد البخاری تھا۔ اور کنیت ابوبکر تھی۔ اور

چونکہ قاضی ابوثابت محمد بن احمد البخاری کے بہن کے بیٹے تھے۔ اس واسطے خواہرزادہ مشہور ہوگئے تھے۔ بہت عالم آدمی تھے۔ آپکی وفات بخارا میں ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۷۳ھ میں واقع ہوئی۔ بعض کے نزدیک سنہ ۴۸۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔ کتاب الذخیرہ آپ ہی کی تصنیف ہے — مقدمۃ الہدایہ۔

رافع — ابن خدیج۔ آپ صحابی جلیل تھے۔ احد کی لڑائی اور خندق میں موجود تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۷۴ھ میں ہوئی — التقریب التہذیب۔

زبیر یعنی ابن العوام۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جنگ جمل کے واقعہ کی واپسی کے بعد سنہ ۳۶ھ میں آپ قتل کئے گئے — تقریب التہذیب۔

زفر — یعنی ابن الہذیل بن قیس فقیہ۔ آپ بہت بڑے عالم اور عابد تھے۔ اور سب سے پہلے اصحاب حدیث میں سے آپ ہی ہیں اور آپ مجتہد بھی تھے۔ حماد ابن ابوحنیفہ کا مقولہ ہے کہ امام ابویوسف کے بعد ابوحنیفہ کے مثل سوائے زفر کے کوئی نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی اور وفات ماہ شعبان سنہ ۱۵۸ھ میں — مقدمۃ الہدایہ۔

زہری — محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الزہری۔ آپ تابعین میں سے تھے اور مدینہ منورہ میں رہائش رکھتے تھے۔ ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا — مقدمۃ الہدایہ۔

زید بن ثابت صحابی۔ انصاری۔ خزرجی۔ رسولخدا صلعم کے ساتھ سترہ حملوں میں شریک رہے۔ آخرکار سنہ ۴۶ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا — مقدمۃ الہدایہ۔

سعد بن ابی وقاص ۔ آپ ایک صحابی تھے۔ آپ کی کنیت ابواسحٰق تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ کی وفات عقیق میں سنہ ۵۵ھ میں ہوئی۔ مقدمۃ الہدایہ

سعید بن جبیر ۔ تابعین میں سے تھے۔ جب کوئی ابن عباس سے فتویٰ پوچھنے جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ سعید بن جبیر سے کیوں نہیں پوچھتے۔ حجاج ظالم نے سنہ ۹۵ھ میں انہیں شہید کیا — مقدمۃ الہدایہ۔

سفیان ۔ یعنی ابن سعید المسروق الثوری۔ آپ کی وفات سنہ ۱۶۱ھ میں ہوئی — تقریب التہذیب۔

سہیل یعنی سہیل بن حنیف بن واہب الانصاری۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ کا انتقال زمانہ خلافت حضرت علی میں ہوا تھا۔

سید شریف یعنی سید شریف علی بن محمد الجرجانی۔ آپ نے سراجی کی شرح نہایت جامع اور مبسوط لکھی جو شریفیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا انتقال سنہ ۸۱۶ھ میں ہوا۔

شریح سنہ ۷۵ھ میں کوفہ کے قاضی تھے۔ آپ کی عمر ۱۲۰ برس کی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم کے زمانہ میں زندہ تھے۔ بعض کہتے ہیں آپ کو آنحضرت صلعم کے روبرو حاضر ہونے کا فخر بھی حاصل ہوا تھا۔

شریک ابن عبداللہ۔ کنیت عبداللہ النخعی۔ مہدی کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے۔ زبردست فقیہ تھے۔ آپ کی جائے پیدائش بخارا تھی۔ سنہ ۱۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔

شعبی ۔ کوفہ کے رہنے والے تابعین میں سے تھے۔ مکحول نے کہا ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ کوفہ میں غالباً سنہ ۱۰۴ھ کے بعد انتقال فرمایا۔ ہدایہ

طاؤس یعنی ابن کیسان الیمانی۔ آپ کا نام ذکوان تھا اور طاؤس آپ کا لقب تھا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۶ھ میں ہوئی۔ آپ تابعین میں سے تھے — تقریب التہذیب

طحاوی — آپ کا پورا نام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامت الازدی الطحاوی ہے۔ آپ پہلے امام شافعی کے پیرو تھے۔ پھر اپنے ماموں کے طریق پر حضرت ابوحنیفہ کے پیرو ہوگئے۔ سنہ پیدائش ۲۲۹ ہجری ہے۔ اور سنہ وفات ۳۲۱ ہجری۔ آپ قرافہ میں مدفون ہوئے اور آپکا مزار وطحا کے نام سے مشہور ہے — مقدمۃ الہدایہ

عامر الشعبی ۔ آپ کا پورا نام عامر بن شراحیل الشعبی تھا۔ شعب یمن میں ایک پہاڑ ہے۔ آپ وہاں کے رہنے والے تھے۔

عائشہ رضؓ — آپ حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی تھیں۔ اور آنحضرت رسولخدا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور سب سے زیادہ فقیہ تھیں۔ آپکا انتقال سنہ ۵۸ھ میں ہوا۔ مقدمہ

عباس ابن عبدالمطلب۔ یہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ کفار کے ساتھ یوم بدر میں قید ہوئے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ فتح بدر کے بعد مسلمان ہوگئے تھے آپ کا انتقال سنہ ۳۲ھ میں ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عوف ۔ قرشی زہری۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔ واقعہ اصحاب فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ اکثر جنگوں میں حاضر رہے۔ آپ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا نبی صلی اللہ علیہ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن تبدیل کر دیا تھا۔ آپ کا انتقال سنہ ۳۲ھ یا سنہ ۳۳ھ میں ہوا — مقدمۃ الہدایہ۔

عبداللہ بن مسعود یعنی ابن مسعود ابن غافل ابن حبیب الہذلی۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی آپکو رسولخدا صلعم کی نعلین برداری کی عزت حاصل تھی۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ آپ کا انتقال مدینہ میں ہوا بعض کے نزدیک سنہ ۳۲ھ اور بعض کے نزدیک سنہ ۳۳ھ میں۔

عبیدہ بن عمرو السلمانی - عالم جید تھے۔ شریح کو جب مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی تو ان سے پوچھتے تھے۔ آپ کا انتقال صحیح روایت کے بموجب سنہ ۷۲ھ میں ہوا۔ تقریب التہذیب

عثمان یعنی ابن عفان۔ آنحضرت نے اپنی لڑکی رقیہ سے ان کا عقد نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد دوسری لڑکی ام کلثوم سے عقد نکاح ہوا۔ آپ کا لقب ذو النورین تھا۔ واقعہ فیل کے بیس سال کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔ سنہ ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے۔ ــــ مقدمۃ الہدایہ

عروہ بن زبیر مشہور تابعین میں سے تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۹۴ھ میں ہوئی ــــ تقریب التہذیب

علی رض ــــ یعنی علی بن ابی طالب بن عبد مناف ابن عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ آنحضرت کی دختر فاطمہ زہرا کا عقد آپ سے ہوا۔ عبد اللہ بن ملجم کے ہاتھ سے ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں قتل ہوئے۔ ــــ مقدمۃ الہدایہ

عمر بن الخطاب حضرت عمر رض۔ آپ کا نسب نامہ مختصر یہ ہے۔ ابن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط القرشی۔ کنیت ابو حفص تھی۔ بڑے جید عالم اور صاحب فہم تھے۔ آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کے واسطے باعث نصرت تھا۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں بدھ کے روز سنہ ۲۳ھ میں ہوا۔

عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم ابن العاص اموی امیر المومنین۔ آپ ولید کے دور حکومت مدینہ کے والی ہو گئے۔ اور آپ کی خلافت خلفائے راشدین میں سے شمار کی گئی ہے۔ وفات ماہ رجب سنہ ۱۰۱ میں ہوئی اور آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ مدت خلافت ڈھائی سال ہوئی۔

عمرو بن دینار المکی۔ تابعین میں سے تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۲۶ھ میں ہوئی ــــ تقریب التہذیب

عیسیٰ بن ابان۔ آپ کوفہ کے رہنے والے اور صاحب حدیث تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۲۲۱ھ میں ہوئی ــــ حاشیہ نور الانوار

قبیصہ ــــ آپ کی وفات سنہ ۸۰ھ کے بعد ہوئی ــــ تقریب التہذیب

قتادہ یعنی ابن دعامۃ بن قتادہ السدوسی۔ عالم جید تھے اور تابعین میں سے تھے ــــ تقریب التہذیب

کلبی ــــ یعنی محمد بن السائب۔ آپ تابعین میں سے تھے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۴۶ھ کے بعد ہوا ــــ تقریب التہذیب

لقیس یعنی ابن عاصم بن سنان بن خالد منقری۔ صحابی مشہور۔ جوانی میں بصرہ میں قیام کیا ــــ تقریب التہذیب

لیث یعنی ابن سعد بن عبد الرحمٰن الفہمی۔ کنیت ابو الحارث المصری۔ تبع تابعین میں سے تھے۔ ماہ شعبان سنہ ۱۷۵ھ میں انتقال ہوا ــــ تقریب التہذیب

مجاہد ــــ یعنی ابن جبیر ابو الحجاج المخزومی مکی۔ امام التفسیر والعلم۔ آپ کی وفات غالباً سنہ ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ عمر ۸۳ سال تھی ــــ تہذیب الاسماء

محمد بن الحسن ــــ حسن بن زیاد کہلاتے تھے اور کوفہ کے قاضی تھے اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد۔ آپ کی نسبت مشہور ہے کہ آپ نے بارہ ہزار حدیثیں جمع کر کے لکھی تھیں۔ سنہ ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا ــــ از مقدمۃ الہدایہ

محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی ابن ابی طالب الہاشمی ابو القاسم بن حنفیہ۔ سنہ ۸۰ھ کے بعد انتقال فرمایا ــــ تقریب التہذیب

محمد بن علی یعنی محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔ سنہ ۱۱۰ھ کے بعد انتقال فرمایا ــــ تقریب التہذیب

محمد بن فضل ــــ آپ نے بخارا میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

محمد بن سلمہ یعنی محمد بن مسلمۃ بن سلمۃ الانصاری ایک مشہور صحابی تھے۔ آپ بڑے فاضل تھے۔ سنہ ۴۰ھ کے بعد آپ کی وفات ہوئی ــــ تقریب التہذیب

مزنی ــــ یعنی ابو ابراہیم اسمعیل۔ آپ امام طحاوی کے ماموں تھے ــــ مقدمۃ الہدایہ

مسروق یعنی ابن الاجدع۔ آپ بڑے فقیہ تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۶۲ھ میں ہوئی ــــ تقریب التہذیب

معاویہ۔ یعنی ابن ابی سفیان۔ ایک صحابی تھے۔ قبل فتح مکہ آپ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی وفات ماہ رجب سنہ ۶۰ھ میں ہوئی۔ ــــ مقدمۃ الہدایہ

مغیرہ ــــ ایک مشہور صحابی تھے۔ جنگ حدیبیہ سے قبل آپ مشرف باسلام ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ بصرہ کے عامل مقرر ہوئے اور اس کے بعد کوفہ کے سردار بنے۔ آپ کی وفات سنہ ۵۰ھ میں ہوئی ــــ تقریب التہذیب

نوح بن دراج۔ آپ کی وفات سنہ ۱۸۲ھ میں ہوئی ــــ مسند امام اعظم

ہزیل بن شرحبیل الاودی الکوفی۔ آپ کا انتقال سنہ ۷۰ھ میں ہوا ــــ تقریب التہذیب

ضمیمہ ۸ — جملہ ورثہ و غیر ورثہ

اس ضمیمہ میں جملہ ورثا و متعلقین جمع کئے گئے ہیں جنکو میراث ملتی ہے یا نہیں ملتی۔

نقشہ ۲۰۰ — جملہ ورثا جن کو ورثہ ملتا ہے۔ بہ ترتیب حروف تہجی و بذریعہ علامات

ذوی الفروض و عصبات میت سے چار پشت اوپر اور نیچے — ذوی الارحام میت سے تین پشت اوپر اور نیچے +

(اس فہرست میں ذوی الفروض و عصبات ۲۵ میں اور ذوی الارحام ۲۶۸)

ع = علاتی + ح = حقیقی + اخ = اخیافی + ۱ = بیٹا + ع = بیٹی — ماں و باپ کے ساتھ نشان (۱ع) ماں باپ کے معنی میں ہونگے۔ باپ ع = باپ کی ماں

نمبر شمار	ورثا	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱	باپ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲	بھائی ح	۱	۱۱	۱۱۱	۱۱۱۱	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۳	بھائی ع	۱	۱۱	۱۱۱	۱۱۱۱	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۴	بھائی اخ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۵	بہن ح	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۶	بہن ع	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۷	بہن اخ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۸	بیٹا	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	۰	ع۱	عع۱	۱ع	۰	ع۱۱	۰	۱ع۱	۰	۰
۹	بیٹی	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	۰	ع۱	۰	۱ع	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	پھوپی ح	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۱	پھوپی ع	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۲	پھوپی اخ	۱	۱۱	۱۱۱		ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۳	چچا ح	۱	۱۱	۱۱۱	۱۱۱۱	ع	عع	۰	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۰	۱ع۱	۰	۱۱۱۱۱
۱۴	چچا ع	۱	۱۱	۱۱۱	۱۱۱۱	ع	عع	۰	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۰	۱ع۱	۰	۱۱۱۱۱
۱۵	چچا اخ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۶	خالہ ح	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۷	خالہ ع	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۸	خالہ اخ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۱۹	خاوند و بیوی	۱	۱۱	۱۱۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۰	ماموں ح	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۲۱	ماموں ع	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۲۲	ماموں اخ	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۲۳	ماں	۱	۱۱	۱۱۱	۰	ع	عع	ععع	ع۱	عع۱	۱ع	۱۱ع	ع۱۱	۱عع	۱ع۱	ع۱ع	۰
۲۴	مولیٰ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۵	عصبہ مولیٰ	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

نقشہ ۲۰۳

جملہ ذوی الفروض وعصبات اور انکے حصے جو آپس میں ایک دوسرے کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کم وبیش ہوجاتے ہیں اس نقشہ سے صاف طور پر معلوم ہونگے ۔

ح = حقیقی
ع = علاتی
اخ = اخیافی
(ع) = عصوبت

ک = کل ترکہ
ق = باقی ترکہ
▨ = مقررہ حصہ سے کم
● = محروم
۱:۲ کا مطلب نیچے لکھا گیا ہے ۔

نمبر شمار	ورثاء		تنہا	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
				بموجودگی		بموجودگی		بموجودگی		بموجودگی		بموجودگی		بموجودگی		بموجودگی	
				بیٹی	بیٹیاں	پوتی	پوتیاں	ماں	دادی	بہن حقیقی	بہنیں حقیقی	بہن علاتی	بہنیں علاتی	بھائی یا بہن اخیافی	کئی بھائی یا بہن اخیافی	خاوند	بیوی
۱	بیٹی کو	کیا ملیگا	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۲	بیٹیوں کو	کیا ملیگا	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۳	پوتی کو	کیا ملیگا	۱/۲	▨ ۱/۶	●	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۴	پوتیوں کو	کیا ملیگا	۲/۳	▨ ۱/۶	●	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۵	ماں کو	کیا ملیگا	۱/۳	▨ ۱/۶	▨ ۱/۶	▨ ۱/۶	▨ ۱/۶	×	۱/۳	۱/۳	▨ ۱/۶	۱/۳	▨ ۱/۶	۱/۳	▨ ۱/۶	۱/۳	۱/۳
۶	دادی کو	کیا ملیگا	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	●	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶
۷	بہن حقیقی کو	کیا ملیگا	۱/۲	ق	ق	ق	ق	۱/۲	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۸	بہنوں حقیقی کو	کیا ملیگا	۲/۳	ق	ق	ق	ق	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۹	بہن علاتی کو	کیا ملیگا	۱/۲	ق	ق	ق	ق	۱/۲	۱/۲	▨ ۱/۶	●	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۱۰	بہنوں علاتی کو	کیا ملیگا	۲/۳	ق	ق	ق	ق	۲/۳	۲/۳	▨ ۱/۶	●	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۱۱	بھائی یا بہن اخ کو	کیا ملیگا	۱/۶	●	●	●	●	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۳	۱/۳	۱/۶	۱/۶
۱۲	بھائی بہنوں اخ کو	کیا ملیگا	۱/۳	●	●	●	●	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳
۱۳	خاوند کو	کیا ملیگا	۱/۲	▨ ۱/۴	▨ ۱/۴	▨ ۱/۴	▨ ۱/۴	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	×	×
۱۴	بیوی کو	کیا ملیگا	۱/۴	▨ ۱/۸	▨ ۱/۸	▨ ۱/۸	▨ ۱/۸	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	×	۱/۴
۱۵	بیٹے کو	کیا ملیگا	ع	۱:۲	۱:۲	کل	کل	ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ق	ق
۱۶	پوتے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	۱:۲	۱:۲	ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ق	ق
۱۷	باپ کو	کیا ملیگا	ع	۱/۶+ق	۱/۶+ق	۱/۶+ق	۱/۶+ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ق	ق
۱۸	دادا کو	کیا ملیگا	ع	۱/۶+ق	۱/۶+ق	۱/۶+ق	۱/۶+ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ق	ق
۱۹	بھائی حقیقی کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	۱:۲	۱:۲	کل	کل	ق	ق	ق	ق
۲۰	بھائی علاتی کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	۱:۲	۱:۲	ق	ق	ق	ق
۲۱	بھائی ح کے بیٹے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۲	بھائی ع کے بیٹے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۳	چچا حقیقی کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۴	چچا علاتی کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۵	چچا ح کے بیٹے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۶	چچا ع کے بیٹے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۷	آزاد کرنیوالے کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق
۲۸	آزاد کرنیوالے کے عصبہ کو	کیا ملیگا	ع	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق	ق

جملہ ورثاء کے حصے مقابلۃ

اس نقشہ کو اسطرح پڑھو مثلاً کیا ملیگا ماں کو بموجودگی بیٹی تو معلوم ہوا کہ ۱/۶ ملیگا۔ یعنی اس کا حصہ کم ہو کر ۱/۶ رہ گیا۔ اسی طرح اور ورثہ کے متعلق معلوم ہو جائیگا۔ باقی دو ورثہ کے متعلق وزن کا علیحدہ بیان لکھو

نمبر شمار	ورثاء	۱۵ بموجودگی بیٹا	۱۶ بموجودگی پوتا	۱۷ بموجودگی باپ	۱۸ بموجودگی دادا	۱۹ بموجودگی بہن حقیقی	۲۰ بموجودگی بہن علاتی	۲۱ بموجودگی بھائی ح کا بیٹا	۲۲ بموجودگی بھائی ع کا بیٹا	۲۳ بموجودگی چچا حقیقی	۲۴ بموجودگی چچا علاتی	۲۵ بموجودگی چچا ح کا بیٹا	۲۶ بموجودگی چچا ع کا بیٹا	۲۷ بموجودگی آزاد کرنیوالا	۲۸ بموجودگی آزاد کرنیوالے کا عصبہ	۲۹ [illegible]
۱	کیا ملیگا بیٹی کو	۲:۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۲	کیا ملیگا بیٹیوں کو	۲:۱	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۳	کیا ملیگا پوتی کو	●	۲:۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۴	کیا ملیگا پوتیوں کو	●	۲:۱	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۵	کیا ملیگا ماں کو	[illegible]	[illegible]	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳
۶	کیا ملیگا دادی کو	۱/۶	۱/۶	●	●	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶
۷	کیا ملیگا بہن حقیقی کو	●	●	●	●	۲:۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۸	کیا ملیگا بہنوں حقیقی کو	●	●	●	●	۲:۱	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۹	کیا ملیگا بہن علاتی کو	●	●	●	●	●	۲:۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۱۰	کیا ملیگا بہنوں علاتی کو	●	●	●	●	●	۲:۱	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۱۱	کیا ملیگا بھائی یا بہن اخیافی کو	●	●	●	●	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۶
۱۲	کیا ملیگا بھائی بہنوں اخیافی کو	●	●	●	●	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳
۱۳	کیا ملیگا خاوند کو	۱/۴	۱/۴	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۱۴	کیا ملیگا بیوی کو	۱/۸	۱/۸	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴
۱۵	کیا ملیگا بیٹے کو	کل	کل	ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۱۶	کیا ملیگا پوتے کو	●	کل	ق	ق	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۱۷	کیا ملیگا باپ کو	۱/۶	۱/۶	×	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۱۸	کیا ملیگا دادا کو	۱/۶	۱/۶	●	×	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۱۹	کیا ملیگا بھائی حقیقی کو	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۰	کیا ملیگا بھائی علاتی کو	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۱	کیا ملیگا بھائی ح کے بیٹے کو	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۲	کیا ملیگا بھائی ع کے بیٹے کو	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۳	کیا ملیگا چچا حقیقی کو	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۴	کیا ملیگا چچا علاتی کو	●	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	کل	ع
۲۵	کیا ملیگا چچا ح کے بیٹے کو	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	کل	ع
۲۶	کیا ملیگا چچا ع کے بیٹے کو	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	کل	ع
۲۷	کیا ملیگا آزاد کرنیوالے کو	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	کل	ع
۲۸	کیا ملیگا آزاد کرنیوالے کے عصبہ کو	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	●	کل	ع

وہ رشتہ دار اور متعلقین جن کو ورثہ نہیں ملتا۔

شجرۂ ورثہ میں جو رشتہ دار دکھائے گئے ہیں صرف اُن ہی کو میراث ملتی ہے ان کے سوائے کسی اور کو نہیں ملتی تو جو متعلقین نقشہ ذیل میں دکھائے گئے ہیں۔ وہ شجرۂ ورثہ میں تو ہیں ہی نہیں۔ تو شجرہ ورثہ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہو سکے گا کہ کن ورثاء یا متعلقین کو میراث نہیں ملتی۔

ایسے اشخاص ذیل میں حروف تہجی کے لحاظ سے ایک فہرست میں جمع کر دیئے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کی تشریح بیان کر دی گئی ہے۔

۱۔ بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے اقربا کو کچھ نہیں ملیگا۔ نہ خاوند کے ترکہ میں سے بیوی کے اقربا کو کچھ ملے گا۔ ہاں اگر خاوند اور بیوی میں کچھ اور رشتہ بھی ہو اور اس کی وجہ سے کچھ ترکہ مل جائے تو وہ اور بات ہے۔

۲۔ سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ کا میراث میں کچھ حق نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی عورت اپنے ساتھ کوئی بچہ لائی ہو تو اب اس نئے خاوند کے مرجانے پر وہ بچہ اپنے نئے باپ کا وارث نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ بچہ مرجائے اور اس کے پاس مال ہو تو یہ نیا باپ اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی کئی بیویاں ہوں تو ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

۳۔ متعلقین ترکہ میں سے کسی کی بیوی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اسی طرح کسی کے خاوند کو بھی کچھ نہیں ملتا۔ سوائے میت کی بیوی یا خاوند کے۔

نقشہ ۲۰۳ — بہ ترتیب حروف تہجی

آزاد کردہ لونڈی کی بیٹیاں	بیٹا (خاوند کا)	جنوائی	خوشدامن (ساس)	سالہ	لامذہب رشتہ دار [5]	مسلم
آزاد کردہ لونڈی کے ذوی الارحام	بیٹا (بیوی کا)	جیٹھ	داماد	سالی	لونڈی	ممانی
استاد	بیٹی (خاوند کی)	چچی	دائی	سلہج	لے پالک	منگنی کا خاوند
اتا اور اسکے رشتہ دار	بیٹی (بیوی کی)	حرامی بچہ [1]	دودھ شریک	سمدھی	مال خرچ کرنے والا	منہ بولا بیٹا بیٹی
باپ سوتیلا	بیٹے کے بھائی بہن دودھ شریک [1]	حرامکار باپ [2]	دوست	سمدھن	(میت پر)	منگیتر
باپ کی بیوی	بیٹی کے بھائی بہن دودھ شریک	خادم قدیم	دیور	سوتیلا رشتہ دار	ماں کا خاوند	نفقہ دینے والا [6]
بنایا ہوا بیٹا	بیوی کے بیٹا بیٹی	خالو	دیورانی	سوکن (اور اسکی اولاد)	ماں سوتیلی	نکاح باطل کے خاوند بیوی
بھابی	بیوی (منگنی کی)	خاوند یا بیوی (نکاح	دینی بھائی	شاگرد	متبنی	نند
بھاوج	بیوی یا خاوند (نکاح باطل کے)	باطل کے)	دینی بہن	شوہر کے تمام اقربا	متبنی کرنے والا	نندوئی
بہنوئی	پالنے والا یا پالنے والی	خدمتی (جس نے میت	رضاعی بھائی بہن [3]	غلام	مذہب بدلا ہوا رشتہ دار [5]	وارث بنایا ہوا [7]
بہو	پھوپھا	کی خدمت کی تھی)	رضاعی رشتہ دار [4]	قاتل	معتق کی بیٹیاں	وارث مشتبہ [8]
بیٹا (بنایا ہوا)	جٹھانی	خسر	ساس	گود لیا بچہ	معتق کے ذوی الارحام	ولد الزنا [2]

تمت

[1] یہ صرف ایک موقع پر وارث ہوتے ہیں۔ دیکھو نقشہ ۵ [2] صرف ماں کی میراث پائیگا نہ کہ باپ کی [3] حرامکار باپ اپنے اس بیٹے کی میراث کچھ نہیں پا سکتا جو اسکے زنا سے پیدا ہوا ہے [4] دیکھو نقشہ ۵ [5] یعنی مشرک یا غیر مسلم [6] نفقہ دینے والا نفقہ دینے کی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا [7] مورث کا دیکھو دفعہ ۲۱ [8] دیکھو دفعہ ۱۲۵۔

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بلحاظ حروف تہجی

مضامین کتاب بہ ترتیب حروف تہجی

ذیل میں ہر مضمون کے مقابلہ میں دفعہ اور سند کا نمبر ہے۔ یہ دفعات کے نمبر کتاب کے کنارہ پر جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں ٭ ورثہ دو دو اور تین تین اور چار چار وغیرہ بلحاظ حروف تہجی آخر میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ہر ایک کے آگے دفعہ اور سند کا نمبر ہے ٭ ط = ضمیمہ ہا (+) = یا کئی جیسے بیٹی (++) = بیٹی یا بیٹیاں ٭ ط

یا دادا

جبکہ ورثاء تین تین ہوں —

جبکہ ورثاء چار چار ہوں۔

جبکہ ورثاء چار سے زیادہ ہوں